

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

بیچ مراکش و مغرب الافضی

محمد انشا اللہ زمیندار انعام آباد ضلع گوجرانوالہ داڈیٹراخبار و وطن
بیچ خاندان عثمانیہ وغیرہ سے سٹریٹیکس سٹیج مراکو کی تازہ تصنیف
ب اور مولانا احمد مراکو کے زندہ نامور مورخ کی عربی تاریخ سے اسناد ملک کے استفادہ
و آگاہی کے لئے تالیف کیا

تین حصوں میں

حصہ اول

بار دوم

۱۹۰۶ء تا ۱۹۲۶ء مطابق ۱۳۰۶ھ تا ۱۳۰۷ھ

میں

بدلا ہو رہیں باہتمام مولوی محمد انشا اللہ طبع اور حمید ایجنسی لاہور کی
طراف سے شائع ہوئی

قیمت فی حصہ ایک روپیہ پانچ آنے ۵

(رجسٹری شدہ)

عرض حال

۵۴

محترم ناظرین - گو یہ کتاب بھی تاریخ اور اسلامی تاریخ سے تعلق رکھتی ہے، لیکن اس کا بحث آپ میری پہلی تالیفات سے بالکل جداگانہ پائیں گے۔ وہ کلہم زیادہ تر سلطنت غلی عثمانیہ کے آثار اور اسکے بیدار بخت فرمانروائے سلطان عبدالحمید کے اوصاف و محاسن حمید کے متعلق ہیں۔ باقی اسلامی دنیا کا اگر ذکر آیا ہے تو بالاجمال اور یہ ایک اور اسلامی حکومت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایک اور امر میں بھی ان تالیفات سے نیازمند مؤلف کے نزدیک نمایان امتیاز رکھتی ہے۔ ان کتابوں کی تالیف کا ارادہ کتنے وقت میرے دل کی جو کیفیت ہوتی تھی نہ وہ رنج اور صدمت و دواؤں پر محیط ہوتی تھی۔ کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ اگرچہ میرے ہموطن اس مقتدر ترین اسلامی سلطنت کے حالات سے ویسے واقف نہیں۔ جیسا کہ ان کو ہونا چاہئے۔ تاہم ان حالات کے معلوم کرنے کا دل شوق رکھتے ہیں۔ اسی طرح گو اردو زبان کا لیر پھر اس مضمون کی تالیفات سے تقریباً غالی ہے۔ لیکن بالکل خالی نہیں۔ زیادہ نہ ہسی۔ دو چار جھوٹی بڑی کتابیں تو پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اور سب سے بڑی وجہ اس جامع النفس کیفیت کی یہ تھی کہ اگر ایک طرف مجھے عثمانیہ سلطنت کی سابقہ عظمت اور خندہ بریں باقل کے کامل انحطاط کو یاد کر کے دل رنج ہوتا تھا تو ویسے ہی موجودہ فرمانروائے اقل حیات میں اسکے تدریج پھر پہلی عسبی سلطنت و جبروت حاصل کرتے چلے جانے کے واقعات قلم بند کر دینے سے سچی خوشی بھی حاصل ہوتی رہتی تھی۔

اسکے عکس تاریخ مر کو کو شروع کرتے وقت ناسف و افسوس کے۔ سو انوشی نام کو پائی جاتی تھی۔ میں کہتا تھا کہ اگرچہ براعظم افریقہ کے گرد و دریل رنج و رعب میں ایسے ہی ایک آزاد اسلامی سلطنت رہ گئی ہے۔ اس کے وجود کو بھی ایسی بڑی طرح سے فراموش کر دیا گیا ہے کہ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمانوں میں جزائید پڑھنے والے طلباء کی جماعت سے باہر پھر ہزار مسلمانوں کو بھی اس کا نام معلوم نہیں۔ ان چھ ہزار میں سے چھ کو بھی کبھی بھولے سے اس کا خیال تک نہیں گزرا۔ خود انسانیت کی یہ حالت

معاذہ کرنا تھا کہ اگر غفلت و لاپرواہی کا یہی عالم رہا۔ تو اُس کی آزادی بھی اگر ماندہ شبہ ماندہ شبہ دیکھنے ماندہ جلد مصر تونس۔ الجزائر۔ اندلس و سوڈاں وغیرہ کی طرح ایام گذشتہ کی کہانی ہو جائیگی میں ایک طرف یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ انہماک و وطن کو بدستور اس عظیم اسلامی ملک کے حالات سے بے خبر رہنے دوں۔ اور دوسری طرف ملک کی عام بے رغبتی اور یہی لاعلمی اُس کے متعلق کسی کتاب کے تالیف کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ اس محمہ کو شروع شروع میں میں نے اخبارات میں مراکوی متعلق مضامین شائع کرنے سے حل کرنے کی کوشش کی۔ مگر میں چند ہی مضامین لکھنے پایا تھا کہ ایک واقعہ نے اس تذبذب کا فیصلہ کر دیا۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں میں نے سلطنت مراکوی کے قریب ایک تازہ انگریزی تالیف کا اشتہار دیکھا۔ اُسے فوراً خرید لیا اور جب اس کے خاتمہ پر آنے لگا تو اس کی فہرست جو اور زبانوں میں اس اسلامی سلطنت پر لکھی جا چکی تھی۔ دیکھی۔ اور انہیں فقط انگریزی زبان کی دہائیوں سے زیادہ کتابیں پائیں۔ تو سخت صدمہ پہنچا۔ اور حیرت اور غیرت نے گوارا نہ کیا کہ ایک یورپ کی ہر ایک زبان میں تو اس قدر کتابیں موجود ہیں۔ اور اس زبان میں جو چھ کڑور مسلمان اور نو کروڑ سے زیادہ ہموطن بولتے اور پڑھتے ہوں۔ ایسی سلطنت پر جو تیرہ سو برس سے عربی مغرب میں کل دنیا کے مقابلہ پر اسلام کی عزت قائم رکھے ہوئے ہے ایک کتاب بھی موجود نہ ہو۔ یہ امر اردو علم ادب کے لئے کچھ کم دھتکہ اور مسلمانان ہندوستان کے لئے کچھ کم شرم اور بے ہمتی میں نے اسی وقت ملک کی ہیشوٹی و بے رغبتی اور مفید طرح و تالیفات کی عام ناقدردانی کے خیالات کو بالاطلاق کہہ کر اس کتاب کو شروع کر دیا۔

میں نے پہلے صرف سٹرکینس کی تاریخ کا ترجمہ شروع کیا۔ مگر چند اوراق ترجمہ کئے تھے کہ طبیعت نے ایک خاص اسلامی تاریخ کے لئے محض ایک جہنی کی کتاب کو ماخذ بنانا پسند نہ کیا۔ اسی اجنبی کی طفیل مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ مراکش کی تاریخ پر متعدد عربی کتابیں بھی موجود ہیں۔ میں نے اُن کو بلا توقف مصر سے منگوایا۔ اور حسب ضرورت اُن سے بھی جن میں خاص طور پر قابل ذکر مولانا احمد علی تاریخ ہے۔ اس کتاب کی تدوین میں مدولی۔ پس اس کتاب کو سٹرکینس کی کتاب کا پورا ترجمہ

اور چند عربی تاریکوں کا خلاصہ سمجھنا چاہئے۔ مراکش کی ہیئت اور اسلامی لحاظ سے حقیقی و فاضل ناظرین کو اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ اسلام کی ابتدائی فتوحات میں ایران اور شام و عراق سوا صرف ہی ایک ملک ایسا ہے۔ جو عیسائیوں کی لگاتار کوششوں کے بعد مسلسل مسلمانوں قبضہ میں چلا آیا ہے۔ حالانکہ وہ باقی تمام اسلامی ممالک سے بالکل جدا ہو گیا ہے۔ اور چاروں طرف اس کے مخالفوں سے گھرا ہوا ہے۔

حسن اتفاق سے یہ کتاب ایسے وقت شائع ہوتی ہے جبکہ اخبارات میں فرانس کے اعتقاد سلطان مراکو کی طرف سے انگلستان۔ فرانس اور جرمنی کو خاص سفارتیں جانکی طفیل اس مامور عام چرچا ہو رہا ہے۔ اور کم از کم ملک کا اخباروں حصہ اس کے نام سے محض نا آشنا نہیں رہے صورت میں یہ قریح رکھنا غالباً غلط نہ ہوگا۔ کہ انیسویں ملک مراکو کی کسی تاریخ سے اب ایسے نہ پائے جائیں گے۔ جیسے کہ ایک سال پہلے انکی نسبت امید کی جاتی تھی۔ بہر حال میں نے اپنا کردیا ہے۔ اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا انہائے وطن اور محبان قوم کا کام ہے۔ والسلام۔
من اربع المصنف

بندہ محمد انشا اللہ عفی عنہ اڈیٹر اخبار وطن لاہور

۳۰۔ جولائی ۱۹۰۱ء

رد فتر حمیدہ ایجنسی لاہور

طبع دوم ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ سلطنت مغرب الاقصیٰ

دیباچہ مستحجب میکنش مصنف مورث ایما یئر وغیرہ

یہ تجویز ایک سے زیادہ مرتبہ اخباری دنیا میں پیش ہو چکی ہے۔ کہ نئی کتاب پر ایک ریویو بخود اس کے مصنف کی قلم سے بھی ہونا چاہیے۔ لیکن میرے خیال میں یہ استحقاق مصنف کو ایک حد تک دیباچہ کی صورت میں ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ اس میں وہ اپنے مقصد و مصلحت کے اظہار کے ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر سکتا ہے کہ وہ اپنے ختم شدہ کام سے کہاں تک مطمئن یا غیر مطمئن ہے۔

جن صفحات کی یہ سطرین دیباچہ ہیں وہ اس کوشش کا نتیجہ ہے جو میں نے ”سورون“ یعنی اٹالی مغرب الاقصیٰ کی موجودہ حالت کو نسبتاً اچھی طرح سمجھ سکنے کی غرض سے اُن کے گذشتہ حالات و واقعات سے واقف و باخبر ہونے کے لیے کی۔ شروع میں میرا ارادہ تھا کہ سورون کے متعلق جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسے ایک ہی جامع کتاب میں مختصر کر دوں۔ پھر اس کتاب کے مضمون کو اس کا ایک حصہ بنا دوں۔ بنا بریں میں نے اسے حتی الامکان نہایت ہی اختصار سے قلمبند کیا۔ اور تمام ایسے واقعات کو جو نفس مطلب کے لیے ضروری نہ تھے نظر انداز کر دیا۔ اختصار کی ایک اور بھی زبردست وجہ تھی۔ اس زمانہ میں لوگوں کی نصروفیت اور مشاغل اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ ضخیم کتابوں کے پڑھنے کی بہت کم فرصت

نکال سکتے ہیں۔ اور وہ بیفائدہ تفصیل اور غیر ضروری تشریح و توضیح سے اکتفا جاتے ہیں۔ پس میں نے کہانی کو لمبا کرنے کے لیے ایک لفظ بھی بلا ضرورت ایذا دینے کی بجائے ایسے اختصار سے کام لیا ہے۔ کہ عموماً ایک مختصر سا عنوان کل فصل کے مدعا کو اور چند سطریں ایسی رائے کو ظاہر کر رہی ہیں جو پیشہ کار کتابوں کا پتھر ہے۔ اس مختصار کے ساتھ ہی اول سے آخر تک میری یہ کوشش رہی ہے۔ کہ میں کتاب کو عام مرغوب پیرایہ میں متلاشیان علم کے روبرو پیش کروں۔ اور اس میں صحت و درستی کو مدنظر رکھ کر اس قدر تفصیل سے کام لوں۔ جو مضمون کو خشک اور بیمزہ ہونے سے محفوظ رکھے اور پڑھنے والے کی طبیعت مطمئن ہو جائے۔ اس تضاد کو پیش کی وجہ سے یہ کام جتنی دیر تک نہیں ہو گیا۔ اس کا اندازہ باسانی ہو سکتا ہے۔

جو ناظرین مشہور و رفیع عبارت و انشا پر داری یا ایک سلسلہ داستان کا مدافع اوٹھائے شایق ہیں وہ میری کتاب کو یقیناً اپنے مذاق کی ہمیں پائیں گے۔ اور انکی خدمت میں اپنی تصنیف کی بیشمار کمبیتوں اور فرورگدشتوں کے لیے میں یہی عذر پیش کر سکتا ہوں کہ یہ مضمون انگریزی لٹریچر میں تقریباً نیا ہے۔ اور کہ کسی اور زبان میں بھی سپروسی جامعیت کے ساتھ بحث ہمیں کی گئی۔ جسے میں نے مدنظر رکھا ہے۔ مزید برآں اعلیٰ نازک خیالی اور شاعرانہ سلاست و روانی مورخ کا معراج نہیں ہے۔ اس کا معراج یہ ہے۔ ہر وقت امر واقع کو پیش نظر رکھے حقیقت و واقعہ کے سوا کسی اور چیز کی طرف بہوے سے بھی مائل نہ ہو۔ اس میں یہ قابلیت ہو کہ متنازع شہادتوں اور راویوں میں سچے اور جھوٹے کی تمیز کر سکے۔ اپنی زور قلم سے مردوں کو ان بڑے بڑے واقعات کے تذکرہ کی وقت جن میں انہوں نے اپنی اپنی باری میں حصہ لیا تھا۔ زندہ کر دکھائے اور اس طرح سے گذشتہ و حال کو ایک جگہ بکھڑا کر دکھانے کی طاقت رکھتا ہو۔ شاید مجھ پر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایسے مضمون پر یورپین اغراض و مصالح سے بہت ہی دور کا تعلق رکھتا ہے۔ مصلحتانہ غور و فکر تکلیف اوٹھانا فضول تھا۔ اس کے جواب میں میں یہی عرض کر سکتا ہوں کہ اہل ملی مذہب کی سرگزشت کا مطالعہ محض جزائی یا علم نوع البشری کے لحاظ سے ہی وقع نہیں اس سے بدرجہا نہ یادہ اہم ہے۔ نسل انسانی کی داستان میں ان کی سرگزشت

ایک محقول حصہ رکھتی ہے۔ اور اوس کے واقعات سے حضرت انسان کی فطرت کے مطالعہ میں خاصی مدد ملتی ہے۔ چنانچہ میں نے اون واقعات کو جن پر سلطنت مراکش کا تاریخی دفتر مشتمل ہے۔ زیادہ تر دنیا کی تاریخ عامہ کی خدمت و اضافہ کے لئے جمع اور مرتب کیا ہے۔ جو اقوام ہم سے قریب کا تعلق رکھتی ہیں۔ اپنے کہنے والے بشیار موجود ہیں حالانکہ اس زمین پر کرور کرور قلعہ رانی ہو چکی ہے۔ میں نے بے جز زمین کو اس کام کے لئے پسند کیا ہے۔ اس پر بھی قابضہ ان کی ضرورت تھی اور یہ کام پہلے سے کم و قبح نہیں چنانچہ مجھ سے گزشتہ موجودہ ۲۰۰۰ اٹالی مغرب کی نسبت اپنی قوم کے سرمایہ علم و آگاہی کو بڑھانے کے لئے سالہائے دراز تک اس یقین نے مسلسل اور پوری سرگرمی و توجہ سے محنت کرائی ہے۔ کہ جو خدمت میں اس میدان میں کروں گا۔ وہ کسی سببی خدمت سے بدرجہا زیادہ مفید ہوگی۔ جو میں کسی عام متحمل اور مصنفین کے حصہ سے تخریہ مشق چلا آئے مضمون کے متعلق خواہ کیسے ہی کسی نئی پیرایہ میں کیوں نہ کروں گو میں ساتھ ہی یہ بھی جانتا تھا کہ آخر الذکر خدمت عام پسند اور بنا برین مالی لحاظ سے مجھے زیادہ نفع بخش ہوگی۔

جن اصولوں کو مدنظر رکھا کہ آرٹیکل نے کتاب تھوس ڈاٹڈ کو مرتب کیا تھا۔ وہی میں نے پیش نظر رکھا ہیں۔ صاحب ممدوح اس کی جلد سوم کے دیباچہ میں بصفہ ۲۲ لکھتے ہیں۔ یہ کتاب اس غرض سے نہیں لکھی گئی کہ ایام سلف اور ازیا درختہ آئین و قوانین اور فراموش شدہ رسوم و عوام کے متعلق فضول و بے نتیجہ تلاش و جستجوئی جائے۔ بلکہ موجودہ اشیا کی زندہ تصویر ملک کے سامنے پیش کرنے کے لئے بنا برین عمل سے عمر زور پر محض علم میں لگے رہنے والوں کی کریدا اور تجسس کو اس سے ویسی سببی نہیں ہوگی جیسی کہ مدر اور عملی مذاق کے دنیا داروں کو اس سے آگاہی و ہدایت حاصل ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں۔ میں نے ایک ایسا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے جس سے بشمار مضامین کے شائقین اطمینان بخش حد تک مستفید ہو سکیں گے۔ مدت سے فراوان

لے ہی رہا کہ مصنف کی باقی دونوں متعلقہ کتب "۱۱ اٹالی مغرب" اور "۱۲ مغرب" پر بعینہ
صادق آتے ہیں :- میکسن۔ ۱۲۰۵
Arno 015 57 419 05

ہو گئے ہوتے واقعات و حالات کے دستیاب ہونے پر مورخ کو جیسی خوشی ہوتی ہے۔ اوس کا اندازہ ناظرین کبھی نہیں کر سکتے۔ نہ اس خوشی میں مصنف کے ساتھ اکثر بھی شریک ہونی کی بین توقع کر سکتا ہوں۔ مجھے ایسے موقعوں پر ویسی ہی خوشی ہوتی جیسی کہ متلاشی معادن کو سونے یا الماس کی کان مل جانے پر ہوتی ہے۔ اور ناظرین کی خوشی زیادہ سے زیادہ صرف اس قسم کی ہو سکتی ہے جیسی کہ کسی متول کے وارث کو ورثہ ملنے پر۔ بہر حال اگر ناظرین نے میری اس خدمت کو ایسے طریق سے استحال کیا جو مراد کے حق میں فائدہ بخش ہو تو دین اور نیکو بڑی خوشی سے لبیک کہتا ہوں۔ اور سچہ لوگ کہ مجھے اپنی برسوں کی محنت کا کافی ثمرہ و صلہ مل گیا ہے۔

انسانی مخرپ کے خیالات و مذاق اور مہول اونکی قومی زندگی پر جو اثر پیدا کرتے ہیں۔ وہ صرف اسی صورت میں اجنبی لوگوں پر ظاہر ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ان اثر کو کو من حیث المجرع اور مدت مدید کے گذشتہ واقعات و مناظر کی خوردبین میں بڑھ چاہیلا کر دیکھا جائے۔ اور پھر صرف اسی طریق سے وہ اثر جو افراد پر ہوتا ہے بدستی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس غرض کے لئے ملک و قوم کی داخلی تاریخ جسے خود انسانی ملک نے قلم بند کیا ہو بیش از بیش اہمیت رکھتی ہے۔ الزبانی کی تاریخ کے مترجم ماسیو ہو واس نے تمہید میں بالکل درست لکھا ہے۔ اوسکا بیان ہے ”معتقدان اسلام کو معاشرتی حالت ہماری معاشرت سے ایسی مختلف ہے کہ ہکو ہمیشہ ان واقعات کی قدر و منزلت کا درست اندازہ کرنے میں جو اسلامی سر زمین میں واقع ہوں کسی قدر دشواری پیش آتی ہے۔ مزید برآں یہ مقتضائے فطرت ہمارا طبعی میلان اس طرف ہوتا ہے کہ ہم اونکی پرا میوٹ داندرونی۔ داخلی تاریخ کے تعلقات کو سنجوشی نظر انداز کر کے اپنی کل توجہ اونکی بیرونی و خارجی تاریخ پر مبذول رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہماری نظروں میں زیادہ وقعت اور دلچسپی رکھتی ہے۔ گذشتہ خارجی تعلقات کی واقفیت خواہ کیسی مفید کیوں نہ ہو ہماری اس پالیسی سے بڑھ کر کوئی پالیسی کوتاہ نظر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اقوام یا افراد کی معاشرت اور خانگی زندگی کی نہایت ہی رو بہرہ گیری جزئی تفصیل ہی بہت دلچسپ ہو جاتی ہے۔ جب کہ اوسے قومی کیریکٹر و خصائص اور میلانات کا مظہر آئینہ سمجھ کر پڑھا جائے۔ اس کتاب کے متعلق یہ امر بہت دل

شکنتی کا باعث ہوا ہے۔ کہ ملکی مورخوں نے اس معاملہ پر کہ مختلف ازمینہ و عہد میں تم
کی حالت کیا تھی۔ اتنا قہور لکھا ہے۔ جو نہ لکھنے کے برابر سمجھا جاسکتا ہے۔ مین نے
ان خفیف جھلکوں سے جو ملکی تعینات مین شاذ و نادر اس مسئلہ کے متعلق پائی
جاتی ہیں۔ حتی الامکان فائدہ اٹھایا ہے۔ لیکن بقدر مصالح مجھے نہیں مل سکا کہ
سوائے موجودہ زمانہ کے کسی اور زمانہ کی قومی زندگی اور طرز معاشرت کی پوری
پوری تصویر دکھاسکوں۔ تاہم اس کی کو کچھ زیادہ اہم نہیں سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ
جب قدر شہادتیں ہر قسم کے ذرائع سے مل سکتی ہیں۔ ان سب سے یہی ظاہر ہو رہا
ہے کہ گذشتہ ایک ہزار برس کے زمانہ میں مراکو میں کوئی ویسے تغیر و انقلاب نہ ہوا
نے یورپ کی معاشرت اور قومی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق پیدا کر دیا
ہے۔ ظہور میں نہیں آئے۔

ابتدائی یورپین مصنفین میں سے اکثر نے مراکو کی موجودہ تاریخ کے بعض محالاً
سے حیرت انگیز واقفیت ظاہر کرنے کے دوش بدوش جو سخت فاش غلطیاں کی
ہیں۔ اور انکی تحریر میں ہندردانہ دلچسپی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ اس
کی وجہ یہ ہے کہ ان کے راوی عموماً عیسائی غلام یا عیسائی نو مسلم تھے۔ ان
دونوں جماعتوں کے دونوں میں مسلمانوں کی طرف سے سخت بغض و کدورت
اور کینہ و رنج کا ہونا صاف ظاہر ہے۔ اور ساتھ ہی یہ امر کہ ملک کے اصلی
حالات اور باشندوں کی بود و باش و عادات کا جب قدر انکو علم تھا۔ اس قدر
کسی متوسط قابلیت کے موجودہ یورپین باشندہ مقیم مراکو کو نہیں ہو سکتا۔
نہ جب قدر ان لوگوں نے ان حالات کے متعلق تحریر کیا ہے۔ اس قدر کوئی موجب
یورپین تحریر کر سکتا ہے۔ جو کچھ مقامی اخبارات میں درج ہوتا ہے۔ اس سے
بڑھ کر اسے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ کہ ملک یا شہر میں کیا ہو رہا ہے۔ اور پھر یہ اخبار
بھی ابھی حال ہی میں جاری ہوئی ہیں۔ چند برس پیشتر ان کا بھی کوئی وجود نہ تھا
برعکس زمین و غلام یا نو مسلم مسلمان خاندانوں میں دیگر افراد کی طرح ملے جلے
رہتے تھے۔ اور انکی بھی وہی طرز معاشرت اور بود و باش ہو گئی تھی۔ جو صہل
باشندوں کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کا بہترین باخبر بھی مراکو کی نسبت ہفتہ

علم نہیں رکھتا۔ جب قدر کہ دوسو برس ہوئے غلاموں کو اس کے متعلق تھا۔
 علوم و توارخ مشرقی کا جو شائق کافی وقت و مہلت مطالعہ اور خود نتائج
 کے لئے رکھتا ہو۔ اسے میں یہی مشورہ دوں گا کہ وہ براہِ راست ان تاریخی
 سے استفادہ کرے۔ جن سے میں نے مضامین اور واقعات کہنے دل سے افا
 ہیں۔ اور تقریباً ہر موقع پر بشکوری تمام ان کا حوالہ ہی دیا ہے۔ خاص
 میں ان عربی تواریخوں کی سفارش کرتا ہوں۔ جن کا میں از حد ممنون ہوں
 اور ڈی سلیس۔ گیان گوس۔ باقی آر۔ ہوڈاس۔ فلگنان۔ جوس۔ اور دیگر
 نے ان کا یورپین زبانوں میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب میں نے ایسے لوگوں۔
 لیے نہیں کہی۔ بلکہ زیادہ تر کوئی دلچسپی نہ رکھنے والی بیک کے سامنے اصل
 مآخذ و ن سے ہٹنا طر کر کے ایسا تذکرہ پیش کرنے کی غرض سے کہی ہے جو دلچسپی
 پیدا کر دینے کے لئے کافی مختصر اور ساتھ ہی کافی دلچسپ و فرحت بخش
 میں ہو۔ اور نیز جو سلطنت مراکش کی بناء عروج و ترقی اور موجودہ حالت کا
 صحیح تصویر دکھلا کر بیک مذکور کو اس سلطنت کے کیمیکل اور طبیعی میلان اور
 فطرت کا اندازہ کرنے کے قابل بنا دے۔

علم تاریخ کے مبصرین کی خدمت میں میری التماس ہے۔ کہ وہ اس
 کے مطالعہ کے وقت اس امر کو فراموش نہ فرمائیں کہ چونکہ میں نے اس کو خشک
 اور روکھے پھیکے واقعات کے علم کا ذخیرہ بڑھانے کی بجائے زیادہ تر انسانی
 کی نسبت اپنی قوم کی معلومات کو بڑھانے کی غرض سے تدوین کیا ہے۔ میں۔
 جدید طریق تاریخ نویسی پر عمل نہ کر کے ہر حوالہ پر مبصرانہ رائے ظاہر نہیں کی۔
 نے اس طریق کو پسند کیا ہے کہ معقول و ممکن احتیاط و انتخاب سے کام لیکر مختلف
 راویوں کے بیانات کو جس نہ بلارائے درج کرتے رہ کر حیثیت معترضا ہدیان اور
 کی قدر و منزلت کے متعلق اپنی رائے دوسرے موقع پر ظاہر کر دی ہے۔ اس

۱۵ اس کتاب میں میں نے ۵۷۱ موقوفوں پر حوالہ دیئے ہیں۔ اور اس تیسرے
 حصہ میں ۲۴۳ کتابوں کا تبصرہ لکھا ہے۔ میکسن ۱۲

ول کو مین نے ملکی رادیوں کے متعلق بالخصوص بڑے انترام سے مد نظر رکھا،
 بلکہ ان سے تاریخوں کے متعلق گویا بعض اوقات فاش غلطیاں ہو گئی ہیں۔ اور
 کسی طرح کبھی کبھی انہوں نے بعض کے کارناموں کے مبالغہ آمیز حالات کو صحیح تسلیم
 کیے قلم بند کر دیا ہے۔ تاہم قومی سیرٹ اور عوائد و خصوصیات قومی کے اور اک
 و اظہار میں اول تو ان سے مطلقاً غلطی نہیں ہوئی۔ اور اگر کہی ہوئی ہے تو بہت
 ہی شاذ و نادر۔ اگر میرے اصول کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو ظاہر ہو جائے گا۔
 کہ بسا اوقات جذبات و احساسات قلبی کے اظہار یا خوشنما پیرایہ بیان میں روم کو
 پھیکے واقعات کے کمال صحیح مگر خشک و بیمزہ تذکرہ کی نسبت زیادہ صداقت بہری
 ہوتی ہے۔ اور بنا برین انسانی فطرت کے مطالعہ کر نیوالے کی نگاہوں میں اول
 الذکر کی بہت ہی زیادہ وقعت ہوتی ہے۔

اس کتاب میں از اول تا آخر میں نے ہر داستان بڑے بڑے تاریخی
 واقعات سے جن کا علم ناظرین کے ذہن میں بالضرور پہلے سے موجود ہو گا۔ شروع
 کی ہے۔ اسلامی سنین سے چونکہ بحراون کے جو اسلامی تاریخ کا خاص طور پر مطالعہ کرتے
 رہے ہیں۔ اور لوگوں کو کچھ بھی مس نہیں۔ میں نے سنہ ہجری کو یک قلم نظر انداز
 کر دیا ہے۔ عربی مورخین نے قری سنین لکھے ہیں۔ جن کی شمسی سال سے بالکل درست
 مطابقت دکھانے کے لئے مہینوں کا کہنا بھی ضروری تھا۔ لیکن جس قسم کی یہ کتاب
 ہے اس میں سخت احتیاط کی احتیاج نہیں۔ اور نہ اس میں کسی شاذ و نادر
 خفیف تفاوت و اختلاف کا وجود چندان قابل گرفت ہے۔

تاریخوں کے اندراج میں میں نے ملکی مورخین کی تقلید کی ہے۔ اور ان کو
 باحتیاط مطابق و مقابلہ کر کے لکھا ہے۔ سلطنت مراکو کے سلاطین کی فہرست مرتب
 اور ان کے عہد حکومت کی درست تاریخیں تعیین کرنے میں زیادہ تر ان بواعث
 سے دقت لاحق ہوتی ہے۔ کہ ایک تو ملکی تواریخوں میں متضاد بیان مندرج ہیں
 بعض اوقات مورخوں نے اون رقبوں کے متعلق جن کی اونکو طر فدارئی نظر
 تھی مختلف بیان تحریر کئے ہیں۔ دوم کئی بار ایسا ہو چکا ہے کہ ایک ہی وقت
 ملک کے مختلف حصوں میں دو یا دو سے زیادہ حکمران رہے۔ سوم کئی دفعہ ایسا

ہوا ہے کہ ایک حکمران کی بادشاہی پہلے ملک کے ایک حصہ میں رہی۔ اور دوسرے
حصہ میں بعد ازاں ہوئی۔ لیکن اون کے ازمندہ کاغذی اندازہ و علم تمام علیٰ ہر
کے لیے کافی ہے۔ جدول مسئلہ میں کمی دیگر سلطنتوں کے دوش بدوش میں نے
سلطنت مراکو کے مختلف ازمندہ دکھانے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس سے امید ہے
کہ ناظرین کو اپنے ذہن میں مختلف ازمندہ کا چربہ اوتارنے میں بہت آسانی ہو جائے
گی۔ محض اعداد سے اکثر کے ذہن میں کوئی کیفیت نقش نہیں ہوتی۔

واقعات کی طرح اکثر تصویریں بھی میں نے اون تصانیف سے لی ہیں۔ جو قبل از
اس مضمون پر کبھی جا چکی ہیں۔ کیونکہ میری خواہش بالکل نئی اور اوپر کتب تصنیف کی بجائے
ایک جامع و مکمل کتاب پیش کرنے کی تھی۔ جس تصویر کا ماخذ مجھے معلوم ہوا۔ میں نے
اوسکا ذکر کر دیا ہے۔ اور اس موقع پر بین اون تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں
جسکی مرتبہ تصاویر کو میں نے نقل کیا ہے۔ اکثر اون عکسی تصویروں کی نقل ہیں۔

جو میرے احباب نے خاص طور پر اپنی کتابوں کے لیے اوتاری تھیں۔ ہر تصویر
ایک خاص غرض و غایت کو مد نظر رکھ کر منتخب کی گئی ہے۔ اس کتاب میں جو چھوٹا سا
نقشہ دیا گیا ہے۔ وہ اس نسبتاً زیادہ بڑے اور زیادہ مکمل نقشہ سے جو کتاب
ارض مغرب کے لیے خاص طور پر بنایا گیا ہے۔ تیار کیا گیا ہے

بالآخر میں دیگر شائقین علم کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ اگر انہیں اپنی افہام
یا اعداد کے متعلق کہیں مجھ سے اختلاف ہو۔ تو میں بھی مشرقی مصنفین کی طرح
اس مقولہ کو اپنی بنیاد بناؤں گا کہ واللہ اعلم بالصواب۔ صرف خدا ہی کو حقیقت
و حق الامر کا علم ہے۔

میں اپنے ناظرین سے صرف ایک ایسا تذکرہ کرتا ہوں کہ اگر وہ کوئی سہو یا
غلو گذشتہ دیکھیں تو مجھے اس سے مطلع کر کے ممنون فرماؤں۔ اگر اس کتاب کے
لندن پبلشر کی معرفت مجھے خط بھیجا جاوے تو وہ مجھ کو مل جاوے گا۔

از مقام المنار ضلع ہیم پٹیہ

بعض مقامات کے اصلی اور انگریزی نام

اصلی نام	انگریزی نام	اصلی نام	انگریزی نام
صفی	صفی	الجزائر	الجزیر
الجزیرہ	الجزیرہ	فاس	فیسر
محلات نکور	الحوتیاس	جنایہ رفران	زفاریہ
طیلیہ	طیلیہ	کٹاس	میکوانز
رباط	رباط	سبط	سیوٹا
سلا	سالی	تلسان	تلسن
طنجہ	طانجیر	طیطوان	طیوان
تونس	ٹیونس

تاریخ سلطنت مراکش

حصہ اول

اندرونی نشوونما

فہرست مضامین

فصل	مضمون	زمانہ
۱	تاریخ مینیا۔ اٹالی کارہج۔ اٹالی روماندال۔ اورگوتہ۔	تیسری قریب

ملہ ارض عرب کا پورا نام مملکت ۱۲

فصل	مضمون	زمانہ
۲	اسلامی فوج کشیان	۱۱۹۹ء سے ۱۲۰۶ء تک
۳	سلطنت کی بنا۔ دعوہ اور یسایان	۱۲۰۶ء سے ۱۲۱۱ء تک
۴	سلطنت کا استحکام و اجتماع زمانہ مرابطیان	۱۲۱۱ء سے ۱۲۴۹ء تک
۵	توسیع سلطنت و زمانہ موحدین	۱۲۴۹ء سے ۱۲۶۹ء تک
۶	مردود سلطنت کا سٹنا و زمانہ بنی مرین	۱۲۶۹ء سے ۱۵۲۴ء تک
۷	سلطنت کی بحیثی حرکت و زمانہ بنی سعد	۱۵۲۴ء سے ۱۶۵۹ء تک
۸	سلطنت کا مظہر ملوٹا اسماعیل بنی فلالی کا ابتدائی زمانہ	۱۶۵۹ء سے ۱۷۲۹ء تک
۹	موجودہ سلطنت و بنی فلالی کا زمانہ مابعد	۱۷۲۹ء سے ۱۸۹۶ء تک
۱۰	ملک و حکومت و طریق گورنمنٹ	
۱۱	موجودہ نظم و نسق اور وزارت	

سلطنت مراکش

فصل اول۔ ماری ٹینیہ۔ دازنہ قبل مسیح تا ۴۹۰ء
 قدیم مذکورون اورم قدیم تاریخی ٹینیہ کے متعلق جب قدر تذکرے اور نوشتے موجود ہیں تو تاریخ کی قلت وہ بہت کم مختصر اور غیر شفی بخیش ہیں۔ جو معلومات اس ملک کی نسبت سلف سے ہم تک پہنچی ہے۔ وہ اول تو عموماً اصل نہیں نقل در نقل ہے دوم با ہم ایسی متضاد ہے کہ اس کی بنیاد پر تاریخ درکارا فسانہ ہی تدوین نہیں کیا جاسکتا۔ قدیم ترین مورخون کو توجو بالعموم قصہ کہانیوں اور فرضی داستانوں

۱۔ مصنف انگریزی حروف میں اس کے *Mauretania* لکھا ہے مگر ماشیہ میں بتاتا ہے کہ ہونٹ کے سکڑنا و کثرتوں کے روسے ہی ہجے اس نفا کے درست قرار دینے لگے۔ لیکن مقام و ولولیس کے کنڈرات سے جو کہ اور لکھتے برآمد ہوئے ہیں۔ اونہ بھی ہی ہے ہیں +

ہی کے ولادہ تھے۔ انکی ایک طرف کر دینا چاہیے۔ بیونکہ اونکو زمانہ غنیمت ملا کہ دنیا کے عام متعل رستوں سے ایسا دور افتادہ اور بے تعلق ملک تھا۔ کہ پرانی تحریروں میں اوس کا تقریباً کچھ تذکرہ نہیں پایا جاتا۔

مہنوع اوس کے متعلق صرف اس وقت سے ایسے حالات جن پر کچھ بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ قلم بند ہونے شروع ہوئے۔ جب کہ سنہ قبل مسیح کے قریب کاریج کے باشندہ مہنوع نے نوابادی قائم کرنیکی غرض سے ستون ہٹے ہر قلیس دیہی آبادی کے جبل طارق، سے پرستے تک سفر کیا۔ کئی مبصرون کو مہنوعی حقیقت کی نسبت بھی اختلاف ہے۔ اور اگرچہ اختلاف کنندگان اوس سے فرضی نامذات

کہنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ لیکن اوس کی ذات یا تاریخیات کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ معلوم نہیں۔ اوس کے حالات کے متعلق جو کچھ صفحہ زمین پر باقی رہا ہے۔ وہ اوس کا کتبہ ”بری یلس“ یعنی سفر کی سرگزشت ہے۔ اوس

اوس نے سفر سے واپس آکر بمقام کاریج رمل دیوتا کے مندر میں ایک پتھر پر کندہ کیا تھا۔ اور صدیوں بعد ایک یونانی سیاح نے اوسکی نقل اٹاری ہی زمانہ اٹالی فنیٹیا کے یہاں در فنیٹیا کے ساتھ جہازوں پر تیس ہزار آدمی لیکر اس دیرانہ ہم پر روانہ ہوا تھا۔ ہر جہاز پچاس چوبیسوں سے چلایا جاتا تھا +

اوس کی زبانی تک۔ بلکہ اوس سے بھی عرصہ دراز بعد تک حالانکہ اوس نے بڑے بڑے مجاہد و غرائب آکر سنائے۔ اون سر بفلک ستونوں سے پرستے کا علاقہ پر دہ تارکی میں نہان رہا۔ اور یہ تارکی کی خوف و دہشت کی

۱۵ ضالی افریقہ کا پرانا شہر جس کے کنڈر ٹولس کے قریب واقع ہیں اوس کے مفصل حالات کے لئے دیکھو کتاب ترکون کی موجودہ ترقیات +

۱۶ بحوالہ کتاب مصنفہ منیر ص ۵۷۷ +

۱۷ فنیٹیا ساحل شام کے اس حصہ کا جس میں طرابلس و صیدا واقع ہیں پہلوان نام ہے۔ کاریج کو یہیں سے ایک جماعت نے جا کر ضالی افریقہ کے ساحل کے وسط میں آباد کیا تھا۔ مترجم مؤلف ۱۲۔

مترادف نہی۔ وہ کشتیاں جو چاروں طرف سے خشکی سے گہرے ہوئے بحیرہ و بحیرہ
مین ابازن یا بحیرہ روم، مین استحال کی جاتی تھیں۔ بحرِ فارس کی متلاطم امواج کے
دہپیرون کے سانے ایک لہر کے لیے نہیں ٹھہر سکتی تھیں۔ اور ایک یہ بھی بڑی وجہ
ابنا سے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ عام تو علیحدہ رہے۔ روایت ہے کہ
ایسا شاہ زور جانا بھی ہوا تو اسے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکا تھا۔ لیکن کچھ

لہجہ بروئے روایت دافنا لیونان کے ایک زمانہ قدیم کے شہ زور پہلوان کا نام ہے۔ ہر قریب
کا نام یورپ مین بے نظیر شجاعت و جہا نردی کے مرادف ہو گیا ہوا ہے۔ جیسے رستم و ہندیا
کا نام مملکت مشرق مین۔ چنانچہ ہر قریب و رستم اس لحاظ سے بالکل ہم معنی لفظ سمجھتے ہیں۔ اور
رستم کو یورپین زبانون مین ذابلتائی ہر قریب بھی پکارا جاتا ہے۔ رستم کی طرح اوس مین بھی
بہائی طاقت اور شہ زوری بدرجہ کمال جتنی کہ کسی انسان مین ہو سکتی ہے موجود تھی۔ اور
نہیہ یہ لکھا گیا ہے کہ قوی ہیکل و گران ذیل۔ کوناہ گردن۔ اور لیے چوڑے ہاتھ پاؤں۔ رستم کو
دود فوج مفت منال ملے کرتی تھیں۔ اور ایک مرتبہ بارہا ہم کام سر انجام دینے پر اسے۔ اور
یونانیوں کے قدیم معبود ڈلفی یا پتھین مین غیب سے آواز آئی کہ اگر وہ ضلع آرگو کے بادشاہ
یورس تھی اس کی بارہ برس خدمت کر لے گا تو حیات جاوید پاؤں گا۔ بادشاہ کی خدمت مین حاضر
ہو گیا۔ اور اس نے نہایت خطرناک اور بخلت شکل مندرجہ ذیل بارہ خدمات اوس کے پر
کین۔ جنگل تیبیا کے شہر اور مقام لرنیا کے اژدہ کو قتل کرے۔ آرکٹڈیا کے دیوتا قامت ہرن کو
پکڑ کے کھڑے رکھے۔ آرکٹڈیا کے سور کو ہلاک کرے۔ بادشاہ آگس کے طولیون کو صاف کرے۔ جیل
سیٹیم مالیس کے مردم خور پرندوں کو تباہ کرے۔ کمریٹ کے سانڈ کو گرفتار کرے۔ تھرس کے
بادشاہ ڈاموڈیس کے گھوڑے پکڑے۔ افریقہ کی شہ زور و بنبر آزا مورتون کی ملکہ ملیوٹ
کا کرند حاصل کرے۔ راکھش گرمون کے بیل پکڑ لے۔ ہیرامیڈز کے سیب توڑ لے۔ سیل زمین
کے نیچے کے طبقات یعنی طبقات جہنم کے دروازہ کے محافظین سروالے کتے موسومہ سزیر دس
کو لے۔ اوس نے یہ بارہ کام پورے کر دیئے۔ اس کی ایک تصویر یا اس وقت کی جگہ
سیب توڑ رہا ہے۔ پیرس کے عجائب گھر مین موجود ہے۔ یہ تصویر ایک ایرانی مجسم کی بنظر
نقل ہے۔ اس مین ہر قریب اس وضع مین دکھایا گیا ہے۔ کہ وہ سخت تھکا ہوا انچوٹے

کی سلطنت دن بدن وسیع ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اور عظیم محاربات پیونک مین سے ابھی تک محاربہ طور پر مین نہ آیا تھا۔ اس کی روز افزوں طاقت جدید وسائل قوت و شوکت کی تقاضا کرتی تھی اور اس کے بحاری مقاصد ہمیشہ نئے نئے اور زیادہ وسیع میدانوں کے متلاشی تھے۔ تھے۔ چنانچہ شمالی افریقہ کے ساحل کے برابر برابر آہستہ آہستہ بڑھتے چلے گئے۔ بعد ازاں آخر میں موطر کو عبور کر لیا گیا۔ اور وودن کے جہازی سفر کے بعد متلاشیان بمقام تھیمہ پورٹ

لے جو اسیان کا تھیمہ اور رومین ہومین۔ وہ پیونک کہلاتی ہیں۔

۱۵۔ مراکو کے مختلف قدیم مقامات و قوموں کی ترقی و منزل کے نشانات کے موقوفوں کے متعلق حکما قدیم تو نے ذکر کیا ہے۔ مختلف فیہ بیانات پر بحث کر چکے ہیں یہ کتاب موزون نہیں۔ ان میں سے جن بعض کی نسبت زیادہ اختلاف نہیں اور دوسری کتاب ارض خربان میں ذکر دیا گیا ہے۔ اس معاملہ پر دیگر مصنفین خوب جہاں بین کر چکے ہیں اس کے متعلق اومئی تحریروں کے بعد کوئی جدید ذرا گاہی و معلومات تا حال معلوم نہیں۔ ان لغیفات کا قابل اعتماد خلاصہ کتاب جیلیو گریفی د فہرست کتب خلاصہ مضامین میں درج ہے۔ مگر چونکہ یہ کتاب سیر اکثر ناظرین کو ملنی محال تھی۔ میں نے سرسپرٹ پلے نے مرحوم کی شفقانہ اجازت سے اس کا باب باب خلاصہ مضامین کو نظر انداز کر کے تنبیہ کی شکل میں دیدیا ہے۔ مراکو کے متعلق جو کتب اب تک لکھی گئی ہیں ان کی فہرست خلاصہ گوئل نے بزبان جرمن نہایت عمدگی سے قلمبند کی ہے ناظرین کی جو امور اس نمبر میں نہ ملین۔ ان کو وہ اس کتاب میں دیکھیں۔ میکسن۔ ۱۲۔

دقیقہ حاشہ صفحہ ۱۲، ٹونڈی پر سہلا لگائے۔ اور بائیں کا تھیمہ کو کر پر رکھے دائیں کا تھیمہ سہلا سید کے ایک باب کو بچلے ہوئے ہے۔ رسم کی طرح اس کا چلن ہی نہایت قابل تعریف رہا۔ روایت ہے کہ عالم شباب سے دو عورتیں عشرت و عصمت ملیں۔ اور اُسے کہا کہ ہم سے جسکو چاہو پسند کر لو۔ عشرت نے کہا اگر مجھے پسند کیا تو میں تمام جسمانی خوشیاں اور لذتیں ہم پر چھوڑ دوں گی۔ عصمت نے کہا میں حیات جاوید دوں گی۔ اس نے اپنا ہاتھ اڑا کر کہہ دیا تھیمہ دیدیا اور مدت الحرجت محنت و خشقت کی زندگی بسر کی۔ جسکے صلہ میں آخر ابدالاً بالادب تک زندہ رہی۔ والوں یعنی دیوتاؤں نے اسے اپنی جماعت میں شریک کر لیا۔ ان تمام روایات کا راوی یونانی مورخ افلاطون ہیں۔ ہر قولیس کا ٹونڈا نہایت ہیسیا اور بڑا گھٹن وزن اور لمبا چوڑا تھا۔ اس کے گھٹنے کا نام تھیمہ تھا جو دیوتاؤں سے ملتا تھا۔ وہ انسان کی مانند کلم کرنگی طاقت رکھتا تھا۔ اور اسکو دو ٹونڈا میں پاؤں انسانی پاؤں کے مشابہ تھے۔ ہر قولیس کے ہر دو ستون کا پٹی اور ایلا قاتلے جبل طارفی کے

جو وسط مراکو میں کہیں واقع تھا۔ اپنی پہلی نوآبادی قائم کرنے کے لیے ساحل پر تڑپے۔ اس سے آگے بڑھ کر پانچ اور نوآبادیاں مقامات کا ری کون طخوس لگتا۔ آگرا۔ ملٹا۔ اور اتیسر میں قائم کی گئیں۔ ان میں سے کسی کا موقع اب شناخت نہیں ہو سکتا۔ یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کہناڑ کس شہر کے ہیں۔

۱۵ مراکو کے اکثر حصے یعنی تنسیفات کے کل ساحل پر کوہاٹس کے وادی۔ عین ترسیل امرنیز کے مغرب اور وادی گندانی میں اور شیوان کے قریب اور دزان سے پرے ایسی نارین جو کبھی انسانی رہائش کا کام دیتی تھیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ہیرس کی کتاب زمین کے صفحہ ۶۸۷ کتاب گلوپوس کے باب ۶۷ صفحہ ۵۵ کتاب مراکو کے ٹیلے وغارین۔ اور ولین کی فتح کتاب درہنی مناسیان کی غارین، جن ان غاروں پر منقش کہا گیا ہے۔ سیاح لٹوٹ نے مراکو کے تمام قدیم سنگی مکانات شکستہ چبوترہ اور مٹی کے ٹیلوں کی جو قبرستان کا کام دیتی ہے اپنی کتاب کے صفحات ۱۰۷ اور ۱۰۸ پر توضیح کی ہے۔ اور مارٹی نیر نے جبل زرہوں کے چبوترہ کی جو غوطہ کے قریب ہے۔ میکسن ۱۲۔

واقعہ حاشیہ صفحہ ۱۲) دونوں سردن پر ایک جبل حارقی میں اور دوسرا سیوٹا میں ہو۔ روایت ہو کہ پہلے یہ رستہ بالکل بند تھا۔ اور ایک پہاڑ اس میں داخل تھا۔ ہر قولیس نے بحیرہ روم سے کیڑے کو جانچنے پر اس میں قوت بازو سے شگاف ڈال کر راستہ نکالا۔ اور اس دن سے بحیرہ روم و بحیرہ قیانوس کے مابین یہ بحری رستہ پیدا ہو گیا۔ مورخ ماکر وہیس کا قول ہے کہ یہ کام مصری ہر قولیس سیوٹرلیس سے ظہور میں آیا۔ قدیم مورخ ڈایا ڈورس کا بیان ہے کہ دنیا میں صرف تین ہر قولیس گذری ہیں۔ مورخ سروچہ بتاتا ہے کہ تین یونانی۔ ایک مصری۔ ایک کرینی۔ اور ایک ہندی مورخ وارڈ ۳۷ کہتا ہے۔ چوہوی ہر قولیس صمنوں (جو ۳۱۰ قبل مسیح میں فوت ہوئے۔ مصری سیوٹرلیس (۲۵۰ قبل مسیح)۔ انگریزی۔ مگنی اول دارک (جو ۲۵۰ء میں پیدا ہوا۔ اور ۲۵۰ء میں فوت ہوا) ہندی ہر قولیس۔ دور سائیں (جسے پانڈیا سے عقد کیا۔ اور انکی اولاد شانان ہند ہوئی۔ اور بقول بعض بیلوس۔ روسی۔ یا زابلستانی ہر قولیس۔ ستم۔ سوڈیٹی ہر قولیس کا میٹرس (جو پہلی صدی عیسوی میں گذرے ہوئے) کے صوبہ الی کاکا ہر قولیس تھی ایس اور کرٹ کے تین ہر قولیس۔ سلیمیں۔ وستانی نس اور اکون جو تینوں آہنگ تھے سمجھے جاتے ہیں۔ فن موسیقی کا ہر قولیس یعنی یو۔ پٹی۔ ن۔ ملین وان ملک (جو ۱۵۰ء میں پیدا ہوئے) زمین فوت ہوا۔ اٹھانہ قدیم میں ہر قولیس کے ستونوں کو پایا۔ دنیا کی انتہا سمجھا جاتا تھا۔ مولف مہم ۱۲۔

ان لوگوں کا اولد لکین زمانہ آبا دہان قائم کرنے کا تھا۔ جب یہ پورا ہو گیا۔ تو انہوں نے منسلک نامعلوم علاقوں کے انکشاف و دریافت حال کی کارروائی واقعی طور پر شروع کی۔ نو آبادیوں کو قائم کرنے کے وقت تک اون والو عربوں کو باغلب وجہ اس نسل کے لوگوں سے جنگو یا بھم پر رکھتے ہیں۔ سابقہ پڑا۔ اور چونکہ اکثر تارکان وطن یقیناً کوراج موجودہ ڈونس کے گرد و نواح کے انضام کے باشندے یعنی برہمنوں کے ہمسایہ تھے۔ ان لوگوں سے بات چیت کرنے میں ان کو کوئی مشکل پیش نہ آئی ہوگی۔

قدیم باشندے کم گریب وہ بعض انکشاف آگے بڑھے تو ان کو اجنبی لوگوں اور اجنبی زبان سے سابقہ پڑنا شروع ہو گیا۔ یہ اجنبی بالکل دشمنی اور دشت خوقبائی کے لوگ تھے۔ جن میں سے بعض بڑے بڑے سوڈا ایٹ یعنی ٹائٹلڈن میں رہتے والے تھے۔ ہنوتے اون میں سے چند آدمی بطور ترجمان ساتھ لے گئے۔ یہ وحشی لوگ غالباً ان کی نسل میں سے تھے۔ جو شمالی افریقہ کو عبور کر کے سب سے اول یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اون سے اور اون کی غلط ملط سے وہ نسل پیدا ہو گئی جو سوس اور ضراع کے بڑے بڑے کہلاتے ہیں۔ بڑے بڑے پتھروں کی عمارتوں اور

۱۵ ہنوتے سفر نامہ کا خلاصہ کتاب ارض مغرب میں درن کر دیا گیا ہے ۱۲
۱۶ ڈاکٹر تھولان میں نے نہایت غور و امتیاز سے تلاش و تحقیقات کی ہے۔ اور اس تاریخی زمانے سے قبل کی نسلوں کی کہونچوں کے ٹاپ کو ہیں۔ رسالہ ریویو یونیورسٹی آف اکتوبر ۱۹۰۹ء کے صفحہ ۱۸۱ پر جسٹیل لکھتا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزائر یونان کے باشندگان کی ہجرت کے وقت شمالی افریقہ میں صرف ایسے لوگ آباد تھے۔ جو شکی تمدن سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ (یعنی انہوں نے طبعی و پنجر حالت میں رہنا سیکھ گئے تھے۔ اون کے مٹکان۔ سامان۔ خانہ دار اسلحہ وغیرہ سب کچھ ان گھڑ پتھروں کے ہوتے تھے) چند قبائل ابھی اس زمانہ تمدن کے ابتدائی دور سے ہی آگے نہ بڑھے تھے۔ جیسا کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو استعمال کرتے تھے۔ باقی جو تھوڑے میں زیادہ تھے۔ اس تمدن کے ترقی یافتہ دور میں داخل تھے۔ وہ بڑے بڑے پتھروں کے جو تھوڑے ستون اور مکان بنائے لگ گئے تھے۔ اور نہ بتا کم وحشی و جاہل تھے۔ یہی ڈاکٹر صاحب آگے چلکر رسالہ مذکور کے صفحہ ۱۹۲ میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ اہلین یعنی گھڑنگوری قوم نواح ڈینیوب میں کسی جگہ سے ۱۹۰۹ء میں موقبل مسیح میں ترک وطن کر کے شمالی افریقہ میں جا آباد ہوئی۔ اور خود مصر پر

ستونوں کے موجودہ کہنڈرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان وحشی خیال کے مورثوں کی آمد سے پیشتر ہی یہاں کوئی انسانی نسل آباد تھی۔ غالب قیاس ہے کہ مراکو میں جب کبھی باقاعدہ طور پر انکشافی کارروائی شروع ہوتی اور اجنبیوں کو ملک میں آنے جانے کی اور علی حقیقت و نفیض کی عام اجازت مل گئی تو ایسے بہت سے اور کہنڈرات بھی معلوم ہونگے۔

رفتہ رفتہ یہ بہادر سیاح ایسے علاقوں تک جو بعد میں سلطنت مراکو کی حدود بن گئے اور نیز ایک جزیرہ موسومہ کرتہ میں پہنچ گئے۔ افسوس اس جزیرہ کے متعلق جس قدر حالات قدامت کے سکھ ہوئے اسوقت دنیا میں موجود ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے بالکل تضاد ہیں۔ وہ اس جزیرہ میں کافی عرصہ دراز تک ٹھہرے۔ اور ان کے قیام سے ان معقول بیوپار و تجارت کا کاروبار قائم ہو گیا۔ یہ جزیرہ آبنائے سے اسی قدر دور ہے جب قدر کہ کاسہج سے آجنا تھی۔ یہاں سے وہ برابر آگے بڑھے گئے۔ حتیٰ کہ وہ بقول خود ”مگر مچھوں۔ دریائی گینڈوں۔ اور شہم دار مردوں اور عورتوں یعنی مگورتوں یا بن مانسون“ کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ اس توضیح و تعریف سے معلوم

۱۵ ایسے کہنڈرات غریب کے قریب مقام مغرور اور وزان کے مشرق میں موجود ہیں۔ دیکھو سپینڈاشن کی کتاب صفحہ ۱۷۶ اور جو نفیس کی کتاب صفحہ ۳۶ گوریلا انگریزی میں بن مانسون کو کہتے ہیں یہ لفظ اصل کا ترجمہ ان کا ہے اور سر ہم ویسا کے حالات میں ہونے لپٹی تحریر میں سوجا ہوا تھا لیکن ۱۲

دلفیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) جی جیسا کہ مصری آثار قدیمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ جملہ کیا۔ ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ ان لوگوں کی زبان بھی یورپین تھی۔ جو غالباً صوبہ فرجیا ایشیائی روم کے صوبہ ممزنا کا پرانا نام کی بولی تھی۔ جو بقول نسکولائی زبان کی کہن تھی۔ یہ بولی ابتدا در زمانہ سے شمالی افریقہ کے آبادکاروں میں اگرچہ دون بدن زیادہ متغیر ہوتی تھی۔ لیکن بربر قوم کی زبان میں اور کا درجہ بڑا اسوقت تک موجود ہے۔ مگر یہ دغیر کہیں اپنی کتاب ”موجودہ و قدیم انسان“، مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ

۷۵۵ میں ڈاکٹر موصوف کی رائے کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اور کا اعتقاد ہے کہ بجائے اس کے کہ یورپ یا مغربی ایشیا سے افریقہ کی طرف ہجرت ہوئی ہو۔ افریقہ سے اس طرف بنی نوع انسان کے مختلف گروہ نے ہجرت کی۔ اور انسانی خط و خال کی وہ بناوٹ جو افریقی یورپین یا کاشی کہلاتی ہے۔ افریقہ میں ہی بتدریج قائم ہوئی۔ یورپ میں جو سال میں کئی مہینے یورپ میں پیدا ہوتا ہے۔ انسانی چہرہ میں بتدریج یہ مؤثر ذہنیت و تخیل پیدا ہوا۔ ایسا معتدل ممالک میں ہی ہو سکتا تھا۔ ۱۶

ہوتا ہے۔ کہ وہ دریائے نائیک کے دہانے کے ارد گرد کا علاقہ تھا۔ ان کو سوس مین ہاتھی بھی
 دکھائی دیے۔ یہ امر کوئی حیرت انگیز نہیں۔ یہ جانور جیسے کہ قدیم جغرافیہ نویس پلینی اپنی
 کتاب کی پانچویں جلد کی پہلی فصل میں لکھتا ہے۔ ان لوگوں سے ہزار برس بعد تک اس
 نواح میں پایا جاتا رہا۔ البتہ دریائی جانور اس علاقہ میں جہاں تک تحقیق ہو سکا ہو
 کہیں بھی نہیں دیکھے گئے۔ اور اس سے نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ یہ بلند بہت سیاح
 مغربی افریقہ کے ساحل کے برابر برابر کم از کم دریائے نائیک کے دہانے تک ضرور
 پہنچے۔ اس مسئلہ پر کتاب ارض مغرب کے باب چہارم میں مفصل بحث کی گئی ہے۔
 نوآبادیان کہ ان کی کاشتکاری کی ان نوآبادیوں کا آخر کیا حشر ہوا۔ اس کا کچھ علم نہیں۔
 لیکن یہ یقینی امر ہے کہ آبادکاروں کا اپنی بستیوں کی حدود سے باہر متصل علاقہ یہ بھی
 عمل دخل نہ ہوا۔ یا ہوا تو بہت شاذ و نادر ہوا۔ یعنی باغیظ و دیگر بستیوں تجارتی
 چوکیوں سے زیادہ منزلت نہ رکھتی تھیں۔ کاشتکاری کے مفتوح و آباد ہونے ہونے
 کے وقت اس ساحل پر بقول قدیم جغرافیہ نویس آرا تو سن تھیں جسے سرائو نے اپنی

۱۵ ایک شہر رومن گورنر اور مورخ۔ اوسکا جہاں پلینی اکبر کہلاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر علم دوست تھا۔ پلینی
 خور دھن میں پیدا۔ اور ۷۰ء میں فوت ہوا۔

۱۶ سیرین یعنی غازی کا باشندہ اسکندریہ کے شہور کار خانہ قدیم کا مہتمم مقرر کیا گیا تھا۔ اوسنے قواعد
 اور فلسفہ اخلاقی و شائے مصر کی تاریخ میں کئی کتابیں لکھیں۔ اور کرہ ارض کا محیط اور رقبہ دریافت
 کرنے کے وسائل معلوم کئے۔ ۱۹۰ء قبل مسیح میں فوت ہوا۔

۱۷ یونانی جغرافیہ نویس فصاحت۔ قواعد۔ اور فلسفہ میں بھی بڑا ماہر تھا۔ اب مرق اسکا جغرافیہ موجود
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مصر شام فلسطین و یونان وغیرہ کی سیاحت کی تھی۔ ۱۰۰ء
 قبل مسیح میں ایشیا کو پک کے مقام پونٹس میں پیدا۔ اور ۷۰ء میں فوت ہوا۔

کتاب کی سترہویں جلد کی چوتھی فصل میں نقل کیا ہے۔ اٹالی کا پہنچ کی تین سو
زائد نو آبادیان اور بستیان مودہ تھیں چونکہ یہ صرت تجارتی قیام گاہیں تھیں باقیا
حکومت و عمل و دخل کے مرکزہ و مقام نہ تھیں۔ اور ان کوئی نظاں باقی نہ رہا نہایت
انگیز تھیں۔ یہ تو بعیدی اور ایک طرح سے عارضی بستیان تھیں خود شہر کا رتی بچ
ہی ایک طرح سے از سر تا پانچا جو سیستی تھا۔ اٹالی کا پہنچ نے اسے اپنا وطن کبھی
سمجھا۔ نہ اپنی بنیادین اس علاقہ میں مضبوط کین۔ چنانچہ و کمال طاقت کے نیا
میں ہی داسو وقت اس کی آبادی دس بارہ لاکھ سے کم نہ تھی۔ باشندگان شہر ایاں
کی جہودی حکومت اراضی زیر آمد شہر کے اصل مالک وحشی قبایل کو جن سے لیکر
شہر آباد کیا گیا تھا۔ محصول تہ زمینی ادا کیا کرتی تھی۔ جب یہ شہر جو ان تمام بستیوں
کی بڑی امان تھا۔ ایسا ویران ویرا ہوا گیا کہ اس کا کوئی نام و نشان ہی باقی
نہیں رہ گیا۔ اور نہ ہونے کے برابر اس کے آثار قدیم پائے جاتے ہیں۔ تو یہ
امر کچھ ہی حیرت انگیز نہیں رہا۔ تا کہ ایسے آثار بہت ہی کم ہیں جن سے ان بستیوں
کے موقعہ کا کچھ پتہ چل سکے۔ اب تو اس بربادی کو ہزاروں برس ہو گئے ہیں۔ سو کچھ
پلینے کے زمانہ میں ہی ان نو آبادیوں کا کوئی نام و نشان ساحل مراکو پر نہ پایا جا
تھا۔ الغرض مراکو میں اٹالی منشیا کا زمانہ آیا اور گذر گیا۔ وہ بحر چند نہایت ہی حقین
آثار و نشانات کے کوئی یادگار باقی نہیں چھوڑ گیا۔

اصلی باشندے کم جن اقوام کے ساتھ یہ نو آباد کار تجارت و بیوپار کرتے رہے۔
اور ان متعلق کوئی تحریری حالات باقی نہیں رہ گئے۔ دسی باشندوں کے متعلق جو قدیم
ترین تحریری حالات اور داستانیں اس وقت موجود ہیں۔ وہ صرف اس وقت کی
لکھی ہوئی ہیں جبکہ کار تہجی جبر نیلان ہمد رو بال۔ مہلکار اور ہنی بال نے آجائے

ملہ ہنی بال کا سکا ہائی اور مہلکار بار قہ کا بیٹا کا رہی انواع کا جیشل تھا۔ دوسری پیونک جنگ
میں جب رومین افواج نے زیر کمان قونصل نیر وادس کی فوج کو دریا میڈرس پر ہزیمت
دی تو وہ دشمن کی صفوں میں گھس گیا۔ اور جب تک ہلاک نہ ہو گیا شیش زنی زار۔ وہ
قبل مسیح میں ہلاک ہوا۔ اس نام کا ایک جرنیل ہلاک کا داماد بھی تھا۔ جو ۱۱۷ قبل مسیح میں فوت ہوا
ہے۔ کار باکس جواول جنگ پیونک کے آثار جہوین برس کا تہجی فوج کا سپہ سالار ہوا۔

جب طارق کی طرف آخری کوچ کیا۔ اور رزمین فواج نے اوکو سپانیہ سے پیچھے ہٹا کر ہٹا کر
 کاہتج تک اوکا تھا قب کیا۔ اور شہر کو فتح کر لیا۔ ہنو کے سفر سے ایک ہزار برس بعد قیصر
 حبشی فی ان دانی قسطنطنیہ کے جرنیل جلی سا ریس نے مسیحی عین و نڈال و جرمین نسل قوم
 سے کارہتج کو فتح کیا۔ مشہور رومن مورخ پر و کو پی اس باشندہ قیصر نے واقعہ شام ہی
 جرنیل کا سرکڑی تہا۔ اور ہم کارہتج میں بھی اپنے آقا کے ہمراہ گیا تھا۔ اسکا بیان ہے
 کہ اس کے زمانہ میں باختر کے قریب ایک خیمہ کے کنارہ پر جس کا پانی خوارہ کی طرح جوش
 مارتا ہوا زمین سے نکلتا تھا۔ پتھر کے دو سفید ستون موجود تھے۔ اور اونپر فتنی زبان
 میں یہ کتبہ کندہ تھا ہم یوشع خزاں فرزند نون کے ہاتھ سے یہاں کریمان آئے ہیں
 پر و کو پی اس پر توضیح کرتا ہے کہ اس نواح کے باشندے ان کنعانیوں کی نسل ہیں۔ جو
 بنی اسرائیل کے غلبہ پر کنعان سے نکل جانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے
 کہ مورخ مذکور نے اولین فتنی آباد کاروں کو غلطی سے مولا بالا کنعانی سمجھ لیا ہے۔
 مورخ کن رک اپنی کتاب فیثیا صفحہ ۶۷ میں اور ایو الڈ اپنی کتاب کی جلد دوم کے صفحہ
 ۲۹۸ میں کہتے ہیں کہ اگرچہ پر و کو پی اس کی روایت کی کچھ بنیاد ضرور ہوگی۔ مگر
 کتبہ کا جو مضمون کہا گیا ہے۔ اس سے ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ یہودیوں کی کتاب
 تاملہ کے باب یروشلیم۔ یسی موتہ میں لکھا ہے کہ یوشع نے عام اعلان دیدیا تھا۔ کہ
 جو کنعانی چاہیں ملک سے ہجرت کر سکتے ہیں۔ جنہاں ان کا کچھ حصہ افریقہ کو چلا گیا۔
 مگر یوشع گبن اپنی تاریخ زوال و بربادی سلطنت روم کے باب ۱۴ میں لکھتا ہے۔ میں

در بقیہ مائشہ صفحہ ۱۸۱) باشندگان سپانیہ کے ساتھ لڑائی کرتا تھا۔ مسیح قبل مسیح میں ان جنگ
 میں ہلاک ہوا تھا۔ مشہور قاق یہ سالار ہنی بال اس کے سپوت بیٹا تھا۔ اس نے براہ قرا کو سپانیہ
 و فرانس کوہ الپس سے عبور کر کے اٹلی پر حملہ کیا۔ اس دشوار گزار پہاڑ کو ہنی بال کے سوا ایک تک
 صرف نبولین فوج لیگے عبور کر سکا ہے۔ مسیح قبل مسیح میں کارتاج کے فتح ہو جانے پر ہنی بال پہلے
 ایشیا کوچک کے صوبہ ادرمی تم پر شاہ شام اور بعد ازاں شاہ بقیلیہ کے پاس چلا گیا۔ رومن فاتحین نے
 شاہ مذکور کے پاس سفیر بھیجا ہنی بال کو لٹکا۔ بادشاہ کو ایک طرف روم کی طاقت کا خوف تھا۔ اور دوسری طرف
 وہاں قوم غدار کی طرحی نڈت اور ہنایا میں چاہتا تھا۔ اس محضہ سے ہنی بال نے زہر کھانینے سے جسے وہ ہر
 ساتھ رکھتا تھا۔ بادشاہ کو بعضی ملائی حکماء قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ اور مسیح قبل مسیح میں فوت ہوئے۔

ستونوں کی موجودگی پر تو اعتبار کرتا ہوں۔ لیکن کتبہ کی موجودگی پر مجھے شبہ ہے۔ اور اس میں جو شجرہ نسب بتایا گیا ہے۔ اسے تو بالکل غلط اور نحو سمجھتا ہوں۔ لیکن مشرقل میں جنگی نگرانی میں تاریخ مذکور کا ایک اڈیشن تیار ہوا ہے۔ گین کی تحریر کے متعلق حاشیہ میں لکھتے ہیں: عام خیال ہے کہ پر و کوپی اس ہی ایسا مورخ نہ یا کم از کم قدیم ترین مورخ ہے۔ جس نے اس عجیب کتبہ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس سے بعض کو یہاں تک گمان ہو گیا ہے کہ فی الحقیقت کوئی ایسا کتبہ موجود نہ تھا۔ صرف پر و کوپی اس کی اپنی ایجاد ہے۔ لیکن اس کتبہ کا ذکر موسے ساکن شہورینہ کی تاریخ آرمینیا میں بھی موجود ہے۔ جو پر و کوپی اس سے ایک صدی سے زائد مدت پہلے گذرا۔ اور اس تاریخ کو کہا۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ کتبہ خواہ فی الحقیقت موجود ہوا نہ ہو۔ اس کی موجودگی کی روایت پر و کوپی اس سے بہت عرصہ پہلے کی مشہور تھی۔ اسی کتبہ کا مورخ سوئی واس نے ذکر کیا ہے مگر اس کا ماخذ بلاشبہ پر و کوپی اس تھا۔ اکثر عرب مؤرخین کو قول کے مطابق جنہوں نے بھی ایک تقریباً اسی مضمون کی روایت کو مرجع سمجھا ہے۔ شمالی افریقہ کے قدیم دیسی باشندے درہل فلسطین کے رہنے والے تھے۔ جن کو داؤد نے ملک سے خارج کر دیا۔ اور وہ جلاوت اپنے سردار کے ہمراہ افریقہ میں چلے آئے۔ سینٹ مارٹین اپنی کتاب کی جلد یازدہم کے صفحہ ۴۴ میں لکھتا ہے کہ جو روایتیں ایسی افسانہ نما ہوں۔ اور جن میں کرنا محال ہے۔ لیکن اگر میرا حافظہ خطا نہیں کرتا۔ تو میں نے لائیٹ فوٹ کی کسی تصنیف میں اس مضمون میں کی ایک روایت جہوون ضرور پڑھی ہے۔ لیکن کس موقع پر۔ اب یہ یاد نہیں رہ گیا۔ مورخ سالوست جو پر و کوپی اس سے پانچ سو برس پہلے گذرا ہے۔ اپنی کتاب ڈی میلو جو گور تھم کے اکیسویں باب میں لکھتا ہے۔ کہ برابر اس اٹالی مدائین ایرانیوں اور ارمنوں کی مخلوط و مشترک فوج کا بقیہ ہیں۔ جس کے ساتھ ہر تو لیس نے ہسپانیہ پر حملہ کیا تھا۔ ممکن ہے۔ یہ دونوں کہانیاں ایک حد تک درست ہوں۔ اسلامی جغرافیہ نویس یا قوت لکھتا ہے۔ کہ ایسے ہی ستون کا۔ تیج میں تھی تھے۔ اور اون دو ستونوں کی نقل تھے۔ جو کسی زمانہ میں ٹائر دصور میں موجود تھو۔

لے صل

بہر حال خواہ ہدیت کچھ ہو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ عرب مورخین نے بھی بیرون کو کھائی لا لہ دیکھو اگر نیری ترجمہ تاریخ ابن عبد الحکیم مترجم جزہ صفحہ ۴۸۔ اگر نیری ترجمہ ابن خلدون ترجمہ ڈی سلیمن جلد ۱۸۱۔ نیز عبد الحمید اول و آخر ابن جریر الطبری تاریخ ابن خلدون میں جلد ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰

کہا ہے۔ البتہ ان کو اخراج کی تاریخ کتبہ کی تاریخ سے قریب تر بتاتے ہیں۔ داؤد دوش سے بعد ہوئے ہیں۔ اس امر کی تحقیقات کر سکتا اب ناممکن ہے۔ کہ آیا ان عرب مورخین نے پروکوپئی اس کی روایت ہی کو ایک اسٹیل پیڑیہ میں دہرا دیا ہے یا کہ درون کا ماخذ کوئی مقامی روایت تھی۔ قومیت کے مسئلہ پر مفصل بحث کے لیے یہ کتاب موزون نہیں اور سپرین نے کتاب "اہل مغرب" میں مفصل تحریر کیا ہے۔ اس مسئلہ کا تعلق چونکہ ان روایات کی وجہ سے بائبل کے ساتھ ہو گیا ہے۔ اکثر لوگوں کو اس سے دل چسپی ہو گئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے متعلق خوب قیاس و دلیل بازی اور تک بندیوں سے کام لیا گیا ہے۔ ایسے لوگوں کو اس مسئلہ کا یہ مختصر تذکرہ نا پسند ہو گا۔ لیکن یہ کتاب اس کیلئے موزون نہ تھی۔ اس لیے مجھے اختصار سے کام لینا پڑا۔

رومن زمانہ: رومن فتوحات کے وقت سے البتہ مراکو کے متعلق مہین متحقق و صحیح تاریخ معلوم ہو جاتی شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ نقص یہ بھی باقی رہتا ہے کہ مفصل حالات اور کافی توضیح و تفصیل رومن مورخوں نے ہی قلم بند نہ کی۔ اس مغرب ترین افریقہ پر مقبوضہ کو اٹالی رومانے ایسا وقیع نہ سمجھا کہ اس کے حالات تحریر کرنے میں مناسب غور و محنت سے کام لیتے۔ کار تہج کے انہدام اور حلو ا دیسے جانے سے پوسٹھ برس بعد رومۃ الکبریٰ پر رومن حکومت موجود الوقت کے چار متفقہ درو من، اعداد کا قبضہ ہو گیا مگر تھوڑا عرصہ بعد انین سے ایک مسی سرٹوری اس کی فوج کو رو من سلطنت کے وکٹیر

۱۵۸ یہ امیر مل اپنی تازہ تصنیف انگریزی تاریخ عرب میں ویسی باشندوں کے حسب و نسب کے متعلق بعض مفہ
۱۵۹ مصنفیل لکھتے ہیں "بسم اللہ کے مغرب اور سوڈان کے شمال میں شمالی افریقہ میں سانی نسل لوگ آباد
تھے جو قبائل اس علاقہ کے میدانون اور پہاڑوں میں رہتے تھے۔ اون میں سے اکثر عرب کے دو ب
سے اہم قبائل کی اولاد ہونے کے مدعی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ فاندان حمیر کا ایک بادشاہ شمالی افریقہ پر
بڑا چلا گیا۔ اور وٹان اوس نے موطائی نوآبادیاں قائم کیں۔ چنانچہ ان افریقی فتوحات کی وجہ
سے اوسے افریقی کا لقب دیا گیا۔ ۱۵۹ ایک شہور رو من جنرل جو رفتہ رفتہ جمہوری ریاست کا
حاکم اعلیٰ بن گیا۔ مگر آخر خود ہی مستحفی ہو گیا۔ اور زندگی کا باقی ماندہ ایک برس اپنی جاگیر میں جا کر
بڑی عیاشی میں بسر کیا۔ ۱۶۰ قبل مسیح میں پیدا۔ اور ۱۳۰ قبل مسیح میں فوت ہوا۔ ۱۶۰

دھاکم اعلیٰ، تنوٹا کے نائب نے ہسپانیہ سے باہر دھکیل دیا۔ اور اس نے جزیرہ مسکی
عری قزاقوں کی مدد سے مراکو کے ساحل پر اتر نیکی کوشش کی۔ لیکن وہاں کے جنگجو اور
تند بخود ہی باشندوں نے اس کے پاؤں وہاں بھی نہ بٹھے دیئے۔ اور وہ جزائر پہلے
کی طرف چلے جانے پر مجبور ہو گیا۔ اس واقعہ سے ایک برس پیشتر انجی کے بادشاہ
بوکس کے بیٹے کو گودنے اپنے عزیز ندسی گانڈاکو فوج دیکر یرباس نوینی دی دا بڑا
کے برخلاف پامپی کی مدد کو بھیجا تھا۔ اور اس طرح سے اٹالی مراکو کو روکی روز افزوں
طاقت محسوس ہو چکی تھی۔ اور وہ جان گئے تھے کہ کاسٹیج کی تسخیر کا نتیجہ کیا ہو گا۔
چنانچہ مستدرکہ صدر نویش سے فوراً ہی بعد ششہ قبل مسیح میں جب مقلی قزاقوں
کے ایک اور نئے گروہ نے اسکا لیس کے زیر کمان ٹانجیر کو فتح کر لیا۔ تو رومن افواج
ٹانجیر کی مدد کو بھی گئیں۔ لیکن بے سود۔ کامیاب مدد گوری اس اس فتح سے جرات
شکوہ جمع کرنے کے قابل ہو گیا۔ جس میں سات سو بربر بھی شامل تھے۔ اونکی مدد سے
اس نے ششہ قبل مسیح میں ہسپانیہ پر حملہ کر کے اپنے سابقہ اقتدار کو برہاصل کر لیا۔
لیکن اس ساحل پر اٹالی روٹا کو واقعی اقتدار قیصر آگسٹس کے عہد میں ہی جا کر
حاصل ہوا۔ اور اس وقت ہی صرف ساحل پر خاص مراکو پر ان کی حکومت بالواسطہ ہی
رہی۔ حضرت مسیح کی پیدائش کے زمانہ کے قریب قیصر نند کو رنے نو میڈیا کا علاقہ بطور

۱۵ رومن جنرل جسے پہلی ناموری جرمن قبائل کے مقابلہ میں حاصل کی۔ من بعد تین اور جرمنیوں
کو ساتھ لیکر رومہ میں داخل ہوا اور ان چاروں نے اپنے تمام اعداء اور قبیوں کا قتل
عام کر لیا مگر تنوٹا لایا سلا حاکم اعلیٰ نے جب اسے داجیا قتل مجرم قرار دیا تو ہسپانیہ کو ہاج گینا۔ اور دیگر
جلا وطنوں کو ساتھ لاکر وہاں کا ایک طرح سے بادشاہ ہو گیا۔ اور رومن جرمنان۔ پامپی و مٹلس کو کسی بار
شکست دی۔ ایشیا کو چمکے یونانی بادشاہ تھری ڈیٹس سے رومن جمہوری سلطنت کے برخلاف اتحاد پیدا
کیا۔ اور ہسپانیہ میں نئی رومن جمہوری سلطنت قائم کر نیکی کوشش کی۔ مگر ایک احمق جنرل کے ہاتھوں
نیکس سے پہلے ہلاک ہو گیا۔ ششہ قبل مسیح میں مراٹھ ابوداؤد کو رومن نو میڈیا وٹلس
کو کار تہج مراکو کو ماری نے۔ اور نیفازی کو سیرین پکارتے تھے۔ منہوم۔ ۱۲۔

۱۳ سلی کو عرب مقلیہ پکارتے ہیں۔ ۱۲۔

بطور جاگیر جو باخرو کو عطا کیا۔ جو بیس برس بعد قیصر طبریاں نے ٹومیڈیا لیکر اس کے عوض اسے ماری ٹینیڈا علاقہ دیا۔ ماری ٹینیڈا کی حدود میں اس وقت البحر یا کے قصبہ سے کچھ ہی زیادہ علاقہ شامل تھا۔ اور اگرچہ قیصر آگسٹس نے اسے جولیا کنستان ٹیا کا نام دیکر اول درجہ کا مقبوضہ قرار دیا۔ مگر اس کی اہمیت جلد ہی جاتی رہی۔ جو با اور اسکے پانچ بیٹوں کو کوہ ہستانی پر برون نے کبھی بھی چین نہ لینے دیا۔ نہ کبھی اچھی طرح اونکی حکومت مانی۔ چنانچہ کئی دفعہ اپنی طاقت کو کافی نہ سمجھ کر ان ازادی پسند کوہستانیوں کو ملحق بنانے کے لئے ان جاگیر داروں کو رومنہ الکبریٰ سے مدد کی التجا کرتی پڑی۔ ان فوج کشیوں میں سب سے اہم وہ تھی۔ جو قیصر قلاوڈی اس کے عہد کے پہلے برس ۸۷ء میں سوٹونی اس پالی نس کے زیر کمان بھیجی گئی۔ اسی سوٹونی اس نے دو برس بعد مغربی یورپ کو فتح و مسخر کر کے دور دراز برطانیہ کے بعید ترین وحشی قبائل میں رومن حکومت قائم کی تھی۔ مرا کوین اتالی رومانے اس سے بڑی کوئی ہم نہ بھیجی۔ سوٹونی اس سدا برون سے ڈھپنے رہنے والے کوہ طلس سے بھی دیس منزلیں پہلے تک سرکش و فندی پر برون اور اون کے سردار ادیمون کا تعاقب کرتا چلا گیا۔ اور جب تک سیاہ مٹی کے ریگستانوں اور دریاؤں تک جس کا اس وقت بھی یہی نام تھا۔ طاغیلات کی جانب نہ پہنچ گیا۔ بس نہ کی۔ یہ ہم سلسلہ میں ختم ہوئی۔ غالباً وہ فذیم رومن کہنڈرات جن کا مورخ لیون نے ذکر کیا ہے۔ اسی ہم کے دوران میں تعمیر کئے گئے تھے۔ میری رائے میں یہ کہنڈر قلعہ کے ہیں۔ لیکن مرا کو اس وقت جب قدر کہنڈرات رومن یارومی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ انہیں

۱۔ بعض کا بیان ہے کہ ڈومیڈیا خاص جو اٹالی کو کبھی جاگیر میں نہ دیا گیا تھا۔ بلکہ صرف گائی ٹومیڈیا کے بعض حصے۔ جو باکی بیوی شہزادہ رومن جینز انتونی اور ملکہ کلیو ٹبر کی بیٹی تھی۔ وہ ملکہ میں فوت ہوا۔ لیکن ۲۔ ملکہ انتری کی رائے کے ترجمہ کی چہارم جلد باب اول کے سولہویں ماشیہ میں گیا گوس کہتا ہے: یہ لفظ رومی سے میری مراد قیصر ہے۔ جب سلطنت رومانہ و حصوں میں مشرقی و مغربی۔ یا پائین و بالا میں تقسیم ہو گئی۔ تو یہ لفظ پہلے پہل پائینی یعنی تطلطنیہ کی رومن سلطنت کے اٹالی رومانہ اس کے مقبوضات کے باشندوں کے حق میں عربوں نے استعمال کرنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ یہ لفظ عیسائی کے مراد

سے ہر ایک اور سب کو اٹلی رومی کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔

رومن صوبہ جو سوئیٹی اس شاہ مراکو سالہ روس کو مغلوب کر کے اوس کے تمام ملک کو
رومن صوبہ بنا دیا۔ پراس صوبہ کی حد ساحل کے کنارے کبھی ساتی سے آگے نہ بڑھی۔ اٹلی
مراکو اسے سلاطینا کرتے ہیں۔ اٹلی رومانے ہی اسکا ہی نام رکھا ہوا تھا۔ انٹونین اپنے سفر نامہ
میں اسے سلاکونیا لکھتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سالاکونیا دلتو آبادی سالاکا خضعا

ہے۔ مگر مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ کیونکہ یلینی نے تمام کو لونیدون یا نوا بادیون کی فہرست
میں اس مقام کو اس پر ایہ میں ذکر نہیں کیا۔ اندرون ملک میں ہی رومن صوبہ
کی حد و مقام دو تیسویس سے کبھی آگے نہ بڑھیں۔ جس کے کہندرات اب تک زمرہ مولن
پہاڑی پر موجود ہیں۔ آٹھ صدیان بعد مولاٹے اور میں نے یہیں اپنا علم نصب کر کے
جدید مکران خاندان کی بنیاد قائم کی تھی۔ اس توضیح کے بعد نقشہ پر سرسری نظر ڈالو
سے معلوم ہو جائیگا کہ ضلع ریف کے سوا جس کے باشندے کبھی کامل طور پر پہلے نہ بنے
بلکہ رومن مرقن شمالی میدان پر جنوب اور مشرق کی طرف پہاڑوں سے گہرے
ہوئے میں قابض تھے۔ اگرچہ سالی کے جنوب میں اس وقت ہی اب کی طرح وسیع زرخیز

ملک مگر ایک جدید سیاح ارنی کے حالات سے اس علاقہ کی نسبت شک پیدا ہو گیا ہے۔ اس علاقہ میں مقام
اگا دینین یا زینطی طرزی عمارتوں کے کئی کہندرات دیکھو جن میں یہ تیس کر کے کافی وسیع تھی۔ ہر کمرہ یا زینطی
حکومت فرور مقام تک مست پا چکی۔ ہر حال اس دریافت سے رومن صوبہ کی حد و اور دیگر کے مسئلہ کے متعلق ایک

دلیلیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) ہو گیا۔ کیونکہ یونانی عمود عید سائی ہو گئے تھے مگر ابن قلدون اپنی تاریخ میں
آخری خون میں اس لفظ کے استعمال کو سخت مبہوت بتاتا ہے۔ وہ کہتا ہے: مجھے بالکل یاد نہیں پڑتا
کہ میں کسی جگہ یہ پڑا ہو کہ جب عربوں نے افریقہ کو فتح کیا تو اس ملک کے رہنے والوں میں سے کسی قوم
یا نسل کو رومی کے لفظ سے پکارا گیا ہو۔ نہ میں نے ان واقعات کی ایرانی تاریخوں میں سے کسی میں
اس لفظ کو پڑا ہے۔ اس سے میں متوجہ کرتا ہوں کہ یہ لوگ محض متبعان رومی پکارے جاتے رہے۔
کیونکہ اس زمانہ کے عرب فرنگیوں (فولڈالون) سے نا آشنا تھے۔ اور کو معلوم نہ تھی کہ یہ بھی کوئی جدا
قوم ہیں۔ نہ انکو شام میں کسی اور قوم سے ساتھ پڑا۔ نہ کسی اور سے اونکی لڑائی ہوئی۔ وہ سمجھتے
تھے کہ تمام دوسری عیسائی قومیں رومی سلطنت کے تابع ہیں۔ اور رومن تیسرے قوم تیس مائیس دینا کا
فرمان دیا ہے۔ بدین خیال انہوں نے کل عیسائی اقوام کا بھی رومی ہی نام رکھ دیا۔

میدان موجود ہے۔ پلینی انکو ویران اور بنجر اور ماہیوں کا گھر کہتا ہے۔ سامی ریف کی شورہ پلینی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ باغی ہو کر وہ رومیوں سے لڑتے لڑتے ہسپانیہ میں ہی دھل ہو گئے تھے۔

کوہستانی سردار کو اولوالعزم جو باغی مشاہدہ و معائنہ کا بنا پر اپنی افریقی ریاست کے حالات کئی جلدوں کی ایک ضخیم کتاب میں تحریر کئے۔ یہ کتاب افسوس ناپید ہوئی ہے۔ اس وقت کے مراکشی باشندوں کی نسبت ہمارا ذریعہ علم صرف پلینی پر محدود ہو گیا ہے۔ کافی نوئی کی نسبت پلینی سو ٹونی اسکو بطور سند پیش کرتا ہے۔ اکثر کی رائے میں موجودہ قوم گزولی باجزولی ہی کا پرانا نام گا کی ٹولی تھا۔ مورخ کہیں ان لوگوں اور انکی ہم نسل دیگر ہسپانیہ قوموں کی نسبت کہتا ہے۔ رومن طاقت کے زمانہ مثلاً و عروج میں یہ لوگ کارٹیج اور ساحل بحر سے بہت دور رہے۔ مگر حجب رومیوں کے بعد وندالوں و فرانکیوں۔ جرمنوں کی کمزور حکومت مستطع ہوئی۔ تو وہ نو میڈیا کے شہروں پر حملہ آور ہو گئے۔ ٹانجیر سے لیکر قیصریہ و موجودہ شہر الجزائر کے متصل تھا تاک ساحل پر قابض ہو گئے۔ اور خود بائی ترکی ام کے زرخیز میڈیاٹون میں بلاتر دو اپنے خیام نصب کر دیئے۔ اور مراکشی سرداروں کی انگلیتیں یہاں تک بڑھ گئیں کہ قیصر کی طرف سے بادشاہی کرنے اور نشان حکومت ملنے کی تمنا میں کرنے لگ گئے۔ خود جو باغی ایک ایسا ہی سردار یا فرمانرما تھا۔ اگرچہ مراکشی کی بجائے اسے نو میڈیا کہنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ لفظ ماری ٹینیا کا مفہوم ہمارے زمانہ کا لفظ مراکو کے مفہوم سے بہت زیادہ مہل اور غیر متحقق تھا۔

ماری ٹینیا صوبہ بوٹیکا کے باشندوں کو خوش کرنے کے لئے اوٹھولنے سٹہ میں ٹنگی نامی مراکشی صوبہ ہسپانیہ کے ساتھ ملحق کر دیا۔ اور بالاخر آرمی قیصر نے ماری ٹینیا کے نصف مغربی حصہ کو سٹہ میں پر وکیور ٹیر دفوجی و ملکی گورنر کے ماتحت بد صوبہ بنا کر اس کے بڑے شہر ٹنگیس موجودہ انجیر کے نام پر اوس کا نام ماری ٹینیا ملکی نام رکھا۔ مشرقی نصف کا نام قیصرینی سس رکھا گیا۔ اور اندر صوبوں کو بعض کی جاگیر خاص میں داخل کیا گیا۔ اول اول وٹان پر وکیور ٹیر کے

ماتحت دوم درجہ کی سپاہ بغرض حفاظت رکھی گئی۔ لیکن بعد میں گورنر خاں نے
سپاہ سالار کے عہدے جدا جدا کر دیئے گئے۔ کیونکہ ایک ہی شخص کے دو نمائندوں
پر ہونے سے اندیشہ ہو سکتا تھا۔ کہ وہ کبھی بغاوت خود مختاری پر یا کبھی نہ ہو جائے
قیصری ان کے زمانہ میں مراکش میں نے ایک بربری سردار کے تلخ ہو کر
کئی عرصہ میں علم بغاوت بلند کیا۔ رومن مورخوں نے اس سردار کا نام لوسس
اس کو آئے ٹس نکھلے۔ اس نے رومیوں کی قابل قدر خدمات کی تہنیں چنانچہ
اپنی بربر افواج کو ہمراہ لیکر ٹراجان کی ایسی وفاداری سے مدد کی تھی کہ اس
کے صلہ میں صوبہ پٹین کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ تحقیق تہنیں ہوا کہ وہ مراکو کا
باشندہ تھا۔ یا کسی اور ملک کا۔ رومن قبضہ کے دوران میں سب سے خوی
مہم جس کا تاریخ میں ذکر ہے۔ قیصر انٹونی ٹس یا ٹی اس کے عہد میں بربروں
کے برخلاف نہ بھی گئی۔ یہ کام مشائے میں ایک رومن جرئیل کے سپرد کیا گیا۔ جس
نے بربروں کو کو ہزار کی وادیوں میں ڈھکیل دیا۔ اسی زمانہ میں ایک
اور رومی جرئیل برطانیہ کے رومن مقبوضہ کی حدود سے بارکشار کے دلدل
کے ڈاکوؤں کو پرے ہٹانے کے کام میں مشغول تھا۔ مراکو سے رومن فائقین
نے کوئی بڑا فائدہ نہ اٹھایا۔ البتہ اس کے جنگلات سے اونکو درخت لیمون
کی بیش قیمت لکڑی واقع دستیاب ہوتی رہی۔ اس لکڑی سے رومی امراء تیرچو
کرے جوڑ میز بنوا کر لے لے۔ جو نہایت قیمتی سمجھی جاتی تھیں۔ یعنی ان
درختوں کے تنے اتنے بڑے بڑے ہوتے تھے کہ ایک سالم ٹکڑے سے ایک آل
سالم میز کا تختہ اور پائے باسانی بن جاتے تھے۔ میز کا کوئی حصہ جدا بنا کر نہ جوڑا

۱۵ مختلف پراسکٹوں سے فرنیچ میبل ایم پالوڈی لیسرٹ نے صوبہ ماری ٹینیا علی ٹانا
کے تیرہ رومن گورنروں کی فہرست مرتب کی ہے جن میں سب سے پہلے کارا گورنر مذکور ہے
میں گلبائے عہد حکومت سے شروع ہوتا ہے۔ اس سب سے آخری کا چوتھی صدی عیسوی کے آخری
حصہ میں ختم ہوتا ہے۔ اولیوی لیکن کتبوں سے ایک سیاح نے دریافت کیا ہے۔ یہ گورنر نار کر
اری لی اس کے عہد میں گورنر اس کے علاوہ ایک اور یعنی پندرہواں گورنر بھی ایک کتبہ سے معلوم ہوا

جہاں تہلہ اس ٹکڑی کے علاوہ ایک خاص قسم کا نباتاتی اور رنگ بھی اونکو یہاں سے حاصل ہوتا رہا جو قدر و منزلت میں ملکہ درصور کے اودے رنگ سے بھی فوقیت لیگتا اور عوام میں اسکا عام رواج ہو گیا۔

زمانہ عثمانیہ ۶۰۰ھ سے رومیوں کی طاقت کا زوال شروع ہو گیا۔ کیونکہ عیاضی ۶۰۵ھ اور آرام طلبی اور اونکی ہمرکاب برائیوں نے قوم کی قوت کو چوس لیا تھا۔ اون کے مقبوضات ایک ایک کر کے اون کے تصرف سے نکل گئے۔ ماری ٹینیا طغی ٹاناکہ بھی بھج نہایت اہم اور عزیز مقبوضات میں سے نہ سمجھا گیا تہلہ اوسکو بچانے کی ان کو کب کوئی خاص فکر ہو سکتی تھی۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ فرنگیوں نے رومیوں کے برخلاف مستعد ہو کر جب کمال و فراغت اور ہسپانیہ پر حملہ کیا تو اونہوں نے مراکو پر بھی حملہ کرنے کی نیت سے ہسپانوی جہاز بکڑے تھے۔ لیکن اس میں اونکو کہاں تک کامیابی ہوئی۔ اس کے متعلق کچھ مذکور نہیں۔ بہر کیف جب وندال سوا یوئی اور گوتمہ قوم میں جن سیرک کے زیر کمان ہسپانیہ میں داخل ہوئیں۔ تو وہ آگے افریقہ کو بھی گئیں۔ یہ واقعہ ۵۳۰ھ میں گذرا۔ رومن گورنر بونی فیس اور نیز ہسپانویوں نے جبران وحشی حملہ آوروں کی روانگی کے لیے ذرات خد سے دعائیں مانگتے تھے۔

حملہ آوروں کو افریقہ پر حملہ کرنے میں ہر قسم کی مدد دی۔ اور تمام ضروری سامان سونجھی اونکو بہم پہنچا دیے۔ اونکی جمیعت اسی ہزار کی تھی۔ اون میں نصف سپاہی تھے۔ وہ افریقن ساحل پر پہنچ کر مشرق روئیہ ہو گئے۔ اونکی منزل مقصود کارتاج تھا۔ اور اسکو دس بعد وہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ساونہوں نے مراکو پر قبضہ نہ کیا۔ البتہ سیوٹا اور طانجیر کو اپنا باغدار بنالیا۔ گوتمہ قوم کی آمد تک یہ نقشہ قائم رہا۔ اس قوم نے ۵۳۰ھ میں ادھر رخ کیا۔ وندال قوم کے غلبہ کی وقت سے مارشیا کے حالات و تواریخ پر پھر کامل تاریخی چھا جاتی ہے۔ اور ہم یقین کے ساتھ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ بیرونی دنیا کا اس زمانہ میں بربر قبائل پر کیا اثر پڑا۔ یا مذہب عیسوی کا اثر اس ملک میں کہاں تک پہنچا۔ میرے خیال میں عیسوی مذہب ان حدود تک بھی کبھی نہ پہنچا۔ جو رومن مقبوضہ کی تہمین۔ اگر میل یہ خیال درست ہے تو مراکو میں عیسائی مذہب کی اشاعت کے متعلق عام گمان کو بہت

ہی مبادی آمیز کہنا پڑ گیا۔ مین نے اس معاملہ پر پندرہویں فصل میں مفصل بحث کی ہے۔ اوس زمانہ کی تاریخوں کو پڑھتے وقت اسے کبھی فراموش نہ کیا جائے۔ کہ ان دونوں الفاظ افریقہ۔ نو میڈیا۔ ماری ٹینیا۔ ماری۔ اور بربر کے معنی بہت ہی محدود تھے۔ ان کا دائرہ اطلاق اب بہت ہی وسیع ہے۔ اس امر کو فراموش نہ کر دینے سے سخت غلط فہمیاں پیدا ہونگی۔

رومن کہنڈرات مراکو میں قابل غور اور اہم رومی کہنڈرات صرف وہی ہیں جو ویلیو بلیس میں ہیں۔ یہ قصبہ مکنسہ سے ساڑھے تین کہنڈٹوں کی زین سواری کی مسافت پر ہے۔ یہ امر کتبوں سے بخوبی تحقیق ہو چکا ہے۔ کہ قدیم ویلیو بلیس ہی مقام ہے۔ ان کتبوں میں سے ایک فتح کی یادگار میں بنائی گئی۔ محراب پر لگا ہوا تھا یہ محراب کو اب کہنڈ بریٹی ہے۔ لیکن پھر بھی سابقہ عظمت و جلال کو بے ہوش ہے۔ یہ قصبہ کاراکالا اور جوگیا ڈومنا کی فتح کے متعلق ہے۔ اس سے واضح ہوا ہے کہ وہ ۱۳۷ء سے بعد کا ہے۔ اس امر کی تصدیق کیسی اس ڈومنیٹیس کی قبر کے کتبے سے بھی ہو رہی ہے۔ جسر ساتھ ہی شہر کا نام بھی درج ہے۔ باشندگان ملک ان کہنڈرات کو قفر ذرا عورت بیکارتے ہیں۔ ان کہنڈرات سے بارہا عمارتی مصالح حاصل کیا گیا۔ خاص کر مولائی سمجیل نے مکنسہ محل کی تعمیر کے وقت ان کہنڈرات سے بہت مصالح لیا۔ ونڈس سیاح نے ۱۶۲۱ء میں جب اونکو دیکھا۔ اور اعلیٰ

لے ان کہنڈرات کو فتح کیا۔ ایم ڈی لامارٹی نیوٹ بڑی محنت و غور سے تلاش و معاینہ کیا ہے اوس نے بابا ان کہندوکر بھی دیکھا۔ اس کی محنت کا نتیجہ نہایت بیش قیمت برآمد ہوا۔ ۱۵۵۱ء و ۱۵۵۲ء میں اسے ۳۴ کتبے ملے۔ ان میں سے اکثر دوسری صدی عیسوی کے اخیر کے تھے۔ دو یا تین یونانی زبان میں ہیں۔ مگر ایسے مٹ گئے ہیں۔ کہ پڑھنے میں جاسکتے۔ الاطینی کتبوں میں سے ایک عربی کی طرح دائیں طرف سے بائیں طرف کو لکھا ہوا ہے۔ انہوں سے دو شاہی محاطات کے متعلق دو مذہبی تیرہ اعزازی اور ۲۶ مرتدی ہیں۔ ایہ میرون نے ان کی مجنبہ نقلیں پیرس کے تاریخی رسالہ میں شائع کی ہیں۔ ۱۲

تصویر اتاری۔ اس وقت ان عمارات کا کچھ کچھ حصہ ابھی سالم کھڑا تھا۔ اب اونکا کوئی قطعہ باہم پیوستہ نہیں رہ گیا۔ انداز کی ہیئت بالکل ہی بدل گئی ہے۔ اس کا بل برابر ہی کا باعث زیادہ ترزلزلے ہیں۔ اور خاص کر صناعہ والا زلزلہ جو کمنہ میں بہت ہی سخت آیا تھا۔ ان کھنڈرات کی توضیح و تشریح علاوہ دیگر اشخاص شعیبٹ۔ لیٹر و۔ اور مارٹینیٹر بہت عمدہ کی ہے اور ساتھ ہی تصویریں بھی دیکھیں۔ کپتان مایہ جواسیس ہو گیا تھا۔ ان کھنڈرات کی ایک تصویر چھوڑ گیا ہے۔ یہ بھی اسی زمانہ میں لیگی تھی۔ جبکہ فوڈر س نے اوتاری تھی۔ مقام ٹوکولومید کے کھنڈرات جو کمنہ شڑک پر دوسرا رومن بڑاؤ تھا۔ بالکل ناپید ہو گئے ہیں۔ آیا ان سے جدید عمارات میں فائدہ اٹھایا گیا۔ یا وہ یون ہی منتشر و معدوم ہو گئے۔ اس پر یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

قابل سند کتب کمار میٹینیا کے جغرافیہ اور تاریخ کے متعلق جو ناظرین شرح حالات اور تحریریں پڑھنا چاہیں وہ منرٹ۔ ڈوپارٹ۔ سینٹ مارٹین۔ سٹوٹ کی تصانیف دیکھیں۔ یہ تصانیف اسی ترتیب سے جس ترتیب سے ان کے مصنفین کے نام لکھے گئے ہیں شائع ہوئیں۔ میرٹ نے اپنی کتابوں میں جغرافیہ کی طرز کو اختیار کیا ہے اور ہر ایک ضلع کا جدا جدا بیان کیا ہے۔ ڈوپارٹ نے تاریخی طرز کو پسند کیا ہے۔ اور ہر قوم و نسل کے حالات جو ملک پر متصرف ہوئیں۔ بلحاظ قدامت سلسلہ و استمرار لکھے ہیں۔ سینٹ مارٹین نے تاریخ الکتاب المصنفین کو مد نظر رکھا ہے۔ اس نے ہر نویسنده کے بیانات پر علیحدہ علیحدہ غور کیا ہے۔ اور تینوں میں سے یہی طریقہ

لے میں جب وہ بولیں گیا تو وہ ان مارٹین کو کہانی کے کام میں معروف پایا۔ مگر بعد میں اس نے جو کتاب شائع کی۔ وہ بہت غیر تشفی بخش ہے۔ اس میں اس نے اپنی محنت کے حالات مفصل نہیں لکھے۔ العزیز کے قریب مقام بکس ہی اونٹنے قدیم کھنڈرات میں اسی طرح محنت کی۔ میکسن ۱۲ لے ڈاکٹر وائٹن نے بمقام مدرسہ سیوف کے کھنڈرات کو یہی رومی زمانہ کے سمجھاؤں کے حالات بالتفصیل لکھے ہیں۔ یہ مقام ناخبر کے قریب طیلوان کی شڑک پر واقع ہے۔ سٹوٹ نے رومن زمانہ کے کئی کھنڈرات کے حالات لکھے ہیں۔ میکسن ۱۲۔

سب سے زیادہ فائدہ بخشش اور کالعدم ہے۔ اور فرانس کی انجمن حامی علوم نے بالکل سجا
 طور پر اس کے اختیار کرنے والے کو امتیاز و نشان عطا کیا ہے۔ مگر یہ خیال رہے
 کہ یہ سب کتابیں خارجی بنا رہی ہیں نہیں۔ ان کے مصنفین کو مجبوراً دوسروں کے بیانا
 پر انحصار کرنا پڑا۔ یہ کام سلوٹ ہی نے کیا۔ کہ جب وہ شکستہ امین فرانس کیلبرٹ
 سے و بارمر کو مین سفیر تھا۔ تو تین برس موقوفہ انجمن متذکرہ صدر کے لیے ایک نہایت
 جامع اور عالمانہ رسالہ مرتب کیا۔ اور اس میں اپنی ذاتی تفتیش و تحقیقات کہندرات
 کی کہدائی اور معائنہ و انکشاف کے نتائج کو بھی قلم بند کیا۔ اس علمی و قابل قدر
 رسالہ کی موجودگی میں نتائج علم کے لیے موقوفہ کوئی نئے نوشتے اور کتبے یا یاد
 گارین زمین سے برآمد نہ ہوں۔ جدید تھیوریوں و نظریات قایم کرنے اور قیاسی
 گہرے کے دڑانے کی کوشش محض فضول ہوگی۔ ماری ٹینیا کی بہترین سلسلہ
 و تاریخ وہ ہے۔ جو مریمے نے کہی ہے۔

فصل دوم (۲)

اسلامی حکم ۶۹۹ تا ۸۱۱ء

اسلامی سیلاب تندرست سائل بربری کے برابر برابر بڑھا۔ مکہ معظمہ سے حضرت محمدؐ
 کی ہجرت سے میں برس کے اور اندر عرب جیوش دریا نیل کے ڈلتا بہت قابض ہو گئے
 تھے۔ انہوں نے جلد وسیع باشندہ کو مطلع بنا لیا۔ جن میں سے اکثر مسیحی المذہب
 تھے۔ مگر بہت سے یہودی بھی ان میں ملے چلے تھے۔ فتح مصر سے دو تین برس میں ہی
 یہ فاتحانہ کھرسنیک دبارقہ یا بنغازی، کوٹے کرتی ہوئی ۶۴۳ء میں طرابلس تک پہنچ گئی۔
 ۶۴۶ء میں افریقیہ جس سے اس وقت وہ ملک مراد تھا جب کو اب ہم ٹیونس پکارتے ہیں،

۱۔ یہ لوگ اب بھی قطعی گہلی یا کا پٹ پکارتے جاتے ہیں۔ اور گوانین سے اکثر وقتاً فوقتاً اسلام کا رند
 میں داخل ہو جاتے رہے ہیں۔ لیکن یہی جو قطعی کہلاتے ہیں ان کا مذہب برابر مسیحی ہو سکتا ہے۔

مسخر ہوا۔ اور سال ۶۷۱ھ میں عرب جرنیل ہرو و مغرب یعنی مغرب الاوسط و البحرین، اور مغرب الاقصیٰ (مراکو) میں داخل ہو گئے۔

عرب مورخ الزیری بقول النویری، کہتا ہے کہ اس وقت ایک شہزادہ سمی جرجس یا اگر جس (یعنی برقیٹ گریگوری اس) بازنطینی قیصر ہرکولیس کے نائب کی حیثیت میں طرابلس سے طابختر تک حکمران تھا۔ مگر یہ امر یہ تحقیق معلوم نہیں کہ فی الواقعہ اس نائب کو کہاں تک ان ملکوں میں اقتدار حاصل تھا۔

یہ یرون کی (۱) غالباً مراکو کے بعید ترین مین وینڈالون یا بربرون۔ اور اسے چندان حالت تشدد سے زیادہ اقتدار حاصل نہ تھا۔ بربرانیہ کی حکومت سے بزارتے۔ وہ عربوں کو اس جوئے سے مخلصی دلائے والا سمجھ کر بطیب خاطر ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اس طرح عرب تسلط باسانی قائم ہو گیا۔ مگر جب بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ ان کی حالت میں اس کے سوا کچھ تغیر نہیں ہوا کہ صرف مالک بدل گئے ہیں۔ تو عرب اطاعت

تسلیم کرنے سے چالیں برس بعد ظلم و بغاوت بلند کر کے نصیب قیروان میں جیسے عربوں نے تونس کے جنوب میں تعمیر کر کے اپنا دار الخلافہ بنایا تھا۔ اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس شہر کو فتح کرنے کے لیے اس کے باقی و تعمیر کردہ اور عربوں کے سپہ سالار اعظم عقبہ سے مدد چاہی گئی۔ یعنی اپنی دوسری دست ۶۷۱ھ اور تیسری دست ۶۷۲ھ میں

میں بربرانوسلمون کی مدد سے افریقہ کے باقی ماندہ عیسائیوں کا بھی نام و نشان مٹا دیا تھا۔ عقبہ اس وقت بھی عزامین مصروف تھا۔ اور سیوٹا و طابختر پہنچا ہوا

تھا۔ اور سنہ ۶۷۱ھ میں بربرون اور یونانیوں کی متفقہ فوج کو مقام تامبو۔ کی نہایت ہی مہیب اور خوفناک شکست دی۔ مگر اس سے پھر قیروان میں داخل ہونا نصیب نہ ہوا۔ وہ اس کی مکرر فتح سے پہلے ہی شہید ہو گیا۔ اور عربوں نے ایک اور سپہ سالار کے زیرِ حکم سال ۶۷۱ھ میں قیروان کو دوبارہ فتح کر کے آزاد

۱۵۰ ہرکولیس قیصر قسطنطنیہ سال ۶۷۱ھ تک حکمران رہا۔ خود قسطنطنیہ کا عربوں نے دو دفعہ ۶۷۲ھ و ۶۷۳ھ میں محاصرہ کیا۔ یکینس پہلا محاصرہ۔ ۵۵ برس رہا۔

۱۵۱ اور کا متقرر حکومت طرابلس تھا۔ چنانچہ وہ عربوں سے لڑائی کرتا ہوا ہلاک ہوا۔ سیکس۔ ۱۲

بربروں کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے پامال کر دیا
 عقبہ و مراکو عرب تواریخوں کے متضاد بیانات اور روایتوں کو باہم موازنہ کرنے سے یہ
 معلوم ہوتا ہے کہ حبیب عقبہ دین نافع، سیوٹا کی فصیل کے قریب پہنچا۔ تو وہاں کا وہی
 گوتہ قوم کا گورنر کوٹ جو لٹن شہر سے باہر عرب سپہ سالار کو تحائف و نذرانے لیکر آتا۔
 اٹھانچیر کے گورنر بھی یہی کیا۔ اور عقبہ نے بھی بحالات موجودہ اسے کافی سمجھا۔ قبول کر لیا
 اس قدر طویل محاربہ کے بعد اس کے پاس جو فوج باقی رہ گئی تھی۔ اس سے وہ اس سے
 زیادہ بیٹھ کا مل فتح کا کام نہیں لے سکتا تھا۔ اس نواح کو فتح سمجھ کر نیکا کام قضا
 و قدر نے عقبہ کے جانشین موسیٰ کی قسمت میں مقدر کر رکھا تھا۔ یہ واقعہ اسی موقعہ
 پر گذر رہا تھا۔ بویانا یا شارن الاعقاب کے میدانوں میں سے گذر رہا تھا۔ عقبہ جب
 بحر اوقیانوس کے ساحل پر پہنچا۔ تو اس نے اپنے گھوڑے کو سمندر میں ڈال کر
 آزاد بلند یہ فقرہ جسے تاریخ نے ہمیشہ کے لئے لوح زمانہ پر ثبت کر دیا ہے۔ ربان
 سے نکلا تھا۔ الہ العالمین اگر میرا ہستیہ سمندر بند نہ کر دیتا تو میں تیرے
 پاک نام کی توحید کی اشاعت کرتا۔ اور اون بد بخت قوموں کے جو تیرے سوا کسی
 اور خدا یوں کی پرستش کرتی ہیں۔ سر کاٹتا ہوا مغرب کی نامعلوم بادشاہوں
 کی طرف بڑھ چلا جاتا۔

لیکن مراکو کا اصل ملک ابھی غیر مفتوح تھا جس کی فتح میں یونانیوں اور
 ٹونسیا و الجیریا کے بربروں کے مقابلے میں بربروں کا وقفہ ڈال دیا۔ یہ بربر

۲۵ اس کا اصل راوی تو بربری ہے۔ میں نے اس کے اظہار کا ترجمہ لکھنے کے ترجمہ کے مطابق دیا
 کیا ہے۔ مگر لکھنے نے اکثر دیگر مؤرخین کی طرح یہ سمجھ میں غلطی کہا کی ہے۔ کہ عقبہ سوس کے
 موجودہ صوبہ کے ساحل تک پہنچا تھا۔ وہ صرف اس صوبہ تک گیا تھا جسے عرب سوس لادنے
 یا شامی مراکو پکارتے تھے۔ اور جو موجودہ صوبہ سوس سے جسے عرب سوس الاقطی پکارتے تھے۔
 اور وہ ان کی تقسیم علاقہ کے لحاظ سے مقام ام الربیع سے شروع ہوتا تھا۔ بالکل میرے ترجمہ کے عکس
 میرے اپنی تاریخ فتوحات عرب میں عقبہ کے اظہار کا یہ ترجمہ کرتے ہیں خدا کو تہدیر اگر یہ سمندر طویل نہ ہو جاتا
 تو میں تیرے نام کے لٹال کو پڑتا اور تیرے اعدا کا سر کاٹتا ہوا برابر ملک بعیدہ کو پیشہ لے جاتا۔ مترجم
 لٹ ویکہ تاریخ البیرونی باب بیجاہ صغیرہ ایسیکس۔

کا پہلے نام ملکہ کے زیر فرمان عربوں سے لڑے۔ ۶۹۰ء میں جب کاربج مسخر ہو گیا۔ تو مسلمانوں کو کافی طاقت کے ساتھ مغرب کی طرف بڑھنے کی فرصت مل گئی۔
فتح مراکوٹہ [موسلی بن نصیر کو ہر اول لشکر کا کمانڈر مقرر کر کے آگے بھیجا گیا۔
وہ اون قبائل کو جو صحرا کے کنارے پر آباد تھے مطیع و سقا بنانے کے بعد شمالی ساحل کے کنارہ کنارہ سوس۔ خراع۔ اور ثاقبات تک بڑھا چلا گیا۔ اور وہاں
ایسے بیٹے عبدالعزیز کو دس ہزار اسپ سوار دیکر قیام حکومت کے لیے مامور کیا۔
عبدالعزیز نے زناطہ مصمودا۔ سنحاجہ۔ قطلہ اور ہوار کے تدریم بربر قبائل کو یکے بعد دیگرے بزور شمشیر اور عقلمندی اور لطف آشتی سے مطیع و سقا اور
رفیق و موافق بنالیا۔ اور دوسری طرف اس کے بھائی مروان نے مشرق
میں ٹانجیر کو فتح کر کے طارق بن زید انفیس کے زیر کمان وہاں دس ہزار عرب
و مصری فوج تعینات کر دی۔ ٹانجیر طیطوان اور غرملہ میں عرب فاتحین کو کثیر
التعداد عیسائی ملے۔ جن میں سے اکثر ہسپانیہ کو چاگ گئے۔ القری کہتے ہیں
کے لوگوں کا بیان ہے کہ موسلی سے پہلے ٹانجیر کو کبھی کوئی دشمن بزور شمشیر
نہ کر سکا تھا جب اسپر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو وہ اون کے مضبوط ترین قلاع
میں سے ایک ہو گیا۔ طارق نے بلطع و مدارات اپنی فوج میں ۹ ہزار بربر شامل
کر لیے۔ اور مذہب اسلام سکھانے کے لیے اون کے واسطے عرب معلم مقرر کر دیے
طارق کی فوج کا حصہ کثیر انصار مدینہ اور ان کے رفقاء و لواحقین میں سے تھا
جنگو شامیوں نے جنگ حراء میں نہایت سخت شکست دی تھی۔ اس فوج کی کھینچ
مغرب میں بھی اس نفاق و ناچاقی کی قہر پاشی ہو گئی۔ جس نے مشرق میں اسلامی
طاقت کو بہت کمزور کر دیا تھا۔ اور جسکی وجہ ہی سے آخر ہسپانیہ میں ایک غلبہ
خلافت قائم ہو گئی۔

اندر و ن ملک میں آ ملک کے اندر و ن حصص میں اس وقت اسلام کی اشاعت
اسلام کی اشاعت کہا تک ہوئی۔ اس کے متعلق مفصل کیفیت معلوم نہیں

لے کاہنہ کر مدخر ن ہے چونکہ کہا ہے۔ اس کے نام سے ہیں اس کا مذہب یہی ہے یا مذہب۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں ادم بھی وہی کارروائی ہوئی جو بلا دمشق میں ہوئی تھی۔ تحقیقی امر صرف اس قدر ہے کہ جب آئندہ صدی کے خاتمہ کے قریب مولائی اور لیس مراکو پہنچا۔ تو دویو بولیس کے ایک مسلمان گورنر کے پاس فروکش ہوا اور کہ متعلق قبائل میں اسلام پھیل گیا تھا کہ اون کے دلون میں خانہ لاہ نبوی کی وقعت قائم ہو چکی تھی۔ اور اس خاندان کے ایک رکن ہو چکی حیثیت سے اونہونے مولائی اور لیس کا بہت ادب و احترام کیا مگر اون اشاعت اسلام کے معاملہ کے متعلق عرب مورخین نے اگرچہ بہت اجمال و اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن اس کے متعلقہ طومار و فطرون سے حقیقت کو فسانہ سے تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ قیاس ہے کہ یہ زمانہ قبائل مراکو کو مطیع و منقاد بنانے اور نو بہرتی شدہ بربر فوج کو جو عنقریب فتوحات اسلامیہ میں نمایاں حصہ لینے والی تھی او اب عرب و قرطب اور قواعد شریعت و لکیت سکھانے میں مشغول کیا گیا۔ میرے خیال میں اندون مسلمانوں کو ہسپانیہ پر حملہ کر نیکا شنائی ہی کبھی سخت خیال ہوا ہو۔

سینوٹا ابھی تک گو تھون کے قبضہ میں تھا۔ جو سو قوت ہسپانیہ کے مالک تھے۔ اور جولی ان کو ایک عرب مورخ دا بن خلدون جلد اول صفحات ۲۱۷ و ۲۱۸ جلد دوم صفحہ ۱۳۵۔ الناصری جلد ۱ صفحہ ۳۱۔ نے غسالائی یعنی ریفری بربرون کا ذکر لکھا ہے۔ ابن عبد الحکیم نے اسے الجیل اس کا گورنر اور آبناسے کا حاکم ہی لکھا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ بربر اس وقت تک ہسپانیہ کے ہی تاج فرمان رہے۔ اور عرب فاتحین اون کو ایک طرف چھوڑ کر اس قدر سیٹھا ہراہ کے رسمہ جسے میدان اور گھامیان بنا رہی ہیں۔ اون سے جنوبی علاقہ کو بڑھ گئے۔

ہسپانیہ پر حملہ آگے مسلمانوں کو کئی برس تک ہسپانیہ کی فتح کی طرک کوئی بڑی توجہ نہ ہوئی۔ مگر یہ بے توجہی زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہی۔ ہسپانیہ کا زرخیز علاقہ آبناسے کے جنوبی ساحل سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ اسکی کمال زرخیزی اور منظر کی دلفری کے مسلسل مشاہدہ سے آخر نو مسلم بربرون کے منہ میں یانی ہر آید چنانچہ گو تھون کے لہ عرب مورخین نے نو مسلم کی بجائے انکو مغرب دینی جو عرب بن گئے لکھا ہے۔ اسی ہسپانیہ

بادشاہ راڈرک لٹکے جبر و ستم اور غداروں سے جب اوس کے اپنے امراء اور رعایا بھی
 تنگ آگئی تو وہ ہموقہ خدا داد سے فائدہ اٹھانے پر کربتہ ہو گئے۔ بادشاہ کو
 دست بیداد سے ظلم و ستم کشیدہ کو نٹ جولی آن اور ٹانجیر کے ایک سربراہ اور وہ مسیحی
 کی ترغیب پر مسلمانوں نے پہلی دفعہ سلعہ میں البحر اس سے ہسپانیہ پر تہمدی یروش
 کی۔ وہ چٹان جس کا نام ایک مسلمان جرنیل کے نام پر اس حملہ سے ایک برس بعد جبل طارق
 پڑ گیا۔ اسی شہر کے متصل ہے۔ اور جچٹان ایک دوسرے جرنیل کے نام پر جبل موسیٰ
 پکارے جاتے لگا وہ اوس کے بالقابل آبنائے کے دوسرے (یعنی جنونی، ساحل پر
 ہے۔ دوسرے برس یعنی سلعہ میں طارق نے اون کشتیوں اور جہازوں کو جن

لے دی تو تہذیب کے شان و ہسپانیہ میں سے آخری بادشاہ۔ وہ مکینہ حساباً کا تہذیب کا اپنی قابلیت اور
 جیشہ و تیز اصول پائیا تو فتنہ میں تخت نشین ہو گیا۔ سلتز کے بیٹوں نے عربوں سے مدد چاہی
 اور وہ ہسپانیہ پر حملہ کر ڈیکو تیار ہو گئے۔ سلعہ وہ طائف کے زیرِ کمان بقام طوطی سوس و موجودہ طائف، مگر
 پرانے اور دوسرے برس زیادہ حیثیت کیساتھ طارق کے زیرِ کمان جبل کالی کے دہن میں۔
 اس جائے نزول کا نام اوس وقت سے جبل طارق ہو گیا۔ جو بگڑ کر جبرالٹر بن گیا ہے۔ ساحل پر
 کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ اور عرب اندرون ملک میں دریائے فروزیا تک بڑھے پہلے گئے۔ واپس لوٹ کر
 نے جبرالٹر پر غلبہ سہا سے انکا مقابلہ کیا تو دن تک فریقین میں متحد و مانگداڑ محو کے ہوئے۔
 آخر راڈرک کو شکست ملی۔ اور وہ مدعا اپنے چیدہ امراء کے میدان جنگ میں کہہ سکا۔ وہ سلعہ میں
 ہلاک ہوا۔ ترجمہ سلعہ اس واقعہ کے راوی النوری۔ طارق بن طارق ابن عبد الحکیم المذہبی الکوشیہ اور البطر
 ہیں۔ الفہرستوسوم والی آئیریا نے اپنی تاریخ میں جو نویں صدی میں لکھی تھی اوسکا ذکر کیا ہے۔ بیکسٹر
 سلعہ موسیٰ بن نفیر کو طارق کی تختیاں پر ایسا حمد ہوا کہ اس نے فتح ہسپانیہ کے بعد طارق کو غارتگری کی اجازت
 میں قید کر دیا۔ طارق نے خلیفہ کے پاس اپیل کی جنہو موسیٰ کے بیٹے کو بطور پرمانہ نظر بند کر کے موسیٰ کو طائف کے
 رہا کر دینے کا حکم بھیج دیا۔ اور کہا کہ اگر اوسے کچھ ضرر پہنچا تو قہراً یا بیٹھا قتل کر دیا جائے گا۔ لیکہ موسیٰ نے طارق کو
 خلیفہ کے پاس پہنچا دیا۔ اس کی نیش لائبریری میں موسیٰ بن نفیر کے نام کا ایک مکہ موجود ہے۔ جو سلعہ جری

واقعیہ حاشیہ صفحہ ۳۴، نے اسے لگا کر کتب خانہ بنالیا۔ مگر چونکہ عرب مورخوں نے ہسپانیہ اور دیگر
 اقوام کے نو مسلمین کے لئے بلا امتیاز مستعرب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ میں تخصیص کے لئے اس جامع
 لفظ کی بجائے نو مسلم پر بریا نو مسلم سپانوی وغیرہ کر کے لکھو لگا۔ میکنس ۱۲۔

۱۲۔ میکنس ۱۲۔

سوار ہو کر اس نے آبنائے کو عبور کیا تھا۔ جلا کر اندلس پر حقیقی حملہ کیا۔ اور اس جزیرہ نما زمین ایسے حکام سے اسلامی جہٹا لگا کر دیکھ صدیوں تک اوسے عیسائیوں کی متفقہ کوششیں وہاں سے نہ اکھاڑ سکیں۔ اور اسلامی آثار و نشانات کو تباہ و برباد کیا۔ یہاں تک کہ کوئی طاقت اس زمین سے مٹا نہیں سکے گی۔ لیکن ہسپانیہ کی فتح اور رقبہ کی مگر آرائی کا تذکرہ اس کتاب کے دائرہ سے باہر ہے۔ یہ مراکو کی تاریخ ہے۔ نہ کہ ہسپانیہ کی۔ تاہم مغربی سلطنت کی داستان کے بیان کے دوران میں ناظرین اوس کے عجیب و غریب آبنائے پار کی سرزمین پر ایکٹ ہوتے ملاحظہ کریں گے۔ اٹلی مراکو نے اپنے زمانہ فتوحات میں ہسپانیہ کو تین دفعہ فتح کیا ہے۔ ایک دفعہ کفار سے اور دوسرے دفعہ اپنے ہم مذہب مسلمان ہسپانیوں سے۔

ملکہ ایشہ بین پارس مارشل کے ہاتھ سے بھام ٹورس شکست کھانے سے پیشتر عرب فتوحات کا سلسلہ یورپ میں جس حد تک پھیل گیا تھا۔ اوس کی دست پر عموماً بہت کم خیال کیا جاتا ہے۔ اور بہت کم کو اور کا درست علم ہے۔ مسلمانوں نے نہ صرف کل جزیرہ نما ہسپانیہ پر نگال کو فتح کر لیا بلکہ فرانس پر بھی فوجیں شریع کر دی۔ اور گوسلہ کوہ پری نین کی انتہی سی جہودی ریاست اندر داخل اپنے باشندوں کی شجاعت و پامردی کی طفیل حکومتی سے بھی رہی۔ لیکن اس سے پرے کے دیہی شمالی علاقہ کا حصہ غیر مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ اور ٹولون تک انکا کہ و خطبہ جاری ہو گیا جنوبی فرانس پر اسلامی قبضہ دیگر دیگر دگرون میں سے ایک یا دگا راوس کے ایک قصبہ رانا ٹولہ کا نام ہے جو رحمت اللہ کا لگاڑا ہوا ہے۔ لیکن مذکورہ شہر کے مفصل حالات اور اوس کے مضر نتائج کی مفصل تشریح تاریخ خاندان عثمانیہ کے ایک حاشیہ میں درج ہے۔ یہ نادر الوجود اور بغایت عجیب و اہم تاریخی حمید یہ ایجنسی امرت مر سے لہجہ پر مل سکتی ہے۔ مسلمانوں کا ارادہ تھا کہ یورپ کو مشرق و مغرب دونوں طرف سے حملہ آور ہو کر دو طرفہ اوسکی صف پھیلے جانے سے فتح کر لیں۔ اور وہ نون فوجیں ایک دوسرے کو جرمن میں جا لین مگر نشاء ایزدی یہ نہ تھا۔ مشرقی کی طرف سے قسطنطنیہ کی عدم فتح اور دوسری طرف ٹورس کی شکست نے اس اودوالو غم ماہ متناہو پر ہا نہ ہونے دیا۔ چارلس مارشل مسی پلین ٹولوک آف اسٹریاس کا ولدا حرام بیٹا تھا۔ باپ کے بعد وہی ٹولوک ہوا۔ وہ دو شہزادان فرانس کے محل شاہی کا منتظم رہا۔ اس منصب کی وجہ سے کل اختیار کھو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اوس کا اصل نام چارلس ہے۔ مارشل کے منہ تھوڑے کے ہیں۔ یہ لقب

عرب مورخین اس کے متعلق میں پھر عرب مورخین کی روایت نقل کرتا ہوں البجلی کی روایت ابن حزان اور تمام دیگر مورخین کا اتفاق ہے کہ فاطمہ بنت ہاشم سے جو شخص سب سے اول سرزمین اندلس میں داخل ہوا۔ وہ موسیٰ بن نصیر کا اہل غلام طارق بن بربری تھا۔ جزیرہ نما طارقہ کا نام جو ابنائے پر و اقر ہے۔ اوسے کے نام پر پڑا تھا۔ اس ہم میں اسے یومیان (جولی ان، عیسائی حاکم سیوٹا نے جو نو دھڑک درالطریق۔ شاہ اندلس کا مخالف ہو گیا تھا۔ بہت مدد دی۔ اس اور لکین میں صرف ایک سو سوار اور ایک سو پیدل سپاہ تھی۔ اس دستے نے چار جہازوں پر اٹھ کر بحر منجلیہ میں ابنائے کو عبور کیا۔ اور دوزنگ اقطاع اندلس میں فاطمہ بنت ہاشم و تاراج کرنے کے بعد وہ مال بیضا وغنیمت سے لدا ہوا واپس لوٹا۔ مورخ ڈوزی لکھتا ہے "یادری بخت سے ہر ادئے اعلیٰ کی خلافت توحیح ایک معمولی سی یوریش عظیم الشان فتح ہو گئی۔ ہسپانوی سلطنت کی حالت ایسی بوسیدہ ہو رہی تھی کہ جب اہل مراکو حملہ آور ہوئے۔ تو اوہوں نے مخالفوں کو بالکل بے سر پایا۔ جو بلا تیز حاکم و مملوک و امراء و پوا در مظفر و منصور عربی دستہ کے مقابلہ سے حواس باختہ رہے اوسا ہو کر فرار و منتشر ہو گئے۔ عیسائیوں کی بے حواسی کی نسبت ایک مسلمان واقعہ نگار لکھتا ہے "خداوند کریم نے کفار کے دلوں کو خوف و رعب سے بھر دیا تھا۔ عیسائیوں کی واقعی بھی کیفیت تھی۔

بربروں کی بغاوت [لیکن مراکو میں مطلع جلد تارک ہو گیا۔ اور اس تاریکی نے ہسپانیہ کی سرحد و آسان فتح کی بہت کچھ نہ نکال دی۔ بربروں نے سابقہ حکمرانوں کی سختیوں سے بچنے کے لیے عربوں کا مذہب اور انکی حمایت و اطاعت قبول کی تھی۔ لیکن اوںکو

۱۔ ہسپانوی مذہب و اہل حکمرانوں کے عیسائی مذہب غلام آزادی حاصل کر چکے تھے مسلمان ہو گئے تھے مسلمانوں کی تاریخ ۳۹۶ء سے ختم ہو کر بعد ۴۰۶ء سے تاسف فرما کر پوائی طیرز اور ٹورس کے مابین ہوا۔ مسلمانوں نے فتح کے بعد لاہور و اہی اور لوٹا رکی بیجا طبع و حرص کی بغیر ایسی مذک ملی جتنے اوںکو یورپ کی فتح سے ہنسٹا کر محروم کر دیا۔ عرب جرنیل عبدالرحمن دگورنر ہسپانیہ، اور اوس کے تقریباً کل غازی میدان میں کہیت رہے۔ ۴۰۶ء میں تھیری چہارم شاہ فرانس کی وفات پر چارلس نے کسی کو بادشاہ نہ بنایا۔ اور بحیثیت ملوک فرنگیان خود ہی کار و بار سلطنت کا انصرام کرتا رہا۔ مرتے وقت فرانس کو اپنا ورنون بیٹوں میں تقسیم کر گیا۔ ۴۱۴ء میں میڈا ۱۰ ورستہ ۴۱۴ء میں فوت ہوا۔

سابقہ پر پڑنے سے معلوم ہو گیا کہ نئے حکمرانوں کا جوا بھی کبھی ایسا ہلکا نہیں۔ اس سے مراکو اور نیزافریقہ کے بربروں میں عربوں کی طرف سے رنجش و آزدہ گی پیدا ہونے لگ گئی۔ اور جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ ہسپانیہ پر حملہ کرنے والی سپاہ کے بربروں سے بھی عرب سرداروں نے ایسا سلوک نہیں کیا۔ تو ان کے وطن مالوفہ میں اور زیادہ ناراضگی پڑ گئی۔ ناراضگی و آزدہ گی کے اس مجتمع و آتش پذیر مواد کو آخر ایک گورنر کے جاہلانہ حکم نے یکبارگی مشتعل کر دیا۔ خلیفہ عثمانی کے افریقن گورنر جنرل یزدیک فوت ہونے پر جرتوان میں فوت ہوا۔ صوبہ انجیر کے گورنر عمر المادی نے شاعہ میں مستقل فوج کو دگتارنے کی کوشش کی۔ اس حکم کے شائع ہوتے ہی قبائل میں جوش و غضب کا دریا موجزن ہو گیا۔ اور تیس ہزار سرمنڈے بربر قزاقوں کو نیزون پر دھکائے ہوئے سیلاب بلاخیزی طرح دریا ٹانجیر کے کنارہ پر پہنچ گئے۔ گورنر تاب مقاومت نہ لاسکا۔ باغیوں نے شہر پر تصرف ہو کر گورنر اور تمام عربوں کو جواؤں کے ہاتھ لگے تینے کر دیا۔ دہان سے سوس پر دہا واکیا۔ اور اس جگہ کے گورنر کا بھی یہی حشر ہوا۔ ان فتوحات نے بربروں کی انگلیں بہت بڑھ گئیں۔ انہوں نے عربوں سے بالکل الگ اپنی علیحدہ خلافت قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور معصرہ کو جو کسی وقت قیروان میں سکھ گری کا کام کرتا تھا۔ اپنا پیشوا منتخب کیا۔ مگر جب عرب عامل کو ہسپانیہ سے کمک پہنچ گئی۔ اور معصرہ کی طاقت پر آگندہ ہو گئی تو اوسکا وہی انجام ہوا جو عموماً بد نصیب دشکست خوردہ قومی بہادر وں اور جاہلانہ وں کا ہوا کرتا ہے زمانہ ادبار میں اوسکا کوئی رفیق و ہمراہ نہ رہ گیا۔ اور وہ گرفتار ہو کر ٹانجیر میں ہلاک کر دیا گیا۔ مگر اس شکست سے بربروں کے عزم و ہمتاقت میں فرق نہ پڑا۔ معصرہ کی جگہ ایک اور شخص۔ ردا منتخب کیا گیا۔ جو اپنے مقتدر سے بدرجہا زیادہ خوش نصیب ثابت ہوا۔ اسے شاعہ میں عرب فوج پر ایسی کامل فتح حاصل ہوئی اور عربوں کو ایسی تباہی بخش نک ملی کہ اس حرکت کا نام ہی جنگ شرفا پڑ گیا۔ کیونکہ عرب فوج کا کمانڈر خالد اور اوس کے تمام سردار و اعیان اس لڑائی میں ہلاک ہوئے انہیں سے ایک متنفس جانبر نہ ہوا تھا۔ اس شکست کا انتقام لینے کے لیے مصر شام میں تیس ہزار نئی فوج بھرتی کر کے کلثوم القشیری اور اوس کے برادر زاوہ طح کے

زیر کمان مغرب کو بھیجی گئی۔ چالیس ہزار فوج پہلے اسطرن کے قلعوں میں موجود تھی۔ اس ستر ہزار فوج کو بھی شکست ملی۔ اور بقول ایک مورخ کے ایسی سخت شکست ملی کہ فرجکانیر احصہ میدان جنگ میں کمیت رہا۔ اور ایک تہائی اسیر ہو گئی۔ تیسرا حصہ ٹانجیر کی طرف بھاگا۔ فاتحین بھی تعاقب کئے چلے گئے۔ ٹانجیر پہونچ کر بگڑ ورنے شہر میں داخل ہونے کی بہت کوشش کی۔ مگر کچھ پیش نہ کئی۔ اہل شہر نے صاف جواب دیا۔ ورن سے وہ سیوٹا کو گئے۔ اور متعاقبین کے پانچ چھ حملوں کو پسپا کر کے اس شہر میں مقیم ہوتے ہیں کامیاب ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد شامیوں کی دوسری فوج ملک کو پہونچ جانے پر بھی وہ سیوٹا میں ہی مقیم رہے۔ لیکن اس وقت بربروں کو فاضل رک دی درنیو لایو رپ کی طرف بھی بربروں نے علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ جہان اون کو پے درپے فتوحات حاصل ہوئیں۔

ہسپانیہ میں بربروں ہسپانیہ کے مغربی جات گالیسیا۔ رسیا۔ کوریا و تالا ویرا۔ اور دیگر کی بغاوت است۔ حصص کے بربروں نے متفق و متحد ہو کر ایک جدا سردار یا امام منتخب کیا۔ اوس نے بربروں کو تین دستوں میں تقسیم کر کے ایک کو ٹولیڈو کا محاصرہ کرنے۔ دوسرے کو کارٹھ و واد قرطبہ پر حملہ کرنے اور تیسرے کو بیڑہ جہاننا پر قبضہ کرنے کے لیے الجیر اس کی طرف روانہ کیا۔ اونکا مقصد تھا کہ بیڑہ پر قبضہ کر کے اوس کے ذریعہ آبائے کو عبور کریں۔ اور افریقہ جا کر سیوٹا میں شامیوں کو بالکل نیست و نابود کرنے کے بعد اور بربروں کا جم غفیر ساتھ لیکر ہسپانیہ واپس لوٹیں اس وقت ہسپانیہ پر مدنی جماعت یعنی انصار رسول شدہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمت حکمران تھی جو شامیوں کے بربروں سے کم مخالف نہ تھے۔ چنانچہ جو شامی شکست کھانے کے بعد ابنا بار جا کر پناہ گزین ہوئے تھے۔ اون کے ساتھ کوئی لمبی چوڑی ہمدردی ظاہر نہ کی گئی تھی۔ لیکن ہسپانوی بربروں کی بغاوت سے نقشہ یکبارگی بدل گیا۔ اور گویا ہسپانوی عربوں کو سخت ناگوار طبع اور آرزو کی سنجش تھا۔ مگر اون کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا۔ کہ اپنے شامی (یعنی اموی) رقیبوں سے صلح کر کے اون سے مدد کی التجا کریں۔ چنانچہ بیشتر اس کے کوبرہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہو کر شامیوں کو لالچ کے لیے جہاز سیوٹا بھیج دیے گئے۔ لیکن

ہسپانیہ عربوں نے یہ پیش بندی کر لی کہ اس امر کی ضمانت مین کہ وہ جب تک ہسپانیہ رہیں گے کوئی شرارت نہ کریں گے۔ شامیوں سے پہلے یہ غمال لے لیے۔ شامیوں کی مدد سے بربروں کے تینوں دستے یکے بعد دیگرے منتشر و پامال کر دیے گئے۔ اور تمام ملک مین جب قدر بربر موجود موجود تھے۔ اونکو جنگی درندوں کی طرح چن چن کر شکار کیا گیا۔ مگر مراکو مین کہیں ساہلے دراز کے بعد جا کر قطعی امن قائم ہوا۔ بربروں نے گواسی قرن مین مولائے اوریس کے آنے پر اسے شیعہ مین اپنا بیٹا بادشاہ بنالیا۔ لیکن یہ امر انہوں نے محض اس کے سید القسل ہونے اور اس کے ریائی پیشوائی کے استحقاق کی وجہ سے جس استحقاق کو بربر اب تک استحقاق ازلی وابدی پکارتے ہیں۔ قبول کیا تھا۔ اگر مولائے مدد و حیحہ کے خاندان سے نہ ہوتا۔ تو وہ اسے اجنبی اور غیر قوم کا ہونے کی وجہ سے کبھی اپنا بادشاہ نہ بناتے۔ چنانچہ آج کے دن بھی مولائے مدد و حیحہ کے جانشین کو جو کچھ اقتدار اور قابو بربروں پر حاصل ہے۔ وہ اسی خوش اعتقاد اور نیز زور و غمخیز پر منحصر ہے۔ ڈوڑی لکھتا ہے کہ مسلمان افریقہ کو کامل طور پر کہیں ستر برس کی خونریز سرکمارائی کے بعد جا کر فوج کر سکے۔ اور اس پر اپنا پورا تسلط بٹھا سکے۔ اور پھر یہی بدین شرط کہ بربروں کے حقوق مین کسی طرح کے دست اندازی نہ کی جائے۔ اور ان کے ساتھ محکوم سمجھ کر نہیں۔ بلکہ بے ایمان کی طرح سلوک کیا جائے۔ مگر بے ایمان کی طرح ان سے کبھی سلوک نہ ہوا۔ ان برادران یوسف کا سا سلوک کہہ دو تو خیر مضائقہ نہیں نہ صرف مراکو۔ بلکہ ہسپانیہ مین بھی جب تک وہ ان اسلامی حکومتیں قائم رہیں عربوں اور بربروں مین مسلسل عنایت و درگاہ اول الذکر جماعت کی طاقت کو مشرق کے تارکان وطن سے اور بربروں کی طاقت کو مراکو کے انیوالوں سے تقویت پہنچتی رہی۔ اس عناد کی طغیان عربوں کو بہت تکلیفین اور بے چاریاں پہنچیں لیکن وہ اس کی شکایت نہیں کر سکتے۔ اس کی بناء اہل کے ہاتھوں پڑی تھی

۱۰ ابن عبدالحکیم لکھتا ہے کہ ملکہ بھری مطابق ملکہ مین افریقہ کے صوبجات مین ایک بربر ایسا نہ رہ گیا۔ جس نے اسام نہ قبول کر لیا تھا۔

اونہوں نے بربروں کی طاقت کا کبھی درست وزن نہ کیا۔ نہ اوس کی حقیقی وسعت و مقدار کا صحیح اندازہ کیا۔ حالانکہ سپانیہ کو اونہوں نے بربر سپاہیوں کی قوت بازو سے ہی فتح کیا تھا۔ اونکا صرف نیکہ ہی نیکہ ہی تھا۔ وہ صرف سرداری و افسری کرنے والے یعنی معقولیت و سلیقہ کے ساتھ اونکو لڑاتے والے اور ان میں مذہبی جوڑ پیدا کرنے اور اونکو تعلیم و تربیت دینے والے تھے۔ بالفاظ دیگر وہ زیادہ تر صرف دماغی طاقت سے کام لینے والے تھے۔ اور جسمانی قوت کا کام بربروں ہی نے دیا تھا۔ لیکن اس سے دفاع ساز موفقت و مترجم کی رائے میں، عربوں کے استحقاق حکمرانی و جہان بینی اور مزج حقوق کے مستحق ہونے میں کسی طرح کا فرق نہیں پڑتا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عقلمند ہمیشہ طاقتور ساجد اشخاص کو بطور آلہ استعمال کرتے ہیں۔ اور حاصل شدہ فوائد میں ان لوگوں کا اس سے زیادہ کمی کوئی استحقاق کر کسی مکان یا سامان کا تعمیر و تیار کرانے والا اس مکان یا سامان میں سارکنندہ کاریگر اور اوس کے آلات کا سمجھتا ہے۔ ہندوستان کو انکسٹان نے زیادہ تر ہندوستانی افواج کے زور بازو سے اونکو یورپین افسروں کی غلنی میں تعلیم و تربیت و لاکر فتح کیا۔ آجکی تہذیب اسلامی فتوحات کے زمانہ کی تہذیب سے بہت ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہے۔ اور حقوق انسانی کا بھی آجکل نسبتاً بہت ہی زیادہ غلط اور چرچا ہے۔ لیکن کیا اگر بربروں نے اس بنا پر ہندوستانیوں کو اپنے مساوی تو کہا۔ اپنے خاص حقوق کا کچھ حصہ ہی دینا کبھی منظور کیا ہے۔ ہمیشہ سے دماغ جسمانی طاقت پر حکومت کرتا رہا ہے۔ اور آخر الذکر کو مساوات کا حقدار نہیں بلکہ ایک تابع فرمان و ادنیٰ محکوم خدمتگذار آلہ سمجھا رہا ہے۔ اور مجھتا رہیگا یہ انسانی فطرت ہے اور اس سے عربی ہو یا غریبیکسان بے بن ہے۔

سپانیوی بربر کڈوزی نے اس بارہ میں عربوں پر کتنی کتنا اعتراض کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے جو بربر جزیرہ نما میں متقل لور پر آباد ہو گئے تھے۔ اگرچہ ان سے ایسا برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا جیسے درست طور پر ظالمانہ کہا جاسکے تاہم ان عربوں کے ساتھ اپنے افریقی بھائیوں سے حد آمیز نفیس و عناد نہ تھا۔ ملک کے حقیقی فاتح دہی تھے۔ موسیٰ اور اوس کے ہمراہی عربوں نے اوس فتح کے شرور کو چھیننے کے سوا

جو طارق اور اس کے بارہ ہزار بربروں نے وہی گومتہ فوج پر پائی تھی۔ کوئی کام نہ کیا تھا جس وقت عرب ہسپانوی ساحل پر اترے تھے۔ اسوقت ان کو اس کے سوا اور کوئی کام نہ رہ گیا تھا کہ باقی ماندہ معدودے چند شہروں پر جو پہلی ہی طلیس پر اٹھا مان لینے کو تیار تھے۔ قبضہ و تصرف کر لینے کی تکلیف اٹھائیں۔ لیکن جب ثرات تھیں تقسیم کا وقت آیا۔ تو بڑا حصہ عربوں نے قابو کر لیا۔ غنیمت کا بہترین حصہ یعنی ملک کی حکومت اور اس کی زر خیز زمین زمینیں اپنے لیے مختص کر لیں۔ اندلیسہ کا زرینہ وزر خیز اور دلفریب صوبہ خود لیکر طارق کے ہمراہیوں کو لا مانفا اور استری مدورا کے چٹیل میدانون اور لیون۔ گالیسیا و آستوریاس کے کٹھن اور غیر آباد کو ہسپانوں کی طرف دیا۔ جہاں ان کو ہر وقت نیم مغلوب عیسائیوں سے مشغول پیکار رہنا پڑا۔ شمالی ہسپانیہ میں صرف صوبہ سداگو سا ایک صوبہ تھا جہاں عرب بربروں سے زیادہ تھے۔ ایسی غیر منصفانہ تقسیم سے بالآخر کدورت کا پیدا ہو جانا طبعی امر تھا۔ لیون صوبہ کے اقتدار تک بربر صوبجات۔ جین۔ الوتیرا۔ استری مدورا اور عالم تی جو کے خود مختار حاکم و قابض رہے۔ اور صوبہ کارمونا میں وہ گیارہویں صدی تک حکمران رہے۔ اسوقت کے بعد ان کی حکومت کا دائرہ اور وسیع ہو گیا۔ اور گیارہویں صدی میں عرب اپنے جانی دشمنوں کی اطاعت قبول کرنے پر جبکا پیشوا بادشہ امیر غرناطہ تھا۔ مجبور ہو گئے۔ من بعد سیول دشبیلیہ کے ایک دعر ب، بادشاہ نے صوبہ سداگو سا۔ مورون اور زیریں کے تینوں بربر حکمرانوں کو گرفتار کر کے ایک گرم حمام میں بند کر دیا۔ جس کے اجرات سے ان کا دم رک گیا۔ اور وہ ہلاک ہو گئے۔

گیارہویں صدی کے شروع یعنی سلسلہ میں جب ہسپانیہ کے اموی خلفاء نے غاصب المنصور کو مدد دی تھی۔ تو یور وین بربروں کو یہ امر سخت ناگوار گذرا اور انہوں نے بغاوت کر دی۔ لیکن دبا دیے گئے۔ اور بغاوت کی پاداش میں انکو بطور سزا قرطبہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر یا ہتھیار باندھ کر نکلنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور ان کے لیے دیسی ہی ذلت بخش اور خوار کرنیوالی پابندیاں مقرر کر دی گئیں۔ جو یہودیوں کے لیے تھیں۔ اور بالآخر ان کے قطعی اخراج کا حکم صادر ہو گیا۔ لیکن ان کی طاقت ایسی کمزور نہ تھی۔ کہ اس حکم کی تعمیل آسانی

ہو سکتی۔ وہ ایک مدعی تاج و تخت سلیمان المستعین بالله کے مدد و معاون ہوئے
اس کے زیرِ کمان قرطبہ کو حکمران خلیفہ الہشام سے چھین لیا۔ اور خود خلیفہ کو قتل
کر دیا۔ لیکن اس بغض و ضاد یا ہمہی کے باوجود اکثر بربر امرائے اپنی قوم کو ازراہ
سبک دماغی ادائے سمجھکر عربی القبل ہوئے کی ادعا سے باز نہ رہے۔ غرناطہ کے
ایک وزیر، بادشاہ ازراہ طفلانہ مزاجی یہ ثابت کر چکی کہ اس کا قبیلہ
موسومہ سہاجہ بربر نہیں۔ بلکہ عربی نسل ہے۔ برعکس ازین مراکویں ان بربر
خاندانوں نے جنہوں نے بکرات و مرآت یکے بعد دیگرے ہسپانیہ کو فتح کیا۔ اپنے
اصلی حسب و نسب کو کبھی ذیل نہ سمجھا۔ وہ اپنے بربر ہونے پر فخر کرتے۔ لیکن یورپیوں
مسلم حکومت کی آپ و ہوا میں جا کر ان پر یہی ذات پات کی چوٹ مانی برطانی کا
خبط مستولی ہو جاتا۔ اور وہ اپنی قوم کو چھپانے لگ جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے
بڑے ثقہ اور باریک نظر مورخوں نے بھی ہسپانیہ کی اسلامی حکومت کو عرب حکومت
ہی لکھا ہے۔ حالانکہ دراصل عربوں کی نسبت بربر زیادہ تر حکمران رہے۔
مراکویں عرب، مراکو خاص کی تاریخ میں عربوں کو نسبتاً کم دخل ہے۔ ان کی
منزل کہ مقصود ہمیشہ زیادہ تر ہسپانیہ ہی رہا۔ بلا و مشرق سے ان کو اپنی طرف
کھینچنے والا کوہ قنطیس اندلس ہی تھا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہویں صدی
کے وسط سے پہلے عربوں نے مشرقی ممالک سے شمال مغربی افریقہ کی طرف بہ تعداد
کثیر کبھی ہجرت نہ کی۔ مراکویں اس وقت جب قدر عرب قبائل آباد ہیں وہ زیادہ تر
صدی مذکور کے وسط میں ہی آئے تھے۔ یہ امر اس طرح ظہور میں آیا کہ خلیفہ
العزیز نے کاسیہ کی بغاوت کے بعد دسویں صدی کے خاتمہ پر نجد اور حجاز کے
بیشمار عربوں کو بالائی مصر و مصر الصاعدہ کی طرف جلا وطن کر دیا۔ یہ علاقہ انکو
پسند نہ آیا۔ نہ وہ کبھی باطینان اس میں آباد ہوئے۔ صرف اعمین فاطمی خلیفہ
مصر نے مغرب کی سرزمین انہیں پیش کی۔ اور ڈیرہ لاکھ کے درمیان عرب ادھر
چلے گئے۔ کچھ راستہ میں آباد ہوئے گئے۔ سوا کچھ مراکو کی حدود میں داخل ہوئے

لہٰذا واقعات کی تفصیل میں نے آگے ایک فصل کے تحت میں کر دی ہے۔ تاجم۔

اُن میدانوں پر آباد ہو گئے جن پر وہ آج کے ذلتک متصرف ہیں۔ بربروں میں سے اکثر اپنے دھوا رنگدار کو ہستانی علاقوں کی سکونت پر ہی قانع رہے۔ موابطیون نے ٹھیک اسی زمانہ میں حاکم کر کے اوں تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو جن میں مراکو کا ملک تقسیم ہو رہا تھا۔ خاندان تاشفیہ کے زیر فرمان مجتمع کیا تھا۔ ان ہلالی عربوں کی وجہ سے صوبہ کا قدیم نام سبل سابل گیا۔ بربروں نے اسے طے ہالت یعنی قیام گاہ ہالیان پکارنا شروع کر دیا۔ جو بگڑتے بگڑتے تاشفیات بن گیا۔ ممالک باربری میں جو عرب آباد ہیں اوکھی آبادی کا اندازہ مرطراہی کتاب عربوں کی بستیاں کے صفحہ ۱۴۳ میں دو اور اطرائی لاکھ کے درمیان کرتا ہے۔ انصاری نے ہجرت کنندہ عرب قبائل کے نام بنی ہاشم بنی معاویہ بنی بکر بنی ہلال بن عمر بن اور بنی سلیم بن منصور لکھے ہیں۔ اس نقل مکانی کے بعد آئندہ صدی میں یعقوب المنصور نے ہی ٹونس سے لاکر بہت سے عرب قبائل مراکو میں آباد کئے۔

فصل سوم (۳)

بنیاد سلطنت۔ اور لسنی مانہ۔ ۷۸۸ء تا ۱۰۶۱ء

خاندان کی اصل کم عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور اور المہدی کی ناکام رقابت کی طفیل جب امام محمد بن عبد اللہ کا خاندان جو حضرت سرور کائنات سے پانچویں پشت میں تھے منتشر ہو گیا۔ تو امام صاحب کے بہائیوں میں سے ایک سید اور یس مہر کو بہانے۔ اوں کے نزار کا غوری اور قریب ترین باعث وہ ناکام بغاوت ہوئی۔ جہاں کے کنبہ نے مکہ و مدینہ میں کی تھی۔ سروریم میور اپنی کتاب خلافت مطبوعہ ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۴۷ میں:-

در عجیب امر یہ ہے کہ بغاوت مذکور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مقدس خاندان کے چند افراد کی بے اعتمادی اور بادہ خواری سے

بہ سید امیر علی صاحب اپنی توصیف انگریزی تاریخ اسلام میں اس الزام کو غلط بتاتے ہیں

برہنہ ہوئی۔ ان اشخاص کو میخواری کی سزا و مین حرمین کی گلیوں میں لگون میں رساں
ڈال کر پھیرا گیا۔ اسپر کل خاندان نے بکر بک بک کر دی۔ جو سخت محرکہ آرائی کے بعد
فرو کی جاسکی۔ شکست یاب ہونے پر خاندان علی رضہ کے جو افراد بھاگے۔ اور مین علی کا
پر پوڑہ اور پس بھی تھا۔ جسے ڈاک کی جگہ کیوں اور گھوڑوں سے فراری مین بہت مد
لی۔ اس اعانت کی سزا مین غلیفہ کے حکم سے مصر کے پوساٹر و منتظم ڈاک کا سر قلم کر دیا
گیا۔ اور پس کے ساتھ ایک وفادار ہمارا ہی رشید بھی مصر پر بھیج دیا۔ مگر غلیفہ کے قاصد
نے یہاں بھی اور مین دم نہ لینے دیا۔ اور دونوں جان بچانے کے لیے شمالی افریقہ کو
چل پڑے۔ اور ٹانجیر پہنچ کر جا دم لیا۔ جو اس وقت مراکو کا سب سے بڑا شہر تھا۔

بقول روض القلاطس وابن خلدون قدیم رومن شہر و ویو بلیس جو بزر
طنجہ سے چہ دن کی مسافت پر ملک کے اندر تھا۔ اس وقت عمارت قبیلہ کے ایک شخص عبد المجید
کے تاج فران تھا۔ یہ شخص معتزہ کے بیٹے شیعہ فریق کا ہم خیال تھا۔ ترکوں اور دیگر غیر
کے برخلاف جو عباسی خلفاء کو جائزہ خلفا سمجھتے ہیں۔ اس فرقہ کا اعتقاد ہے۔ کہ خلافت
کی درست سخت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد تھی۔ جو حضرت علی رضہ
بن ابی طالب کی نسل اور حضرت فاطمہ کے بطن سے تھی۔

اور پس کا کہ عبد المجید کے مذہبی عقیدہ کی وجہ سے اور پس طنجہ سے اوس کے پاس
بادشاہ بنایا جاتا۔ دو ویو بلیس چلا گیا۔ جہاں اوسے محفوظ مامن ہی نہ مل گیا۔ بلکہ بادشاہ
بھی مولا کے اور پس کو وطن چلے گئے۔ چہ چہ مین بھی نہ ہو سکے تھے۔ کہ عبد المجید

میں معتزلہ یعنی مبداء ہونیو لے یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ بارشعانی کے مامی او صاف اس کی فرات سے
میدان ہیں۔ یہ ارضہ کی توحید کے اصول کے نقیض ہے۔ اس فرقہ کا یہ نام ۱۲۳۰ مین رکھا گیا تھا شیعو
یعنی پیروان علی کا نام اس سے بہت پہلے وضع ہوا۔ پیروان اسلام مین یہ بڑی تفریق نشہ ۱۲۳۰
میں واقع ہوئی۔ معتزلہ و شیعہ اب ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ سیکسین ۱۲۔

دقیقہ ۴۴ صفحہ ۴۴ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۳ مین وہ حسب قول لکھتی ہیں۔ ہمارے لوگ جہاں الہام کی زمانہ
میں مکملہ مین مدینہ کے گورنر نے جنہوں کے چند افراد کی سزا تہ میخواری کا عطا الزام لگا کر بدسلوکی کی
جہاں مین کے پر پوڑہ حسین نے بغاوت کر دی اور اس مین اس خاندان کے مکی افراد ہلاک ہو کر یا قتل کر دیے
گئے۔ مین کا ایک فرد جہاں اور پس مغرب کو بھاگ گیا۔ وہ دن کے برہاؤ کے رفیق ہو گئے۔ اور ان کی مدد سے
اوس مشہور خاندان امارہ کو قائم کیا۔ اس وقت سے مغرب الا قبیلہ خلافت عباسیہ میں بھاگ کر مہاجر

نے اپنے قبیلہ اور نیز قبیلہ زناطہ اور دیگر ہمسایہ بربر قبائل کی مدد سے مشہد عین اوسے بادشاہ مشہر کر دیا۔ ان ہمسایہ قبائل میں سے حقیقی مسلمان بہت تھوڑے تھے۔ انہوں سے اکثر ابھی تک یہودی۔ عیسائی یا بت پرست تھے جن قبائل نے سب سے اول دوسرے کی اطاعت و بادشاہی قبول کی۔ وہ بقول ابن خلدون۔ زواغہ۔ لواط۔ سدرابطہ۔ نفطہ۔ غایطہ۔ مکنا سا۔ اور غمار تھے۔ ان میں سے آخری تینوں اب تک اپنی نیم آزادی کو قائم رکھ سکے ہوئے ہیں۔ بادشاہ بننے کے بعد جن قبائل پر سب سے اول اس نے فوج کشی کی۔ تباہل پہلوکلا اور میتیدی اونا بھی اون میں شامل تھے۔ اول الذکر قبیلہ بھی تاحال موجود ہے۔

بادشاہی کے اعلان کے ساتھ ہی حسب معمول مذہبی جنگ یعنی جہاد شروع ہو گیا جس کی زد میں صوبجات تاستا۔ تاولہ۔ اور مشرقی مراکو کیے بعد دیگرے آتے گئے۔ قصبہ سالی یا شقا یعنی ان دونوں میں سے جو کوئی ہر وقت موجود تھا۔ وہ جلد فتح ہو گیا۔ اوس کے سفر ہو جانے سے مولائے ادریس کو ایک ایسا مرکز مل گیا جس کے گرد خوشنواں بربر قبائل باسانی جمع ہو سکتے تھے۔ ہر نئے صوبہ کی فتح سے ادریس کی جماعت کے سیلاب موج کی طاقت میں اضافہ ہوا گیا۔ جو رفتہ رفتہ اس قدر طاقتور ہو گیا کہ اس کا مقابلہ ناممکن ہو گیا۔

ادریس اول کی وفات کے بعد مولائے ادریس کی قسمت میں زیادہ عرصہ حکمرانی کرنا مقدر نہ تھا۔ بادشاہ بننے سے تین برس بعد مشہد عین وہ اچانک انتقال کر گیا۔ اور جبل زہاہون پر دفن کیا گیا۔ جہاں اوس کے مزار کے گرد تھوڑے عرصہ میں ایک شہر آباد ہو گیا۔ یہ شہر بہت مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اعیان مملکت نے ادریس کی موت کو بعد ا کے خلیفہ اعظم ہارون الرشید کتاب الفیلہ واللیل کے ہیر و کے رشک و حسد کی طرف منسوب کیا۔ اور اس کی نسبت یقین کیا گیا۔ کہ اوس نے ادریس کو خضیہ ہلاک کر دینے کے لئے قاصد بھیج رکھا تھا۔ روایت یہ ہے کہ اس عیار قاصد نے اپنے آپ کو عباسی خلفاء کے جو رویداد کا مظلوم اور محب اہل بیت ظاہر کر کے ادریس کی نظر میں اعتبار اور وقت پیدا کر لی۔ اور اولین موقع ملے ہی اپنا کام کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ادریس کو دانتوں میں درد دھوا۔ اور اس شخص نے علاج کے بہانہ سے

ایک نہ ہرہلی بونی کا سفوف ملدیا۔ ممکن ہے کہ اس عطا حکیم کی نیت بد نہ ہو۔ اور غلطی سے اس نے یہ نہ ہرہلی سفوف آتھال کر دیا ہو۔ مگر ادریس کی وفات پر اس کے رو پرش ہو جانے نے شد کو بچنے کر دیا۔ اور اس کی فراری کو گنہگار ہونے کا قطعی ثبوت سمجھ لیا گیا۔ ادریس کے وفادار ہرہلی رشید نے اوسی وقت اس کا تقاب کیا وہ گرفتار ہو گیا اور قتل کر دیا گیا۔

ادریسیوں اور خلفاء ہارون الرشید عباسی خلیفہ کے مدعا کو درست طور پر سمجھنے عباسیہ کی رقابت - [کے لئے یہ مد نظر رکھ لینا ضروری ہے کہ ادریس بحیثیت علی یعنی فاطمہ الزہرا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آخری خلیفہ راشد کی اولاد ہونے کے امیہ کے سابق حکمران اور عباسیوں کے موجودہ حکمران بلاد مشرق خاندان دونوں کا رقیب و حریف تھا۔ بنو عباسیہ کا ستارہ اقبال ادریس کی بادشاہی سے صرف چالیس برس پیشتر ہی طلوع ہوا تھا۔

ادریسی خاندان مصر کے خاندان فاطمیہ کی طرح شیعہ تھا۔ نہ کہ سنی۔ یہی مذہب مراکو کے آخری دو شریفی گھر انون کا تھا۔ اگرچہ تمام اعتقادی معاملات میں مالی مراکو بالکل سنی ہیں۔ یعنی وہ قرآن شریعت اور سنت نبوی دونوں کو تسلیم کرتے ہیں اور فی الحقیقت شیعہ مذہب کے معتقدین کا بھی یہی شعار ہے۔ مراکو میں اس مذہبی تفریق اور سنی شیعہ کی اصطلاحوں کو جن دونوں کی بنا۔ اٹالی عجم نے ڈالی تھی کوئی نہیں جانتا۔ بنا برین ومان ان بیہودگیوں کا مطلقاً وجہ و نہین پایا جاتا۔ جلکی ایرانی پارٹی ترکوں سے نفرت و بغض رکھنے کی بدولت متکلب ہوتی ہے۔ مراکو اس عظیم مذہبی تفرقہ سے بالکل آزاد ہے۔ جس تفرقہ کو مذہبی کی بجائے قومی کہنا زیادہ درست ہوگا۔ مراکشی برابر و ن نے جو سنی عربوں کے سلوک سے تنگ آ رہے تھے۔ بحیثیت مدعی خلافت ادریس کی بادشاہی کو قبول کیا تھا۔ اس کی سخت نشانی کے وقت سے وہ تعصب اور مذہبی بدحوشی کا جراب مذہبی بدحوشی اور تعصب سے دینے کے قابل ہو گئے۔ ایسی صورت میں جبکہ حضرت سرور کائنات کی اولاد میں سے ایک شخص اونکا بادشاہ ہو۔ اور وہ اس کے تابع فرمان ہیں اور پھر یکے ایما ندار و ن اور امیر المؤمنین کے برخلاف بغاوت کرنے کا اشتغال

انگیز الزام وارد نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس وقت سے بعد یہ ایماندار اور راسخی کی تابعداری کرنے والے اگر کوئی تھے تو بڑے غم خود ہی تھے۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ اس وقت سے لیکر اب تک انہوں نے اپنی آزادی کو برابر قائم رکھا ہے۔ فتوحات میں ترقی اور مس کو بادشاہی قائم کرنے میں اس سے کچھ ہی زیادہ کام کرنا پڑا۔ جبکہ رکاکثر ماکشی سلطان کو اپنے جانشینوں کی مزاحمت سخت نشانی کے انتظام کے متعلق کرنا پڑتا رہا ہے۔ اپنی وفات سے پہلے پہلے وہ تقریباً تمام ضروری مراحل طے کر گیا۔ اس کی بادشاہی چند ان وسیع نہ تھی۔ اس کی حدود صوبہ سوس الادنے سے متجاوز نہ تھیں۔ کیونکہ ام الریج کے جنوب میں خونخوار مسعود بربر آباد تھے۔ جو مرے کو آزادی پر ترجیح دیتے تھے۔ انہوں نے ادریس کی حکومت کو اپنی علاقہ کی طرف وسیع نہ ہونے دیا۔ ادریس کے وقت سے اس حکومت کا نام صوبہ قاز کی بادشاہی ہو گیا۔ شمالی علاقہ میں ادریس نے جو قبائل زیر کئے اور میں اب بھی بقول ابن خلدون کئی عیسائی۔ یہودی یا بت پرست قبائل میں سے چند تشریف لے گئے۔ اور ان کے آتش کو دے برابر موجود تھے۔ مغرب کی طرف ادریس نے اپنی بادشاہی کو تلمس تک بڑھایا اور اس شہر میں ایک عالیشان جامع مسجد ۱۰۰۰ عین تعمیر کرائی۔ اس مسجد کے منبر پر تاریخ بنا اور باقی کا نام کنندہ تہامیہ منبر۔ مکتبہ ابن خلدون کی وقت تک موجود تھا۔ ادریس کی وفات پر یہ شہر پھر قبضہ سے نکل گیا۔ جسے اوس کے بیٹے نے دوبار فتح کر کے ۱۰۰۰ عین مسجد کو از سر نو تعمیر کرایا۔ ۱۰۰۰ عین تلمس ادریس کے بھائی سلیمان کو جاگیر میں دیا گیا۔ وہ زنا طہ قبیلہ میں رہائش پذیر ہو گیا۔ اور آخر وہ ان ایک خود مختار حکومت قائم کر لی۔ مگر اوس کے جانشین اس بادشاہی کو قائم نہ رکھ سکے۔ اور سوس کو ہجرت کر گئے۔ جہاں اس وقت سے لیکر تا آئندہ اونکو بہت رستوخ حاصل رہا ہے۔ مقتدر و رستوخ یافتہ حبشی شرفاء جو فاس کے سلاطین کے لیے ہمیشہ سے باعث تکلیف رہے ہیں۔ اسی سلیمان کی اولاد ہیں۔ تلمس اگرچہ کئی دفع فتح ہوا۔ اور کچھ عرصہ سلطنت مراکو میں شامل بھی رہا۔ لیکن وہ مراکو کا جزو بدن کبھی نہیں ہوا۔ باقی دنیا، الخضر ادریس نے سلطنت کی بنیادیں قائم کر دیں۔ اور گواو سپہ سالار

عمارت کی تعمیر دو صدیوں کے بعد مرابطی خاندان نے شروع کی۔ تاہم ادریس کی آمد تک
مراکش کا پہلا اہم تاریخی واقعہ ہے۔ مشرق کی طرح مغرب کے لیے بھی وہ زمانہ خوب
تحریک و ترقی و پہل کا تھا۔ اگر مشرق میں مارون الرشید عربوں کو انصاف
و عدالت کا سبق پڑھا رہا تھا تو ویسے ہی یورپ میں بھی ایک ویسا ہی شہر
و مقتدر فرمانروا شارل مین یا چارلس اعظم داد چا بنائی و کامرانی دے رہا تھا۔
ادھر جب کہ مولائے ادریس مراکو میں داخل ہوا۔ اسی زمانہ کے قریب مشرق میں
دور دراز اور پختے سے جزیرہ انگلستان کے میدانوں پر حملہ آور انی ڈنمارک کی
دکھارہے تھے۔

انی کی وفات کے وقت جدید القیام سلطنت کے آثار مستقبلہ چندان روشن
و طمانیت بخش نہ تھے۔ ادریس لاؤلفوت ہوا۔ لیکن اوس کی ایک حرم حاکمہ تھی
رشید نے تجویز کیا کہ وضع حل تک کسی کو بادشاہ نہ بنایا جاوے۔ شاید بیٹیا ہی پیدا
ہو جائے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور اس لڑکے نے رشید کی شاکردی میں بقول عربیہ
ایسی بے نظیر ترقی کی کہ بارہ برس کی عمر میں ہی ہر فن میں طاق ہو گیا۔ بڑے
بڑے عالم و فاضل اوس کی لیاقت علمی اور سچے سالار اوس کی قابلیت جتنی دیکھ
کر دنگ رہ جاتے۔ اوس نے مشرق میں جب عنان حکومت میں لی۔ اس وقت اسکی
عمر بارہ برس سے زیادہ نہ تھی۔ وہ اکیس برس حکمران۔ ابتدا کے عہد سے سکھ ادری

لہ مارون الرشید مشرق میں پیدا اور مشرق میں فوت ہوا۔ سرجم ملکہ شاہ فرانس اور جرمن سلطنت
کا جسے مغربی سلطنت بھی کہتے ہیں بانی مہانی پوس مارٹل کا پوتا اور میں کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے پر مشرق میں
بہانی کا لوسک ساتھ تخت نشین ہوا۔ اور مشرق میں کالوس کے جانے پر وادعا بادشاہ ہو گیا۔ اسکو عرب کا بڑا حریف
و عدال میں صرف ہوا۔ مشرق میں موبہ بوسبارڈی کو فتح کر کے شمال سلطنت کیا۔ مشرق میں ہسپانیہ میں بھی
چند فتوحات مسلمانوں پر حاصل ہوئیں مگر بمقام میکمل والیسین اسکی ہراول کو سخت شکست ملی۔ جب
اوس کا ایک نامور جرنیل رولنڈ جسکا افسانے ایک یورپ میں زباز و عام و خاص ہیں۔ ہلاک ہوا اسکو
قوم پر فتح پا کر اوس نے مشرق میں پوپ لید سوم کے ہاتھ سے مغربی سلطنت کا تاج قیصری پہنا۔ وہ بہادر
سالار ہیں۔ قابل و عقلمند تھے ہی تھا۔ علم و ہنر کی اشاعت و ترقی میں حتی الوسع سعی رہا۔ اور شاہ
عام کی ہزاروں تعمیریں تیار کرائیں۔ مارون الرشید کا بڑا دوست تھا۔ دو لون بادشاہ ایک دوسرے کو اکثر
تکلیف پہنچتے رہتے۔ اکیس لایچل کے گرجہ میں جو ادنیٰ تعمیر کیا تھا دفن ہوا۔ مشرق میں پیدا۔ اور مشرق میں فوت

کے نام پر مضروب ہوتا رہا۔ وفادار شید نے جو آسانی تاج و تخت پر منصور ہو سکتا تھا کہی ملی و ناب کی حیثیت سے بڑھ کر ہونیکا ادا مانہ کیا۔ اور مرتے وقت تک اپنے مرحوم آقا کے بیٹے کی وفاداری پر ثابت قدم رہا۔ شہزادہ ابھی دس برس کا ہوا تھا کہ اوسکا اوشنا و قائل کے ہاتھ سے گنہگار ہو گیا۔ اپنے باپ کی قائم کردہ کاظم کو مضبوط و مستحکم کرنے اور ناس کو تعمیر کرانے کو سوائے ادریس دوم نے کوئی ایڈیلا کام نہ کیا۔ جو اب صدیوں کے بعد قائل تذکرہ ہوا۔ اوس کے جانشینوں کے متعلق تو ایسے مختصر تذکرہ کی بھی ضرورت نہیں۔ ادریس ثانی نے ناس کو تعمیر کر کے اپنی سلطنت کا دار الخلافہ بنایا۔ شہر مذکور کا سب سے بڑا مزار اس کے بانی کی مرقبہ ہے۔ ادریس کے عہد کا ایک نفرتی سکہ لندن کے میوزیم میں موجود ہے۔ وہ ۳۸۷ھ میں بمقام دوینوبلیس مضروب ہوا تھا۔ لندن میوزیم میں سب سے قدیم مراکشی سکہ ۶۹۳ء کا ہے۔

خاندان اور یاس ثانی کے بیٹے محمد نے ۳۸۷ھ میں تخت نشین ہو کر سلطنت کو اپنی اور یاسیان بھائیوں اور اپنے دادا کے بھائی سلیمان کے ساتھ تقسیم کر لیا۔ اس غلطی کے بڑے اثر سے اوسکا خاندان پھر کہی نہ سنبھلا۔ اس وقت سے خود سلطنت کے اجدا ہی ایک دوسرے کے برخلاف و مخالف ہو گئے۔ اور گہر کی پہوٹ نے ترقی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ خاندان اور یسی کا محمد اول آخری بادشاہ ہے۔ جس کے نام کے سکے اس وقت موجود ہیں۔ وہ انگلستان کے بادشاہ اگبرٹ کا معاصر تھا ۴۱۷ء کے اوس کے فوت ہونے پر پہلے اوسکا ایک بیٹا علی اول تخت نشین ہوا۔ اور اس کی وفات پر ۴۱۷ھ میں دوسرا بیٹا یحییٰ اول۔ اوس کے بعد جو نوین صدی کے وسط میں فوت ہوا تین بادشاہ تخت پر بیٹھے۔ یحییٰ اول کا بیٹا یحییٰ ثانی یحییٰ کا عم زادہ علی ثانی۔ اور ایک اور چچا زادہ یحییٰ سوم۔ ان تینوں کی حکومت بہت گمنام رہی۔ جسے اگر ان کے منہ جلس و سنہ وفات تک کا نام و نشان مشغور

۱۔ سید امیر علی لکھتے ہیں کہ اوس نے اذکو مرقہ گورنر مقرر کیا۔ اور یہ تدبیر نہایت مفید ثابت ہوئی۔ حیکم بن سعید صاحب کی تحریر فصل کے خاتمہ پر مترجم۔

ہو گیا۔ دسویں صدی کے آغاز یعنی ۹۰۷ء میں جب کہ انگلستان پر ایڈورڈ اول حکمران تھا۔ البتہ ایک شخص حکمران ہوا۔ جو عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ہی قابل درطانت تر بھی تھا۔ وہ ملی ثانی کا بیٹیجا سیجلی چہارم تھا جسے صوبہ الریف کی گورنری سے ہاکہ تخت پر بٹھایا گیا۔ لیکن جیسارہ علم و فضل اور تدبیر میں اپنے متقدّمین سے بڑا ہوا تھا۔ ویسے ہی بد نصیبی میں بھی اون پر فوقیت لگیا۔ بلا و مشرق کے مسلمان حکمران ممالک باربری میں ایک آزاد و شیعہ خلافت کی موجودگی۔ اور زیادہ عرصے کے لیے گوارا نہ کر کے۔ انہوں نے سہل و نفاق کا مادہ پہیلادیا۔ اور ایک مدعی ہند عبید بن عبد اللہ کو ملک پر بھیج دیا۔ یہ مہدی ۹۱۰ء میں کچھ دن طافیات میں نظر بند رہنے کے بعد بالآخر افریقیہ میں اچھی طاقت پکڑ گیا تھا۔ یہ ملک اوسے علاقہ میں پہونچا۔ اور نفع افواج نے کامیاب محاصرہ کے بعد فاس کو فتح کر کے اور یہی سلسلہ کے پہلے خاندان کو ختم کر دیا۔ اس کے متعلق نصل بنجم کے خاتمہ پر ایک ٹوٹ میں مزید تشریح کر دی گئی ہے۔

خاندان کنساک اس کے چند دن ایک غاصب روحان اگتامی کی حکومت رہی۔ پھر حسن الحجام اول جو ایک دوسرے سلسلہ سے اور یہی ثانی کا پڑپوتہ تھا صاحب سام و تخت ہوا۔ اور اوسکا خاندان صدر مقام یعنی فاس سے باہر ایک صوبہ پر پچاس برس کے لیے متصرف رہا۔ فاس حسن کے وقت ہی قبضہ سے نکل گیا۔ مگنا ما بر بر فاطمی خاندان کے طرفدار تھے۔ الحجام نے اوکو فاس اور نغزہ کے درمیان ایک محارہ عظیم میں سخت شکست دی۔ لیکن اس شکست کے باوجود اہالی شہر کی سائنٹز سے وہ فاس پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ موسیٰ بن عبدالعافیہ مگنا سائیر ۹۲۵ء میں ایک نئے خاندان کے اولین حکمران کی حیثیت میں مراکو کے پایہ تخت میں داخل ہوا۔ اوس نے خود مختار بادشاہ ہونے کا کبھی دعویٰ نہ کیا۔ بلکہ اپنے متین ہسپانیہ کے اموی بادشاہ کا باج گزار تسلیم کرتا رہا۔ موسیٰ نے اپنی حکمرانی میں کب بڑا ملی۔ اور عام خیال ہو گیا کہ وہ ایک زبردست شاہی خاندان قائم کر جائیگا۔ لیکن ۹۳۰ء میں اوس کی وفات پر اس کے تینوں بیٹوں۔ البتوی۔ بدین اور ابراہیم میں حصول تخت کے لیے خاد جنگی برپا ہو گئی۔ اور اسی اس کے سکل

خاندان کی طاقت مٹ ہو گئی تین دن سے کوئی کام ایسا ظہور میں نہ آیا۔ جس کا
سایح پہنا نہ بین عزت کیساتھ ذکر ہوتا۔ تاہم اولک خاندان گر تاپڑتا ایک مصری
کے قریب بیکر ہوگ کر معدوم ہوا۔

اور یونکا انجام سطور متذکرہ بالا سے واضح ہو گیا ہوگا کہ گوادریسین کا دائرہ
حکومت دن بدن کم ہوتا گیا۔ تاہم اون کی حکومت فاس کے ہاتھ سے نکل جانے
کے بعد بھی کچھ دن سلطنت کے معقول حصہ پر قائم رہی۔ فاس کے بعد انہوں نے
۹۲۹ء میں نصر کو جو موجودہ قصبہ لہوسیاں کے قریب تھا۔ بنادارا خلافت بنایا۔
جہاں انجام کا ایک بہائی القاسم المعروف بہ الکنون ۹۲۵ء تک ۲۴ برس حکمران
رہا۔ القاسم کے عہد کا بڑا واقعہ فاس کے سامنے اس فاطمی فوج کی شکست
بانی تھی۔ جو لٹونس سے قاسم کے برخلاف پہنچی گئی تھی۔ قاسم کے بعد اوسکا بیٹا
ابو العیش احمد اول تخت نشین ہوا۔ احمد کے بعد اوسکا بہائی احسن تخت پر
بٹھا۔ اسکے وقت تک بادشاہی کا رقبہ اور محدود رہ گیا تھا۔ اوسکا دارالخلافت
مقام بصرہ تھا۔ جس کے کھنڈرات اب تک القصر اور وزان کے درمیان
موجود ہیں۔ تاخیر اور عذیلہ ہی ۹۴۲ء تک اوس کے قبضہ میں رہے۔ سن ۹۴۲ء
میں ہسپانوی امویوں نے حاکم کے پہلے اون دونوں شہروں کو فتح کیا۔
پھر احسن ثانی کو معہ کعبہ گرفتار کر کے ۹۴۴ء میں اموی خلیفہ الحاکم کے پاس
قرطبہ پہنچا دیا۔ اموی فوج حاکم کے ایک نامور حربیل غالب کے زیرِ کمان تھی۔
اس گرفتاری کے بعد خاندان سے پیچھے کیے بادشاہی جاتی رہی۔ اس وقت کو پشیر کر فاطمی خلیفہ کی نصیحتوں نے جوہر

۱۔ قائم القواد ابن احسن جوہر بن عبد اللہ جو کاتب الرومی کا خطاب رکھتا تھا۔ جزیرہ سیلی
کا باشندہ تھا۔ وہ فاطمی خلیفہ المعز کا مشہور سپہ سالار گذرا ہے مغرب الاقطاع کو اوس نے اموی
خلیفہ الناصر سے جبکہ وہ شمالی ہسپانیہ یعنی عیسائی باغیوں سے مشغول پیکا رہتا۔ فتح کیا۔ اور اس
کے حکم سے قبیلہ سہنا جبکہ سردار زیری بن مناد نے اورن اور سوغریا کو فتح کیا۔ مصر شام و عجم
کو اسی جوہر نے طغراء عباسیہ سے ۳۵۵ ہجری مطابق ۹۶۵ء میں فتح کیا۔ اور قاہرہ کو بنا کر کیا۔ جو
رمضان ۳۵۵ھ میں المعز نے اکر اپنا دارالخلافت بنایا المعزانی خاندان فاطمی عبید اللہ
مہدی کا پیر پوتہ تھا جو ہر مصر میں ۷۰ ذی قعدہ ۳۵۵ھ ۷۵۰ ہجری ۹۶۲ء کو فوت ہوا۔ وہ بڑا فیاض و بخی
تھا۔ ابن قلدون لکھتا ہے اوس کی فیاضی اوسکی موت کے ساتھ ہی جا کر ختم ہوئی۔ مہر ترجمہ

کے زیرِ کمان حملہ آور ہو کر محاصرہ کے بعد فاس کو فتح کر لیا۔ اور وہاں کے حاکم موئے کو جو اس حاکم کا باجگذار تھا۔ قتل کر دیا تھا۔ غالب نے الحسن سے فارغ ہو کر شہر میں فاس کو بھی مصریوں سے چھڑا لیا۔ اور ایک ہی محاصرہ میں امویوں کے اقتدار کو پھر اکو میں قائم کر دیا۔

دوسرے برس الحاکم نے الحسن کو مصر کی طرف جلا وطن کر دیا۔ جہاں سے مراکو واپس آ کر اس نے پھر ایک مرتبہ مصر میں اپنا خاندانی علم برپا کیا۔ لیکن اس کی کامیابی عارضی ثابت ہوئی۔ المنصور ایک زبردست اموی جرنیل نے زناط معز او۔ بنی و فران اور دیگر بربر قبائل سے فوج مرتب کر کے الحسن کی طاقت کو باطل کر دیا۔ اور ساتھ ہی مکناسا حکمران کا خاتمہ بخیر کر دیا۔ الحسن اس معرکہ سے جس نے شہر میں خاندان اور سیبیہ کے آخری بادشاہ کو آغوشِ سعدینِ اسلامیہ میں نہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ شہرِ بلید کے خاندان کے آخری بادشاہ کی ہلاکت و تباہی سے دو برس پیشہ گزرا۔ اس وقت ہنگامہ میں اتھ لپیڑ۔ روس کے پایہ تخت کیف میں ولید میراعظم اور فرانس میں ہف کے پٹ کا قبل نشین حکمران تھا۔ اور سیبیہ خاندان تقریباً دو سو برس برسرِ حکومت رہا۔ قلیل العمر خاندان مکناسا بھی ایک طرح سے اس کے ساتھ ہی برپا ہو گیا۔ کیونکہ ابوری کا جانیٹین اتفاقاً جو اس کے بھتیجے کا پوتہ تھا۔ اگرچہ شہداء حکمران رہا۔ لیکن اس کا علاقہ ایک چھوٹے سے ضلع سے بڑا نہ تھا۔

اس روسی بادشاہ کے حالات تاریخ خاندانِ عثمانیہ میں مفصل درج ہیں۔ یہ شخص عالمی نسل پادری تھا۔ وہ عقل و قوتِ بازو سے احزابِ علاقہ کا حکمران اور ایک نژادہ کا بانی ہو گیا۔ اموی خلیفہ ہشام بن عبد الرحمن ثانی نے انہیں اللہ نے اُسکو متوازع حکمتیں دیں۔ سید امیر علی اسے زیری بن سنا دیکھتے ہیں۔ وہ فاطمی خلیفہ المعز کا بڑا ہوا خواہ تھا۔ اس کے بیٹے بلوقین کو المعز نے دس سے روانہ ہونے سے پیشتر سید اللہ کا خطاب عطا کر کے افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔ خلیفہ المعز بلوقین کے کرخت نام کی جگہ اسے ہمیشہ یوسف ابو الفتح پکارا کرتا تھا۔ بلوقین شہنشاہِ خاندانِ مدیدی الشہر بنی ہادی کا بانی ہوا۔ جو اور اووان کے غلبہ تک بڑی شان و شوکت سے افریقہ پر حکمران رہا۔ مسہم نے اس نامور وزیر کا حال آگے درج ہے۔ مشرجم۔

سکے۔ فرانس کی نیشنل لائبریری میں اور سی باؤنٹا ہون کے سکریٹ کا ایک نادر مجموعہ
مرجوعہ ہے۔ اور لیس اول نے اپنے عہد کے دیناروں پر قرآن شریف کی آیت جامعہ
وزہق اباطل ان اباطل کان زہوقا نقش کرائی۔ اوس کی ٹکسالیں دو لیو بلیس
دو لیو، اور تو غامین تھیں۔ اوس کے فرزند کی ٹکسالیں دو لیو بلیس ٹانجیہ فاس
اوجہ اور متقار میں تھیں۔ محمد کے بیانیوں کے جو سکے اس وقت پاسے جاتے ہیں۔
وہ مقامات تاجا رجرا۔ ورز لینا ورغز دآل۔ بحر باقل۔ وازیکورا اور اوتیت میں مصروف
ہوئے تھے۔ اب ان مقامات میں سے ایک بھی آباد نہیں تھیں۔ لندن کے عجائب خانہ
میں بھی اس عہد کے کئی سکے موجود ہیں۔

خاندان مغزاوا کہ مکتاسا اور ادریسی خاندانوں کے بعد مغزاوا خاندان صاحب تاج
تخت ہوا۔ لیکن اوس نے بھی کوئی کار نمایاں نہ کیا۔ نہ اوسکی حکومت نے کچھ طر
پکڑا۔ بنا برین اکثر مورخوں نے اوسے حکمران خاندان ہی نہیں مانا۔ اپنے ایک
سردار زریعی بن عطیہ کے زیر کمان ۹۹۶ء میں طافلاست پر جسے اس وقت سبیل
پکارتے تھے۔ قابض ہونے کے بعد یہ قبیلہ سلطنت فاس کے مختلف حصص پر متکثر
ہو گیا۔ بنی وقران کے ہمراہ جن کا ایک سردار یا علی بن یا علی ۹۹۶ء میں بکا میابی
فاس میں داخل ہوا تھا۔ زیریعی بھی شہر سے باہر نکال دیا گیا۔ اور بعد ازاں
قتل کر دیا گیا۔ فاس میں اوسکا جانشین المغراس کا بیٹا شہ ۹۹۶ء میں ہوا۔ المغراس
بعد ہمامہ۔ دوناں اور فتوح یکے بعد دیگرے ۱۰۲۶ء ۱۰۳۴ء اور ۱۰۴۱ء میں حکمران
ہوئے۔ مگر ہمز ناموں کے اون کے متعلق اور بہت کم معلوم ہو سکا ہے۔ انوفر
اور قسیم بیشک دواور فرماز واہی اس خاندان سے گزرے ہیں۔ چوتھے ۱۰۴۱ء
اور ۱۰۴۲ء میں تخت نشین ہوئے۔ لیکن اون کے قلیل المیاد عہد حکومت
مرا بطیوں کے ٹڈی دل لشکر کے مقابلہ و مزاحمت میں ہی صرف ہوئے۔ اس کے
سواران دونوں کو اور کوئی کام نہ رہا۔ مصر سے عربوں کی جامع کثرت نے اسی
میں مرا کوئی طرف ہجرت کی تھی۔ یہ عرب نجد کی شہسہ و بیداغ عزنی بولی کی جنوں

۱۵ اس نامدو زریکا نام آگے مدع ہے۔ متوجم۔

واحسانند ہے۔ فرانس کی نیشنل لائبریری میں ایک سکہ الخیر بن محمد المستنصر بالله کا موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرمانروا دماغزا و قبیلہ بین سے تھا۔ اور ۱۱۶۱ء سے ۱۱۶۹ء تک حکمران رہا۔

چوٹی چوٹی محاصرہ یا تین اکل اور سی عہد میں ملک بین کم از کم تین بادشاہیان اقول۔ الہو سیاس ایک دوسرے کے دروش بدوش برابر موجود رہیں۔ مراکش سلطنت ان تینوں کے اجتماع سے قائم ہوئی۔ ان میں سب سے پرانی جو ناس کی حکومت سے بھی دوسو برس پہلے کی تھی۔ جبرائٹ نعلو کی بادشاہی تھی۔ یہ شہر قصبہ الہو سیاس کے قریب واقع تھا۔ یہ بادشاہی گو قدیم ترین تھی۔ لیکن اوس نے سلطنت کے قیام و بنار میں کوئی نمایاں حصہ نہ لیا۔ سلسلہ عہدین خلیفہ نے برنازہ بنی ولارق صالح بن منصور بنی کو جبرائٹ کا متصلہ ضلع متسان جاگیر بن عطا کیا۔ اوس کے جانشین بنی عمر کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ انہوں نے سلسلہ عہدین جبرائٹ نعلو کو تعمیر کیا۔ اوس کی عمارت مکمل ہوئی ہی تھی کہ سلسلہ عہدین نارمن فرنگیوں نے جنگو عرب مورخین نے مجوسین لکھا ہے دبا واکر کے اوسے فتح کر لیا۔ مگر ملکہ نکال دیئے گئے۔ چاروں طرف سے بلند دشوار گزار پہاڑوں سے محفوظ ہونے کی وجہ سے بنی عمر مشرقی خاندانوں کے معمولی انقلابات سے تین سو برس تک بچے رہے۔ آخر کار اونکی بھی نوبت آگئی۔ قبیلہ ازواجہ کے سردار یا علی بن فتوح فاتح اور بن نے سلسلہ عہدین پہلے ان کے صدر مقام جبرائٹ نعلو کو برباد کیا۔ اور پھر ۱۱۶۵ء میں اس خاندان کو معدوم کر کے اون کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ جس پر وہ یوسف بن تاشیفین کے وقت تک متصرف رہا۔

دوسری ریاست سیلوٹاکی تھی۔ اس شہر کو بربروں نے اپنی بناوٹ عظیم کے وقت محصرہ کے قریب کرمان کی تھی۔ برباد کر دیا تھا۔ سلسلہ عہدین اوسے ایک شخص مجاکیس نے از سر نو تعمیر کیا کہ ایک چوٹی سی ریاست کا پایہ تخت بنا لیا۔ اوس کے نام پر شہر کا نام مجاک ہو گیا۔ مجاکیس کی اولاد اس ریاست پر اور سیلوٹ کے زوال اور نکلتا سا خاندان کے عروج پکڑنے کے وقت تک خرد مختار حکومت کرتی رہی اس وقت ۱۱۶۳ء میں عبدالرحمن والیہ قرطبہ نے اوسے فتح کر لیا۔ بعد

انسان یہ ایک مسودہ قبیلہ مسلمی براغویہ کے قبضہ میں چلی گئی۔ جو سالی سے لیکر سفی تک وسط مراکو کے میدانوں میں پرتابض تھا۔ اس قبیلہ کی حکومت اس علاقہ پر معصرہ کے ایک جرنیل صالح بن طارف نے سنی۔ وہ بین قایم کی تھی۔ اور یہ تیسری خود مختار بادشاہی تھی۔

صالح نے مہدی ہونیکا دعویٰ کیا۔ اور اس میں اسے نمایاں کامیابی ہوئی لاکھوں خمرش اعتقاد اس کے مرید ہو گئے۔ اوس کے ورثا نے بادشاہی کا لقب اختیار کر لیا۔ اور مرابطی حملہ کے وقت تک وسط مراکو پر حکمران رہے۔ مسودہ صالح کے وقت تک بت پرست رہا تھا۔ اوس نے اسلام کو بنیاد قرار دیکر اپنا جدا مذہب وضع کیا۔ اور یہ لوگ اوس کے معتقد ہو گئے۔ صالح کی نسبت رفاہ ہے کہ وہ ہسپانیہ کا یہودی نسل یا شندہ تھا۔ غالباً وہ ان یہودی الذہب بربر خاندانوں میں سے تھا۔ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ فرانس کی نیشنل لائبریری میں سیوٹا کے ایک حکمران ساقوت بن محمد البرغوطی کا سکہ ^{۱۰۶۹-۱۰۷۳} مسودہ کا سن نقش ہے موجود ہے۔ ساقوت کی حکومت یوسف بن تاشفین نے برباد کی تھی۔ صالح کے موضوع قرآن کا خلاصہ ابن خلدون کی تاریخ کی دوسری جلد کے ۱۸ صفحہ میں درج ہے۔ میں نے بھی اسی کتاب اٹلی مغرب، میں درج کر دیا ہے۔

جینونی مراکو میں ایک اور آزاد خاندان وادی اطلس میں بقام اعمات حکمران رہا تھا۔ اسی اعمات کو مرابطیوں نے اول اول اپنا پایہ تخت بنایا۔ اور یہیں سے انکی طاقت نے حیرت انگیز ترقی کی۔ اس ریاست کی نسبت ہم تک بہت کم حالات پہونچے ہیں۔ صرف یہی معلوم نہیں کہ اس میں کیا کیا واقعات گذرے۔ بلکہ یہ بھی کہ کون کون بادشاہ ہوا۔ وہاں کے آخری امیر کو امیر کو شندہ سے لیکر ^{۱۰۶۹} سال تک متواتر جیل کرتے رہنے کے بعد مرابطی حملہ آوروں نے قتل کر دیا۔ اور اس کی ریاست کو فتح کر لیا۔ مقتول امیر کی بیوہ زینب بیٹے ابو بکر کی اور بچے اوس کے عمزادہ ہائی یوسف بن تاشفین کی بیوی بنی۔ اور عام خیال ہے کہ اسی عقلمند خاقان کے صلاح و مشورہ کی بدولت یوسف کو متواتر اور عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئیں۔

اس چوتھی ریاست کے قدیم دارالخلافہ اعمات کا اس کے حوالے کوئی نشان باقی نہیں رہ گیا کہ اس کے قائم مقام قصبہ مراکش کے ایک دروازہ کا نام اعماتی دروازہ ہے۔ وہ مراکش سے تین گھنٹوں کی زمین سواری کے فاصلہ پر بجانب جنوب کوہ طاس عظیم کے دامن میں پورپیکا وادی کے وسط پر آباد تھا۔ مراطیون کے عہد میں اگر بڑی رونق ملی۔ اسوقت وہ ٹمبلٹو سے تجارت کرنے والوں کا بڑا مرکز تھا۔ بو میر سیانچہ روض القراطس کے ترجمہ کے ایک نوٹ میں لکھتا ہے۔ کہ اس میں اب بھی اونٹوں یا سبز ار با شندے آباد ہیں۔ جن میں سے ایک ہزار بیس چودہ ہیں، لیکن میر خیال میں وہ شہر کی بجائے ضلع اعمات سے مراد لے رہا ہے۔ ورنہ وہ یہ نہ لکھتا۔ کہ وہ مراکش سے ایک دن کی مسافت پر بجانب جنوب طافیلالت کی طرف واقع ہے۔ ڈیوڈسن اپنی کتاب کے صفحہ ۵ میں لکھتا ہے کہ اعمات کے کہنہ مقام اس موت میں مراکش سے ایک دن کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ اونکا محیط تین میل ہے اور شہر کی فصیل۔ دروازے۔ حمام اور محرابین حوان تراستے دیکھ کر بے پیرہن کی ہیز اب تک کہڑی ہیں۔ اور یہی کا بیان ہے کہ اعمات سے چھ میل بجانب مشرق ایک شہر اعمات عیدان موجود تھا۔ اوس میں نقطہ چودہ آباد تھے۔ جن کو خاص پایہ تخت میں رہنے کی اجازت نہ تھی۔ اور اپنے شہر کی چار دیواری سے باہر مل جاتے یہ اونکو جو شخص چاہے بلا خوف سزا و اندیشہ پرستش قتل کر سکتا تھا۔

اور میں اول کا جو فقری سکہ در زہید، لندن میوزیم میں رکھا ہے اسکی دونوں جانب یہ عبارت نقش ہے۔

لا الہ الا اللہ۔ لا شریک لہ۔ بسم اللہ۔ یہ درہم بمقام بیضا علیہ ہجری طابو
۹۹۰ھ میں ضرب ہوا۔

محمد الرسول اللہ۔ علیہ السلام۔ اور میں بن محمد اللہ
بار الحق وزہد الباطل۔ ان الباطل کان زہودا رسوہ، آیت ۱۳،
یہ روپیہ یا درہم شکل و بناوٹ میں نامکمل شاہی یا دیگر پرانے روپیوں کی سی

خليفة بن عوم} سید امیر علی صاحب نے اپنی تاریخ فتوحات عرب میں اور یسوی فرما کر
کے متعلق ایسے ریاک تحریر کئے ہیں جو مشرکین کی تحریر سے بالکل مختلف بلکہ
بعض موقہوں پر عین تضاد ہیں۔ بنا برین میں مشرک موصوف کے بیان کردہ حالات
زمانہ اور سہ کے فائدہ پر سید صاحب کی تحریر کا ترجمہ درج کر دینا مناسب لکھو
کرتا ہوں۔ وہ حسب ذیل ہے:-

خاندان عباسیہ کے تیسرے خلیفہ مہدی کے وقت تک تمام افریقی قبضہ
عباسیہ حکومت کے تابع رہے۔ ہادی کے عہد میں امام حسن اول کا ایک بیڑہ ادیب
بجائے مغربی مراکو کو بھاگ گیا۔ اور وہاں بربر قبائل کی مدد سے جنہوں نے
اسکو اپنا سردار اور امام تسلیم کر لیا۔ ایک زبردست بادشاہی قائم کر لی۔ جو
عرصہ دراز تک شمالی افریقہ میں خوب رونق پر رہی ہے۔ اس نے شہر فاس
تعمیر کر کر اسے اپنا پایہ تخت بنایا۔ یہ شہر اوسکی مہذب و منور حکومت و انضام
کی بھلی جگہ و فضل کا مشہور مخزن و معدن بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے عباسیوں
کے ایک قاصد نے زہر دیدیا۔ جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اوس کے بعد تخت پر
اوسکا شیعہ خواہ بٹیا بیٹھا۔ اوسکا نام ہی ادریس تھا۔ زمانہ نابالغی میں اوسکی
والدہ اور وزیر غالب کار و بار سلطنت کو انصرام دیتے رہے۔ ادریس لا مغیر
قابل سپہ سالار نکلا۔ اور جنوب کی طرف اوس نے بڑے بڑے علاقے فتح کئے۔
ابن خلدون لکھتا ہے کہ در عباسیوں کی حکومت یا دعوت اس وقت مراکو میں
سوس الاقصیٰ سے لیکر شلف و شلوین تک بالکل محدود ہو گئی۔ وہ ۲۱۳ھ
۸۲۵ء میں فوت ہوا۔ اور اوسکا بیٹا محمد خلیفہ بنا۔ اوس نے صوبوں
کی گورنری پر اپنے خاندان کے ارکان کو مامور کیا۔ اوسکی یہ اعتبار کرنے کی
پالیسی بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ کیونکہ ایک کے سوا اوس کے تمام بھائی جن
کو اوس نے گورنریاں دی تھیں آخر وقت تک اپنے دل سے وفادار رہے

۱۔ مشرکین فاس کا باقی ادریس دوم کو لکھتے ہیں:-

۲۔ مشرکین اسکی عکس لکھتے ہیں:- اور خاندان کی بے باکی و کباہت ہی اس پالیسی کو تباہ کرتے ہیں۔

محمد ۲۲ ہجری ۶۴۳ء میں فوت ہوا۔ اور اوس کا بیٹا علی جس کی عمر صرف نو برس کی تھی سند نشین ہوا۔ تمام رعایا نے اس کی حکومت کو بڑی خوشی کے ساتھ منظور کیا۔ اور حکومت کا انصرام اوس کے والد کے ملک حلال ملازموں نے ایسی مدد سے کیا کہ کل مؤرخین کا بیان ہے کہ اس کا عہد حکومت نہایت ہی مبارک و فرخندہ تھا۔ اوس کے ۲۲ برس کی عمر میں اس وقت جو سنہ ۶۰ کے دوسرے بھائی یحییٰ بن محمد کو ۳۳ ہجری ۶۵۴ء میں تخت پر بٹھایا گیا۔ اوس نے اپنے طویل عہد میں سلطنت کی حدود کو چاروں طرف بہت وسعت دی۔ اور سلطنت نے تول و خوشحالی میں حیرت انگیز ترقی کی۔ اوس نے فاس کو بھی بہت بڑھا دیا۔ اور اسے خوب رونق و زینت بخشی۔ اور چاروں طرف سے جوق در جوق خلقت آکر اوس میں آباد ہو گئی۔

یحییٰ ۳۴ ہجری ۶۵۴ء میں فوت ہوا۔ اور بچے ثانی اوس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ بادشاہ کے جور و ظلم سے ملک آکر رعایا نے بغاوت کر دی۔ اور اسے ملک سے نکال دیا۔ یہ ہسپانیہ کو بھاگ گیا۔ اور وہیں فوت ہوا۔ تیسے ثانی کی معزولی پر اوس کا چچا زاد بھائی علی ابن لکھم مالک تاج و تخت ہوا۔ مگر اسے پانچ تخت پر زیادہ عرصہ رہنا نصیب نہ ہوا۔ خارجیوں نے بغاوت کر کے اسے بھی ہسپانیہ کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اوس کی فراری پر باشندگان فاس نے اور میں ثانی کے ایک پرستار یحییٰ بن قاسم کو اپنا امام و خلیفہ بنایا۔ اور وہ کچھ عرصہ کے لیے تمام ادسی مقبوضات کو زیر فرمان کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر ۳۷ ہجری میں فاطمی خلیفہ کے گورنر مکتاس نے اچانک حملہ آور ہو کر اوس کی حکومت کا خاتمہ اور اسے ملک سے خارج کر دیا۔ وہ مراکش سے نکل کر مہدیہ کو جسے عبید اللہ مہدی نے قروان کے قریب برابر سمندر طوس میں آباد کیا تھا چلا گیا۔ اور تا انتقال جو ۳۸ ہجری میں ہوا۔ وہیں زندگی کے باقی دن گزرے۔ تنہائی میں بسر کئے۔ یہی انالٹ کے اخراج پر ادسی خلافت کا دور ختم ہو گیا۔ گو

اوس کے بعد بھی اس خاندان کے کئی شہزادے بادشاہی کا لقب اختیار کر کے سلطنت کے بعدی صوبوں پر تصرف رہے۔ مثلاً محمد بن عبد الرحمن ثالث الملقب بہ اسامہ شہزادہ ہسپانیہ نے افریقہ پر زیر دست مہم بھیجی۔ مراکو کا حصہ اکثر ہسپانیہ سے ملحق کر لیا گیا اور خاندان ادریسہ کے اکثر شہزادے قرطبہ بھی بیٹے گئے۔ اس فتح کو مغربی مراکو ہسپانوی خلفاء کے تصرف میں چلا گیا۔ اور مشرقی حصہ بنی فاطمیہ کے زیر حکومت رہا۔

فصل چہارم

اتحکام اجتماع سلطنت۔ زائد مرابطیہ ۱۰۶۱ء تا ۱۱۷۹ء
جس زمانہ میں نامن قوم نے اپنے ایک سردار راجس کے زیر کمان، جزیرہ سسلی کو

۱۱۷۹ء عبد الرحمن ثالث بن محمد مقتول بن عبد اللہ عبد اللہ کی وفات کے بعد اوس کو جو عبد الرحمن بن محمد مقتول جانشین اپنے دادا کا ہوا۔ یہ اپنے خاندان کا فخر گذار ہے۔ اوس کی محنت و تکیہ چلی دیکھ لٹاری و فیاضی و طہاری سے لڑکپن ہی سے لوگوں کو مائل و گرویدہ کر رکھا تھا۔ اس کی تخت نشینی سے سب کی مراد برآئی۔ پہلے اول اس نے مسند و مکی سرکونی کو مقدم جانا اور دادا کے وقت کے جعفر مفسر تھے سب کو اس نے زیر کباب اور پڑا دشمن اس نادمہان کا کرک کہن کلیپ تھا۔ جس نے عیسائی بادشاہوں کے ساتھ مل کر بڑے بڑے علاقے اور اپنے پنجہ ضلاع ہسپانیہ کے دبا رکھے تھے اس بادشاہ نے بہمال سرگرمی اس کے مقصدال پر کمر باندھ لیا۔ اور یہ نوبت پونچائی کہ شکست پر شکست کہا کر وہ قلعہ بہ قلعہ ہار گیا۔ پھر سارا خرہ میں بل کر پہاڑوں میں گھس گیا۔ اوس کا ملک وال سب اس بادشاہ نے لے لیا۔ جعفر علاقے اوس نے دبا رکھے تھے مسیشا ہی علاقے متعلق ہو گئے۔ اس بادشاہ کی خوش قسمتی سے ہر وقت عیسائی بادشاہوں کی آپس میں کمال عداوت برپا ہوئی۔ اور آپس میں مدت تک لڑا کرتے ہوتے رہیں اس نے ایسا موقع غنیمت جانا۔ اور جعفر علاقے اس کے باپ دادا کے وقت نصار لے لے لیے تھے سب سے واپس کر لیے۔ بلکہ موریطا نیکا ملک بھی جبکا دارا اخلا و شہر فاس ہے ملک اندلس کے شامل ہو گیا۔ اس بادشاہ نے اپنا خطا۔ التامہ الدین لاشامیر المؤمنین عبد الرحمن مقرر کر

عربوں سے فتح کیا۔ اور ایگوسکن قوم نے جبرنی سے آکر انگلتان کے جنوب مشرقی حصہ پر قبضہ کیا۔ اسی زمانہ میں مغربی سلطنت نے جس کی حال صرف بنیادین قائم ہوئی تھیں۔ ابھرا اور ترقی کرنا شروع کیا۔ اس وقت مراکو جن چھوٹی چھوٹی بربر ریاستوں میں منقسم تھا۔ ان میں سے ایک ہی اس قابل نہ تھی کہ سرغبنہ بن کریا دوسریوں کو زیر و
 ۱۷ یعنی ۶۱۷ء

دقیقہ حاشیہ صفحہ ۶۰ منسلک خطبہ دسک خاص اپنے نام کا جاری کیا۔ اور خلافت کا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو خلیفہ مشہور کیا۔ شہر قرطبہ کی جامع مسجد کی اس نے رونق پڑائی۔ اور ایک قعر العیاشان تعمیر کر کے اس کا نام قعر الزائر کہا۔ بہت سی سہرین اور در سے بنا کر علم کو ترقی دی اور اپنے گہر ایک کتب خانہ جمع کیا۔ ایسا اس وقت اس کے ساتھ کہ کتب خانہ روضہ زمین پر نہ تھا۔ جا۔ بجا نہ رہیں جاری کر کے ملک کو سرسبز کر دیا۔ علماء و فضلاء کو اور ملکوں سے طلبہ کر کے اپنے دربار کو علم و فضل کا مجمع بنا دیا۔ اس بادشاہ کے وقت میں اٹھاس مین علم کا وہ عالم ہو گیا۔ جو منصور اور سامون کے وقت کی وقت بخیر اور میں تھا۔ سلطنت کے انتظام میں یہ بادشاہ بلال بن دناہ صورت نہ تھا۔ انصاف و عدالت کی آئین کی کتاب میں اس نے تعریف کیں۔ جو نکالنی میں حیات الصالح اپنے بڑے بیٹے حکم کو ولی عہد قرار کیا تھا۔ یہ بات چھوٹے بیٹے عبداللہ کو اگلا گزری اور اس کے قتل کے واسطے ہوا۔ بعد فاش ہو جانے اسوارانہ کے بادشاہ نے چھوٹے بیٹے کے قتل کا حکم نافذ کیا۔ اگرچہ حکم بڑے بھائی نے برسر دربار چھوٹے بھائی کا قصور معاف کیا۔ مگر بادشاہ انصاف سے نہ گذرا اور عبداللہ کو قتل کرا دیا۔ اس بادشاہ نے بہترین ریس کی عمر لائی پچاس برس سلطنت کی جس میں تھیں مگر واد گلزار شاہی، سید امیر علی صاحب اس کے حالات نہایت عمدگی سے تحریر فرمائے ہیں۔ جن کے لیے دیکھ کر کتاب "تتمعات و قدردن و تہذیب مسلمانان عرب" جو طے اور وسیع قیمت پر جمید۔ یہ ایجنسی سلیم پریس لاہور سے لی سکتی ہے۔ +
 وبقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰ نمبر ۲۔ ان میں سے ایک کی نسل میں سے ایک نے ہسپانیہ کے جنوبی حصہ میں ایک چھوٹی سی ریاست خاندان امیہ کی بربادی اور طوائف الملک کی کی وقت قائم کر لی۔ جو چند نسلوں تک قائم رہی۔ اور اس کے حالات فصل چہارم کے ضمیمہ میں درج ہیں۔ + (دقیقہ حاشیہ صفحہ ۶۰ نمبر ۳۔) بنو فاطمہ کے عروج و انتہائی زمانہ کے حالات تاریخ فاندان عثمانیہ جلد اول کے ایک نوٹ میں بحالات سلطان سلیم اول درج ہیں۔ اس کی مفصل تاریخ کے لیے دیکھ کر کتاب دنیائے محمدین یعنی مسلمانان عرب کی فتوحات و فی انسان کی خدمات دربارہ محمدین و تہذیب وبقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰ نمبر ۴۔ یعنی ۱۷۱۷ء۔

شمیر طبع و منقاد بنا کر ایک متحد سلطنت قائم کر سکے۔ یہ امر صرف اسی طرح ممکن تھا کہ کوئی ہم جنس ہم مشرب طاقت باہر سے آکر اودن میں آئے اور موج سیلاب کی طرح یکجا بڑھ کر تمام تنباکی رکاوٹوں اور رستن کو توڑ پھوڑ دینے سے سب کو ایک بنا دی۔ ایسی طاقت خاندان تافہین تھا۔ جو بعد میں مرابطیہ کے خاندان کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ لوگ

ابو سعید بن العباس قدیم مورخوں کی سند پر مرابطیہ کی وجہ تسمیہ جو اٹنی یورپ سے بگاڑ کر لکھا دی بنا لیا ہے جس نے یل بتا تا ہے قبیلہ کے سردار دین میں سے ایک سی کیلی بن احمد اہم سے حج بیت اللہ کے عزم سے اپنی ریاست کو خیرا و کھامکہ سفر سے واپس آئے وقت قیردان میں اسکی ایک عالم سے جو فاس سے آیا تھا ملاقات ہوئی۔ اس عالم فقیر نے کچھ سے سہا جہ قبیلہ کی جہالت و اخلاقی سچی کے حالات سن کر اپنے شاگردوں کو کہا کہ ان میں سے کوئی جا کر اس قبیلہ کی ہدایت و تعلیم کا ثواب حاصل کرے۔ نگرانی کو جرات نہ پڑی تاہم عالم موصوفت کچھ کے دل میں اسلامی خدمت کا سچا جوش پیدا کرے تین کا سیاب ہو گیا۔ اور سچائی سے اس کام کا بیڑہ اٹھایا۔ جس میں اسے جبل نفیس کے ایک معلم و فقیہ کے شاگردوں میں سے ایک سے تعد ہر اچھی و رفیق مل گیا۔ اس رفیق نے ملتونہ قبیلہ کو نہ صرف اپنی باتوں کے شننے پر ہی راعب کر دیا اور بچہ و بزرگ ملاحات کثرت ازواج کے رواج بد کی بھی ایسی اصلاح کی کہ سب چارے سے زیادہ بیویاں نہ کتو ستا ب ہو گئے۔ بلکہ ان پر ایسا اقتدار حاصل کیا کہ اوس کے در سگاہ میں ہر وقت ایک ہزار معتقد رہ سہا جہ درس و تدریس و کتاب فیض میں مشغول اسکی خدمت میں حاضر رہتے۔ انکو وہ ہر روز دیتا اور از کلام مرابطین یعنی رشتہ مذہبی یعنی دیکھی باطیادرس گاہ سے وابستہ کان ہو گیا جب وہ بخون تیار و باختر ہو گئے تو او دین نے اپنے لاندہ ہم حبیبوں کے بر خلاف جہاد شروع کر دیا۔ اور علانیہ ظاہر کر دیا کہ اگر اودن کے والدین کا فریاد متک ہون تو اودنکو بھی نہ تیج کرنے سے مدد نہ ہین کریں گے۔ بخون شمیر لاکھوں ہم وطنوں کیساتھ شامل ہو گئے۔ جن میں سے کچھ کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اور مغربی سہوڈان اور صحرائے متصلہ علاقہ کو فتح کر کے مراکو کو سیطرہ متوجہ ہوئے۔ منکفس۔

ملتین ملتونہ مرابطین۔ مرادوین اور سہا جہ سے ایک ہی ایک ہی قوم ہر درجہ منفی غلام سردار ہی کتاب گزار شاہی میں مرابطین کا حسب نسب اور ابو کربوسف کے ابتدائی حالات و باہمی تعلقات مٹر منکفس کی تحریر مندرجہ بین و عاشر سے بہت مختلف تحریر کرتے ہیں۔ سید امیر علی نے بھی سید محمد اختلاف کیا ہے جنکی تحریر کا اندراج بھی اور منا سب موقع کے لئے ملتوی کر کے مفتی صاحب کی تحریر ذیل میں بھی کی جاتی ہے:-

در اصل صحرا کے خانہ بدوش باشندے تھے۔ سہناجا برابر اگرچہ اوس نسل سے ہیں جو تواریخ برابر دیکھی ہے۔ لیکن وہ بعض اوقات اپنی طرز معاشرت کی وجہ سے غلطی سے عرب بیان کئے

دبقیہ (صفحہ ۶۲) مرادی کی عرب قبیلہ کا نام تھا۔ اور یہ لوگ علاقہ چیم کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اول کی موت پر یہ لوگ عرب اور ہکرت نام کے علاقہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ چند روزوں کے بعد وہیں ان کے باؤن نہتے پہرہ پہنے جل وطن ہو کر مصر کے علاقہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ پھر وہاں مسیح اور ہکرت ملک افریقہ کے مغربی علاقہ میں چین جیل کے اندر آئے۔ انہوں نے رعیش کی صحرائی نشینی کی حالت میں اکثر گذار اسکا شکار پر ہوتا تھا۔ اس سبب اچھے اچھے ہتھیار رکھنے کے یہ عادی ہو گئے۔ اس وجہ سے اس وقت وہاں عربوں کی آمد کا ذاتی جوہر تھا۔ ابتدا میں یہ قوم عیسائی تھی مگر جب مصر و افریقہ میں دین اسلام نے ترقی کر لی۔ تو یہ قوم بھی مسلمان ہو گئی۔ مگر بعد ازاں ہونیک مسلمان بھی انہیں برائے نام ہی تھی۔ عیسائی کلمہ شہادت کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے ان کو یہ کہتے تھے۔ جب ان کو کسی سے لڑنے کا اتفاق ہوتا تھا تو عورتیں ان کی بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر اور چہرے پر برقع ڈاکر دشمنوں سے لڑتی تھیں۔ چونکہ پردہ پوش کو عربی میں شام کہتے ہیں۔ اس واسطے اس قوم کا خطاب بنائیں مقرر ہوا۔ اس قبیلہ میں سے ایک شخص یحییٰ بن ابراہیم نام بوقت ضعف سلطنت آل مروان جو اندلس میں حاکم تھا شہر فاس میں جو دار الخلافہ مراکش تھا گیا۔ اس شہر میں یحییٰ ابو عمران فقیہ سے اسکی ملاقات ہوئی۔ اس وقت فقیہ کی خدمت میں اتنا س کی کہ ہماری قوم بالکل جاہل ہے۔ مگر ہر ایک کا مادہ قابل ہے اگر ان کو اخلاق اور مذہب کی تعلیم پ دیں یا ان کو کسی اگر دکو وہاں بھیجیں تو سب لوگ دین کے احکام میں سے سیکھیں تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ قوم کو تو دینی دنیاوی فائدہ ہوگا۔ اور حکم کی خدمت بھی قوم قرار واقعی کرنی چاہیے۔ ہر ایک شاعر کے آگے یہ حال ظاہر کیا۔ سبب سفر دور دراز کے کسب و کار جاننا منظور کیا۔ آخر ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن تیم تھا وہاں جاتے پر راضی ہوا۔ اور وہ ہمراہ یحییٰ بن ابراہیم کے افریقہ کو گیا۔ جب وہاں پہنچا تمام صحرائی قوم اس کے مطیع ہو گئی۔ اس اور اس تعظیم اور تکریم سے لوگ پیش آئے۔ کہ اس کے حکم سے کسی کو انکار نہ تھا۔ سب کو اس نے دین اسلام کے احکام سکھائے اور مطمئن قوم کا خطاب مقرر کیا۔ یعنی اس قوم کو خاص رابطہ خدا سے ہے اور یہ لوگ صرف خدا سے مربوط ہیں۔ دوسرے سے ان کو لگاؤ نہیں۔ جب عبداللہ نے سب کو مطیع کر لیا۔ تو حکومت کا نقشہ بنایا اور دین اسلام کی دعوت عام اس علاقہ میں شروع کی بہت سے قبائل پر عندالغالب غالب آیا۔ آخر ایک مقابلہ میں جو مشہور ہے میں وقوع میں آیا تھا۔ خود ہی مارا گیا۔ اس کے مارے جانے کے بعد ابوبکر

جاتے ہیں صحرا کے باشندے سواری کے وقت چہرہ و نپڑ نقاب ڈال لیتے ہیں۔ یہی اونکی عادت تھی جس کی وجہ سے عربوں نے انکا نام لمثین یا نقاب پوش رکھ دیا ہے۔ مگر بالعموم

بن عمر ملتونی جو عبداللہ کے خاشاک گرد و ن میں تھا۔ جانشین ہوا۔ اوس نے جمیعت کافی ہم بیچ بچا کر ملک مغرب پر حکم کیا اور شہر انعامات کو دار السلطنت بنایا۔ اور چند مدت میں بہ کمال جواغردی و شجاعت علاقہ تلمسان لیکر دریا بحر محیط کے کنار تک اپنی مستقل سلطنت اوس نے قائم کر لی۔ جب اتنی سلطنت کا فرمان فرما بن گیا۔ تو شہر مراکش کو اوس نے پایۂ تخت قائم کیا۔ سوائے قبیلہ گدار کے کوئی شخص اوس کا مخوف نہ ہوا۔ اس واسطے اس نے انبیر فوج کشی کی۔ اور دشمنوں کو سخت مرادی۔ ایک مزیہ شہر مدین کے علاقہ میں سوار چلا جاتا تھا۔ دیکھا کہ ایک بڑا ہلکا مال سوز و گداز سے رو رہی ہے۔ اور کہتی جاتی ہے کہ اسے ابو بکر کو ہکو برباد کر دیا ہے۔ اسکا انصاف حشر کے روز میں خدا سے مانگو گی۔ اس بات کی تاثیر ابو بکر کے دل پر ایسی ہوئی کہ سلطنت سے دست بردار ہو گیا۔ اور خزانہ و خزانہ و خزانہ و خزانہ دار کو جبکا نام یوسف بن ہاشم بن ہاشم بربری تھا اور کچھ خود وطن کو چلا گیا۔ اوس نے تمام ملک بربر اور فاس کا فتح کیا۔ اور مراکو کو شہر کی بنیاد و حکمرانی۔ اور اپنے من اہلاق و نیک خلقی و ملنساری و شجاعت و جواغردی سے سب کو طمع کر لیا۔ چونکہ ابو بکر بن ملتونی کی بہن سات زینب نہایت خوبصورت اور حسینہ و جمیلہ تھی۔ یوسف نے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ ان شہر و مکی رعایا یوسف سے بہت خوش تھی۔ اور سب لوگ اوس کے حکم پر جانفشانی کرتے۔ کتبہ رمت کے بعد ابو بکر چھاپنے وطن سے سہل وطن کو آیا۔ اور دیکھا کہ یوسف بڑا بادشاہ و امیر ہے۔ ہو گیا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر اوسکو کمال حسد ہوا۔ اور ملک کی سپردگی اور ترک سلطنت پر کمال افسوس کیا۔ اور چاہا کہ دوبار سلطنت پائے یوسف کو سوز دل کر کے خود بادشاہ بن جاوے۔ اس ارادہ پر اس نے کچھ جمیعت ہم بیچ بچائی اور شہر انعامات پر حکم کیا مگر کچھ نہ کر سکا۔ اور لوگوں نے درمیان آکر صلح کرادی۔ اور ابو بکر کچھ نقد و جنس لیکر وطن کو چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد یوسف نے امیر المومنین کا خطاب لیا۔ اور چاہا کہ اپنا ملک دوبارے تسلیم و ولایت اندلس میں جو چند فرمان فرما بطور رطائف الملوک حاکم تھے۔ اور آپس میں اونکی کمال عداوت تھی۔ ایک نے امین کو یوسف کے نام خط لکھا کہ آپس کی عداوت نے اہل اسلام کو اس میں تنگ کر رکھا ہے۔ اور الونیر و شوشم حاکم ولایت قرنگ نے اوس کے علاوہ ہکو تنگ کر رکھا ہے۔ بادشاہ اسلام جاری امداد کیسے۔ یہ خبر سنکر یوسف خوش ہو گیا۔ اور جواب میں لکھا کہ مقام انجیر یہ جواغردی میں واقع ہے۔ مجھکو

وہ ملتونا پکارے جاتے۔ کیونکہ اونکی ڈھالیں ملتا۔ یعنی بھینسے کی کہاں کی ہوتی تھیں
تو اسے قبائل قبائل اب بھی البجیر یا کے جنوب میں آباد ہیں۔

پناہ لینے کے لئے چکانا ہے۔ اور وہ منظر نہ کیا۔ جب شاہ اندلس کا نور اڈس پر بہت پڑا
تو ایک اور نام اندلس سے یوسف سے امداد چاہی اور یوسف کو سونے و دان بلوا بھیجا۔ اور یوسف مشتہد
بڑی بہاری فوج لیکر براہ دریا اندلس کے کنارے جا پہنچا۔ اور صوبہ استرما دور کی طرف کوچ کیا۔ اور
اسی مقام ہے آئوز و شاہ فرنگ کے نام خط لکھا کہ بیٹے سنا ہے کہ تم میرے ملک کی طرف آنیکا امداد نہ
ہو۔ اس بیٹے میں خود ہی طرف لگیا ہوں۔ تاکہ آکر سفر کی تکلیف نہ ہو۔ اب تم جڑے درنا قبول کرو یا مسلمان
ہو کر میری تلوار سے امان پاؤ۔ جب یوسف کا وکیل یہ واسل لیکر آئوز دے کے پاس گیا۔ خط کا مضمون شکوہ
غضب میں آیا اور خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسکو پاؤں کے نیچے مل ڈالا اور وکیل کو کہا کہ یہی جواب
تمہارے بادشاہ کے خطوط کا ہے۔ جو کچھ تم نے آنکھ سے دیکھا ہے اس کے آگے بیان نہ کرنا
اور کہنا کہ اب ہمارے درمیان جو اب و سوال زبان شمشیر سے میدان جنگ میں ہونگے مگر
تم بہاگ جانا۔ مرد ہو تو میدان میں قائم رہنا۔ وکیل کی واپسی کے بعد آئوز وہی اپنا خونخوار
لشکر لیکر آجیا سا کون سے جلد تر مقابلہ کرنے کو میدان میں آ موجود ہوا اور آئوز لگا کر میدان بڑ
سمت لڑائی ہوئی۔ دونوں فریق سے ہزاروں آدمی کام آئے سا آئوز و سخت زخمی ہو کر شہا
شب میدان سے بہاگ گیا۔ اور لشکر اسلام نے فتح حاصل کی۔ غنیمت کا بہت سا مال مسلمانوں کو مل
ہوا۔ اس فتح کے بعد یوسف پھر افریقہ کو چلا گیا۔ پھر دوبریس کے امیر سید بن ابوبکر نے یوسف
کے حکم سے اندلس پر فوج کشی کی۔ اور مسلمان حکام کو شکست دیکر قابض ہوا۔ متعجبانہ قابض اندلس
کا مقید ہوا۔ تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ اس عہد میں یوسف ابن تاشیفین کے برابر کوئی بادشاہ جلیل
اشان نہ تھا۔ اور وہ نہایت با مروت رحیم و کرم تھا۔ عفراس کے غضب پر غالب تھا۔ اور سب تمام
اپنی زبان سے کسی کی نسبت قتل کا حکم نافذ نہ کیا۔ آخر وقت میں بھری میں تاشیفین بیس کی عمر پانچ
فوت ہوا۔ تیس برس بادشاہت کی۔ قبیلہ المرادی سے یہ پہلا بادشاہ شمار ہوتا ہے۔ اور سلطنت
اسکی جبل التامس لیکر سرتاموریتا تک جو اسپین میں واقع ہے قائم ہو چکی تھی۔ اندلس کا دار
السلطنت شہر قرطبہ اس کے وقت میں بدستور مقرر رہا۔

(از گلزار شاہی)

مرا کو کی ابتر حالت اور اس کی تقسیم و تفریق نے اسے ایسا آسان شکار بنا دیا کہ
تہا کہ مرابطین کے لئے زیادہ ضبط کرنا محال ہو گیا۔ ہون صدی آدمی گزری
تھی کہ انہوں نے فتح کی کارروائی شروع کر دی۔ سب سے اول طافیلات جو ان سے
درا کو کا قریب ترین صوبہ تھا، ۱۷۰۰ء میں مطیع بنایا گیا۔ دوسرے برس ۱۷۰۱ء میں سکر
ہی اون کے قدم چوم رہا تھا۔ اوجھ بعد وہ کوہ طلوس سے عبور کر گئے۔ اور ۱۷۰۲ء
میں انعامت کو اولہ کے بی و فوان سے فتح کیا۔ اگلے برس ۱۷۰۳ء میں ہمایا مصموا
بربرجن پر معزافا حکمران تھا اور نیزنا کے فتح گئے۔ اور ابوبکر سردار ملٹو میں نے ہزیمت
خو روہ بادشاہ کی بیوہ زینب ساحرہ سے شادی کر لی۔ زینب کا یہ لقب اس کی
حیرت انگیز عقلندی اور دانائی کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔

یوسف بن تاشیفین اس وقت تک تمام کام حسب مراد ہوتے رہے۔ مگر تادلہ کی فتح پر
۱۷۰۴ء میں اس نے ابوبکر کو پیچھے سے خبر پہنچی کہ وطن میں بغاوت ہو گئی ہے اور
اس کا واپس آنا نہایت ضروری ہے۔ جب ابوبکر اپنی جگہ یوسف بن تاشیفین کو
جو اس کا عمراد بھائی تھا۔ فون کا سپہ سالار بنا کر اپنے شہرانی وطن کو واپس چلا گیا۔
وہ زینب کو بھی طلاق دیکر یوسف کے پاس چھوڑ گیا۔ وجہ یہ بتائی کہ مجھے اس کے اس قدر
محبت ہے کہ میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ اگر میں بغاوت میں مارا جاؤں تو وہ بیوہ
رہے چنانچہ وہ اپنے بھائی کو حکم دیا گیا کہ ایام عدت کے منتفی ہونے پر زینب سے
نکل کر نکالے۔ یوسف نے سپہ سالار بننے کے ساتھ ہی اپنی حکومت کو فون میں اس قدر
وسیع بنا لیا۔ اور اپنے اقتدار کو اس قدر مستحکم کر لیا کہ ابوبکر جسے راستہ میں ہی وطن چھوڑ
سے پیشتر بغاوت کے فرو ہو جانے کی خبر پہنچی تھی اسے پاؤں روز افزون ترقی
پذیر نی سلطنت کی عنان حکومت چھوڑا۔ تہ میں لینے کے لئے واپس لوٹا۔ لیکن یوسف
مطلق العنانی کا مزہ چک چکا تھا۔ جواباً نہ تھا کہ وہ اسے باسانی چھوڑنے پر آمادہ
ہو جاتا۔ اس نے حکومت نہ چھوڑنے کا عزم بالآخر کم کر کے مناسب تداریک سے سوجھ بوجھ
جب سردار جیوش ٹھکر گاہ کے قریب پہنچا تو نائب دیوسف، گھوڑے پر سوار اس

سے سختی غلام سرور کی روایت جو اس سے مختلف ہے پہلے درج ہو چکی ہے۔ مترجم

کے ہتھیار کو گیا اور مدعیہا کہ ہمتوں کا شمار ہے کہوٹے سے اتر کر طاقت کرنے کی بجائے سوار
 رکھ کر ہر تہ شخص کی حیثیت میں اس سے طاقت کی۔ مزید برآں وہ اپنے ساتھ جہاز لشکر اور تحفہ
 تحائف کا ایک عظیم کاروان لیتا گیا۔ اور آخر الذکر کے لائیکا مدعیہ بتایا کہ وہ لوح و ورق وغیرہ اور
 میں اور اسکے بھائی کے کام آئیں۔ ابو بکر سمجھ گیا۔ کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں چپ چاپ صحرا
 کو واپس چلا جاؤں۔ اس سے اس سزائی سے رنج تو سخت ہو چکا۔ مگر تھا عقلمند غصہ کو کڑوے
 کہوٹ کی طرح بی گیا۔ اور تحائف قبول کر کے واپس ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تدبیر یوسف کو
 تریب نے بتائی تھی۔ ابو بکر وطن واپس جا کر مھر کے رشک قابل سے لڑتا ہوا۔ ایک بار اسی میں
 زہر دار تیرے زخمی ہو کر غصہ میں شہید ہو گیا۔

لندن کے میوزیم میں ایک طاقی دینار امیر ابراہیم بن ابو بکر کے نام کا موجود ہے۔ یہ
 اشرافیہ طور پر شکل کی ہے۔ اور اس کے الفاظ موجودہ زمانہ کے سکون کی طرح خوب واضح اور
 نمایان ہیں۔ ایک طرف متن یزید لا اللہ الا محمد رسول اللہ۔ اور دوسرے کچھ امیر ابراہیم
 بن ابو بکر نقش ہے۔ اور تاشیہ پر "وہن شیخ غیلر الاسلام مدینا فلی قبل منہ وہو
 من الخاسرین" دوسری طرف متن میں "الامام عبد اللہ الامیر المؤمنین
 اور تاشیہ پر "ضرب باسمہ تعالیٰ ہذا اللہ فی سبیل مسافری ہجری"
 و مطابق ۱۹۷۸ء کہتہ تھا۔ عبداللہ جیسا کہ بعض مصنفین مضروباًت قدیمہ کا خیال ہے علم نہ
 تھا۔ بلکہ مگر ا خدا کے بندہ کے نام معنون میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اس سکہ میں عبداللہ سے بغداد
 یا کسی اور جگہ کے کسی خاص خلیفہ سے مراد نہ تھی۔ کیونکہ خاندان سعدی کے سکون میں ہی یہ
 لفظ درج ہے۔ ۱۹۷۸ء اور ۱۹۷۸ء کے مطابق ہجری سین کے سکون پر امیر ابراہیم بن
 ابو بکر کا نام نقش ہے۔ مگر اسکا ذکر کسی مورخ نے نہیں کیا۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ
 غالباً طرف صوبہ جبل مسافر حکمران رہا۔ ابو بکر نے ہی اپنے نام پر سکہ مضروب کر لیا تھا۔ اس کے
 ایک سکہ کی نقل ایڈر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۴ پر دی ہے۔ لیکن اس میں ۱۹۷۸ء ہجری
 مطابق ۱۹۷۸ء کی تاریخ ۱۹۷۸ء ہجری کی بجائے غلطی سے درج ہو گئی ہے یا اگر صحیح ہے۔
 تو اس امر کی شہادت ہے کہ ابو بکر صحرا میں خود مختار حاکم رہا یوسف نے وہاں کی سلطنت
 میں کچھ دخل نہ دیا۔

ابو بکر کی واپسی پر یوسف اول بن تاشفین مغرب کا باضابطہ امیر و حکمران ہو گیا۔

تاریخ ابن خلدون وروض القرطاس میں اوس کا حلیہ و اوصاف یہ لکھے ہیں۔ وہ میانہ قد و بلاتپا۔ قوی البیان۔ جفاکش بکار و بار سلطنت اور رعایا کی خیر و فلاح میں ہر وقت مشغول رہنے والا۔ فیاض۔ اپنی ذات پر سختی کر نیوالا۔ مگر دوسروں کے لیے نہایت رحمدل تھا۔ اوسکی معاشرت نہایت مزاحمانہ تھی۔ ہمیشہ تمام کپڑے اون کے پنتا۔ اور مدت العرق فقط جگر گوشہ اور اونٹ کے دودھ پر گزارا کیا۔ ۳۷۰ھ میں ابو بکر نے جب اوسے اپنا نائب بنایا سو وقت بکی ۵۵ برس کی عمر تھی۔ دوسرے برس خود مختار بادشاہ ہوا۔ اور ۴ برس بادشاہی کر کے قری سنین کے حساب سے ایک سو چار اور شمسى حساب ایک سو برس کی عمر میں جو ارجمت میں جا بیٹھا۔

تعمیر مراکش خود مختار فرما زواہر نے سے دوسرے برس ۳۷۲ھ میں اوس نے وہ زمین خرید کر جس پر مراکش آباد ہے۔ اپنا خیمہ و ماں نصب کیا۔ اور اوس کے متصل اپنے خزانہ کی حفاظت کے لیے ایک چھوٹا سا قلعہ تعمیر کرایا۔ قلعہ سے فارغ ہو کر اسکو قرب ایک مسجد بنوائی۔ جس کی تعمیر کے دوران میں وہ خود بھی عام مزدور دن کی طرح کام کرتا رہا۔ جس جگہ پر یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اہل کاہوت سے سوا الخیمہ یعنی فیصل خوشحالی نام پر گیلہ اندونون عمارتوں کے دوش بدوش اسمو قہ برجالات اور خندقین بھی تیار ہو گئیں۔ اور تھوڑے دنوں میں گرد و نواح سے خلعت آکر یوسف کے قلعہ کے گرد آباد ہو گئی۔ اور اچھی خامی بستی قائم ہو گئی مگر یوسف نے اس نئے شہر کی حفاظت کے لیے خود کوئی فیصل نہ بنوائی۔ یہ کام ستر برس بعد ۳۳۰ھ میں اثر کے بیٹے نے سرانجام دیا۔ قلعہ مراکش کی مٹی کا رنگ نہایت سرخ ہے۔ اور اس رنگت کیوجہ سے اوسے غراط کے مشہور محل کی طرح الحمراء (سرخ)، پکارا جاتا ہے۔ مٹی کی کچی دیواریں دور سے شعلہ جوالا معلوم ہوتی ہیں۔

فاس کو طوائف الملوک کے ماوصف فاس برابر دار الخلافہ سمجھا جاتا تھا۔ اور جو شخص روض ملتا و ماں حکمران ہو اوس کی نسبت عام خیال تھا کہ اوسے کافی طاقت ہو جائیگی صورت میں شہنشاہی اختیارات و اقتدار کو بے حال لینے کا ایک طرح سے حق شفعہ حاصل ہے۔ تاہم یہاں اس شہر کو فتح کرنا یوسف نے سب سے مقدم سمجھا۔ اس مدعا میں وہ کامیاب ہو گیا۔ صفر کی فتح کے بعد فاس پر بھی اوسکا تصرف ہو گیا لیکن جبکہ وہ کسی اور دم پر گیا ہوا تھا فاس کو اس کے حکمرانوں نے پھر چھین لیا۔ اور چند برس اوس پر قابض

رہے۔ یوسف نے مہم سے فارغ ہو کر ۱۰۹۹ء میں فاس کو کر فوج کر کے سجورم غداری و بغاوت
 وٹان کے باشندوں کو بیدریغ نہ تیغ کر لیا۔ صرف قرعین اور اندلیسہ مسجد وین بین
 ہزار سے زیادہ آدمی قتل کئے گئے۔ اور تمام کوچہ و بازار لاشوں سے بھرتے گئے۔
 ایک دفعہ خوب سیر ہو کر غصہ نکالنے کے بعد یوسف نے خورگاہی فاس کی رونق پر
 کام شروع کر دیا۔ اور قتل عام کے وقت سے بربادی و ویرانی کے عوض شہر کی خوشحالی
 و متول کا زمانہ شروع ہو گیا۔ امیر نے جیسا کہ عموماً فاتح و منصور بانیان سلطنت کا
 شعار ہے۔ پایہ تخت کی اصلاح و رونق اور زیب و آرائش میں کوشش محنت اور صرف
 کا کوئی دقیقہ فرنگہ اشت نہ کیا۔ شہر میں دو بڑے فریق اندلیسہ و قرعین آباد تھے۔
 اور دو لون کی آبادیوں کے درمیان ایک نفیس عاقل تھی۔ یوسف نے اتحاد و اتفاق پیدا
 کرنے کی کوشش کی۔ پالیسی پر عمل کر کے جس کی تعمیل اس نے اپنی سلطنت کے ہر حصہ و گوشہ میں
 کی اس دیوار کو لگا کر شہر کو ایک کر دیا۔ دونوں میں چاروں طرف شہر کے ہر حصہ و محلہ میں
 مسجدیں۔ حمام۔ فناق و کاروانسریں، کارخانے اور دیگر پبلک و رفاه عام کی عمارات
 تیار ہو گئیں۔ اور عمارات و زیبائش شہر کا شوق ایسا عالمگیر ہو گیا کہ جس محلہ میں اپنی
 مسجد نہ ہو۔ اس محلہ کے باشندوں پر علانیہ طعن و تشنیع ہوتی۔
 سلطنت کا پہلیں یوسف اس کام میں مصروف تھا۔ اور دریں اواس کی اخوان سلطنت
 کی حدود و بڑھانے میں مشغول تھیں۔ یکے بعد دیگر تمام مقابل و مزاحم طاقتوں کو مغلوب
 کرتے ہوئے انہوں نے مستند امین ٹانجیر کو بھی فتح کر لیا۔ اس فتح سے سیوٹا کے سوار
 جو چند برس بعد ۱۱۰۸ء میں مطیع ہوئے۔ یوسف مراکو کے تمام ملک کا فرمانروا ہو گیا۔
 مراکو کا اولین شہنشاہ یا امیرا طور کہلانیکا وہی مستحق ہے۔ ٹانجیر کو فتح کرتے ہی اس
 نے الجیریا کو فتح کرنے کی کارروائی شروع کی۔ بسم اللہ تلمسان کے قصبہ سے ہوئی۔
 جہاں اس نے اپنی نگرانی میں نیا شہر متسلطہ میں تعمیر کرایا۔ اور بغرض تجارت وٹان
 اگر آباد ہو نیوالے اجنبیوں کے لئے بڑی بڑی رہائشیں مقرر کیں۔ چنانچہ نیا شہر
 جلد ہی بہت بڑھ گیا۔ اور خوب رونق پکڑ گیا۔ تلمسان کے بعد ضلع آرون فتح ہوا۔
 اور مراکش سلطنت کی حدود و قریب الجیریا، الجیرا، تنگ و وسیع ہو گئیں۔
 مسلمان سپاہیہ کا تردد ان سرط و ستواتر فتومات سے ہسپانیہ میں ہی فاتح کے نام کا غلغلہ

پڑ گیا۔ اور جب اوس کے ساتھ ہی اٹلی سپانیہ کو مبارک پندراویون کی معرفت خارج کے ہوئے اور یون کے کامل غجاعت و بے نظیر سپاہ گری کی روایتیں پہنچیں۔ تو اون کے دلون میں اوس کی اور دھاک بیٹھ گئی۔ رومن القراطس کا مصنف کہتا ہے۔ خبرین سائے والون نے اٹلی سپانیہ کے سانے یوسف کے لشکریون کی بالفاظ ذیل تعریف کی وہ تلوار کے ایسی دہنی ہیں کہ سوار کو مدھ مرکب ایک وار میں دو ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ اور نیز گائے میں ایسے مشتاق ہیں کہ سوار و توسن دونوں کو ایک ضرب میں چھید ڈالتے ہیں جب باشندگان اندس نے سنا کہ یہ بہادر اونکی ملک پر حملہ کر نیکا ارادہ کر رہے ہیں۔ تو اون کے گلجے دھک سے ریگئے اور سب کے ہوش و حواس پران ہو گئے۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے سپانیہ کی عظیم الشان و قوی الشوکت اموی سلطنت معدوم و برباد ہو کر طوائف الملوکی میں تقسیم ہو چکی تھی۔ جن میں سب سے زبردست سیول و اشبیلیہ کا بادشاہ تھا اس کے مشورہ پر کاربند ہو کر سپانیہ کی ان چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستوں کے قلم مکرانوں نے بالفاظ ذیل ایک خط سب کی طرف سے یوسف کی خدمت میں روانہ کیا۔

”و اگر تو اپنے ارادہ سے باز اگر ہم پر حملہ نہ کر لگا۔ تو نیز ایہ فعل نہایت کر بمانہ ہوگا۔ اور نیز نام کے ساتھ ایک غاصبانہ اور ناجائز فعل کبھی ہر شے نہیں ہوگا و دوسری طرف اگر ہم تیری دعوت کے جواب میں تجھ کو اپنا آقا تسلیم کر لیں گے۔ تو ہم ایک عقلمندی اور دانائی کا فعل کرنے والے ہونگے جس ہم یقین رکھتے ہیں کہ تو اوسی جگہ رہیگا۔ جہاں اب ہے۔ اور ہم غریب خیر نشینان کو جن کی سلامتی پر ہی ایک حد تک تیری سلطنت کا قیام و استحکام منحصر ہے۔ اس حالت میں رہنے دیکھا۔ جس حالت میں کہ ہم ہیں“

یہ الفاظ خط پہنچنے والون کی عقلمندی پر صاف دلالت کرتے ہیں مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ اون کے کہنے والے مسلمانان سپانیہ اور مکتوب الہم پر برہنہ توشان خدا یاد آجاتی ہے۔ اللہ اکبر زمانہ کی نیرنگیان بھی عجیب حیرت انگیز ہیں۔ لیکن اگر وہ عاجزی کا پہلو چھوڑ دیتے۔ تو اون کا ٹھکانہ ہی کہاں تھا۔ زمانہ کا رخ بدل کر اب نیا ہی نقشہ قائم ہو چکا تھا۔ یوسف عمری نہ جانتا تھا۔ جب اوسے خط کا مطلب سنایا گیا۔ تو اوس نے جواب میں صرف بسم اللہ کہا۔ اس سے اوس کی مراد تھی کہ اوس نے وائیان سپانیہ

کی التجا قبول کر لی ہے۔ اوس نے صرف اونکی درخواست ہی قبول نہ کی۔ بلکہ اونکی قاصدوں کے ہاتھ بیش قیمت تحائف بھیج کر اپنی طرف سے بھی چند قاصد روانہ کئے۔ ان تحائف میں یوسف کے قید کی ایک ڈال بھی تھی۔ جو ملت کی کہاں سے منٹھی ہوئی تھی۔ یہ جانور ہسپانیہ میں نہیں ہوتا تھا۔ مگر یوسف کے اصل وطن مصر، مین با فرط پایا جاتا تھا۔ یوسف ابن ہوکل لکھتا ہے کہ ان ڈھالوں کا یہ نام جانور کی کہاں کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ ملت شہر کے نام پر تھا جو سوس الا قصبی مین واقع ہے۔ ممکن ہے بھینسہ کا نام بھی اسی شہر کے نام سے اونکی زبان میں ملت پڑ گیا ہو۔ اس شہر کو نول ملت بھی لکھا ہے۔

ہسپانیہ پر فوطی کی اس طرح سے ہسپانیہ کے مسلمانوں نے روز باری آمد کو کچھ عرصہ کے لیے ٹال دیا۔ لیکن الفونسو ششم الملک بہ جہاد والے ریاست لیون کی روز افزونی طاقت سے مغرب ہو کر ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہان طوائف الملوک جلد ہی یوسف بن ہاشمین کی خدمت میں جسے وہ ابھی بطور دشمن آتے سے باز رکھنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ تین قاضی اور ایک وزیر یہ استدعا کرنے کے لیے بھیجے پر مجبور ہو گئے کہ وہ اون کی مدد کے لیے ہسپانیہ آئے۔ گرگ کہن بریر نے یہاں کیا کہ اوسے افریقہ میں بہت سے کام کرنے ہیں وہ ہسپانیہ نہیں جاسکتا۔ آخر امیر سیول (اشبیلیہ) نادات خود التجا کر آیا۔ اور ساتھ ہی بند راہگیر اس کی کنجیاں یوسف کے پاس بھیج دیں۔ اوس وقت یوسف مدد دینے پر رضامند ہوا۔ امالی اندلس نے البتہ ہقد عقلندی ضرور دکھائی کہ اس سے وعدہ لے لیا کہ وہ کسی اندسوی امیر کو اپنی ریاست سے بر طرف نہیں کرے گا۔ یوسف نے اسی وقت سے تیاریاں شروع کر دیں۔ جو دو برس میں مکمل ہوئیں۔ اس عرصہ میں اوس نے اپنی فوج کو سمندر پار لے جانے کے لیے بہت سے جہاز بھی تیار کرائے یوسف بمقام العجیر اس ہسپانیہ کی ساحل پر اُترا۔ اور وہاں سے سیول کو روانہ ہو گیا۔ الفونسو اس وقت پر ککال کی سرحد پر مقام باڈاجوز میں مقیم تھا۔ دونوں فرماؤں کا مقابلہ سکرا لیا اس کے متصل ہوا۔ اس مقام کو جس کا اب کوئی نام و نشان باقی نہیں رہ گیا۔ عربوں نے زلاقیہ لکھا ہے۔

القری لکھتا ہے کہ یوسف نے ایک طویل مراسلہ میں جس کی عبارت خوب مسجع و مقفہ تھی الفونسو کو حسب معمول مسلمان فاشخین۔ اسلام۔ جزیہ یا لڑائی میں

جو منظور ہوا اسے منظور کرنے کے لئے لکھا۔ اس خط کو پڑھ کر مکتوب الیہ کے کانوں
سینہ میں انش غضب بڑی تیزی کے ساتھ مشتعل ہو گئی جو مشتعل مزاجی اوس کی بدعتی
اور دماغی سفاہت کی بتیں شہادت تھی۔ ادھر عیسائی بشپوں اور راہبوں نے
صلیبیوں کو سرون پر بلند کر کے اور انجلیوں کو ہاتھوں میں لے کر اپنے دین کے لئے
جانیں قربان کر دینے کی حلف اوٹھائی، عیسائیوں کی تتنا پوری جموں۔ بربری
خیروں نے جو سامنے آیا اسے فریق پر سلا دیا۔ اور الفونسو کی فوج میں کشتوں کے
پشتے لگا دیئے۔ خود میسائی سپاہی لڑی مورخ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ عیسائیوں کے ۲۴ ہزار
سوار اور دو لاکھ پیدل کہیت رہے۔ عرب مورخوں کا بیان ہے کہ الفونسو فقط
ایک سو سوار لیکر جاں نبرہا دس کے اسی ہزار سوار اور دو لاکھ پیدل کا آئے
انہی مورخوں کا قول ہے کہ الفونسو نے تیاری کے لیے وقت و مہلت حاصل کرنے
کی غرض سے تجویز پیش کی تھی کہ فریقین کی افواج جمعہ اور اتوار کے دن جوہرہ کے
نزدیک تیرگ ہیں آرام کر میں۔ اور لڑائی فقط شنبہ کے دن ہو۔ لیکن یوسف ابن
دشمن کے حیلہ کو تیار کیا تھا۔ اوس نے فی الفور حملہ کر نیکا حکم دیدیا۔ اور میدان لڑیا
دوسرے دن سپاہی قوی مقتول افسروں کے سرون کے بڑے بڑے ڈھیر لگائے۔
گئے۔ اور مودون نے فاتحین کو ناز کی طرف بلائے کے لئے اون ڈھیروں کی چڑھیں
پر کھڑے ہو کر آذین دین۔ چالیس سر فاتحین مراکو ساتھ لے گئے۔ جن سے واران
کے شہروں کے پہاٹکوں کو آراستہ کیا گیا۔ یہ معرکہ کارن ۱۵۸۰ء میں ہوا۔ اسلامی
لشکر سے صرف تین ہزار جاں ناز شہید ہوئے۔

یوسف عیسائیوں کی سرکوبی سے فارغ ہو کر با یغائے وعدہ ۱۵۸۰ء میں فاتح
و منصور اپنے ملک کو مراجعت کر گیا۔ لیکن وہ اندلیہ کے درخیز میدانوں اور واران
کو چشم خود دیکھ چکا تھا۔ اوس کے بارونوں اور دلفریب شہروں پر اوس کی نظر
پڑ چکی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انصار کا خون جس کی لذت مسلمان مجاہدین
ہی کی زبان و دل سے پوچھنی چاہیے۔ اوس کے منہ لگ چکا تھا۔ یوسف آخر انسان
تھا۔ اس قدر موجبات شرعیہ پر غالب نہ آسکا۔ اوس نے دوسرے ہی برس عیسائیوں
کی تاخت قاراج کے لیے ۱۵۸۵ء میں پھر سپاہیہ پر فوج کشی کی۔ لیکن تھوڑی

فرج ساتھ لہجائے کی وجہ سے اپنے مدعا میں کامیاب نہ ہوا۔ تاہم ہسپانیہ پر مشتمل ہونے کی خواہش اس کمزور پیش سے اقد تیز ہو گئی۔ اور اس نے عزم کر لیا کہ اب بے بسی وہ ہسپانیہ آیا۔ کسی وعدہ کا پابند ہو کر نہ آئیگا۔ اور ہر قسم کی شرط ضرائع سے آزاد و بطور خود طالع آزمائی کرنے کو آئیگا۔

فتح ہسپانیہ کا چنانچہ مراکو واپس آئے ہی وہ تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ اور وہ برس میں اون سے فارغ ہو کر اب تیسری دفعہ محض اپنے لئے اپنا عبور کر کے مشرق میں ہسپانیہ پر حملہ کر دیا۔ جب قومی کی بھی اس میں کچھ نہ کچھ تھریک شامل تھی۔ وہ اگرچہ عرب بربر اور ہسپانوی سب کو اپنے زیر فرمان کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اوس کی یہ بھی تھا کہ عربوں نے اوس کی ہم قوموں یعنی بربروں پر جو سختیاں کی ہیں۔ اون کا انتقام لے۔ اور عربوں کی سلطنت کو ملیا میٹ کر کے اپنی حکومت قائم کرے۔ مسلمان طوائف الملوک کے دن میں کسی طرح کا مشبہ نہ پیدا ہوئے دینے کے اوس نے حسب میل شروع شروع میں عیسائیوں کے برخلاف کارروائی کی۔ ساحل پر اتر کر طارفہ پر قانفر ہونے کے بعد سب سے اول سی طاق کے دار الخلافہ لویڈ و (طلیطلہ) پر حملہ کیا۔ اور اسکا محاصرہ کر لیا۔ مگر چونکہ اس کا اصل مدعا یہ نہ تھا۔ محاصرہ کی کارروائی مناسب احتیاط تو وجہ سے نہ کی۔ اور نہ بنا برین اوس میں کامیاب ہوا۔ وہ محاصرہ اڑھار دایس مراکو روانہ ہو گیا۔ اور واپسی کے وقت اپنے اصل مقصد کی تکمیل کی۔ یہ محبت پیش کر کے کہ امیر غرناطہ عیسائیوں کے برخلاف اوس کی مدد کو نہ آیا تھا۔ غرناطہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے فتح کر لیا۔ پھر اپنے ایک جرنیل کو مرسیا۔ المیرا۔ اور باڈاجوز کی تسخیر پر امور کے خود مراکو چلا گیا۔ اس جرنیل کو حکم دیا گیا کہ اگر ان ریاستوں کے مسلمان امیر طاقتور مایین تو اُن کو بزدل و شہر معزول کر دے۔ امیر سیول کی طاقت نسبتاً زیادہ مضبوط تھی۔ اور اوس وجہ سے اسکو اس حکم سے مستثنیٰ کر کے کہ اوس کی فتح کو برکت لے کسی اور وقت پر ملتوی رکھا تھا۔ لیکن بہادر جرنیل نے کار سفوفہ سے فارغ ہو کر سیول پر بھی حملہ کر دیا۔ شاہ اخیلیلی نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ لیکن آخر اوسکا دار الخلافہ سرفراہ وہ خود مدعا اپنی نصرانی ملک سمات رومیکا کے گرفتار ہو گیا۔ وہ اغرات کو بجا وطن کرنے لایا گیا۔ اور وہیں پانچ برس کی جلا وطنی کے بعد فوت ہوا۔ یوسف نے جبر و غلبہ

کے الزام سے بچنے کیلئے علماء سے یہ فتوے حاصل کر لیا تھا کہ امیر سیول کا جیسا یون سے مدد طلب کرنا اوس کی معزوری کے لئے کافی وجہ ہے۔ ان فتوحات سے ایک ہی برس میں طوائف الملکی کا خاتمہ ہو گیا۔ جو قرطبہ کی اموی خلافت کی بربادی پر قائم ہو گئی تھی۔ یوسمن ہا فتح کو ایسا اہم سمجھتا تھا کہ سلطان نے بین اپنے جانشین کو نامزد کرتے وقت اوس نے بالضرر یہ شرط بھی قائم کر دی کہ آئندہ قرطبہ کی بجائے سیول دارالخلافہ ہو گا۔ اور اس کیساتھ ہی اپنے دربار شاہی کو وہاں منتقل کر دیا۔

خلافت بغداد اگرچہ پر نکال کا بڑا حصہ آئندہ چند برسوں میں صدی کے خاتمہ سے و مرابطین۔) پہلے پہل ۱۰۹۵ء تک اوس زمانہ میں جب کہ ہنری اول و انگلستان کا بادشاہ تھا۔ اور سبھی صلیبی لڑائی کے نصرانی مجاہد یہ و شلم کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ مسلمانوں کے تصرف سے نکل کر عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ تاہم کل ہسپانیہ مرابطین کے ہی قبضہ و تصرف میں رہا تاکہ اس مجاہد و مقابلہ و مقابلہ میں جو اندلسوی مسلمانوں اور مرابطین میں ہوتا رہا تھا۔ غلط فہمی ادا اور کچھ نہیں تو کم از کم خاموشی رہی اور کسی فریق کی حمایت نہ کرے۔ مرابطی فرمانرواؤں نے ازراہ دانشمندی خلافت عباسیہ کے اعلا اقتدار کو تسلیم کرتے رہتا قرین صلحت سمجھا۔ یوسف بن تاشفین نے ایک غارتگی کی معرفت بیش و بہا تحائف غلیف کی خدمت میں بھیج دیے اور اس کی خلافت و شہنشاہت کا باضابطہ اعتراف کیا۔ علی ثالث ملک پراچا لقب عرف امیر المؤمنین ثبت کرانا رہا۔ تاہم وہ

لندن کے عجائب خانہ میں مرابطی کے تعداد میں ۱۱۷۷ء موجود ہیں۔ عجائب خانہ میں بہت کم خاندانوں کے ایک مکمل سٹ موجود ہیں۔ اسٹ میں ابراہیم بن تاشفین کے سوا جو ایک کم عرصہ تک تھا۔ مرابطی خاندان کے سب فرمانروائوں کے سکے ہیں۔ یہ عموماً طلائی ہیں۔ اور کچھ حروف عرب نمایاں ہیں۔ ونا اعلا قسم کا ہے۔ اور وسط و دون فی دینار کیا، اگر اس ہے۔ یہ مقامات نمائندہ فاس۔ مراکش۔ سجلا۔ طانیات۔ اور طلیسان اور نیز وایشیا۔ سیرا۔ مالیریا۔ اور سیول میں مفرور ہوئے یہ سکے مرابطی پکارے جاتے تھے۔ مرابطی سے بگڑ کر راوی ہو گیا۔ مرابطی سکوں کا سونا ایسا خالص تھا کہ اس زمانہ میں اونکا مغربی یورپ میں ہی عام چلن ہو گیا۔ وہ قدر و قیمت میں قطنیہ کی مغربی موسومہ بیسٹ کے مساوی سمجھے جاتے تھے۔ مگر ان کے متعلق سب سے عجیب امر یہ ہے کہ عیسائی بادشاہ الفونسو ششم کو اپنے مکہ کے اعتبار کے لئے اونکی

در حقیقت بالکل آزاد اور مطلق العنان فرمانروا تھا۔ باجگزار شہزادے اسے بلا تکلف امیر المومنین ہی پکارا کرتے تھے۔ جو صرف غلغلا کا لقب ہے۔
یوسف کا نظم و نسق یوسف کا عہد مروی سلطنت مراکو کے انتظام و توسیع کے لیے ہی نہیں بلکہ نہ نظم و نسق اور حسن انتظام کے لیے ہی خاص امتیاز رکھتا ہے۔ وہ ہر سال اپنی سلطنت کے حقہ کثیر کا دورہ کرتا۔ جس سے وہ تمام طاقتیں جو بصورت دیگر سرکش ہو کر اس کے تخت کو الٹ دیتیں۔ خوب قابو میں رکھ کر اپنے اپنے کام میں مشغول رہتیں کسی اپنے جائز اور درست منصب سے تنہا و زکرنے کا حوصلہ نہ پڑتا۔ ایسا خیال کرنے کے لیے وقت و فرصت ہی ملتی۔
اوس نے اپنے دربار میں عقلمند و فرزادہ مشیر و عامل و فاضل صاحب تدبیر جمع کئے۔ اور ہر وقت یہی لوگ اوس کی مجلس میں جمع رہے۔ اس نے ماحصل سلطنت کے لیے اگرچہ اتنی نیکوئی پر اکتفا کیا۔ جن کی قرآن کریم اجازت دیتا ہے۔ لیکن تاہم اوس کے پاس سبقت زور و دولت جمع ہو گیا کہ ہقدر شہزادے اوس کے کسی متقدم بادشاہ کو نصیب نہ ہوتی

دقیقہ حاشیہ صفحہ ۷۷، جو یہ ہونے لگا تھا کہ رانی پڑی۔ اور عربی نقش اپنے سک پر ثبت کر لے کر بیٹے اگر وہ ایسا نہ کرتا تو مرابطی سک کے مقابلہ پر جس کے فاضل العیار ہونے پر کل دنیا کو کمال اٹھتا تھا۔ الفونسو کے سک کوئی پرچھتا ہی نہ۔ البتہ اوس نے یہ ترمیم کر دی کہ عربی عبارت کو سبھی مذہب کے مطابق بنایا۔ عربی سک پر ہوتا تھا۔ امیر المسلمین "اے سکے لکھو یا امیر الکتانوں کیں" اور خلیفہ کی بجائے پوپ کو امام کلیسا سچ لکھو یا۔ بسم اللہ اور کلمہ شہادت کی بجائے "باسم اب و ابن و روح القدس لا الہ الا اللہ" کا کلمہ تراشا۔ اور من یتبع فی الاسلام دنیا الخ" کی جگہ من آمن بالیسع و اعطی فقد نجا" کی عبارت گھڑی۔ یہ سک فی الواقع دنیا کے سکوں میں ایک نادر شے ہے۔ رومن القرماس کا مصنف لکھتا ہے کہ "من یتبع غیر الاسلام دنیا" والی آیت مذاق کے بعد سکوں پہاڑا دی گئی تھی۔ اس کا یہ بیان غلط ہے کیونکہ یہ آیت المغزین باوئیس اور ابو بکر بن عمر کے سکوں پر بھی جو مشعلہ میں مفرق ہوتے تھے۔ برابر موجود ہے۔

مراہلی و مقدور سکوں کی بجائے موجودین نے مرہم و راجع کئے۔ جن کا بین کہیں مشعلہ میں باکر موجودہ مقدور سکوں نے موقوف کیا۔ یکیش۔

تھی۔ مراکو میں اوس کی سلطنت کی حدود بقول مورخین کوہ طلاء تک پہنچی ہوئی تھیں۔ یہ پہاڑ مغربی سوڈان میں بتایا جاتا ہے۔ لیکن اوس کا درست موقعہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ دراصل اسی کا عہد ہی اوس کے خاندان کا زمانہ حکومت تھا۔ خاندان کی شان و شوکت اوس کے ساتھ زخمت ہو گئی، اور یہ اوس جو اندر کا بے نظیر کہہ کر تھا۔ جس نے ایک معمولی سی یورش کو ایک وسیع سلطنت کی صورت میں بدل دیا۔ مراکو اور مہسپانیہ کے بادشاہ اگرچہ ہمیشہ اس سے لڑائی کرتے رہے۔ اور بعض اوقات اپنی فوج کی مدد سے اوس کی پیش قدمی کو کچھ عرصہ کے لیے روکنے میں بھی کامیاب ہوتے رہے۔ لیکن واقعات نے نتائج کر دیے کہ مراکو اندلس پانزی بادشاہیمان جس بڑے لیڈر اور سردار کی آمد کی منتظر بدیٹی تھیں۔ وہ سردار اعظم بن یوسف تھا۔ اوس کی عام رعایا اپنے اپنے بادشاہوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر کسی زبردست اور عقلمند فرمانہ والی سخت دشمن ہو رہی تھیں۔ چنانچہ جب ایک ایسا مرد میدان ظاہر ہو گیا۔ جو ان ظالم سلطنتوں کے ملیا میٹ کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ جمہور نے بڑی خوشی سے اسے اپنا سردار مان لیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص آج فوج کی صورت میں نمودار ہوا تھا۔ وہ دوسرے ہی دن قوم بلیت کا ہر دلعزیز جرنیل بن گیا۔ اور ہر فرد بشر اوس کے حکم و منشا پر بطیب خاطر جان قربان کرنے کو تیار ہو گیا +

علی ابن یوسف { یوسف کے فرزند و جانشین علی کے عہد حکومت کی داستان کوئی ایسی
۱۱۴۳-۱۱۶۰ء } لبنی چوڑی نہیں۔ اوس کی طبیعت حکمرانوں ایسی نہیں۔ بلکہ متقی و
مراحمہ بہت کم خون خدا کی طباغ سے پٹی جلتی تھی۔ چنانچہ اوس کے عہد میں عنان حکومت و
انسان مذہبی علماء کے ہاتھ میں رہی۔ اس کے باوصف اوس کے عہد میں جمہور ۱۲ برس
رہا۔ مہسپانیہ پر تین مرتبہ فوج کشی کی گئی سب سے پہلی ۱۱۴۳ء میں ہوئی۔ اور سب سے
اہم و نتیجہ خیز یہی وہی تھی۔ اس میں اگرچہ علی ٹو لیا۔ و کے قتلے میں کامیاب نہ ہوا۔

۱۱۶۰ء ایک مورخ کہتا ہے کہ وہ ابتدائے سلطنت میں چند ان پند شریعت نہ تھا۔ مگر کو ایسا پابند اور مستحب
ہو گیا کہ امام محمد غزالی کے کمال کا بھی سکوا اعتقاد نہ رہا۔ چنانچہ جو کتاب امام غزالی کی تصنیف حکومتی
آگ میں جلادیا۔ ۳۸ سال غری بادشاہی کے ۳۸۰ ہجری میں فوت ہوا۔

تاہم میڈرڈ اپورٹو اور لرن بن کو عیسائیوں سے فوج کر لیا۔ اور بقول المقری یہ ان مغربیوں کو
والخریب یا الخروز کو تمام کفار کی آلودگی سے پاک و صاف کر دیا۔ اس کے بعد جزیر
شروع ہو گیا۔ اراگان کے عیسائیوں نے فرانسیسیوں کی مدد اور توپوں کو اب اولین
مرتبہ استعمال کرنے سے شہداء میں سارا گونا گونا کر لیا۔ اس جگہ پہنچنے پر امیر علی نے ۱۹
میں دوسری فوج کشی کی اور نایک کرام واپس لوٹا۔ دو برس بعد ۱۲۰۲ء میں کفار اندلیس پر
اوس نے تیسری چڑھائی کی۔

تیسری مہم سے علی کو مدینہ ایک نئی طاقت کے ابہر آئیں خبر بد پہنچ جانے کی وجہ سے
تکلیل مدعا سے پہلے واپس آجانا پڑا۔ یہ نئی طاقت محمد بن تومرت تھا۔ جس کے معتقدین نے

۱۔ اس زمانہ میں عربوں نے توپوں کا نام اراعدات گرجے و ایوان رکھا۔ میکنس ۱۵ محمد بن
تومرت کی فخر منج عمری مسیحی مکرم دوست قاضی محمد بن صاحب وکیل سرکار یثیالہ نے نہایت
دیکھ پیرایہ بن تومرت کی ہے جس میں اس موقع پر ناظرین کی کی آگاہی و دلچسپی کے لیے یکنہ
درجہ کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔

ابن تومرت۔ جدی ہر مکی حال ک ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تومرت مغرب الاقطی کے جل سوس میں
پیدا ہوا۔ اور طلب علم کیلئے شام عراق کا سفر کیا۔ امام غزالی۔ کیا ہر ساسی۔ طرطوسی وغیرہ
فاضلوں سے استفادہ حاصل کیا۔ اور جب علم شریعت حدیث و فقہ و اصول میں دستگاہ
کامل حاصل ہو گئی۔ تو مکہ شریف کو ہوتا ہوا افریقہ لوٹ گیا۔ نہایت پرہیزگار عابد
عربی و مغربی زبان کا فصیح۔ چہرہ ہر وقت تبسم ریز۔ شجاع و دلیر تھا جب کوئی مہم خلاف
شرع دیکھ لیتا فوراً اُس پر انکار کرتا۔ اور اس بارہ میں خواہ اسے کتنی ہی تکلیف برداشت کرنی
پڑتی اسے غشی خوشی گوارا کر لیتا۔ مکہ شریف میں ہی اسے اسی نیک عادت کی وجہ سے اُزیت
اوٹھان پڑی۔ یہاں نے نکاح نہ منع کیا اور فقہا شرع امور کا برابر انکار کرتا رہا۔ جہاں اسے
یقین ہو جاتا کہ مار پیٹ کا سامنا ہے۔ وہ ان دیوانہ بن جا سکتا۔ اور دیوانہ کی بڑکے طرح صل طلب
دہائیت کے ساتھ بے ربط مہل بچھے ہی زبان سے نکالنے لگتا۔ معرے وہ اسکندریہ پہنچا۔

اور سکندریہ سے بھری راستہ سے افریقہ کو چلا گیا۔ جہاز پر بیٹھے آدمی سب کو ناز کا پابند کر دیا۔
جہاز سے وہ شہر مہدویہ میں اُترا۔ جہاں کا بادشاہ بھی بن تیم تھا۔ یہاں پر راہ ایک جھڑپ ہوئی۔ اوس میں

موصی خاندان قائم کر کے مراہلی خاندان کی جگہ لی۔ علی فرار مارکو کو واپس آگیا۔ مگر ساتری
 ملہ سید امیر علی صاحب حج، انیکورٹ کلمتہ نے خاندان تاشفین۔ اوس کی ابتدا اسے پیشتر
 میں طوائف الملوک ہو جانے۔ اور خاندان موصی کے متعلق جو حالات اپنی کتاب میں تحریر کیے
 ہیں۔ اولاً غلامہ میں اس فصل کے اخیر میں بطور تہمہ ایزاد کر و نگاہ سپانہ میں بھی مراہلیوں
 کے بعد موصیوں کی حکومت ہو گئی۔ جس کے کچھ عرصہ بعد زوال پذیر ہو جاتے پر وہ ان پر طوائف
 اور سپانہ کی عیسوی ریاستوں نے متفق ہو کر یکے بعد دیگرے ان سب کو نیست و نابود کر کے
 سب سے آخر سلطان بایزید ثانی سلطان روم کے عہد میں غزا ط کے بادشاہ ابو عبد اللہ
 کو ۱۴۹۲ء میں بیدخل کر کے مسلمانوں کو اس جزیرہ نما سے چند آئندہ برسوں میں خروفا
 مظالم سے مجبور کر کے ہمیشہ کے لیے فارغ کر دیا۔ یا عیسائی بنا لیا۔ اس واقعہ اور عیسائی
 کے ناقابل بیان جوہر ستم کا کچھ شہ سلطان بایزید کے حالات میں تاریخ خاندان عثمانیہ مؤلف
 مترجم میں صحت کر دیا گیا ہے۔ دوسری طوائف الملوک اور سپانہ کی اسلامی حکومت کی
 معدومیت اور مسلمانان باشندگان کی مظلومیت و بیکسی کے مفصل حالات آنریبل سید صاحب
 کی کتاب کے اردو ترجمہ میں جو حمید ریہ ایجنسی لاہور سے مل سکتا ہے۔ درج ہیں۔ وہ ہر
 کتاب کے موضوع سے خارج تھے۔ اس لیے سید صاحب کی محولہ بالا تقریر کے خلاف اسے اعتراض
 کچھ اور زیادہ درج کرنا سبب نہیں تھا۔ البتہ موصیوں کا چونکہ اس کتاب کے پورا پورا تعلق
 ہے۔ ناظرین کو ان کے متعلق مزید معلومات و حالات سے آگاہ کرنے کے لیے میں ایک اور ترجمہ
 کی تقریر ہی اس موقع پر درج کر دیتا ہوں۔ (دیکھ صفحہ آئندہ)

دقیقہ ماشیہ صفحہ ۷۷، مسجد کی فصیل پر بادار کی جانب مہر کے بیٹھ جاتا جو کوئی شخص سادو
 طنبور۔ یا شراب وغیرہ کا سامان لیے جاتا نظر آ جاتا ہے۔ فوراً مسجد سے اترتا اور ادا نہیں
 توڑ دیتا۔ لوگوں میں شور مچا دیتا۔ سینکڑوں اوسے دیکھنے کے لیے آیا کرتے جب
 معلوم ہو کہ اہل علم ہے تو طلبہ بھی جمع ہو گئے اور مسجد میں درس شروع ہو گیا۔
 بادشاہ کو خبر ہوئی۔ فقہا کو دربار میں بلایا۔ اور ابن تومرت کو اون کے سامنے
 طلب کیا۔ جب اور کا مشورہ و رخصتہ کلام سنا۔ تو بادشاہ نے تعظیم و اکرام کیا۔
 اور اتنا اس دعا بھی کی۔ ابن تومرت نے صلوات اللہ علیہ پر استعا کیا یعنی خدا
 تکویر عایا کے حق میں اچھا حاکم بنائے۔ اس کے بعد ابن تومرت (دیکھ صفحہ ۷۷)

ہسپانیہ میں اپنی حکومت کے استحکام و سلامتی کے لیے اوس نے یہ تدبیر کی کہ کئی ہزار باغدادی
 دے متعلق حاشیہ صفحہ ۷۸، مفتی غلام سرور صاحب خاندان موصدین کی ابتدا محمد بن تومرت کے
 سوانح اور اس خاندان کے چند اولتین فرمانروائیوں کے حالات حسب ذیل لکھتے ہیں :-
 اس خاندان کی ابتدا کا حال اسطر جہد روح تواریخ ہے کہ محمد بن عبد اللہ ایک شخص
 ملک افریقہ کے شہر ہرگاز رہنے والا ایک غریب مسکین آدمی کا بیٹا تھا اس کا باپ عبد اللہ شہر کی
 ایک مسجد میں چراغ جلائے پر مقرر تھا۔ جب محمد اوس کا بیٹا ہشیا رہ ہوا۔ تو شہر قرطبہ دار الحکومت
 انڈلس میں گیا۔ اور وہاں ہی علم پڑھا۔ جب تحصیل سے فارغ ہوا۔ تو اپنا علم پڑھانے
 کیلئے شہر قاہرہ و نجد میں گیا۔ اور مدرسہ السالو حمید غزالی میں داخل ہوا۔ وہاں کے فاضل
 امام محمد امام غزالی نے ایک کتاب بد ریاست و حکومت کے قانون میں تصنیف کر کے علماء
 و فضلاء کی مشغوری کئے شہر قرطبہ کو بھیجی تھی۔ قرطبہ کے علماء نے اس کتاب کو مردود کر دیا تھا
 کیونکہ اوس کی مطالعہ سے چند اعتراض اسلام پر عائد ہوتے تھے۔ چونکہ اس وقت بادشاہ
 انڈلس کا علی بن تاشفین مرادوی تھا۔ اوس نے براہ کمال تحقیق و کتاب آگ میں جلا دی
 تھی۔ یہ حال اس محمد بن عبد اللہ کو خوب معلوم تھا۔ امام محمد غزالی نے ایک مسافر مغرب کی زمین
 سے آیا ہوا قصور کر کر پوچھا کہ تم شہر قرطبہ میں ہی کیسی گئے ہو۔ اور اگر گئے ہو تو تم نے کچھ
 حال میری کتاب کا سنا ہے۔ کہ علماء و فضلاء نے اوس پر کیا رائے دی۔ محمد بن عبد اللہ نے مفصل
 حال بیان کر دیا۔ اور کہا کہ علی بادشاہ نے اس کتاب کو آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا۔ باقی صفحہ ۷۹

دقیقہ حاشیہ صفحہ ۷۸، بجایا اقد و دان سے لالہ ہو چکا یہاں اسکو عبد المؤمن ملک یا عبد المؤمن
 کوں تھا۔ یہ ناظرین کو آگے چلکر معلوم ہو جائیگا۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب ابن تومرت عراق میں پڑھ رہا تھا۔ اوس نے دو دفعہ
 خواب میں دیکھا کہ تمام سمندرون کا پانی میں پی گیا ہوں۔ اس خواب کی تعبیر اوس نے
 سمجھی کہ دنیا پر وہ ایک بڑی شان سے ظاہر ہوگا۔ انہی ایام میں اسے ایک جعفر کی کتاب
 مل گئی۔ جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ پانچویں صدی کے بعد مسجد الاقصیٰ کی پہاڑیوں میں ایک
 شخص پیدا ہوگا۔ وہ دعوت الی اللہ کرے گا۔ اور اس کا قیام و دفن ایسی جگہ ہوگا۔ جس کے نام
 میں تہی۔ ق۔ تم۔ ل۔ حروف آتے ہیں اس شخص کو ایک ایسے شخص سے جس کے نام میں
 تہ۔ ب۔ و۔ م۔ حروف ہونگے بلکن و استقامت مابقی ہوگی و دیکھو صفحہ ۷۸ حاشیہ دوم،

عیسائیوں کو جو ریاست قرناطین آیا دتھو اور ہپانوی عیسائیوں کو ہمیشہ مدد پہنچاتے
 (حاشیہ اول صفحہ ۷۹) یہ سنتے ہی امام غزالی دنگ لگیا۔ اور غصہ کی لگ اسکی سینہ میں منتقل
 ہوئی چونکہ امام مرد مقبول خدا پرست عابد و زاہد ولی اللہ تھا۔ فی الغور اس نے خدا کی
 جناب میں ماتمہ اٹھائے۔ اور دعا کی کہ الہی بطرح علی نے میری کتاب کو جس میں میری نیت
 محض تیرے بندوں کو فائدہ پہنچانے کی تھی۔ پھاڑ ڈالا۔ اور علما دیاسے۔ اسی طرح تو
 اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دے۔ اس کی نسل زمانہ سے قطع کر دے کہ پیر کوئی نام
 لیوار دی نہ میں پر باقی نہ رہے۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ بھی اس دعوامین شامل ہوا
 اور کہا کہ آپ ایس انتقام لینے کا آد تو مجھ کو نیا چنانچہ وہ دعا مقبول ہوئی۔ اور اس واقعہ کے
 بعد محمد بن عبداللہ تین سال تک امام غزالی کے پاس رہا۔ اور علوم شریعت و طریقت کی تعلیم
 بنائی پھر شہر ماو بتائیہ کو گیا۔ وہاں بھی کس قدر مدت تک نہایت افلاس اور مسرت کی حالت
 میں گزار کر تارما پیر جا بجا شہر شہر پھرنے لگا۔ اور جہان جاتا علی بن یوسف کی بد چلنی
 اور بد عقول کی شکایت و عظیم کرتا۔ ایک روز ایک وعظ میں گیا۔ وہاں ایک نوجوان
 عبداللہ اسکو ملا۔ چونکہ عبداللہ اسکو ملا۔ چونکہ عبداللہ اسکو ملا۔ چونکہ عبداللہ اسکو ملا۔
 یسے مشرق کو جانیا لا تھا۔ محمد بن عبداللہ نے اسکو کہا کہ جو علم تمکو پڑھنا ہو مجھ سے پڑھو
 سفر کی تکلیف کیوں اپنے اوپر گوارا رکھتے ہو۔ میں تمہارا شوق پورا کر دوں گا عبداللہ نے اس
 کا کہنا مان لیا۔ ایک دن محمد نے عبداللہ کو کہا کہ ایک پیش گوئی میں تمکو سناتا ہوں۔ وہ یہ ہے
 کہ حکومت فقہ کی تمہارے وقت سے شروع ہوگی۔ اور تم حاکم و فقیہ بن جاؤ گے۔ چنانچہ ایسے
 ایسے خیالات اس کے دلیں بٹھلاتا رہا۔ (دیکھو صفحہ ۸۰ حاشیہ اول)

دبائی حاشیہ دوم) ابن تومرت کا زمانہ پانچویں صدی کے بعد ہی تھا۔ اور غرزد جبل موس کا پیداغند
 تھا۔ اور دعوت الی اللہ پر جو شوق و دغف اس سے تھا۔ وہ ظاہر ہی تھا اس لیے اسکی خیال کیا
 کہ یہ بشارت میرے حق میں ہی ہوئی چاہیے۔ مگر اب ان حروف کے شخص اور مقام کو تلاش
 کرنا چاہیے کتاب جبر میں باب دوم و سوم کا حلیہ ہی درج تھا۔ ابن تومرت نے حلیہ نقل کر دیا۔
 تھا۔ اور اسی تلاش میں مشرق سے مغرب لاقطی پہنچا تھا۔

ملا کے بازار میں یہ چلا جاتا تھا کہ عبداللہ اسکی برابری سے گذر گیا۔ ابن تومرت کو دیکھتے
 ہی حلیہ یاد آ گیا۔ آواز دیکر اسے مہر لایا۔ جب نام دریافت کیا تو ردیکھو صفحہ ۸۰ حاشیہ دوم

رہنے کی وجہ سے نہایت خوفناک رعایا بن گئے۔ مراکو کے قصبات مکہ اور سالی کو جلا وطن کر دیا۔

حاشیہ اول متعلقہ صفحہ ۸۰ پہلا سکوا بنا وزیر و مددگار بنایا۔ پر دونوں شہر فاس میں آئے۔ اور دیکھ کر
مراکو کی طرف گئے۔ اور محمداؑ شہر کی جامع مسجد میں جہان بادشاہ وقت بیٹھتا تھا۔ جا بیٹھا۔ مسجد کے ظلم
میں سے ایک نیکوکار یہ مقام بادشاہ کے بیٹھنے لگے۔ یہاں سے اڑھد بیٹھ کر قوت پتہ ہے۔ اوس نے
جہاں بادشاہ کا ان المساجد للہ یعنی مسجد میں خدا کے واسطے ہیں۔ میں بعد شاہ آیا اور نماز شروع
ہوئی۔ جب نماز ختم ہو چکی تو محمد بن عبداللہ کہلا کر آئے اور علی بن یوسف بادشاہ کی طرف
مخاطب ہو کر آواز بلند کیا کہ ظلم و بدعت و جور و جفا تمہارے عہد حکومت و علاقہ میں بہت
ہو چکا ہے۔ اسکو بہت جلد دفع کرو۔ ورنہ خدا تعالیٰ جو احکام الحاکمین ہے تم سے حساب لے گا۔
اور حشر تمہارا قیامت کے دن ظالموں میں ہو گا۔ یہ تقریر بادشاہ کے دل پر سخت آگیا
گذری۔ اور اسی وقت مجلس سے اوسکو اٹھانا چاہا۔ مگر محمد نے یہ چالاک کی کہ وعظ کہتا
شروع کر دیا۔ اور عام و خاص کو اپنی طرف رجوع کر لیا۔ دوسرے روز بادشاہ نے علما
کو جمع کیا۔ اور اوس سے فتویٰ چاہا۔ کہ ایسے بے ادب کے لئے کیا سزا تجویز کرنی چاہیے۔ سب کی
یہ تجویز ہوئی کہ اسکو شہر سے نکال کر دنیا چاہیے۔ چنانچہ فی الفور نکال لایا۔ شہر سے نکل کر محمد نے
قبرستان میں قیام کیا۔ اور اسی مقام پر وعظ کہنا شروع کیا۔ شہر کے لوگ جو حق
و عظمت کو دیکھتے اور ہر ایک وعظ کے بعد یہ دعویٰ کرتا کہ میں علی المرتضیٰ کی اولاد
سے ہوں۔ امام ہوں۔ لوگوں کو نجات کا رہنما دکھلائے آیا ہوں اب ظلم کا زمانہ ختم
ہو گیا۔ تمام دنیا میں غریب و کمزور پیدا ہو گئی۔ میں بعد سلاطین مراد ہوئی۔ بادشاہ نے صفحہ ۸۰ پر فرمایا

حاشیہ متعلق صفحہ ۸۰ تھا اوس نے عبداللہ بن تبتالہ جس میں تمام حروف موجود تھے۔ اوسے اپنے
ساتھ لیکھا۔ علیہ کے ساتھ مطابقت کی گئی تو وہو ہو و سیا ہی نکلا۔ ابن تو مرت نے کہا کہ میں تو
بڑی تلاش میں ہی ہزاروں میل کا سفر کر رہا ہوں۔ اوس نے کہا میں تو طلب علم کیلئے عراق
جاتا ہوں۔ ابن تو مرت بولا۔ کہ جو علم پڑھنا ہو میں پڑھاؤں گا۔ لیکن اب تم کو جانئے نہ ہو کہ
پہلے اوس کے سامنے اپنا سارا راز ظاہر کر دیا اور اسے متفق بنا لیا۔ ایک اور شخص عبداللہ
ابو شریعی نامی ابن تو مرت کے پاس آیا کہ آیا کرتا تھا۔ یہ شخص بھی راقی حاشیہ صفحہ ۸۰ پر فرمایا

یہ واقعہ ۱۲۸۱ھ عریں گذرا۔ جس سے چار برس بعد محمد بن قمرت سنہ ۱۲۸۴ھ میں مر گیا۔

دقیقہ حاشیہ اول صفحہ ۱۰ قبلہ اور عیب اور فکرم کون کو سننا اور اپنے تابعین کے حق میں جو کچھ
چشمہ دارت کے لئے دعا کرتا۔ بادشاہ نے یہ تقریریں جب اوس کی سنیں۔ اس کی گرفتاری اور
قتل کا حکم نافذ کیا۔ یہ خبر شکرہ علاقہ شمال کی طرف برسوس شہر کے پاس ہے۔ بہاگ گیا۔
وہ ان جاگ اوس نے عبداللہ بن ابی غلیظہ کو کہا کہ میں میں ہندی آواز مان تم ہو اور میں
تمہارا ہمورد و عود کے لئے آیا ہوں۔ چنانچہ اوسی وقت بچاس آدمی ایمان لائے۔
اور عبداللہ بن ابی غلیظہ نے انہوں نے اقرار کیا۔ من بعد شتر آدمی اور ایمان لائے۔
اور اس کے مطلع ہوئے۔ اس وقت محمد بن عبداللہ نے دو مجلسیں اہل شہر کے کی مقرر کیں
ایک مجلس میں وہ لوگ مقرر ہوئے۔ جو سب سے اہل ایمان لائے۔ اور انکو ہات
بہا اور بیلے بڑے کام پر مقرر کئے۔ دوسری مجلس میں وہ داخل ہوئے جنہوں نے بچے
بیعت کی۔ اونکی پیرو حکومت کے چوٹے کام ہوئے۔ اور مقتدا کے فیصلہ کرنا ہی انہی کے
پیرو ہوا۔ بعد ازاں محمد کو ہستان کی طرف گیا۔ اور خدا کی وحدانیت پر اوس نے حاکم
گاؤن اور شہر شہر محظ کئے۔ یہاں تک کہ بیس ہزار فوج جرار اوس کے ماتحت ہوئی۔
اور بڑے عروج پر پہنچی گئی۔ اپنی قوم کا نام اوس نے فرقہ موحیدین رکھا۔ اور اپنی
نسب الہادی کا خطاب لیا۔ یہ سالاری و حکومت تمام فرقہ و قوم کی محمد بن عبداللہ
کے متعلق تھی۔ امام کا خطاب عبداللہ بن محمد کو حاصل تھا۔ اگرچہ کل مالک اس کام کا محمد بن عبداللہ
تھا۔ مگر وہ اپنے آپ کو عبداللہ بن محمد کا خلیفہ و نائب شہر مقرر کرتا۔ اور امام الہدی والہادی
ان کے حق میں کہا کرتا۔ (باقی صفحہ ۸۳ پر قبلہ)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۱ نمبر ۲) میں و جیل و فیصلہ و بلین تھا۔ ملکی زبان اور عربی پر مہارت تھی۔
رکھتا تھا۔ یہ بھی اونکو ساتھ شامل ہو گیا۔ اور پھر قرار دیا گیا کہ عبداللہ بن ابی غلیظہ
اور اس کے علم و فضیلت۔ فصاحت و صداقت سے کسی موقع نہ ضرورت پر بطور اہلکار
کے کام لیا جائے۔ اس کے بعد محمد بن قمرت نے انہیں بارہ شیعہ بچے اور شامل کر دیئے۔ اور
جماعت مراکش ٹیپو بکشی مراکش میں ابن قمرت نے اپنی مالک د (باقی صفحہ ۸۳ پر قبلہ)

مملوکوں کے متفقہ میں سے متوفی کے شاگرد رشید عبداللہ بن محمد بن رشید علی کے برادر۔

درمانہ متعلق صفحہ ۸۶ قبل، محمد بن عبداللہ کی فصاحت و بلاغت و حسن تقریر کا یہ حال تھا کہ نہایت
فائدہ کے دل سہوت اوس کی طرف بائیں تھے ماسوقت ابو اسحاق ابراہیم علی بن یوسف بادشاہ
کے بہائی سے موصدین کا یہ عروج دیکھا تو اوس نے اطلاع اس حال کی ملی بادشاہ کو کی
اور وہ ان سے موصدین کی سرکوبی کے لیے حکم نافذ ہوا چنانچہ ابو اسحاق بڑی بہاری فوج
لیکر موصدین پر چڑھ آیا ماسود آپس میں سخت لڑائی ہوئی۔ ابو اسحاق نے شکست کا
کہانی۔ تمام فوج اس کی قتل ہوئی۔ اور خود وہ بائیں کبر میدان سے بھاگ گیا۔ بڑی
دولت اور جنگ کا سامان موصدین کو ملا۔ اس کے بعد اور تین قبیلے موصدین کی بہت
شامل ہو گئے۔ اور پہلے سے جمیعت دو چندان ہو گئی۔ یہ حال مسکندر علی بن یوسف نے اپنے
دوسرے بہائی کو بہ پانیہ سے بلایا ماسود بے شمار فوج دیکر موصدین کے مقابلہ پر بھیجا جبکہ
یہ فوج بہاڑ پر پہنچی۔ موصدین بڑی چمتی سے اوس کے مقابل ہوئے۔ اور روز آپس
لڑائی ہوتی رہی۔ اگرچہ یتیم موصدین کے ساتھ بہت لڑا۔ اور ہزاروں آدمی قتل
قتل کر ڈالے۔ مگر انکو شکست نہ دے سکا۔ مقام تنال میں موصدین نے ایک قلعہ بنایا۔
اور سامان جنگ و مان جمع کر کے ضبوطی حاصل کی۔ اور شہر وں پر لورشین شروع کیوں
چنانچہ فاس وغیرہ چند بڑے بڑے شہر فتح کر لیے۔ یتیم برس کے بعد عبداللہ بن محمد نے فاس
ہزار سوار لیکن فوج و سلطنت مرادویوں پر چڑھائی کی۔ اور بہت سی شکستیں دیکر دین۔ اور تنال
کو مراجعت کی۔ اوس کی واپسی کیوقت محمد بن عبداللہ قلعہ سے (باقی صفحہ ۸۴ نمبر ۱)

رقبہ حانیہ صفحہ ۸۶ نمبر ۲) مطابق خلافت شریعت اور پسا فذ و اعتراض و انکا شروع کیا اور
خاص بادشاہ کے بیٹے پر ہی ہوا کہ انکا امتزاضات کرنے لگا۔ یہاں کا بادشاہ ابو الحسن علی جو
امیر تاشیفین کا پوتہ تھا۔ نہایت عادل و متواضع تھا۔ بادشاہ نے دربار میں اوسے حاضر
کرنے کا حکم دیا۔ اور ملتان شہر کو مبادشاہ کے لیے مقرر فرمایا۔

شاہ
قاضی شہر نے اس طرح گفتگو شروع کی۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ سمار سے عادل و حلیم باد
کی نسبت جو مطہر حق ہے۔ اور طاعت آہی کو اپنے نفس پر دباؤ باقی صطو ۸۴ نمبر ۲)

اپنی کارروائی کو جاری رکھا اور علی تیرہ برس تک حتی الوسیع مقابلہ کرتا رہا ۱۱۳۳ھ

دعائے متعلق صفحہ ۸۳ نمبر ۱، اس کے استقبال کو لکھا اور بڑی تعظیم کے ساتھ قلعہ میں داخل کیا۔ دوسرے روز محمد بن عبداللہ نے پانچ آدمیوں کو جو خاص مشیر یا تدبیر تھے مسجد میں بلا دیا۔ اور چند ساعت تک انکو وصیتیں کرتا رہا۔ پھر انکو نصیحت کیا۔ اور صرف عبداللہ کو من کو اپنے پاس رکھا اور امام غزالی کی کتاب اسکو دی۔ اور کہا کہ اس کے بموجبیہ کار بند رہنا بعد انصرام اس کام کے محمد بن عبداللہ جان بحق تسلیم ہوا۔ یہ واقعہ ۳۲ھ ہجری میں واقع ہوا۔ بعد اس کی وفات کے فرقہ موجودین نے عبداللہ کو امام بنایا۔ اور امیر المؤمنین مہدی الہادی کا اسکو خطاب دیا۔ امیر المؤمنین عبداللہ بن محمد بن عبداللہ کے عبداللہ کو من تحت نشین ہوا۔ اور نہایت سرگرمی کے ساتھ جہاد لگ گئی میں مشغول ہوا۔ اس نے تین سال کے عرصہ میں مراد یونانی دریکہ وغیرہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳ نمبر ۲، یہی مقدم رکھتا ہے نا شائیتہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اور یہ جہاں تک صحیح ہے۔ ابن تومرت نے کہا کہ جو اقوال میری جانب منسوب کئے جاتے ہیں۔ وہ بیشک میں نے نہ کہے ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی کہتا چاہتا ہوں۔ لیکن تم بتلاؤ کہ تمہاری جو ابھی بادشاہ کی صفت میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ طبع حق ہے۔ اور اطاعت آہی کو اپنے نفس پر مقدم رکھتا ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہیں۔ میں تو جانتا ہوں کہ تم لوگ ایسے الفاظ سے ہی بادشاہ کو مغرور بناتے اور غلطی میں ڈالتے رہتے ہو۔ حالانکہ تمام بارگشاہ بادشاہ کے سر پر رکھا جائیگا۔ قاضی صاحب کیا آپکو معلوم نہیں کہ شراب کی دوکانیں کبھی ہوتی ہیں۔ اور خنزیر مسلمانوں کے گھروں میں جا گھستے ہیں۔ یتیموں کا مال چہین لیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ بادشاہ نے جب یہ تقریر سنی تو اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اور ندامت و حیا سے گردن کو جھکا لیا۔

حاضرین دربار اگرچہ ابن تومرت کے اوضاع و اطوار کو دیکھ کر یہ فتویٰ لگا چکے تھے کہ یہ شخص اپنے لئے سلطنت و حکومت کا خوب نگار ہے۔ لیکن جب انہوں نے بادشاہ پر اس کی چار و گلامی کا اثر دیکھا تو سب خاموش رہ گئے۔ مالک بن وہب نامی بادشاہ کا منہ چلے گا صاحب تھا۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں (باقی صفحہ ۸۵ نمبر ۲ پر)

میں رہ کر اسے عالم جاوداتی ہو گیا۔ وہ مراکش میں فوت ہوا۔ جہاں تا وقتیکہ تاج

دعاشہ متعلق صفحہ ۸۴ (نمبر اول) سلطنت کو بر باد کر دیا بلکہ اس سلطنت کو بیخ سے اوکھاڑ دیا۔
 پہلے کی شہزادہ میں نہ گئے۔ پھر شہر مراکو دار السلطنت مراو دیون کا تہا محاصرہ میں بذات خود آیا اور
 ابو عمران نام ایک رئیس کو لشکر دیکر اندلوسیا کی فتح کیلئے مامور کیا۔ اس عرصہ میں بہت سے امیر و
 مسیانیہ کے عبدالمومن کے ساتھ مل گئے۔ اور سب نے اطاعت قبول کر لی۔ مراکو کے رہنے والے
 عبدالمومن سے بڑا ہوا۔ اور زمین چاہتے تھے کہ اس کے مطلق ہوں۔ مدت تک لڑتے رہے۔
 عبدالمومن نے قسم کھائی کہ جب تک یہ شہر فتح نہ ہو محاصرہ نہ اڑھایا جیگا۔ ایک سال کے محاصرہ کے
 بعد شہر میں قحط پڑ گیا۔ تین حصے باشندگان شہر کے ہو کہہ کے عذاب سے مر گئے۔ اور ایک حصہ
 باقی ماندہ مقابلہ موعیدین کا نہ کر سکا۔ آخر ۴۳۵ھ میں شہر فتح ہوا۔ ابراہیم آخری بادشاہ مراکو
 کا گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ اور موعیدین نے شہر کے رہنے والوں میں سے (باقی صفحہ ۸۶ پر)

بقیہ دعاشہ صفحہ ۸۴ (نمبر دوم) حضور کو اس وقت ایک نصیحت کی بات کہتا جا رہتا ہوں۔ آپ نے اسے
 مان لیا تو انجام کار اسکی عمدگی ظاہر ہو جائیگی۔ اور اگر منظور نہ فرمایا تو اس کے برے نتائج
 بھی تھوڑی دیر میں نظر آجائیں گے۔ بادشاہ نے کہا تیار ہو۔ کہا مجھے اس شخص میں آثار رفاقت
 نظر آتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اسکا ایک دینار روزیہ فرما کر دیا جائے۔ اور اس جماعت کو زیر
 نگرانی رکھا جائے۔ اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو ایک وقت سارا خزانہ ہی صرف کرنے کے لئے نکال
 نہ ہو سکے گا۔ بادشاہ نے اس رائے کو پسند کر لیا۔ لیکن وزیر نے اسکا خلاف کیا۔ کہا بادشاہ
 ہمیں کہ ابھی آپ جس کے وعظ پر آسمو بہا رہے تھے۔ اسکو سیرینا نے کا حکم دیا۔ اور ذرا
 خیال تو فرمادیں کہ یہ شخص حضور کی اتنی بڑی سلطنت کا کر ہی کیا سکتا ہے۔ بادشاہ اس
 تقریر سے خوش ہوا اور ابن تومرت کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ابن تومرت دن میں نکلا۔ تو جہاں تک بادشاہ نظر آتا رہا۔ اسکی جانب پیچھے نہیں
 کی۔ ہر ایہیون پوچھا۔ کہ کیا آپ اسکی تعظیم کرتے ہیں۔ کہا نہیں۔ میں نے چاہا کہ آخر وقت تک
 حق باطل کو تار تار رہے۔ واپس آکر ابن تومرت نے ہر ایہیون سے کہا کہ جب تک بار
 میں ابن وہب موجود ہے۔ ہم خاص مراکو میں کچھ نہیں کر سکیں گے۔ یہاں وہ شہر

اس کا بیٹا نہ پہنچ گیا۔ اس واقعہ کو مخفی رکھا گیا تا شافعیہ ایک میسائی کینکے بغیر نہ ہوا۔

دعائے متعلق صفحہ ۸۵ نمبر اول، ایک تنفس بھی نہ چھوڑا۔ سب کو گھال پیرھی مار دیا اور
گہروں کو آگ لگا کر حملا دیا چند سال کے بعد اس اور جسے ہوئے شہر کو پھر عبد المؤمن نے
آباد کیا اور صواٹ ۰۰۰ لوگوں کو لاکر اس میں بیٹا یا اس فتح کے بعد کل ملک ہسپانیہ میں
کے تصرف میں آ گیا۔ مگر اسپر ہی قانع نہ ہوئے۔ اور شہر ہجری کو ایک لاکھ سوار اور ایک
لاکھ پیادہ ہمراہ لیکر عبد المؤمن جہاں پر مستعد ہوا سگریہ مراد اس کی پوری نہ ہوئی۔
اور اچانک شہر ہجری میں مر گیا۔

یوسف ابو یعقوب المستور کا یوسف ابو یعقوب جو بیٹا بیٹا عبد المؤمن کا باپ کے محلے کے بعد
تحت نشین ہوا۔ بندہ حوصلی و جوانمردی و شجاعت اس کی ذات میں کم نہیں ہے بلکہ کثیر

دعائے متعلق صفحہ ۸۵ نمبر دوم، مراعات میں پہنچو۔ اور وہاں سے ایک شخص عبد الحق
بن ایراہیم کو ہرا دیا بیٹا۔ اس نے مشورہ دیا کہ یہاں سے ایک دلی مسافت پر تین مل پہاڑ
ہے۔ وہاں جا کر تم خوب قدم جا سکتے ہو۔ اور محفوظ رہ سکتے ہو۔ ابن تو مرت کے دلیر
وہی صوفی تھے قیام تل خوب نقش ہو رہے تھے تین مل پہاڑ کا نام مستکر اچھل پڑا۔
اور انگلی روز وہاں جا پہنچا۔ لوگوں نے طالب علمانہ حیثیت دیکھ کر سر آنکھوں پر ٹھٹھایا
اور سجد میں قیام کر دیا۔ ابن تو مرت نے بہت سے حیلے نکالے اور تدبیریں بنائیں۔ لیکن علایا
کو اطاعت شاہی سے منحرف نہ کر سکا۔ قریب تھا کہ وہ اپنی ناکامیابی کے تصور میں گہلی کر
مر جاتا کہ اس کی نگاہ پہاڑی لوگوں کی اولاد پر پڑی دیکھ کر پہاڑی گورسانوں نے
اور گندم گون میش چغہ ہن مگر اون کے پیچھے پیچھے بچے خوب سرف و سفید اور گریہ
چشم ہن چو چا اس کا سبب کیا ہے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ تو ابن تو مرت نے سہما کاہی
پر زور دینا چاہا ہے۔ جب اصرار حد درجہ پہنچ گیا۔ تو لوگوں نے بتلایا کہ شاہی عہد
دار جو خراج لینے کے لیے آتے ہیں۔ رات کو ہمارے گہروں میں رہتے۔ اور مور تو کھ
اکوہ کر دیتے ہیں۔ بلکہ اپنے گہروں میں بھی اس شب نہیں ناہنیں دیتا۔ یہ ساری خرابی ہر
ظلم کی ہے۔ ابن تو مرت نے ادھر سے سخت لعنت طاعت شروع کی۔ اور ادنیٰ حرارت و حیثیت

اسے سخت پریشان کیا۔ ایک برس ہی پہنچا تھا کہ عبداللہ بن قیس نے قلعہ ان کے قریب فیصلہ کن کر دیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ نمبر ۱: طبیعت بہت بائیں تھی غوریدی سے ڈرتا تھا۔ اس نے رعایا میں امن قائم کیا اور فوج کم کر دی۔ ایک دفعہ اس نے ہاپانیہ پر چڑھائی کی۔ اور کشیل کے بادشاہ سے لڑ کر اسکو شکست دی۔ دشمن کی طرف سے جو لوگ قید میں آئے۔ ان پر رحم کر کے انکو رہا کر دیا۔ اسقدر رحم دشمن پر اسوقت تک کسی بادشاہ نے نہیں کیا تھا۔ شہر میٹر ڈو دار السلطنت بن گیا۔ پراسوت قبضہ پایا۔ اور یہی بہت سے شہر فتح کئے۔ آذربائی مرگ سے ۳۹۵ عیسوی میں مر گیا۔ ابو محمد عبداللہ نامہ الدین اللہ (بعد وفات پائے یوسف کے) اسکا بیٹا محمد بادشاہ ہوا۔ بن یوسف اللہ یعقوب۔ اگرچہ وہ کم قوت و کم حوصلہ بادشاہ تھا۔ پہر ہی اس نے اسقدر فوج جمع کی کہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار اس کی فوج کا پانچواں حصہ تھا۔ یہ حال یہ کہ

دبقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ نمبر ۲: کو آکسانے لگا۔ لوگوں نے کہا اگر کوئی ہمارا مامی و دہرکار پیدا ہو تو ہم اسکا ساتھ دے سکتے ہیں۔ لیکن ہر فرد کچھ نہیں کر سکتے۔ بولایین تہارا ساتھ دونکا سا اور تہار سے پیچھے اپنی جان قربان کر لیا تو لگا۔ اور تم دیکھ لو گے کہ شاہی فوج تہارا کچھ نہ کر سکے گی۔ اب تو اب تو مرت کے سب لوگ ملے و منقاد ہو گئے۔ اور یہ تجویز قرار پائی کہ جب شاہی سپاہی آجاوین تو انکو عورتیں خوب شراب پلاوین۔ اور جب وہ نشہ میں پڑیں تو مرت سے کہہ دو کہ گر پڑیں تو اب تو مرت کو اطلاع دی جاوے۔ مامی تجویز پر عمل کیا گیا۔ اور سب سپاہی قتل کر دیئے گئے۔ معروف ایک نوجوان لگا جس نے مر کو جاکر اطلاع دی۔ اسوقت بادشاہ سمجھا کہ ابن و ہرے جو مشورہ اس روز دیا تھا۔ وہ صحیح تھا آخر فوج کمٹی ہوئی۔ فوج اگرچہ بہت تھی۔ لیکن بیٹاری راستے ایسے دشوار گذار کھن اور تنگ تھے کہ ایک آدمی سے زیادہ وہ چل سکتا تھا۔ ابن تو مرت کو پیچھے سے توقع تھی کہ شاہی فوج ان مقام کے لیے آئیگی۔ اس نے تاکہ بندی کر رکھی تھی۔ جب فوج نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ اوپر سے علاقہ والوں نے پتھروں کی بارش برسا دی۔ صبح سے شام تک فوج نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ اور بار بار حملے کیا۔ اور پہاڑ کے ہی کچھ کا گر نہ ہوئی۔ آخر مجاہدہ اوٹھایا گیا۔ اور ابن تو مرت ہی اس پہاڑ کا حاکم مطلق ٹھہر گیا۔ اور تمام پہاڑی علاقہ میں تسلط قائم ہو گیا۔ اب ابن تو مرت سمجھا کہ اب تو تنہا کسی کے علم و فضل کو بطور مجبورہ ظاہر کر دینے کا یہی وقت ہے۔

مرا بطی خاندان کا خاتمہ کر دیا تا سفین اورن کو پہاگ گیا۔ اور جب عبدالمومن نے حضرت امین

دقیقہ عاشیہ صفحہ ۸۷ نمبر ۱۷ یورپ کے بادشاہان نصرا کو خوف پیدا ہوا۔ اور تمام عیسائی باخشا
یورپ کی امداد سے مذہبی جنگ کرتے پر آمادہ ہو گئے۔ اور فرخ عیسائی شہر کیشیل جدید اور اندر اندر ویلیا
کے پہاڑوں پر آکر خیمہ زن ہوئی۔ نگاہی اپنی جمیعت کثیر لیکرادن کے مقابلہ کو گیا۔ اور فریقین کی آپس پر
بڑی خوریزی ہوئی اور ہزاروں آدمی مارے گئے۔ مدت تک لڑائی رہی۔ آخر عیسائی حکام شکست
کر واپس چلے گئے اور ناصرتے مرا کو کو مراجعت کی دار الخلافت میں پہونچکر یوسف ثانی اپنے بیٹے
کو اس نے بچہ گیارہ برس کے تخت نشین کر دیا۔ اور آپ ہمیش و عشرت میں مصروف ہو گیا۔
اور اسی شہر میں ناگہان در حال تنیک وہ بیمار نہ تھا۔ مر گیا۔ غالباً کسی نے اسکو زہر دیدیا۔ یہ قصہ
مذہبی جو میں وقوع میں آیا۔

یوسف ثانی بن کی یہ بادشاہ گیارہ برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کے وقت ایشلام ملک
ابو محمد عبد اللہ ناصر [وہ کلاچہا نر] اور یہ اپنی بادشاہت کی وقت بڑی بڑی مصیبتیں برداشت
کرتا رہا۔ آخر [۶۲] ہجری میں جان بحق تسلیم ہوا۔

دقیقہ عاشیہ صفحہ ۸۷ نمبر ۱۷ قرار داد کے مطابق نماز صبح کے بعد جبکہ تمام خنماں مسجد میں ہی موجود تھے۔
ابو تشریسی آئے بیٹھا۔ اور جابلان لہجہ اور ٹوٹے پھوٹے لکنت لئے الفاظ میں دہیسی کہ اسٹیخ عادت
کر رکھی تھی۔ بیان کرنا شروع کیا۔ کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان اترے۔ انہوں
نے میرے دل کو نکال کر جیر ڈالا پھر وہ دھک دھک علم و حکمت و قرآن اس میں بہر دیلا۔ اب میں اپنے اندر
تمام علوم کو موجود پاتا ہوں۔ یہاں پہونچکر اوس کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ و دلنشین مرد مذہب ہو
ابن تو مرت خوشی خوشی اٹھا۔ اوس کے پاس آکر کہا کہ آپ حکو جلد بشارت دین کیا آیا ہم تم کو
پہن۔ یہ غلطی پر پڑے ہوئے ہیں۔ سعید ہیں یا شقی ہیں کہا اے ابن تو مرت آپ اللہ ہی کا
بارائندہ ہیں۔ آپ کے بعد رائل سعادت اور آپ کے مخالف اہل خفاوت ہیں۔ تم مجھے اپنے رفیق
ایک ایک کر کے دکھاؤ۔ میں بتاؤں گا کہ ان میں بہشتی کون ہے۔ اور دوزخی کون۔ اس جہان کو
ایک ایک آدمی کو طلب کیا گیا۔ جو شخص ابن تو مرت سے مخالفانہ رائے رکھتے تھے یا مغل ایشلام
خیال ہو سکتے تھے۔ وہ قتل کر دیئے۔ اس کے بعد دس ہزار سپاہی وہ سوار کا لشکر چار تیار کیا گیا۔ اور

اس شہر کو ہی فتح کر لیا تو ان سے بھی بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ سات کی وقت یہ بد قسمت امیر

ابو ملک علی احمد بعد مرنے پر صف ثانی کے ابو مالک کو قتل و تاج کا ہوا اس کی وقت کئی طرح کے فتنے برپا ہوئے۔ اور سلطنت کا انتظام بکڑ گیا۔ آخر ایک سال چنساہ کی سلطنت کے بعد عبداللہ ابو محمد کے ماتھے مقتول ہوا۔ اور یہ واقعہ ابتدائے سترہ ہجری میں وقوع میں آیا۔

المامون ابو علی (ابو مالک عبداللہ) کے قتل کے بعد المامون ابو علی ولفیشی کے مالک بن گیا۔ بادشاہ ہوا۔ جو بادشاہ مقتول کا چھوٹی بیٹی تھا۔ اس نے برطانیہ عقائد محمد بن عبداللہ ہند کے ایک کتاب تصنیف کی اور چاہا کہ لوگ اس کی کتاب سے باز آئیں۔ اس بات سے سب فرقہ کے لوگ برا فرور ہو گئے۔ اور سب ملکر المامون کو تخت سے اتار دیا۔ اور محمدی ابن مہار الدین کو بادشاہ بنایا۔ المامون نے سلطنت سے معزول ہو کر اپنے مددگاروں کی فوج جمع کی۔ اور

دقیقہ ماہ صفر ۸۰۸ ہجری عبداللہ المومنین اور ابو تشریبی کی ماتحتی میں مراکش پر حملہ کر کے لیے پہنچا گیا۔ ایک ماہ کے محاصرے کے بعد اس نے فوج کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ عبداللہ المومنین فرار ہوا۔ ابو تشریبی مار گیا۔ عیون ابن تورث کو اس شکست کی پہونچی۔ وہ لیسنرگ پر پڑا ہوا تھا۔ اس وقت ہی اس کے استقلال میں ذرہ فرق نہ آیا۔ بلکہ سب کو جمع کیا۔ اور آئندہ کے لیے تدابیر کے متعلق دست گزارا۔ اور ہر روز حقیقی الفاظ میں کہتا رہا کہ تم ضرور فتح پاب ہو گے۔ تمہاری حکومت وسیع اور تعداد بکثیر ہو جائے گی۔ ملک کو ذرا گہرا تا نہیں چاہیے۔ ایسی ہی وصیت کرتا ہوا دنیا سے جل بسا۔ اعدا اس کے بعد عبداللہ المومنین جانیں ہوئے۔

ابن تورث میں قادیان تعریف جو وصف تھا۔ وہ نہ رہی دنیا تھا۔ میں علی کے ساتھ طالب علی میں گذران کرتا تھا۔ وہی چال آخر تک ملی سکتے ہیں کہ بہن کا بیٹی تھی۔ اسی پر دو لڑکے گذارہ کر لیتے تھے۔ وہی کے ساتھ بھی سرکہ جڑتا۔ کبھی زمینوں کا روغن۔ ایک دفعہ مال غنیمت بہت آیا۔ اور لوگوں نے تقسیم کیے۔ ابن تورث کو تنگ کرنا شروع کیا۔ اس نے سب کو لگا دی۔ اور ملینڈاوان سے کہہ دیا کہ جو شخص مہینہ دنیا کے لیے فرض سے میرے ساتھ ہو گا۔ اسے میرے ہیٹھ کے لیے لایا۔ میں ہر جانا چاہتا ہوں۔ تمام واقعات میں اگر کوئی واقعہ کہنا ہے تو ابو تشریبی والی چال اور دعویٰ ہدایت ہے۔ کل حالات پر فور کر دینے ہر ایک شخص میں نتیجہ نکال سکتا ہے۔

ایک بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ کا۔ رات سخت اندھیری تھی۔ سوار سے مرکب دوڑ گیا

دہلیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ (میر اول) یحییٰ کے ساتھ لڑائی کر کے اسکو شکست دی۔ ہزاروں آدمی اس
مرکز میں کام آئے پھر شہر مراکو میں پہونچ کر صدائے کس کو جو یحییٰ کے معاون تھے قتل کیا اور پھر تو
المامون نے یہ بندوبست کیا۔ اور ہر سپاہیہ بین سوقہ کیا۔ اب ابن حوت حاکم ہسپانیہ کا اس سے باغی
ہو کر خود سر ہو گیا اور خود مدین کی حکومت سے آزادی حاصل کی چند سال المامون کے طریق
نہایت بے عزتی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ آخر سن ۶۲۹ ہجری میں مر گیا۔ اس کی جگہ محمد بن عمر
جانشین ہوا۔ اب یہ سلطنت نہایت تزلزل میں آئی۔ محمد بن عمر نے حصول سلطنت و انتظام ملک
کے لیے بہت کوشش کی مگر اپنی مراد کو نہ پہونچا۔ ابن حوت جو سو وقت ارکان اور اندر ویشیا
کا حاکم تھا۔ اور محمد بن عمر غرناطہ کا فرمان فرما تھا۔ ابن دو نون کے آپس میں بڑے بڑے
فساد اور لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور وہ اس قابل نہ رہے کہ باہر کے دشمن کا حملہ کر سکتے۔
عیسائیوں نے اس وقت موقعہ وقت غنیمت جان کر سراوٹ لیا۔ اور شہر کا رڈ واجو اسلام
کا مقام عروج و زوال سلطنت تھا اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے شہر
اہل فرنگ نے لے لیے۔ اور نو بت یہاں تک پہونچی کہ محمد بن عمر غرناطہ کا بادشاہ ۶۷۷ھ
میں مدینہ حکم و طاعت شاہان عیسائی ہو گیا۔ شہر سیول بھی عیسائیوں نے فتح کر لیا۔ اور محمد
بن عمر قبضہ آہی آہی ۶۸۷ھ ہجری میں مر گیا۔

مورثانی محمد بن عمر کی مرگ کے بعد اسکا بیٹا محمد ثانی باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد
میں پھر مسلمانوں نے عزم کیا کہ ہسپانیہ میں اپنی حکومت بڑھائیں۔ چنانچہ سن ۶۷۷ھ میں فاس
اور مراکو کے حاکم البریوسف نے بڑی فوج جمع کی۔ اور ہسپانیہ میں جاترا۔ اور عیسائیوں کے
ساتھ جنگ شروع کی۔ اول تو کچھ کچھ فتح پائی۔ آخر مایوس ہو کر اپنے ملک کو واپس چلا آیا۔
مکہ کا بھی ارادہ پیش کیا تھا کہ جو ملک اس کے باپ کی وقت قبضہ سے نکل گیا تھا۔ وہ پھر
فتح کرے۔ اس ارادہ پر وہ انقیس برس تک عیسائیوں سے لڑتا رہا۔ مگر کچھ نہ سکا۔
آخر سن ۷۰۰ھ میں مر گیا۔

محمد ثالث ابو عبد اللہ محمد ثانی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد ثالث بادشاہ بنایا یہ شخص نہایت
بر قبت تھا۔ اول تو رعایا اس کی جو علاقہ بانیہ اور کاس میں رہتے تھے۔ اس سے پھر

ہوا۔ ایک چٹان سے گہائی میں جا کر اودھو دونوں کی مہربان نگہ چرچہ ہو گئیں یہ موقع اُن کا تھا
 مہیا لڑی زبان میں "ساتھ ٹوٹل کا بلو" "حسب اسب" کے نام سے مشہور ہے۔ وہ آؤں
 سے دوہیل کے فاصلہ پر موقع بنیں ڈی لارین کے متعلق واقعہ ہے۔

سکے تھے امیر علی کے دینار اور سب باتون میں یوسف کی اشرفی کے مشابہ ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ علی نے امیر المسلمین کا لقب اپنے نام کے ساتھ بڑا دیا تھا۔ یہ لقب پہلی مرتبہ من اللہ میں بڑا گیا۔ اور اس لقب کیساتھ اولین کے اغماٹ میں ضرب ہوئے۔

دعویہ حاشیہ معفرہ لکھی۔ دوسرے جب اس نے عیسائیوں سے جنگ کی تو پہلا علاقہ لینے لپڑی۔ ملک جبل الطارق بھی ماتہ سے دے بیٹھا۔ جب وٹان سے واپس آیا تو اس نے کل اراکین باکرا اپنے آپ سے ناراض پایا۔ سوئے اوس نے سلطنت کو ترک کیا اور حکومت سے دست بردار ہوا اور اپنے چراتی نامہ کو تخت پر رکھ دیا۔

ناصر بن محمد ثانی تخت نشینی کے بعد ناصرا کا ستارہ اقبال چمکا۔ اس نے بالیسو کا محاصرہ کیا اور سونا و فوسو کو فتح کر لیا مگر وہی لوگ جنہوں نے اول رمضان ہجری کو اسکو تخت نشین کیا تھا۔ پھر اس سے ناراض ہو گئے۔ ۱۱۵۷ھ میں انہوں نے ناصر کو معزول کر کر اسماعیل بن فرج کو بادشاہ تھا۔ ناصر نے اون کے برخلاف بہت کوشش کی اور تخت کے حاصل کرنے کے لیے بہت لڑائی لڑی۔ مگر کچھ نہ ہو سکا۔

اسٹیمبل بن فروج) اس بادشاہ کی کثینت البدولید تھی۔ جنگی اور ملکی کام میں لیاقت تامہ مکمل
حاصل تھی۔ ملکہ عہد میں یہ سخت سخت لڑائیوں کا بادشاہ ہونے کے ساتھ لڑا۔ اور فتوحات
پہلے در پہلے حاصل کیں۔ اگرچہ جبل ماروقہ یہ نصارت سے نہ لے سکا مگر مشہور ہجری میں
اوس نے علاقہ جات مارش و انش لے لیے۔ اور مشرق کی طرف جا کر مرشیا کا علاقہ فتح کر لیا۔
اور مرشیا کی بادشاہت اپنے قبضہ میں کر لی۔ اگرچہ کوئی فتح نہ ہو سکی۔ مگر پہلے در پہلے حاصل ہوتی
رہیں۔ مگر اندرونی فسادوں میں یہ ہمیشہ گرفتار رہا۔ اور عہد نام ایک شہزادہ جو غلام
کا حاکم تھا اوس کا دشمن بنا اور ایک روز موقع پا کر جبکہ اسٹیمبل اپنی وزیر کی گلیہ ساتھ دارالخلافت
کے معین میں ٹہل رہا تھا۔ اور غلام نوکر چاکر کو قیاس نہ تھا۔ ناگہان محمد ماضی آیا۔ اور اپنے ہاتھ
کیساتھ تنواریں علم کر کے بادشاہ کو وزیر پر حملہ آور ہوا۔ اور دونوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ
۶۵۰ھ میں وقوع میں آیا۔ اس روز سے گویا سلاطین غلام کی حکومت ختم ہو گئی۔

۱۱۳۵ء سے ۱۱۳۶ء تک اس خاندان کے سکے مقام نزل لتا میں مضروب ہوتے رہے۔ اس سے غالباً مقام نون یا کلیمین ملا وہیں۔ جو سوس میں واقع ہیں۔ یہ سکے ڈانس کی قبضہ لائے میری میں موجود ہیں معتقروض القرطاس نے غلط لکھا ہے کہ تاشقین میں ۱۱۳۵ء میں نون ہوا۔ کیونکہ اس کے نام کا ایک سکہ سون ۱۱۳۵ء ۱۱۳۶ء میں بمقام سینول مضروب ہوا۔ بعد ان کے مجاہد خاندان میں موجود ہے۔ دیگر عرب مورخین نے بھی تاشقین کا سن وفات ۱۱۳۵ء ۱۱۳۶ء لکھا ہے۔

ہسپانیہ میں بھی محاطات کی صورت دن بدن زیادہ تاریک ہوتی جا رہی تھی ۱۱۳۵ء میں الفونس اول امیر پرتگال نے مقام اور پرتگالی کی افواج کو کامل شکست دی۔ جس کے بعد وہ شاہ پرتگال ہو گیا اس سے ایک برس پیشتر الفونس ہشتم والی لیون۔ مررون کو سخت شکست دے چکا تھا مان و لون فتوحات سے عیسائیوں کی طاقت جزیرہ نما میں بہت زور پکڑ گئی تھی۔ یہ امر عبدالومن ایسے جو نیلے مسلمان کو کبھی گوارا نہیں ہو سکتا، اس نے تلمسان کی لڑائی سے فارغ ہوتے ہی ایک جہاد فوج فی اللہ ہسپانیہ کو بھیج دی کہ عیسائیوں کو اسلامی علاقوں سے پیچھے ہٹا دے۔ اور ہسپانیہ سلطنت کو مورہ کی خاندان کے مطیع و منقاد بنائے۔ مگر اس سے تھوڑے ہی عرصہ بعد ۱۱۳۶ء میں مسلمانوں کے برخلاف یو روپین نصارا کا دوسرا صلیبی جہاد شروع ہو گیا۔ اور مجاہدین کی مدد سے پرتگیزی عیسائیوں نے ۱۱۴۰ء میں لزبن پھر مسلمانوں سے فتح کر لیا۔

تاشقین کے بعد اسکا ایک کمزور اور نالائق بیٹا ابراہیم اول مراہطی تخت پر بیٹھا عبدالومن نے پہلے سال ۱۱۳۶ء میں اس سے مکہ اور دوسرے برس ۱۱۳۷ء میں فاس اور سانی کو فتح کر کے ابراہیم کو قتل کر دیا۔ ابراہیم کے بعد اسکا بیٹا اسماعیل مراہطی کی باقی ماندہ ریاست کا وارث ہوا۔ مگر دو برسوں کے مزید ناکام مقابلہ کے بعد ۱۱۳۹ء میں اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور عبدالومن کی حکومت تمام مراکو اور کل مسلم ہسپانیہ پر بالاسم حکام قائم ہوئی۔ بقیۃ السیف مراہطی پہلے جزیرہ بیا رگ و مور کا۔ مور کا۔ اور لیکا کو اور ومان سے ٹیونس کو چلے گئے۔ جہاں انہوں نے اپنے خاندان کے اقتدار کو قائم کر لیا۔ پھر ایک دفعہ ناکام کوشش کی۔ لڑتے برس کی حکومت کے بعد ۱۱۴۰ء میں ان کا شمارہ اقبال ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

تتمہ فصل چہارم

ہسپانیہ کی فتح کی داستان بالاختصار اوپر لکھی جا چکی ہے۔ اشروع شروع میں مسلمانوں نے نہ فقط کل جزیرہ نابلقہ فرائس کے جنوبی حصہ کو بھی فتح کر لیا۔ مگر بعد ازاں عربوں اور بربروں کے باہمی نفاق اور تو مسلم ہسپانیوں کی تنگ خیالی کی طویل جو فقیہوں اور علماء کی ترضیب و اشتعالک سے عربوں کی ذبیحہ انخیالی اور بے تعصبی سے ناراض ہو کر عموماً فساد کرتے رہتے تھے۔ مسلمانوں کی طاقت ہسپانیہ کی فتح کی پہلی صدی میں ہی مستحضر رکزور ہو گئی کہ عیسائیوں نے شمالی ہسپانیہ کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا۔ یہ ملک خلفاء اُمیہ کے زمانہ میں فتح ہوا اور انکی خلافت کے خاتمہ تک برابر دمشق کی مرکزی حکومت کے تابع رہا۔ ہسپانیہ کے گورنر کے ماتحت چار صوبے تھے۔ اور گورنر مذکور افریقہ کے وائسرائے کے ماتحت ہوتا تھا۔ باہمی حسد و نفاق سے مسلمانوں کی طاقت کو اگرچہ بہت منہج پہنچتا رہا۔ مگر ہسپانیہ کے مسلمانوں نے خلفاء بنی اُمیہ کی سہنشاہت سے کبھی انکار نہ کیا۔ اور خواہ وہ گورنروں کی فراہم داری و نفاذاری سے کریں یا نہ کریں۔ گورنر خلیفہ یہ ادب کبھی افریقی وائسرائے کی طرف سے ہی جس کا صدر مقام قیروان تھا مامور ہو کر کرتے رہے۔

۳۲۰ھ میں بقام زاب عباسیوں کے ہاتھ سے مروان کے شکست کھا کر ہلاک ہوئے۔ پراموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ خلافت پر تنگن ہو کر عباسیوں نے کل صوبوں پر اپنے عامل مامور کئے۔ چنانچہ ایک گورنر ہسپانیہ کو بھی بھیجا گیا۔ جسے وغان کے اموی گورنر نے چارج دینا منظور کیا۔ ادھر ایک بربری سردار نے بہمنائے بادشاہی اپنی ڈیڑھ کی اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانی شروع کر دی۔ ابھی کسی کے حق میں فیصلہ نہ ہوا تھا۔ کہ خاندان اُمیہ کا ایک شہزادہ عبدالرحمن نام مسئلہ پوری (مطابق ۳۲۸ھ) میں ہسپانیہ پہنچ گیا۔ وہ نہایت خوشرو اور قابل فوجان تھا۔ ایک تو اس کی وجاہت دیکھ کر اور دوسرے بدین سبب کے رعایا ان خانہ جنگیوں سے سخت تنگ آگئی ہوئی تھی۔ اور مزید یرمان اسے خاندان اُمیہ سے ایک طرح کا دلی تعلق ہی ہو گیا ہوا تھا۔ اس نے خلافت عباسیہ کو مسترد کر کے باتفاق اسے اسے اپنا بادشاہ اور خلیفہ بنا لیا۔ اور

اس طرح اسلام کی پوری شکل طاقت میں پہلا عظیم نفوذ پڑ گیا۔ عبدالرحمن کا خاندان پورے
 شان و شوکت سے مسئلہ حکم اور قطعی برابری کی تاریخ کے لحاظ سے مسئلہ ایک جزیرہ
 نما ہسپانیہ میں حکمران رہا۔ اور اس میں کئی ایسے نامور فرمانروا گذرے۔ جو نہ صرف
 اسلام بلکہ کل دنیا کے لیے ہمیشہ مایہ ناز و افتخار سمجھے جاتے رہیں گے۔ زوال خاندان سے
 صرف نصف صدی پیشتر عبدالرحمن ثالث اور احکم دو ایسے جلیل القدر بادشاہ ہوئے کہ
 زمانہ میں اولیٰ کا نام قیامت تک عزت و ادب کے ساتھ لیا جائیگا۔ حکم سلطنت عین
 کے کمال عروج کی حالت میں مرا۔ مگر اس کے نابالغ فرزند کے ایک وزیر طبع و حرص اور
 بلند پروازی نے اس کی قابلیت نے اس کی حین حیات سلطنت کو پہلے سے ہی مضبوط
 کر دیا تھا۔ رشک و نفاق کا ایسا بیج بو دیا کہ اس کے زیرِ پے اثر نے چند برسوں ہی
 میں صدیوں کی بادشاہی کو بیخ و بن سے ہٹا کر طوائف الملوک کا دور و دورہ قائم کر دیا۔
 جسے گومر ابلی اور موحدی خاندان نے کچھ کچھ عرصہ کے لیے مجتہد سلطنت کی صورت
 میں بدل دیا۔ لیکن اس کی بیگنی نہ کر سکے۔ اور یہ طوائف الملوک آج اسی وقت دور ہوتی
 جبکہ عیسائی ظالموں کے ہاتھ سے نہ فقط اسلامی حکومت بلکہ اسلام کے حلق پر ہی ہسپانیہ
 کی سرزمین میں ختم ہو چکا۔

عبدالرحمن الناصر الدین اللہ کے حالات پہلے کسی مائتہ میں درج ہو چکے ہیں۔ اب اس کے
 بعد اس کا فرزند رشید حکم ثالث المستنصر باللہ تخت نشین ہوا۔ اور اپنے باپ کا سپوت
 بن گیا تھا۔ اس کی نیک نیتی عدل و انصاف۔ فیاضی و سخاوت اور رعیت پروری کی
 تاثیر سے اس کا عہد حکومت کمال آرام و عافیت کے ساتھ گزرا۔ جس عیسائی بادشاہ
 نے بساط جنگ بچھائی۔ مرنے کی کہاٹی۔ تنازع و امین ایسا تھا۔ کہ ذاتی گذارہ کے لیے جو
 زمین اس کے باپ نے مقرر کی ہوئی تھی۔ اس کی آمدنی پر ہی گذارہ کرتا رہا۔ ایک
 بالشت زمین اوپر نہ بڑھائی۔ نہ بیت المال سے کبھی ذاتی مصارف کے لیے ایک حبہ یا
 دینار علوم و فنون کی ترقی کی تدابیر میں مہمگم رہتا۔ اور ترقی و علوم پر کمر و طرہ
 روپیہ صرف کئے۔ مؤرخین نے اس کے زمانہ کو عصر الذہب العلم والادب و علم و
 ادب کے لیے طوائف عین انتہائی ترقی کا زمانہ، لکھا ہے۔ مدرسوں کے لئے وہ اتنی وقف
 مقرر کئے۔ اور والہ کے عہد کے کتب خانہ کو دو چند بڑھا دیا۔ جس کی فہرست ۲۴ سوٹی سوٹی

جلدون میں ختم ہوتی تھی۔ پندرہ برس چھ ماہ بادشاہی کر کے ۳۳۶ ہجری میں فوت ہوا۔ اس سے آگے میں جلیس سید امیر علی کی تحریر خاندان سوعدین کے حالات تک بجنہ درج کرتا ہوں۔

حکم ایک گیارہ سالہ لڑکا چھوڑ کر مرا جب کا نام ہشام تھا۔ اوس نے اپنی زندگی میں اس امر کے لیے ہر ممکن کوشش سے کام لیا کہ اوس کا بیٹا باسن واماں تخت کا وارث ہو سکے۔ گوئی فتنہ و فساد پیدا ہو سو فوات سے چند ماہ پیشتر اوس نے کل ایمان و ائمہ کی مجلس مرتب کی۔ اور ان سب ہشام کی بیعت کر کے وفاداری و اطاعت کی حلف اوٹھائی۔ اور حکم کی وصیت پر میر کے روبرو اوس نے اپنے بیٹے کو وارث خلافت مقرر کیا۔ خط کیلئے حکم کے پیرانہ سالی میں یہ بیٹا کئی بیٹھوں کے مقابلے کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اور اوسے اوس سے از حد محبت تھی۔ نزاع کے وقت اوس نے بچہ کی نگہ رانی حاجب شمعضی اور منہشی محمد بن ابی عامر کے سپرد کی۔ اور اوس کی مان ملکہ صبح کو جہانیت قابل عورت تھی اوس کی ولیہ مقرر کیا۔ باپ کی وفات پر ہشام الولید باللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا اور کسی طرح کا فساد نہ ہوا۔ لیکن منہشی خلیفہ نے منہشی کی نیک حلالی یا انگنوں کا دست اندازہ نہ کیا۔ چوڑی ہی مدت میں اوس نے حاجب شمعضی اور دیگر امراء کو جو اس کی ترقی کے راستہ میں عائل تھے۔ برطرف کر دیا اور اکثر ایمان دار اکین و دوست کو قتل کر کر کل اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور نو عمر خلیفہ کو ایک طرح محل شاہی میں نظر بند کر دیا۔ عیدین ایسے موقعوں کے سوا الہکاران سلطنت میں سے کبھی کوئی شخص خلیفہ کے پاس نہ جاسکتا تھا۔ اور ایسے موقع پر بھی صرف ہندراجازت تھی۔ کہ سلام کر کے فوراً واپس چلے جائیں۔ حاجب لینے وزارت پر متصرف ہونے کے بعد ابی عامر نے حاجب المنصور کا لقب اختیار کر کے اپنے لیے ایک عایشی محل زاہرہ نام تیار کرایا۔ سک و خطبہ میں خلیفہ کے ساتھ اس کا نام ہی درج ہوتا۔ اور کل احکام و فرمان اوس کی مہر سے جاری ہوتے۔ رقیبوں سے فادع ہو کر اوس نے فوج کی درستی پر توجہ کی۔ اور اس میں سے عربوں کو نکال کر بربروں کو جن کی وفاداری پر وہ نسبتاً زیادہ اعتبار کر سکتا تھا۔ بہ تعداد کثیر بھرتی کیا۔ اس کارروائی سے اس نے عربوں کو ایک طرح سے دوسرے درجہ پر کر کے پہلے نمبر پر بربروں کو کر دیا۔ این ظہورن لکھتا ہے کہ وہ باون لڑائیاں لڑا۔ اور ہر معرکہ میں غالب رہا۔ ایک اور مورخ

۵۶ء مور کے لکھنچے۔ کسی محرکہ میں کبھی اسکا جھنڈا سرنگون نہ ہوا۔ نہ کبھی دشمن اس کے کسی دستہ فوج کو تہ تیغ کر سکا۔ حکم کے مرتے ہی گالیلیا اور باسقی کے نصاریٰ نے عربوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے یوشیمین شروع کر دی تھیں۔ منصور نے حیرت انگیز شجاعت و قابلیت سے سلسلہ وار عمل پیرا ہوتے رہ کر چند ہی محروکوں میں بیون اور ناوار کی عیسائی۔ یا سٹون کو باجگذار بنالیا اور ان کے دارالخلافوں میں اپنی فوجیں مامور کر دیں۔ ان کو فارغ ہو کر صوبہ کالمونیائی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور بارسلیونا کو راحت و تاراج کر کے فریج امر کو کل علاقہ سے خارج کر دیا۔ ان فتومات سے سلطنت کی حد و دیر وسیع ہو گئیں۔ اریٹینیا میں بھی اسے ایسی ہی فتح نصیب ہوئی۔ مغربی افریقہ کے حصہ کثیر کو اس کے جنرلوں نے مطیع و متقاد بنا لیا۔ ۹۹۱ء میں اسے حاجی کے منصب کو اپنے خاندان میں موروثی بنانے کا خیال سوچا۔ عملاً تو وہ بادشاہ تھا ہی۔ بنظر امکان وہ اپنے مرثی کے بیٹے کو تخت سے ہٹا کر مضابطہ بادشاہ بننے سے بھی درمغ نہ کرتا۔ لیکن قوم کے دل میں موروثی اتحقاق کا خیال ایسی پختگی سے جما ہوا تھا۔ کہ وہ ایسے بڑے انقلاب کی جرات نہ کر سکا۔ امراء تو شاید اس تبدیلی قائدان پر ناخوش نہ ہوتے۔ لیکن عام رعایا بالخصوص صوفی الاصل مسلمان اسے کبھی منظور نہ کرتے۔ سبھی پر جوشی کی طرح شاہی خاندان کی محبت بھی ان کی زندگی اقد جسم و جان کی جزو اہم ہو گئی ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ حاجب کی لطیف ملک کو بے نظیر ترقی و خوش حالی اور شان و شوکت حاصل ہو گئی تھی۔ لیکن جہور اس سے محض اس لیے خوش نہ تھے کہ اس نے ان کے پادشاہ کو کاہلہ کا پتلا بنا رکھا ہے۔ اس قومی احساس کا اسے بخوبی علم تھا۔ تاہم باین توقع کہ شاید آہستہ آہستہ یہ احساس بدل جائے۔ سردست اس نے صرف اپنے بیٹے عبدالملک کو وزارت میں اپنا جانشین بنانے پر قناعت کی۔ اور یہ کارروائی بظاہر خلیفہ کے حکم و تشارکیط منسوب کی۔ یعنی ظاہر کیا کہ خلیفہ کی اجازت سے ایسا کیا گیا ہے۔ ۹۹۶ء میں اس نے سید صاحب والک، اور ملک کریم دفیاض بادشاہ، کہ لقب اختیار کئے۔ یہ حیرت انگیز قابلیت رکھنے والا شخص سترہ مین فوت ہوا۔ اور مدینہ سالم (مدینہ سیلی) میں دفن کیا گیا۔ خال کے عیسائیوں کو کسی اندسوی مسلمان بادشاہ کا اتنا خوف نہ تھا۔ جتنے کہ صاحب المنصور کا۔ اس کی فوجی مہارت اور تبحر افزا قوت اخطام و تربیت کی

طویل کا کل سپاہ اس کی عاشق شہید اہور ہی تھی۔ اوسے ہی اون کی بہتری و خوش سلیقگی و نظام کا ہر وقت فکر رہتا تھا۔ اوس نے یہ شاندار فوج تیار و مرتب کرنے سے ہسپانیہ کو ایسا طاقتور بنا دیا کہ ویسی طاقت اوسے عہد الرحمن ثالث کے زمانہ میں بھی غیب نہ ہوئی تھی۔ اوس نے اپنے ملک اور قوم پر یہی ایمان نہ کیا اگرچہ ملکی اغراض سے مجبور ہو کر اوسے اپنے ٹیگن آزاد خیال علماء اور فلاسفوں کا دشمن ظاہر کرنا پڑتا تھا۔ لیکن جب کبھی فقیہوں اور دینی علماء کو آزر دہ کئے بغیر ممکن ہوتا۔ وہ انکی حفاظت و امداد سے مطلق دریغ نہ کرتا۔ جنگی فتوحات کے دوش بدوش علم و ہنر اور ذراعت و صنعت کی ترقی میں ہی اوس نے کچھ کوشش نہ کی۔ مورخ ریناڈ لکھتا ہے۔ اسلامی ہسپانیہ جیسی اوس کے زمانہ میں غرضال تھا۔ ویسی کبھی نہ ہوئی تھی۔ وہ علم کا سچا مروجی۔ اور علماء کا فیاض محسن تھا۔ اگرچہ وہ وسائل جن کو اوس نے حصول افتداری کے لیے استعمال کیا۔ سخت لغزین کے مستوجب ہیں۔ لیکن حق الامر ہے کہ اقتدار حاصل کر لینے پر اوس نے اُسے نہایت شریفانہ طور پر استعمال کیا۔ وہ فیاض منصف اور بات کا پکا تھا جس نے انکی عقل مندی اور انصاف پر وہی ضرب النیل بن گئی +

اوس کے بعد اوس کا بیٹا عبد الملک بلقب المظفر حاجب یعنی وزیر ہوا۔ انتظام میں وہ اپنے باپ کے قدم بقدم چلا۔ میسائی قبائلی پر کئی فتوحات پائیں۔ اور اوس کے عہد میں خوشحالی میں اور یہی ترقی کی چنانچہ ایک قدم مورخ لکھتا ہے "وہ خوشی و شادمانی کے دن تھے" "این ہمہ بنو عامر ہر دلعزیز نہ تھے۔ وہ بادشاہ کے نام سے حکمرانی کرتے رہتے تو غالباً انکی کولیت کچھ عرصہ اور قائم رہتی مگر انکی انگلتر تمام مناسب حدود سے تجاوز کر گئیں۔ وہ واقعی طاقت سے آگے بڑھ کر جو انہیں تخت شاہی کا زیر سایہ حاصل تھی ہر حصول تخت ہی درپے ہو گئے۔ اور انہیں تخت شاہی فائدہ ان کے شاہزادوں اور تمام قبیلہ بنی امیہ کو اپنا جانی دشمن اور ہتھیار و رعایا کو اپنے سے متنفر بنا دیا۔ مزید برآں اننا مرکی تخت نشینی کے وقت سے جو تغیر جزیرہ نما میں پیدا ہو گیا تھا۔ اس نے اس موقع پر بغاوت کے اُگلے میں بڑی مدد دی۔ و تغیر یہ تھا کہ قدم عرب سوسائٹی میں عیوب اور خدو بیان کو چھین میں ملکہ سے معدوم ہو گئی تھی۔ مختلف اقوام کو باہم ملکر ایک قوم بنا دین

کی کوششوں میں جرائد اور صاحب المنصور کا دلی مدد تھا۔ کامیابی تو ہوئی مگر قدیم امرائے طبقہ کو نقصان پہونچا کر جو تباہ و خرابی ہو کر میرٹ تمام معدوم ہوتا جا رہا تھا اور قدیم فاندانوں کی بربادی کے دوش پر دوش پڑانے نامور و ن کے نام اہم کارنامے لوگوں کے اذہان سے ہندستج فراموش ہوتے جا رہے تھے۔ جن امرائے کا دوش سے تعلق تھا۔ وہ تو فاندان امتیہ سے قدیمی تعلق دیکھا نگت ہوئے کی وجہ سے ہتیک اس قصادم و مدبرہ سے محفوظ رہی۔ اور انکو اقتدار و تول میں کوئی فرق نہ پڑا۔ مگر باقی امرائے تقریباً معدوم ہو گئے۔ اور انکی جگہ اسوقت سب سے مقتدر لوگ بربر اور سیلوی ہنسلی جرنیل تھے۔ جنہوں نے صاحب المنصور کے زمانہ میں دولت و عروج حاصل کیا تھا۔ صنعت و حرفت اور زراعت و تجارت کی ترقی سے ایک اور طبقہ کو سائینی میں نمایان امتیاز حاصل ہو گیا تھا۔ یہ طبقہ اون متمولین کا تھا۔ جو سوسائٹی کے درمیان فی درجہ کے لوگ تھے۔ اور ان متمول تاجروں۔ سوداگروں۔ اور اہل حرفہ نے ملک کے کاروبار اور معاملات میں محقول حصہ لینا اور دخل یناشروں کر دیا تھا۔ اور اس سے نئی مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ کیونکہ دولت کی کثرت اور ایک طبقہ کے عروج کے ہم ردیف سوسائٹی کے مختلف طبقوں میں ترقی و اقتدار کے لئے جیسا کہ تمدن کی اس صورت کا لازمی نتیجہ ہے۔ باہمی رقابت اور مجاہدہ شروع ہو گیا۔ یعنی اسوقت بھی ہو رہی وہی نقشہ سوشل حالت اور تعلقات کا تھا۔ جو اسوقت دنیا کے پیش نظر ہے۔ ملکی فوجی سے بیزار۔ قومی ملکی سے متنفر۔ مزدور سرمایہ دار سے کبیدہ خاطر۔ سرمایہ دار مزدوروں سے ناراض۔ عوام اعلیٰ طبقہ والوں کے حاسد اور امرائے عوام سے نفور۔ دار الخلافہ میں یہ باہمی بغض و کدورت اس درجہ ترقی پکڑ گیا ہوا تھا کہ اونے سے فساد پر متمولین اور غربا میں سخت خونریزی اور جدال و قتال کا یہ پارہ ہونا یقینی امر تھا۔ قرطبہ ایک درجہ کارخانہ بنا ہوا تھا جس میں ہزاروں کاریگر مجبوس ہوئے تھے۔ اور یہ لوگ کسی ایسے فساد یا بلوہ میں جس سے لوٹنا کہ عمدہ موقع ملنے کی توقع ہو ذرہ سے اشارے پر شامل ہوئے کو تیار بیٹھے تھے۔ لیکن متمول جماعتیں بنو عامر سے ایسی متنفر ہو رہی تھیں کہ انہوں نے اس خطرہ کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

اکتوبر ۱۵۸۵ء میں مظفر کے عین عالم شباب میں فوت ہو جانے سے وہ وصیت نامہ لکھ گئی جس کی سب تو کچ کر رہے تھے۔ اور ایسے بہت تھوڑے تھے۔ جن کو اوس کا خوف تھا۔ بنو عامر کا خاتمہ تو ہوا۔ لیکن اندھے مسنون کی طرح وہ سلطنت کی بھی تمام عمارت کو ساتھ لے ڈوبے۔ مظفر کا جانشین اوس کا بہائی عبدالرحمن بنجول ہوا۔ تمام رعایا اس کی سخت بدچلنی سے نہایت ناراض تھی۔ اور بایں بد روشی آپ کو خلیفہ بننے کا خط چرایا ہوا تھا۔ اس نے ہشام ثنائی کو مجبور کیا کہ اوسے اپنا ولی عہد بنے۔ اوس کی اس گستاخی و بیباکی سے امالی قرطبہ کا بیاناہ صبر و تحمل لبریز ہو گیا۔ بنجول فوج لیکر ایک مہم پر شمالی کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی تھا کہ قرطبہ میں شاہی خاندان کے ایک رکن مسیحی محمد کے زیر لواء بغاوت برپا ہو گئی۔ بلوایتون نے بنو عامر کے محل الزامہ پر حملہ کر کے اوسے تودہ خاک بننا دیا۔ ہشام نے اپنے ماتھے سے دست برداری کھینک کر محمد کو تاج و تخت سونپ دیا۔ جس نے مہدی کا لقب اختیار کیا۔ تخت نشین ہوتے ہی اوسے بنجول کے واجب القتل ہونے کا اعلان کر دیا۔ دارالاخل و والوکی پر جوشی دوزن میں ہی مفضلات کے رہنے والوں میں بھی پھیل گئی۔ اور ایک قلیل عرصہ میں لاکھوں مہدی کے جہنم سے نکلے حج ہو گئے۔ اس جہار لشکر کے افسر بھی ۱۵۹۰ء کی بغاوت باشندگان و اس کی طرح درمیان فی طبقہ کے لوگ یعنی ڈاکٹر قصاب۔ زمین سائے اور کمر وغیرہ وغیرہ تھے مگر مہدی نے عوام کے جوش کو ٹھیک دلائے سے ایک ایسا طوفان بے تیزی برپا کر دیا جسے وہ قابو نہ کر سکا۔ اور فی الحقیقت یہی طوفان ہسپانیہ کی اموری سلطنت کی بربادی کا باعث ہوا۔ بنجول کے ہمراہی تیر بتر ہو گئے۔ اور وہ گرفتار ہو کر مروا ڈالا گیا۔ لیکن نئے خلیفہ کو بھی زیادہ عرصہ حکومت کرنا نصیب ہوا۔ اوس کے طریقے میں سبکی فرقی عباد اس سے برداشت نہ ہو گئے۔ خوشنودر بردون نے اس سے الگ ہو کر خاندان اُمیہ کے ایک اور شاہزادہ سلیمان نامی کو تاج و تخت کے لیے پیش کیا۔ اور قرطبہ کیل مہیب فتنہ و فساد کا ایک خوفناک و نکل بن گیا۔ کوئی جبر و سیکاری ایسی نہیں ہو سکتی

۱۵ بنجول کے ساتھ لام تصغیری ہے۔ یعنی چھوٹا بنجول۔ عرب اُسے اس نام سے اس پکارتے تھے کہ اوسکی ماں بنجور عیسائی بادشاہ نادر کی لڑکی تھی۔

فریقین مرکب نہ ہوئے ہوں۔ اور پھر مہدی نے کہہ کر پھر ہشام تخت پر بٹھا دیا۔ مگر سلیمان اپنے دعوئی سے باز نہ آیا۔ اس نے کیشل اور لیون کے عیسائیوں سے اور مہدی نے کٹالونیا کے نصارا سے مدد مانگی۔ ان تالافیقون نے مظفر کی وفات سے چند مہینوں ہی کے اندر یہاں تک فوج بھجوا دی کہ انہی نصارا سے جکوب پہلے حکم لکھا جاتا تھا۔ اب مدد کی انتہا کی جا رہی تھی۔ ہوشیار عیسائی ایسے موقع سے فائدہ اٹھانے سے کب جوکنے والے تھے۔ انہوں نے شرط پیش کی کہ پہلے المناصر اور حاجب المنصور کے وقت کا تمام مفتوحہ علاقہ واپس کیا جائے۔ بے غیرتوں نے اسے منظور کر لیا۔ اور دوسو قلعے اور شہر عیسائیوں کے حوالہ کر دیئے گئے۔ قرطبہ پر کبھی مہدی کے رفقاء اور کبھی سلیمان کے حامیتوں کا کئی بار قبضہ ہوا۔ اور ہر موقع پر انہی شہر سے اس طرح سلوک کیا جاتا رہا کہ گویا کسی سخت دشمن شہر کو فتح کیا گیا ہے۔ عبدالرحمن ثالث کا تعمیر کردہ دلیغریب محل الزاہر لوٹ گیا۔ اور ریزوی طور پر نوٹ بیہوش کر دیا گیا۔ بالآخر مہدی قتل کر دیا گیا اور سلیمان نے جولائی ۳۸۱ء میں غریب ہشام کو بھی گرفتار کر کے یا تو قتل کرا دیا۔ یا کہ کو بیہوش کر دیا۔ لیکن غاصب کو جس نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کیا۔ اپنی ناجائز فتح مندی سے زیادہ عرصہ پہلے اٹھاتا ملا۔ جلد ہی ایک اور بغاوت برپا ہو گئی۔ جس کے دوران میں وہ معز وں ہو کر ہلاک کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ کئی صدیوں کے بعد اموی خاندان کی حکومت کا سلسلہ چند برسوں کے لیے ٹوٹ کر جلد ہی ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا۔ سلیمان کے بعد ادیری خاندان کا ایک دکن علی بن حمود تخت پر نشمن ہوا۔ چند دن بعد وہ بھی ہلاک ہو گیا اور ۳۸۱ء میں قاسم اس کا بھائی خلیفہ ہوا۔ لیکن بربرون نے اس کی زفات بھی جلد چھوڑ دی۔ اور اس کے برادر زادے نے سرکش ہو کر اسے قرطبہ سے نکال دیا۔ اس کے اخراج پر انہی قرطبہ نے پھر ایک اموی کو تخت پر بٹھایا۔ اسے بھی زیادہ عرصہ حکمرانی کرنا نصیب نہ ہوا۔ بعد ازاں تین اور اموی عبدالرحمن المستنصر باللہ اور محمد الشافعی باللہ و ہشام ثالث المستنصر باللہ تھوڑے تھوڑے زمانہ کے لیے بادشاہ ہوئے۔ ان کے نام بادشاہوں میں سے آخری کے ساتھ اموی خاندان کا ہسپانیہ میں خاتمہ بالخیر ہو گیا۔ انہی قرطبہ نے کچھ عرصہ علی بن حمود کے بیٹے یحییٰ الملقب بہ متعالی کی متابعت کی ۳۸۵ء میں اس کے ایک قاتل کے ہاتھ سے ہلاک ہو جانے پر

انہوں نے اپنے شہر میں جمہوری حکومت قائم کر لی۔ جو چالیس برس قائم رہی۔ بعد ازاں قرطبہ کو بادشاہ سیول نے فتح کر لیا۔ محمد بن خلفی بائند مشہور عرب شاعرہ ولادہ کا والد تھا۔ وہ اپنے زمانہ کی فصیح ترین عورت تھی۔ اور علم و فضل میں اپنے بادشاہ کے دربار کے بہترین شاعروں کی ہم پلہ تھی۔ اس عہد کی تاریخیں اس شہزادی کے قصوں افسانوں سے بھر پوری ہیں۔ وہ شرافت و عفت اور حسن و لطافت میں ہی اسی مشہور تھی۔ بڑی عمر تک زندہ رہی۔ ساری عمر مجروح رہی۔ اور شمسہ ہجری میں ۸۸۷ء شمسہ کو بحالت تجرید فوت ہوئی۔ شام ثالث کی نسبت المقری لکھتا ہے :- وہ نرم مزاج اور روشن خیال حکمران تھا۔ اور کئی خویان رکھتا تھا۔ لیکن ان کے باوصف اس کے دارالخلافہ میں داخل ہونے سے بعد جلد ہی قرطبہ کے متلون المزاج اور ناقابل باخیز اس کی حکومت سے ناراض ہو گئے۔ اور فوج نے ۸۹۲ء ہجری (۱۴۸۷ء) میں اسے تخت سے اتار دیا۔

طوائف الملوک کے دار الخلافہ کے ان پولیٹیکل فسادوں اور بادشاہ گردیوں سے صوبہ کے گورنروں اور امراء کو آزاد و مطلق العنان بننے کا موقع مل گیا۔ ملاکا الحیر اس اور منصلہ اضلاع پر بنی حمود نے متصرف ہو کر امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ وہ ادریس مراکو کی نسل سے تھے۔ اور حمود بن میمون بن احمد بن علی عبید اللہ بن عمر بن ادریس کی اولاد تھے۔ حمود حاجب المنصور کے زمانہ میں افریقہ سے بھاگ کر قرطبہ میں پناہ گزین ہوا تھا۔ جہاں حاجب اس سے شفقت پیش آیا۔ اور اسے خلیفہ ہشام کی افواج میں ایک دستہ کی کمان سنبھالی۔ بنو حمود ان اضلاع میں ۹۷۷ء تک عمران رہے۔ جہاں سے سن مذکور میں شاہ غرناطہ نے ان کو بیدخل کیا۔ غرناطہ پر اس طوفان بے تیزی میں بربر سردار زادی نے تصرف کر لیا۔ اور اس کا خاندان اس ریاست پر ۱۰۷۷ء تک قابض رہا۔ سیول اور مغربی اضلاع جن میں الغرب بھی شامل تھا۔ بنو عبیداکہ تصرف میں ہو گئے۔ اس خاندان کا باقی سیول کا قاضی القضاۃ ابو الفاسم محمد بن عبید تھا۔ عبید قاضی مذکور کے ایک جد کا نام تھا۔ محمد کے بعد اس کا بیٹا ابو عمر عبید الملقب بہ مختصداً باللہ مالک ریاست ہوا۔ بنو عبیداکہ آخری بادشاہ

مستند تھا۔ جسے یوسف بن تاشیفین نے افریقہ کو حلا وطن کر دیا۔ ٹولید و پرنوڈ و النون نے قبضہ کر لیا۔ بن کا خاندان مسرفانہ شان و شوکت کے لیے بڑا مشہور ہوا۔ اس خاندان کے آخری حکمران تادریٹ ٹولید و کا شہر ۱۰۸۵ء دست بردار ہو گیا، بین الفونسو ششم کے حوالہ کر دیا۔ سارا گونز ا پر بنو ہو جو عبد الرحمن ثالث کے عہد کے ایک مشہور جرنیل محمد بن ہاشم انتا جیسی گورنر سارا گونز کی اولاد تھے۔ ۱۱۱۵ء تک حکمران رہے۔ اس سال عیسائیوں کے سردار رامیر نے اسے مسلمانوں سے فتح کر لیا۔ صوکیات باڈو اجوز۔ والنشیا مرسیا۔ اور المیرا پر بھی اسی طرح خود مختار امیر حکمران تھے۔ بحیرہ روم کے جزائر میں طرینیہ۔ ابوالجیسوس مجاہد بن عبد اللہ عامری کے تصرف میں تھے جو حاجب المنصور کا ایک آزاد شدہ غلام یا مولا تھا۔ وہ ایک کمال دلیر اور نبرد آزما اور کمال بقرہ کار نا خدا تھا۔ وہ ہر وقت جنگی جہازوں کا ایک جہاز بیڑہ تیار رکھتا تھا۔ اور اسے فراش یا اٹلی کے سواحل پر متواتر یورشیں کرتا رہتا۔ جب وہ زندہ رہا۔ کسی عیسائی جہاز کو بحیرہ روم میں داخل ہونے کی جرأت نہ پڑی۔ اسی سے کچھ کر عیسائی مورخ ڈوزی اوس کی شان میں لکھتا ہے کہ مجاہد اپنے زمانہ کا سب سے بڑا بحری قزاق تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے دایان ملک جو من حیث المجموع ملوک الطوائف کہلاتے تھے۔ سب کے سب بلا استثنا علوم و فنون کے فیاض دل مزی تھے۔ بلکہ ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ علم کی قدر دانی میں اپنے معاصرین سے کسی طرح گوتے سبقت لے جائے۔ ان میں سے اکثر اعلیٰ پایہ کے ادیب اور شاعر تھے۔ محمّد سیول کا آخری بادشاہ اپنی نظم کی لطافت اور نثر و انشاء کی پاکیزگی کے لیے خاص امتیاز رکھتا تھا۔ مظفر بن انتاس شاہ باڈو اجوز نے پچاس جلدوں میں ایک بے نظیر تاریخ کتاب المنظری کے نام سے لکھی۔ ہسپانیہ کے عرب مؤرخوں نے ان ملوک الطوائف کی نسبت یہ ریمارک بالکل صحیح کیا ہے کہ جب ہمارے ٹوٹ جانے اور اس کے موتیوں کے بکھرنے کے بعد چھوٹے چھوٹے بادشاہین نے بنی امیہ کے ترکہ کو آپس میں بانٹا۔ تو علم و ادب کو اس تقسیم سے نقصان پہنچنے کی بجائے بے اندازہ فائدہ ہوا۔

اس زمانہ میں بھی ہسپانیوں کے حملوں کا بہ نسبت سابق زیادہ شدید

اور تیز ہو جانا طبعی امر تھا۔ لیکن اگر یہ بادشاہ آپس میں متحد رہتے۔ یا مشترک اغراض کو بخوبی مد نظر رکھتے۔ تو عیسائیوں کو ان کے بد خلات بہ مشکل کوئی کامیابی ہوتی۔ مگر افسوس۔ اس کے برعکس باہمی بھوٹ اور رشک و حسد نے ادھکی تباہی و بربادی کا رستہ صاف کر دیا۔ بعض کی عقل پر تو یہاں تک پردہ پڑ گیا کہ وہ اپنے مسلمان حریفوں کے بد خلات عیسائیوں سے متحد ہو گئے۔ مسلمانوں میں کیشل اور لیون کے بادشاہ فرڈی نڈ اول نے اپنی مملکت سے عربوں پر حملہ آور ہو کر جو باہمی بغض و نفاق کا شکار ہو رہے تھے۔ انکو اکٹرا ہم مقامات سے خارج کر دیا۔ اور اب حسب معمول ہر مفتوحہ شہر یا قصبہ میں عیسائیوں نے اہلیسانہ مظالم توڑنے میں کوئی کسر نہ اڑھا رکھی۔ ان کے ایک سردار ربو یا سروسے بالخصوص جو جہ ظلم و ستم کئے۔ قلم ان کو بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ معتقد شاہ سیول نے یونانی بادشاہ کو خراج دینا قبول کر کے اپنی ریاست بچائی۔ وہ ۱۰۶۹ء میں فوت ہوا۔ اور ادراسکا بیٹا متہد تخت پر بیٹھا۔ مسلمانوں میں محمد نے قرطبہ کو عیسائیوں سے نچ کر کے دریائے گواڈل کو ر دوادی الکبیر سے لیکر دریائے گواڈی آنادوادی آکا تک کل ملک کو مطیع و منقاد بنا لیا۔ فرڈیننڈ اول کے مسلمانوں میں فوت ہو جانے پر اوس کا بیٹا الفونسو چہارم کیشل کا بادشاہ ہوا تھا۔ وہ بڑا خود غرض۔ بے مہول۔ اپنے مفاد کے سامنے ایمان و اخلاقی کی کچھ پرواہ نہ کر نیا اور بڑا جاہ طلب تھا۔ اُس نے اپنے کل بہائیوں کو اون کی ریاستوں سے بیدخل کر کے بلقب شہنشاہی لیون۔ کیشل۔ گالیشیا۔ اور لنوار پر قبضہ کر لیا۔ اور اُس خراج سے مطمئن نہ ہو کر جو عرب ملوک ایلطوائف دیا کرتے تھے۔ کل جزیرہ نما پر قابض ہو لیا عزم بالجزم کر لیا۔ اوس کے پاس فوج نہایت شاندار تھی۔ جس میں یورپ کے تمام حصوں سے آزمودہ کار نبرد آزما اکو جمع ہو گئے ہونگے تھے۔ اس کے گھمنڈ پر وہ فرعون ثانی بن گیا ہوا تھا۔ اور اکثر یہ کہا کرتا تھا۔ کہ جن بہوت ہوں یا آسمان کے فرشتے میں ان کے مقابلہ کو بھی تیار ہوں۔ مسلمانوں میں جب فاندان ذوالنون کے آخری باقی قادر نے ٹولیدو اوس کے حوالہ کر دیا۔ تو اوس کے کبر و نخوت کی کچھ انتہا نہ رہ گئی۔ غرناطہ۔ باڈا جو۔ سیول اور چند دیگر شہروں کے حکمرانوں کو جو مسلمانوں کے قبضہ میں باقی رہ گئے تھے۔ اب اپنا عشر بھی صاف دکھائی دینے لگ گیا۔ اور وہ اس خطرہ

عظیم سے بچنے کے لئے مدد و اعانت کے لئے چاروں طرف نظر دوڑائے لگ گئے مگر خود
جنرلہ نما کے اندر خانہ جنگیوں اور اندرونی تنازعات و مناقشات باہمی نے خستہ کر
دشمن کے برخلاف ایک عام جھگڑانا عمل بنا دیا ہوا تھا۔ دہرے بالوس ہو کر انہوں نے
ملک سے باہر نظر دوڑائی۔

المراطین کہ ہسپانیہ میں جبکہ اسلامی سلطنت پارہ پارہ ہو رہی تھی مغربی افریقہ میں ایک
نئی طاقت پیدا ہو گئی تھی سحر کے بربر موسومہ بلشینی تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ اپنے
مذہبی عقائد ان کے زیر لوہ جو مربوط یعنی ادبیات کہلاتے تھے۔ انہوں نے وسیع علاقے
فتح کر لیے تھے۔ اور زما زری بحث میں ادنیٰ سلطنت مسیٰ کال سے الجیریا تک پہنچی ہوئی
تھی۔ ان کے فرما زواہ المراطہ کہلاتے تھے۔ جو حفظ بگڑتے بگڑتے المراد وہ بن گیا۔
مربوط کا لفظ قوی کے معنوں میں ہوا وقت ہی الجیریا میں عام مستعمل ہے۔ شہر یوسف
بن تاشیفین جسے تھوڑا ہی عرصہ پیشتر خلیفہ بغداد نے امیر الملیین ممتاز خطاب
مطاکر کیا تھا۔ ان کا بادشاہ تھا۔ مذہبی علماء کی تحریک و ترغیب پر ہسپانیہ کے مسلم بادشاہ
نے مدد کے لئے اسی یوسف کے پاس التجا کی۔ وہ اس انکا کو قبول کر کے اکتوبر ۱۴۹۲ء
میں مراکو سے ہسپانیہ میں داخل ہوا۔ سیول کے قریب متحدہ و دیگر اندلسی مسلمان میر
کی فوجیں اوسے آئیں اور وہ ان سے یہ متفقہ فوج باڈا جرز بازی اوسے یا باغی
اوسے اسطرت بڑھی۔ الفونسو باڈا جرز سے بارہ میل کی جانب جنوب بمقام دلا تراسکے

۱۵ یعنی نقاب پوش۔ نام نقاب کو کچھ ہیں۔ اونکا یہ نام اس واسطے رکھا گیا کہ اس قبیلہ کے مرد مولکی
سوزندہ رنگ کو بچاؤ کر کے لئے ہمیشہ نقاب چہرہ پر رکھا کرتے تھے بلشینی کی عمر دون کو بہت
آزادی حاصل تھی۔ اور وہ بلا تکلف و بے نقاب مردوں میں چلا بھرا کرتی تھیں۔ اور چونکہ وہ پرشون
اور رطائون میں شریک نہ ہوتی تھیں یا برہنہ ریت کو چہرہ کے بچانے کے لئے داؤ نکو نقاب کی ضرورت
پڑتی تھی اور نہ وہ عموماً اوسے پہنتیں۔ امیر علی۔

۱۵ عیسائی اور نہ وہ عموماً اوسے پہنتیں۔ امیر علی۔

مقابل ہوا مسلمان فوج کی جمعیت کلم صرف میں ہزار آدمیوں کی تھی اور ہر سال کی فوج میں
ہزار سے زیادہ مردان آزمودہ کار اور تجربہ کار تھے اور ان پر مشتمل تھی۔ فریقین میں
بروز جمعہ ۲۴ اکتوبر ۱۰۷۳ء کو خونخوار و خوفناک سرکاری ہوائی حملہ لایا۔ ان لایا
تاریخ کی حلد دہم صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے۔ الفونس صرف تین سو سو کے اندر میدان
جنگ سے معزور ہو کر جانبر ہوا۔ اس کی باقی تمام فوج و جین گیسٹ رہی۔ ذوالقہ کی سلم
فتح نے کچھ عرصہ کے لیے لیون کی سچی بادشاہت کو بیدست دیا کر دیا اس وقت پر
بن مائتین ہسپانیہ میں زیادہ دن ٹھہرا۔ مگر دوسرے برس دوبارہ اگر اس
نے تمام مسلمان لوگ الطوائف کو بیدخل کر کے ان کے مقبوضات کو واپس سلطنت
میں غمال کر لیا۔ اور دریائے ٹیگس تک کل اندلیس اس پر طوار کو کر کے لے کر
ہو گئی۔ مرا بطی بادشاہوں کے عہد میں فقہوں کو جین کی تحریک پر ہی برست کو
بلا گیا تھا۔ اور اسے اون کی مدد سے اپنے مدعا میں کامیابی حاصل ہوئی تھی
بہت اقدار حاصل ہو گیا۔ دوزی لکھتا ہے کہ جیسا اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ
علماء کو مرا بطیوں کے زمانہ میں حاصل رہا۔ اس کی نظیر دوسرے نہایت قوم کے بادشاہ
کے اور کسی زمانہ میں نہیں مل سکتی۔ جن کے زمانہ میں میسائی یا عربوں کو ایسا ہی
غلبہ حاصل رہا تھا۔ ان فقہوں نے اپنی تنگ خیالی کی جہان بیان تک چست کر دی
کہ اہل الزوال کی کتاب احیاء العلوم و الدین کو ہی مروجہ قرار دے دیا۔ جو اس سر تا
شریعت کے مطابق ہے۔ اور آزاد خیالی کو اس میں مطلقاً دخل نہیں دیا گیا۔

جب تک یوسف زندہ رہا۔ عیسائی اس کے خوف سے دم نہ مار سکے۔ وہ
مسئلہ میں فرت ہوا۔ اور اس کا بیٹا علی جس کی کنیت ابراہیم تھی۔ وراثت تلج
و تخت ہوا۔ وہ لڑنے قابل باپ کے قدم قدم جلا گئے۔ اور چند باتوں میں
اس کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے میسائی قبیلوں کو کئی مرتبہ شکست دی۔ اور

لے ہند بادشاہ سمبول مرا کو ملا وطن کو دیا گیا۔ جہاں وہ ایک عرصہ میں قوت ہوا۔ اس کے

زوال و تنزل کی داستان بہت ہی رقت انگیز ہے۔ ساریہ علی

طہ ان حکمران اس کی کنیت لکھتا ہے۔ وہ ایک طاقتور و غیر طبعی بادشاہ تھا۔ جس نے

اُن سے مقامات ملاویر، مدینہ، و مخرج، گواڈل اسکا، بادوا، اجماع، اور بہت سے اور قلعے اور شہر فتح کر لیے۔ دوسری طرف اوس کے جنرل سیرن ابی بکر نے قسبا سستاریم، دینترم، باڈاجوز، پورٹو، بورٹوکال، ایورو، دعبورہ، اور لزبن۔ دایشبونا، عیسائیوں سے پھر سخر کر لیے۔ مگر ان فتوحات کے بالمقابل ویسے ہی آراگان کٹالونیا اور کوہ پر نیز بار کے فتح علاقہ کے عیسائیوں کی تفرقہ فوج نے مسلمانوں سے سارا گونزا اور اسکنڈ کلاٹایہ و دقلحات ایوب اور دریا و ٹنگیس سے پرے کے دیگر اہم مقامات فتح کر کے دونوں پارے یکساں کر دیئے جب کہ مرادین بدین منوال اندلس میں مشغول تھے سافریقہ میں ایک نئی تحریک جو ان کے حق میں سم قائل ثابت ہوئی طاقتور ہو کر رہی تھی۔

الموحیدین کے علاوہ جبری مطابق مسئلہ میں ایک شخص مسی محمد ابن توہرت مغربی افریقہ کے شہر سوس کا باشندہ ماری ٹینیا کے وسیع سلسلہ کوہستان کے بربر باشندوں کے پاس پہونچا۔ وہ نسلا عرب تھا۔ لیکن بذریعہ تربیت ایک بربر قبیلہ سے اوس کا تعلق ہو گیا تھا جو انی بین بلاد مشرق کی سیاحت کر کے اوس نے فلسط اور فحہ کو الزامی ابو بکر الطرطوشی اور دیگر آئمہ وقت سے تحقیق کیا۔ وطن واپس آکر مہ طبعہ و درجہ کے نوگون بین بد اخلاقی و عیاشی کا عام رواج اور عوام کو پیر پرستی میں غرق دیکھنے سے اوس کی طبیعت میں سخت جوش پیدا ہو گیا۔ اور اس نے اپنے تئیں مہدی موعود دیکھا کہ کوہستان اٹلس کے وحشی باشندوں میں اصلاح و پاکیزگی کا دھڑلہ شریعہ کر دیا۔ جو دسے ہی عرصہ میں ایک جم غفیر اس کا معتقد بن گیا۔ اور اوس نے انہیں سے ایک نو جوان مسی عبدالمومن کو جو ایک متمول تاجر کا بیٹا تھا اپنا نائب و خلیفہ مقرر کیا۔ اوس کے معتقدین اور مریدوں نے موحیدین کا خطاب کی طاقت زور پکڑ لگی۔ اور چند برسوں ہی میں المرابطی سلطنت کے بعض حصص پر قابض ہو کر انہوں نے ایک وسیع بادشاہت قائم کر لی۔ علی بن یوسف کی زندگی

۱۱۰۰ اور اسکا پرانا نام محمد بن محمد تھا۔ اس کے لفظی معنی ہیں پتھروں والا دیریا۔ جس کے نام پر شہ کا بانی ہی نام ہو گیا۔ ابو بلال محمد بن عبد اللہ بن تورت نام میں اولی اٹلاک علی النسل تھا۔

میں اوزکوز یا دہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ وہ ۱۱۱۱ھ میں فوت ہوا۔ اور اس کا بیٹا تاشین
جہاں محمد بن کے مقابلہ کی ناکست فائلیت نہ رکھا تھا تخت نشین ہوا۔ وہ ۱۱۱۵ھ میں
ہو گیا۔ اور مراٹھو کی سلطنت عبداللہ بن کو منتقل ہو گئی۔ المرابطین والو امیرین کے
باہمی جنگ و جدال سے اندلسوی عیسائیوں کو اسلامی علاقوں کو دل کھول کر ناخت
و تاراج کرنے اور مسلمانوں پر ناگفتہ نظام توڑنے کا خوب موقع مل گیا۔ اس وقت
الفرس و ہفتم مکران تہا جس نے اپنے دادا الفرس و چہارم کی طرح لقب امیر اطوری
اختیار کیا تھا تھا۔ وہ قلعہ سیریل اور کرونا کی دیواروں تک تمام اسلامی سر
زمین کو تباہ و برباد اور مسلمانوں کو قتل کرنا چھوڑ دیا گیا۔ شہر اکسیرس کو تاراج
کے بعد جلا کر تو وہ خاکستر بنا دیا۔ اور گولڈکس و داوی آتش تک بڑھا گیا۔ پانچ برس
بعد اس نے جنین۔ بائیزنٹین۔ اور اندوچار کے زرخیز اضلاع کو ویران و
یرباد کیا۔ مسلسل تباہیوں سے لاچار ہو کر اندلسوی مسلمانوں نے پھر اپنے
پارے بجا بیوں سے مدد کی التجائی۔ ۱۱۱۵ھ میں عبداللہ بن نے ایک فوج بڑھائی
جہازات ان کی مدد کو روانہ کی۔ اس کے جرنیلوں نے عیسائیوں کو اسلامی علاقوں
سے مار بھگا دیا۔ اور حین المرابطی گورنروں نے اپنے اپنے علاقہ میں خود مختار
حکومت قائم کر لی تھی۔ اوٹو بیدزل کے یا طبع بنا کر اندلس کو اپنے فرمانروا
کے تابع کر دیا۔ اس سے چار برس بعد عبداللہ بن نے اپنی وسیع سلطنت کو صوبوں میں
تقسیم کر کے اپنے بیٹوں کو ان پر گورنر مقرر کیا۔ ۱۱۱۵ھ ہجری ۱۱۱۵ھ میں اس
نے فرنیقین سے شہر جدید فتح کر کے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ اس اسم شہر کی
فتح سے وہ صحاری بارقہ سے لیکر بحرا و قیاقوس تک کل شمالی افریقہ کا مالک و
منصرف ہو گیا۔

۱۱۱۵ھ میں ایٹیکا و اسے الوہیڈ پکارتے۔ ۱۱۱۵ھ محمد بن تو مرت عبداللہ بن کو جانشین بنایا
کر ۱۱۱۵ھ ۱۱۱۵ھ میں فوت ہوا۔ ۱۱۱۵ھ شنگا ابو محمد عبداللہ بن باپ کے بعد بادشاہ ہوا
صوبہ بولگیا اور اس کے ملحقہ کا ابو بن علی فاس کا۔ اور ابو سعید سیوٹا و سیط، الجیر اس
دالجزیرہ ہفتم و طاب و غیرہ کا گورنر تھا۔ اسی طرح دیگر صوبوں پر باقی بیٹے۔

سید ابی رحی صاحب کی تحریر کو یہاں پر ختم کر کے مین نئی فصل سے چہرہ سر میکس
کی کتاب کی معرفت شروع کرتا ہوں خاندان الموحیدین کے باقی فرماؤ وایوں کے حالات
سید صاحب کے کتاب سے نئے فصل میں ایذا اذکرون گا۔ چو گلمان چند فصلوں میں
زیادہ تر سہا نیہ کا ذکر ہے۔ جزیرہ نما کو کا نقشہ معہ صوبوں و شہروں کے اس
موقع پر دیا گیا ہے۔

فصل پنجم

توسیع سلطنت زمانہ موحیدین از ۱۲۹۱ھ تا ۱۲۹۹ھ

ابن تومرت مہدی کو مراہطی حاکم کا بیٹا اگرچہ بہت بڑا اور عظیم الشان ہوا تھا۔ اور مرابطین
کے زیر فرمان کو ایک طرح سے سلطنت کے بانی مہدی ہی وہی ہوئے تھے سلطنت
مراکو کی حد و وسعت وسیع ہو گئی تہا بن سنام کچھ عرصہ سے کوہستان المس میں ایک نئی
نذر میں طاقت قوت پر کڑی رہی تھی جس کی وجہ سے مین مغربی سلطنت کو ہتھکڑی و سخت پختہ
ہتھکڑی اور سب بن تاشیہ کے وہم و گمان میں بھی کبھی ہتھکڑی و وسعت کا خیال
نہیں نہ آتا تھا۔ اس نئی طاقت کا صدر راجے محمد بن تومرت تھا مراکو کی تاریخ کے طبع
پر ہتھکڑی و وسعت میں جملہ حکم مہدی ہیں۔ ان سب میں یہ شخص ایک خاص امتیاز اور
اپنے اوصاف و کیر و کار کی وجہ سے نمایاں سب پر خاص غور و توجہ رکھتا ہے۔ دوسرے
کا ہتھکڑی و وسعت اور اگرچہ سودہ بربروں کے قبیلہ خرمہ کا ایک فرد تھا۔ اس
نے فقط مرابٹین بلکہ ہتھکڑی و وسعت سرور کا کینا م کی نسل سے ہوئے گا دعویٰ کیا
اور کہتے ہیں ایک عرب خاندان مین سے جو موسیٰ کے ساتھ مراکو آیا تھا۔ اور بقول

لے اس قبیلہ کا نسب نامہ و نشان گم ہو گیا ہے۔ اس کا کچھ نہیں جانتا۔ اس یہ دعویٰ
اوس نے ایک قدیم نسب نامہ کے ذریعہ سے کیا تھا جسے ابن خلدون اپنی تاریخ کی جلد اول
میں لکھ کر بیان کیا ہے۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ یہ موحیدی فرماؤ و اعباسیہ خلافت کو انور

دیگر اور میں کے بھائی سلیمان کی اولاد سے بتایا جس کا خاندان جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ بربر قبائل کے علاقہ میں رہائش گزین ہو گیا تھا۔ جہاں میں وہ بغرض تحصیل علوم بلا مشرق ہو گیا۔ اور زہد و انقا میں عام مشہور ہو گیا۔ وہ کمال نبیائی کی سے دوسرے کے محبوب پر معترض ہوا۔ اور خلاف شرع امور کا ارتکاب دیکھ کر غصہ سے ایسا بے بس ہو جاتا کہ عیاشیوں کے شراب کے خم اور آلات موسیقی فوراً توڑ پھوڑ دیتا۔ ابن خلدون لکھتا ہے۔ وہ کامل متقی و پیر ہیزگار تھا۔ سخت تلاش و افلاس سے بسر اوقات کرتا۔ دریدہ یا ریحات اوس کی پوشاک تھے۔ اور اس کی غذا نہایت سادہ ہوتی تھی۔ تاہم ہمیشہ بشاش اور خرش رہتا۔ اور ہر وقت ریاضت و نفس کشی پر آمیل۔ اس کے پاس ایک عصا اور چرمی مشکیزہ کے سوار کوئی دنیاوی متاع نہ تھا۔ شجاعت میں بہت بڑھ چکا تھا۔ عربی اور مغربی دونوں زبانیں بڑی فصاحت کیساتھ بولتا تھا۔ جو احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے اوں کے اعمال پر بڑی سختی سے لعن طعن کرتا۔ اور اس طریق پر عمل سے جو خدیان اور میر وارد ہوتے تھے ان کو صبر و تحمل سے برداشت کرتا۔ اہل الطیون کی مستورات کا بے نقاب چلنا پھرنا اسے سخت ناگوار گذرتا تھا۔

ایسے لوگوں کے ساتھ اپنا نئے دنیا کا جوسلوک ہوتا ہے۔ وہی اس سے شہوا کرتے بغیرت ہو کر نکال گیا۔ معر گیا تو وہ ان بھی تھو لین سے خیر وہ ہمیشہ نصرت و ملامت کیا کرتا تھا۔ اسکو چین نہ لینے دیا۔ یہی گت ٹولنس میں ہوئی۔ ان جگہوں سے جواب ملنے پر اس نے اپنا خر کو مہستان اٹلس کے بربر وین میں لیجا جاکر۔ جو اگرچہ تو بہت پرستی میں تھا۔ مگر وہاں کے باشندوں سے بڑھ چکے تھے۔ لیکن اگر مزاحی اور میاشی میں اوں سے نسبتاً بہت کم ہے۔ بربر وین نے اسکو موضع تن آلت (رفید کوہ) میں جو دریائے نیس کے منبع کے قریب اعنات سے ایکدن کی مسافت پر آگے کر کے آباد تھا۔ اور پھر بعد میں معدوم ہو گیا۔ چناہ دی اور حق مزین ایسی عمر کی سے ادا کیا کہ اس کی خود اپنے امیر سے ہی جسے نیز اس نے اپنی صاف گوئی سے نازاں کر دیا تھا حفاظت کرتے رہے۔ وہ اس نواح میں منہ المہ میں پہونچا۔

۱۱۰
اس امر مذکور نے عہد کی آمد اور اس کے دعویٰ کی خبر نہ کر اسے اپنے سامنے بلایا دیکھ کر

اسوقت اس کی عمر ۲۸ برس کی تھی۔ ابن خلکان اس کا حلیہ یہ لکھتا ہے:۔ قدر میانہ جسم پتلا سر بڑا۔ رنگ گندمگون اور آنکھیں نہایت روشن و تیز و تیز کتاب العارف کا مصنف اس کے کرکٹر اور جلی خضائل کا لیب باب ان مختصر فقرات میں قلم بند کرتا ہے:۔ وہ چہرہ کو پانی یعنی شرم و ندامت کے آنسو بہانے پر اپنے آب زندگی (جسم کے خون) کے بہانے کو ترجیح دیتا تھا۔ اس کا ہر وقت کا مقولہ یہ تھا۔ جو کوئی میری متابعت اس دنیا کے متاع کے لیے کرتا ہے۔ اسے مجھ سے سوا اس چیز کے جو وہ یہاں میرے پاس دیکھتا ہے۔ یعنی فقر و فاقہ کے اور کچھ نہیں ملے گا۔ لیکن جو دوسرے جہان کے اجر کے لیے میرے ساتھ جاتا ہے۔ وہ اپنا صلہ خدا سے پائیگا۔

جو کچھ عقائد مہدی راستہ میں ایک بگڑا ایک نوجوان بنام عبداللہ بن محمد سے دوچار ہوا۔ جنکو اس نے نہایت قابل اور مستحق شخص دیکھ کر اپنے ساتھ لے لیا۔ مؤرخین کا اس امر پر بہت اختلاف ہے کہ عبداللہ بن محمد کس مقام پر تو مرت کو ملتا تھا۔ ابن تو مرت کے عالم شباب میں فوت ہو جانے پر اس کے شاگرد رشید نے اپنے مرشد کی اون امید

دفعہ ماضی صفحہ ۱۰۹ اور اس کی گدایانہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ظاہر کیا۔ ابن تو مرت نے جواب دیا مجھے اس دنیا کی خواہش نہیں۔ بلکہ عالم ثانی کی یہاں میرا صرف یہ کام ہے کہ لوگوں کو نیکی کرنے اور بدی کے ترک کی نصیحت کروں۔ پھر حسب معمول امیر کو کہل کھلا الفاظ میں وعظ و پند شروع کر دیا۔ اس موسم کے ثانی کو خود جو بدیہی سے عاجز ہو کر امیر سے زمانہ قدیم کے مصری فرعون کی طرح اپنی ریاست کے تمام عقلمندوں کو اس کے مناظر کے لیے جمع کیا مگر جب اذن سب کے ایک ساتھ بولنے سے ایسا شور و غل برپا ہو گیا۔ کہ بحث کرنا مشکل ہو گیا۔ تو ان علماء میں سے دو آدمی و مرت کے مقابلہ کے لیے تعین کئے گئے۔ جو ابھی کچھ سوال کرنے پائے تھے۔ کہ مہدی کی پیش دستی کر کے ان سے سوال کیا۔ بناؤ کیا علم کے فوائج اور راستے محدود ہیں؟ علماء نے جواب دیا۔ ہاں۔ وہ قرآن اس کی تفسیر اور احادیث پر محدود ہیں۔ مہدی نے اس پر کہا کہ تم لوگ جیسا کہ ظاہر کا قاعدہ صرف میرے سوال کا جواب دے۔ اس سے تجاوز نہ کرو۔ لیکن علماء ساکت ہو گئے۔ اور جب کچھ عرض کیا وہ کوئی جواب نہ دے سکے تو مہدی نے کہا۔ آؤ میں تم کو بتاتا ہوں نیکی اور بدی کے منہج چار ہیں۔ علم نیکی اور راستہ نا سنی ہے۔ اور جہالت۔ شک اور قیاس بدی کے (روض القرآن ص ۱۰۹)

کو جو اسے دنیاوی بادشاہت کے حصول کے متعلق تہمین۔ برابر مد نظر رکھا۔ اور ان کو پورا کر کے چھوڑا۔ ایک اور تیسرے شخص کو ساتھ لاکر جسے اہام کے ظاہر کرنے کے مناسب وقت کے پہنچ جانے تک اہم یا مجذوب بنا رہنے کی نصیحت کی گئی۔ ابن تو مرت نے دس جاہل مگر خوب مضبوط بربر بطور محافظ ساتھ لے لیے۔ اس طرح اپنا جھٹا قائم کر کے اس نے جلد ہی کافی طاقت بہم پہنچائی۔ اور ۱۱۳ھ میں اپنے تین مہدی موعود کی حیثیت میں ظاہر کر دیا۔

اس نے اپنے مریدوں کو موعودین کا خطاب دیا کیونکہ اس کی تعلیم کا خاص مدعا خدا کی کامل توحید کو آشکار کرنا تھا۔ وہ خدا کی صفات کو اس کی ذات سے جدا نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے ثابت کرنے کے لیے قرآن کی متشابه آیات کی اپنے مطلب کے موافق تفسیر و تفسیح کی مرابطین چونکہ ان آیات کے لفظی معنی کرتے ہیں۔ ان سے خدا کی ذات محبت۔ اور ایسی قرار پاتی ہے۔ جو چھوٹی اور دیکھی جاسکے۔ اور اس طرح ادھون نے خدا کا ایک جسم قرار دیا ہے۔ اس نے بنیاء حیرت انگیز جیون اور فریبوں سے گردنواح کے مسموم

لہ مہدی کے لفظی معنی ہدایت کو گئے ہیں۔ مگر اس لفظ سے اسی کو مقصد کیا جاتا ہے۔ جس شخص حضرت کائنات کی پیشگوئی کے مطابق مہدی موعود ہونیکا دعویٰ کیا ہو سبجاری وغیرہ کتب حادثہ میں مہدی کے متعلق جو ۔۔۔ احادیث درج ہیں۔ ان سے پایا جاسکے کہ حضرت سرور عالم کے ذہن میں ہر پیشینگوئی کے وقت ایک ہی طرح کی تصویر جلوہ گر نہ تھی۔ ورنہ مختلف احادیث میں مہدی موعود کے مختلف اوصاف نہ درج ہوتے۔ تاہم یہ اوصاف سب احادیث میں بالضراحت درج ہیں۔ کہ مہدی حضرت کی مثل سے ہوگا۔ اس کا چہرہ کشادہ اور بینی بلند و بالا ہوگی۔ وہ زمین کو جو ظلم و ستم سے معمور ہوگی۔ عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ اور سات برس فکرانی کریگا۔ اور ایسے زمانہ خوشحالی میں فوت ہوگا کہ لوگ متنا کریں گے۔ کہ کاشکہ مردگان ہی زندہ ہو کر اس عالم فیضانِ حصہ لیں۔ اہل شیعہ کا اعتقاد ہے کہ مہدی خری امام ہوگا۔ اور کل مذاہب پر غالب ہو کر بدوں کی بجائی کر دیگا۔ میکس۔

اگر بطور مثال میں ایک فرد کی کیفیت رض القرطاس اور ابن خلدون سے یہاں مدح کرتا ہوں۔۔۔ ملتونا قبیلہ سے اس نے ایک معرکہ میں تخت نقصان کے ساتھ۔ (دیکھو صفحہ ۱۱۲)

مسمومہ قبائل کے دھوکے میں اپنے زہاد و خداری کا۔ اور ان کی زبان میں منکر و درسلے
بالخصوص ساجات مسمومہ مرشدہ و توحید تصنیف کر کے اپنے علم و فضل کا بڑی پینگی بجا دیا۔

ابن خلکان نے اس کے رسالوں کی اپنی تاریخ میں بہت تعریف کی ہے۔ اس تعریف کی تصدیق
تاریخ ابن خلکان کا فرقہ مزہم ڈی سلین ایک حاشیہ میں بالفاظ ذیل کرتا ہے: میں اس امر کی
تصدیق کرتا ہوں کہ ابن خلکان نے ابن تومرت کی قابلیت و دیانت کی جو صفت و ثناء کی ہے۔ وہ
بالکل درست ہے۔ یہ رسالے ایک باریک نط سے لکھی ہوئی چھٹی سی کتاب کی صورت میں مضبوط
جو مصنف کی وفات سے ۴۰ برس بعد لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب پیرس کے قومی کتب خانہ میں ہے۔ ابن
تومرت کے ایک اور سال کا نام اعزنا یطیب ہے جس میں وہ خلیفہ لوگوں کی مطابقت امام کی مصونیت
کا عقیدہ کہتا ہے۔ مصنف روض القریاس کہتا ہے۔ فصاحت اور کمال علوم میں اسکا کوئی ہم پل
نہ تھا۔ یکس ۱۲۔

دقیقہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱ شکست اٹھائی جس و جہدی کے رفقاء کے حوصلے بہت بہت ہو گئے سلاطین وقت
وہ باقی ماندہ ہزار بیسوں کو چن کر ساتھ لیکر قبرستان کو گیا۔ اور انکو زندہ دفن کر کے انکی قبروں میں ایک
ایک سوراخ ہوائی اندر دفن کے لیے رکھنے دیا۔ تاکہ وہ زندہ رہیں۔ دفن کرنے سے پہلے انکو سکھا دیا کہ اگر
کوئی اُسے سوال کرے تو جواب دین کہ وہ کفار کے مقابلہ میں شہید ہونے کے صلہ میں اسوقت بہشت
بریں کی نعمتوں سے پورا پورا منتفع اٹھا رہے ہیں۔ ان لوگوں کو دفن ہونے پر رضامند
اس وعدہ سے بنایا گیا کہ دوسرے دن اُن کو قبروں سے نکال کر بڑے بڑے عہدہ و ن پر
نامور کر دیا جائیگا۔ اس کارروائی سے فارغ ہو کر وہ اپنے باقی ماندہ شکستہ دل رفقاء کے
پاس واپس آیا۔ اور کہا کہ جز شہید ہو کر ہیں وہ ہوت جنت میں ہیں۔ تم لوگ کیوں جوتے ہو اگر کسی کو جس
دعویٰ کی صداقت میں شبہ پیدا ہو گیا ہو تو متوکلین سے جا کر پوچھو۔ رفقاء نے ایسا ہی کیا۔ اور قرون کے پار
جا کر پکارا: اے مردہ رفیق! بتاؤ تمہیں تا در ذوالجلال سے کیا ملا؟ قبروں سے مردوں نے نہایت شہ
ہمیر میں جب جواب دیا کہ ہر ایک طرح کی نعمت حاصل ہے۔ تو سوال کرنے والوں کی حیرت کی کچھ انتہا اور قہقار
کی دنیوی طبع کی کوئی پائان نہ رہی۔ انکو کسی مزید ثبوت کی احتیاج نہ رہی۔ اور ابن تومرت کا جتنا پیہر
قومی ہو گیا۔ ابن تومرت احمق نہ تھا۔ کہ ایفا تو وعدہ کر کے اس راز کے فاش ہو جائیکہ مدامی خطہ زمین
مبتلا ہوا منظور کر لیتا۔ اس نے ان ہی تو قبروں کی قبریں پر چلے آگے روٹنے کہ دھواں اندر دھواں کو کو روکے
اور پیر و راز کو بند کر دیا کہ انکی ساتھیہ ہی راز ہی ہمیشہ کے لیے زیر زمین دفن رہے۔ یکس۔

آؤ کار اس کے متعین کا مقابلہ بادشاہی افواج سے بھی ہو پڑا۔ اور اگرچہ انہوں نے سلطان سپاہیوں کے ایک دستہ کو جو اونکو علا قہ میں محاصرہ کر بیٹھا گیا تھا۔ تہتم کر دیا۔ مگر راکش کی فہمیں کے متعلل اونکو سخت شکست ملی ساور ابن تو مرت کے دس رفقاء اسے ایک اسیر کر کے مین ہلاک ہوئے۔ اس پر کل بربروں نے عام بغاوت کر دی ساقون سرغہ مسعودہ قبائلی ابن تو مرت کے ساتھ مل گئے۔ اور اونکے اتفاق سے اوس کی طاقت بے اندازہ قوت پکڑ گئی۔ اس نے اونکی مدد سے باقی ماندہ بربروں کو مطیع و منقاد بنالیا۔ جو سو وقت سے اس کے چہرا ہی ہو گئے۔ ہر ایک قبیلہ کے سرداروں سے منتجب کر کے لشکر کی رہبری و ترتیب کے لیے پچاس اعیان کی مجلس کی مانتی سے مستثنیٰ کر دیا گیا عبداللہ المومن کو کل سحالا کی فغان پر دیکھی۔ اور ابن تو مرت پہلے سو زیادہ ریاضت و عبادت میں نہنک ہو گیا۔ اس تدریس سے وسطی اٹلس نے مسعودہ زناط جو پہلے ایک دوسرے سے لڑنے بھرنے میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اپنے قدیم اعدا ملتونا سہنا جیون کے بغض و تفریق کو مٹا دیا۔ اس موقع پر ابن تو مرت کے قوت ہو جانے سے اوس کے شاگرد عبداللہ المومن کو جو ریاضت بچائے سپاہ گری کی طر ف زیادہ مائل نہا۔ بالکل کھلا میدان مل گیا۔ اور وہ ایک ایسی زبردست حکمت اور عظیم اشان خاندان کا بانی ہوا۔ جس کے برابر مراٹھو میں کوئی خاندان نہیں گذرے۔

عبداللہ المومن ان کے شاگرد ہی تھے۔ اسے کچھ کم عیار نہ تھا۔ مہدی کی وفات پر خلیفہ کے انتخاب میں مسعودہ نے ان کا زور و مقابلہ ہونے کے امکانی اندیشہ روک تھام کے لیے اوس نے ایک عجیب پیش بندی کی اور اس میں اسے کامیابی بھی پوری پوری ہوئی۔ اوس نے ایک شریر کو اپنے ساتھ ایسا بلایا کہ وہ کتے کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلتا اور ایک بزدل کو یہ فقرہ سکھایا کہ فتح و قوت خلیفہ عبداللہ المومن کی ملک ہیں۔ ابن تو مرت کے مرنے پر مجلس

سلا یہ رات قبیلے حسب ذیل تھے جنطاط۔ وعد میو اجہ سو وقت تک موجر وہیں غریب و محال جو بھکی لڑائیوں میں مدد و ہمت نہ دے سکے۔ قوم غور فہ۔ اور نہرجہ۔ تن مال نے ابن تو مرت کی قبر کو اپنا سینہ و مرکز بنا لیا تھا۔ اور موصدین کے زوال کے بعد بھی ان کا یہ اعتقاد رہا کہ ابن تو مرت ایک دفعہ بھر آکر وہیں کی سلطنت کو قائم کرے گا ایک قبیلہ کی شان و موسومہ سکسا و اعصہ و رازنگہ و خنارہ ہر اپنے جدا امیر کرتی تھیں

امیان جب جانشین کے انتخاب کے لیے جمع ہوئی۔ تو ایک خیر بے تاج شاہجگہ سے دوڑتا ہوا
 اندر آگہا۔ جسے دیکھتے ہی اور تو سب جان کے خوف سے بہاگ گئے۔ مگر عبدالمومن بدستور
 بیٹھا رہا۔ اور شیر بجائے اس کے اس کے حملہ کرے۔ اگر اس کے قدموں پر لوٹنے پوٹنے لگ
 گیا۔ اور سیوقت ایک پہنڈہ نے جو پہلے نظروں سے غائب تھا۔ اس پہل میں اپنا سکہ
 ہوا فقرہ بلند آواز سے پکار دیا۔ این دونوں امور کا اثر جادو سے بڑھ کر ہوا۔ تمام
 مخالفین ہی عبدالمومن کا نفرتی سکھ جو پہلے ناک شای یا مغلی زمانہ کے نصف روپیہ
 کے برابر تھا۔ اس کے ایک طرف احمد شہب العالمین۔ اور دوسری طرف ابو محمد
 عبدالمومن امیر المؤمنین۔ نقش ہے۔ ایک ایسا سکھ جو قصبہ حین واقعہ سپانیہ میں
 ضرب ہوا۔ لندن کے عجائب گھر میں رکھا ہے۔

جب عبدالمومن منتخب ہوا۔ اس وقت علی بن یوسف بن تاشفین حکمران تھا۔
 موحدین نے اگرچہ آئندہ برسوں میں ۱۱۴۱ء تک درعہ کاکل علاقہ اور وسطی مراکو فتح
 کر لیا۔ لیکن سلطنت کا قبضہ کہیں بسیں ایک برس کے بعد جا کر منتقل ہوا۔ اس وقت تک
 انہوں نے سات برس کی مسلسل معرکہ آرائی کے دوران میں اپنی جنگی کارروائیوں
 کو ہسپانیہ تک وسیع کر دیا۔ اس ملک میں انہوں نے پہلے کیڈز کو اور پھر ۱۱۴۱ء
 میں قصبہ اسیہس کو فتح کیا۔ دو برس بعد ان کے بربر معاویوں نے قاضی کی مدد سے
 مراطین کو قدیم پایہ تخت قرطبہ سے خارج کر دیا۔ سو صدی قبضہ سے پہلے اس شہر پر عباسیوں
 نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھا کر حملہ کیا تھا۔ اور اس میں داخل
 ہو کر تمام شہر کو لوٹ لیا۔ اور جامع مسجد میں اپنے گھوڑے باندھے تھے۔ مگر وہ قبضہ کرنے
 کی نیت سے نہیں بلکہ محض تاخت و تاراج کے لیے آئے تھے۔ شہر کو لوٹ کھسوٹ کر چلے گئے
 ۱۱۴۵ء میں ملاک فتح ہوا اور اسی سال عبدالمومن نے بمقام سیبول اپنے تین شاہ
 اندلیہ شہر کیا۔ گو فرناط پراس کا قبضہ اس سے دس برس بعد ۱۱۵۵ء میں ہوا۔
 افریقہ میں بھی اس دوران میں موحدین کو پے درپے فتوحات حاصل ہوئیں
 سب سے پہلے ۱۱۴۷ء میں آدن اور تلمسان۔ پھر فاس۔ سالی اور سیوٹا مصمت
 سفر ہوئے۔ ۱۱۴۸ء میں مراکش گیارہ مہینوں کے بعد فتح ہوا۔ بقول ابن اثیر
 مراکش مراطینوں کے ہاتھ سے ان کے سپاہی تنخواہ دار سپاہیوں کے علیحدہ

ہو جانے کی وجہ سے لکھنؤ میں بغاوت اور ناخبر فوج ہو گئی۔ اور بالآخر لکھنؤ میں سات برس کے محاصرہ کے بعد ۱۸۵۷ء میں ستمبر میں اس سال میں عبداللہ علی شاہ کے پاس مسلمانوں کے تقریباً تمام حکمرانوں نے حاضر ہو کر اطاعت کی حلف ادا کر لی۔ اس جزیرہ نما زمین پر رہنے والے یعنی راجپوت خاندان کی محدویت اور نئے خاندان کے قیام کے درمیان زمانہ میں پھر بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئی تھیں۔ ان میں سے ایک تھیں بنو ایشیہ کے زمانہ میں پراون کے جرنیلوں اور گورنروں نے اس وسیع سلطنت کے صوبوں کو آپس میں بانٹ لیا تھا۔ اسی طرح اب بڑے بڑے صوبوں کے گورنر تو بجائے خود رہے چھوٹے چھوٹے گورنروں۔ ریکیون اور ایچہ مقتدر آدیوں میں سے ہر ایک نے جن کے پاس چند ہزار ہی اور ضرورت کی وقت پتہ لینے کے لیے کوئی چھوٹا موٹا قلعہ تھا۔ اپنے آپ کو سلطان کے لقب سے ملنے لگے یا دشاہی کے دیگر لوازمات بھی اختیار کر لیے۔ مورخ ابن خلدون کا یہ قول بالکل درست ہے کہ ہوت اندلیہ یہ عجیب و غریب نظارہ دنیا کو دکھلا رہی تھی۔ کہ جتنے اس میں مشر اور قلعے تھے اتنے ہی بادشاہ موجود تھے، ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کے مطلق ہو جانے کے وقت سے مطلق کا اقتدار کل اسلامی اندیشہ پر غالب ہو گیا۔ اس سے دو برس بعد ۱۸۵۷ء میں عبداللہ علی شاہ نے اپنے مشرقی ہمسایوں کی طرف عنان توجہ منقطع کی۔ اور انجیر یا بر محلہ کر دیا۔ انجیر قطیف اور بوشامہ تک فتح ہو گئے۔ اور چند سال بعد ۱۸۵۷ء میں بوجہ ٹوٹس۔ قرآن۔ سوسا۔ کامیس۔ بفس۔ مہدو۔ طرابلس اور بارہ تہہ مطلق و منقاد ہو گئے۔ اور مغربی سلطنت اپنی انتہائی وسعت کو پہنچ گئی۔ مہدو یہ جزیرہ سسلی کے سنی ارمز لوگوں سے فتح کیا گیا تھا۔ جو ۱۸۵۷ء سے اپنے قابض چلے آتے تھے۔ عبداللہ علی شاہ نے ایک گلگو کے فرد کے عہد کی فتوحات کی یہ ہے مختصر ہے جو اوپر درج ہوئی۔ یہ اس اولین مہمدی امیر نے ۱۸۵۷ء میں امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا مہمدی امیر اس نے خلافت کا ہی دعویٰ نہ کیا۔ بلکہ خفا وراشدرین کا لقب پسند کیا جو عموماً صرف حضرت سرور کائنات کے پہلے چار باخنینوں تک محدود رکھا جاتا ہے۔ زمانہ وسطیٰ کے عیسائی نو پسندوں نے امیر المومنین کو لگا کر اپنی زبانوں میں میرامولین لکھا کرتے تھے۔ اسلامی تاریخ کے جاننے والوں سے مخفی نہیں

۱۸۵۷ء میں منسوب کو سیک قبیلہ تھا جو انجیر امین عبد اللہ علی شاہ کے قریب ساحل تو ریا یا تہا سیکٹر

کہ یہ خطاب آؤں اقل حضرت عمر فاروق نے خلیفہ رسول اللہ کی بجائے وضع کیا تھا۔

عبداللہ بن کعب بن جبرہ { عبداللہ بن کعب بن جبرہ کے مرنے پر ابن کعب نے ایک دفعہ اسے مخاطب کر کے
در اسکے اوصاف } جبری مجلس میں کہا تھا: "تجھ میں جس قدر اوصاف موجود ہیں وہ
سب درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اور یہ امر ہم سب کے لیے خوشی و مسرت کا باعث
تھا کہ جو کہ تیرا چہرہ کشادہ، منہ نیشتم برز، اور تیری رُوح خالص شریفانہ ہے، اس کا
رنگ گہرا ہے اور رخسار سرخ، آنکھیں سیاہ، پلکیں لمبی، ناک بلند و بالا، ڈاڑھی خوب
فجری ہوئی۔ قد بلند، شہسوار، مین طاق، اور شجاعت میں فرو تھا۔ اور اس شکل و شمائل
اور اوصاف کی وجہ سے اس کی سپاہ اور سے اپنی جان سے عزیز تر کہتی۔ اور اس کا
اور شجاعت کا مجسمہ نہ تو سمجھتی تھی سزید بران وہ دینی طلباء سے بڑھ کر متقی اور عابد و
زاد تھا۔ اور ساتھ ہی رطب اللسان شاعر بھی۔ ہمدی اس کے وجود میں کوٹ کوٹ
کر پھری ہوئی تھی۔ اور اس کی آواز تنہا قلوب میں سحر تاثیر تھی۔ ان اوصاف کی بدولت
سمت سے سخت متعجب اور رنگ خیال علماء کی جماعت بھی اس کی مداح اور طرفدار
ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے اوصاف و عدالت اور انتھاک مستحی سے ہر کہ و مد کو اپنا
والد و شیدا اور مداح و ثنا خوان بنا لیا تھا۔ ہمیشہ مظہر و منصور رہا۔ اور کوئی بناوت
یا سازش اسے کبھی گزند نہ پہنچا سکی وہ ۶۳ برس کی عمر میں فوت ہوا۔ مگر اس عمر
میں بھی بقول ایک مہر مورخ کے اس کا قد تیر کی طرح سیدھا۔ آنکھیں بدستور روشن
اور واثق موتیوں سے زیادہ سفید تھیں۔ اس کا سر بڑا۔ اور دائیں رخسار پر ایک
مسا تھا۔ لاکھ تخت ڈاڑھی گہنی۔ اور بیٹھے ہوئے بھی وہ بہت اونچا معلوم ہوتا تھا
۶۳ سالہ میں اس نے مالی سے باہر سبھی سپاہیہ پہلے کر کے لیے اپنے تمام ساتھ
شکر دین سے زیادہ جہاز لشکر جمع کیا۔ اور روانہ ہوئے ہی والا تھا۔ کہ ناگہان پیام
اہل بیہوش کیا۔ اور موت نے اس شخص کو مغلوب کر دیا۔ جس کے تند و سخت حملوں
اور ضربات سے چھوٹے بڑے کسی کو مغر نہ ملتا تھا۔ المتری کا بیان ہے کہ اس نے اس
جہم کے لیے اپنے الجرائری اور تونسوی صولہوں سے تین لاکھ عرب اور زناط اور مراکو
سے ایک لاکھ اتالی ہزار مورخ جمع کئے تھے۔

عبداللہ المومن کے عہد کے بشیران نقان و انصار اب تک موجود ہیں۔ جب ان کا عہد حکومت کا شہر اسی نے تعمیر کیا جس کا پلانا نام بدل کر اوس نے پلانا نام تبدیل کر لیا مگر وہ پلے نام کے مقابل فروغ نہ پکڑ سکا۔ موجودہ طلوع جواب نوجی قید خانہ کا کام دیتا ہے۔ اوس کے انجینیروں نے مسلمانوں میں بنا کیا تھا۔ اور نیز وہ پون کچی جواب تک موجود ہے۔ اس پہاڑی کا ایک اہم و نمایان حصہ اوس کے نام سے موسوم ہے۔ افریقہ میں اس نے پیرائے شہر کے متصل بلسان کا نیا قصبہ آباد کیا۔ اور کتنا سہ کو از سر نو تعمیر کرایا۔ اکی ہمارے مسلمانوں میں شروع ہو کر مسلمانوں میں ختم ہوئی۔ تمام لفظ کی جامع مساجد قلعے اور فصیلین اوس کے حکم سے مرمت کی گئیں۔ اور قصبہ سالی کو پانی پہنچانے کے لیے سقف نہ تیار کی گئی۔ البتہ قصبہ سبط سیوٹا کی فصیلین گرا دیں۔ کیونکہ وہاں کے باشندے ایک دفعہ اوس سے سرکش ہو گئے تھے۔ وہ پہلا فرمانروا تھا جس نے بارقہ سے لیکر داندون تک تنخص خراج و عشر کے لیے ناک کی مکمل طور پر پھانسی کرائی۔ اوس کے عہد میں اندرون و نون منتہائی قلعہ کے درمیان ٹرکین اور راستے بھی بالکل محفوظ ہو گئے۔ سونا اچھاتے چلے جاؤ کسی کو معرض ہونے کا یا لڑ نہ بگیا تھا ایک دفعہ کسی دشمن نے بڑیت قتل اُسپر حملہ کیا۔ ایک وفادار غلام نے آگے بڑھ کر وار کو اپنے جسم پر روکا اور اپنے آقا پر قربان ہو گیا۔ اس وقت سے اوس نے خاص اپنے قبیلہ سے چالیس ہزار آدمیوں کی محافظ شاہی فوج قائم کی۔ عبداللہ المومن کا وزیر ایسا خوش شہسہ نہ نکلا۔ بدخواہوں نے اوسے دودھ میں ملا کر زہر دیا۔ اور وہ اس کے اثر سے ہلاک ہو گیا۔

ہسپانیہ اور تونس پر فوج کشیاں کرتے رہنے کے لیے اوس نے بہت بڑا بیڑہ جہازات تیار وارسہ کیا۔ اپنی سلطنت کے بنا درٹا انجیر سیوٹا۔ اورن اور ساحل رین کے بندر گاہوں سے اوسے فی الفور چار سو جہاز تیار مل گئے۔ اور اسی جہاز ہسپانیہ سے آگئے۔ جس امر نے اوسے اپنی رعایا میں خالص بہت ہر و غریزہ بنا دیا۔ وہ یہ تھا کہ زمانہ غربت و گتائی میں جین لوگوں نے اُسکی با اوس کے مربی کی مدد کی تھی۔ اُس نے ان میں سے ہر ایک کو خر و ہٹا بلا کر کافی صلہ دیا۔ اور

خاندان کی دیرپا یادگار و فقرہ ہے۔ جیسے وہ بالترجمہ اپنے تمام مرسلین کے عنوان پر لکھا یا کرتا تھا۔ یہ فقرہ احمد اللہ وحیدہ - ہے جو مکر کو دین ابنک عام مستعمل ہے۔
 یوسف ثانی (وفات سے کچھ عرصہ پہلے عبداللہ بن مسعود نے اپنے بیٹے محمد کو جاشین و قرقر ۱۱۸۲ھ و ۱۱۸۳ھ میں لے گیا۔ مگر باپ کے فوت ہونے پر دوسرا بیٹے یوسف نے بہائی کو بیدخل کر کے بارہائی تزام کیا۔ رشتہ پر تصرف کر لیا کیونکہ محمد شراب کا عادی اور ایک نہایت ہی مکر وہ بیماری میں مبتلا تھا۔ یوسف نے ہسپانیہ کا انتظام اپنے ایک اور بہائی عمر کو تفویض کیا۔ اور خود منرب کے نظم و نسق کی اصلاح و تکمیل شروع کی۔ اس سے فائدہ ہو کر وہ مشائخ میں یورپ گیا۔ اور اپنے دربار کو مکر سے ہسپانیہ کے شہر سیدیل و شبیلیہ کو منتقل کر دیا۔ اور وہاں کی مشہور جامع مسجد اور مسقف نہر کی تعمیر کا حکم دیا۔ جو کارونا سے لائی گئی ہے۔ لہذا یہ دیکھ کے سوا اوس نے وہ تمام علانیہ جو فوجیوں نے مسلمانوں سے چھین لئے تھے۔ پھرنج کر لئے۔ دس برس بعد مشائخ میں اوس نے ٹونس پر فوج کشی کر کے اپنی سلطنت کو اور وسیع کیا۔ اس ہم میں اوس نے مقام گابیس کو جو باغی ہو گیا تہذیب کیلئے ہم مذکور سے چار برس بعد ۱۱۸۴ھ میں جبکہ وہ پرتگال کے نصیب سنٹارم کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ لڑائی میں شہید ہو گیا۔ اور فوج نے اسی وقت اُسکو بیٹے یعقوب اول کو جسکی عمر ۲۲ برس کی تھی اپنا بادشاہ بنالیا۔

یوسف ثانی قابض ترین اور کمال عقلمند مغربی سلاطین میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ نہایت ہی شریف الطبع۔ فیاض اور علم کا سچا شیدا تھا۔ طب اور فلسفہ میں بالخصوص آ کمال دسترس تھی۔ قرآن شریف اور صحیح بخاری اوسے حفظ تھی۔ اور کتابوں کے جمع کرنے کا بھی اوسے بے اندازہ شوق تھا۔ افلاکوں اور اسطوکی کتابوں کو بڑے شوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ مشہور زمانہ علامہ اجل قاضی فرطیہ محمد ابن رشد جسے پوربین (ایوراردس) لکھتے ہیں۔ اسی علم و دست فرمانروا کے دربار میں رہے۔ اوس سے تھا جسکو زمانہ کے دیگر مشہور فضلا کی طرح اُس نے اپنے پاس بلالیا تھا۔ ابن رشد اپنے مرنے کے فرزند یعقوب منصور کے عہد میں ۱۱۹۹ھ میں فوت ہوا۔

یعقوب نے اسے وفات سے چند برس پہلے ایک عبارت کو جس میں زہرہ کو یہ بتایا گیا تھا۔ جو فہرہ ترجمہ کرنے کے الزام میں کچھ دن قید بھی کر دیا تھا۔ منہرہ اہلبا ادرن و داہن زہرہ) داؤن میں (ابن باجا) بھی یعقوب کے عہد میں گدہ رہے۔ یوسف کے طریق حکمرانی کے متعلق ایک نمایاں امر یہ تھا۔ کہ اوس نے صوبوں کے گورنروں کو اگرچہ کامل اختیار دے رکھے تھے۔ لیکن کسی کو بھی سرکشی یا نافرمانی کا یا رانہ ہونا۔ اس کی بڑی وجہ تھی کہ اسے قابل اور صادق آدمیوں کے پہچاننے کا خاص بلکہ خداوند کریم نے عطا کر رکھا تھا۔ صرف افریقہ سے اسے سالانہ خراج میں اس قدر اشرفیان آتی تھیں کہ وہ ایک سو پچاس خچروں پر بارہو تھیں۔ سیول یعنی علاقہ ہسپانیہ سے بھی اسے اس قدر آمدنی ہوتی۔ بوجہ کسان۔ اور مراکو کی آمدنیوں۔ ان سے علاوہ تھیں۔ اوس نے گواہ اپنے بھائی کو بیاض کر دیا تھا۔ مگر اوس کے عہد میں جب قدر طلبی سکے مسروب ہوئے اور پھر اوس کے بڑے بھائی محمد کا ہی نام منقوش ہوتا تھا۔

ترکوں کی آمد ترک قوم پہلے پہل اوس کے عہد میں مالک باربری میں پہونچی۔ افریقہ میں یہ شائع کا واقعہ ہے۔ اس وقت کسی کے خواب و خیال میں ہی نہیں تھا کہ یہ قوم صدیوں تک شمالی افریقہ کے حصہ کثیر کی مالک رہیں گی۔ مگر اس کے باوجود اوسے مراکویا ہسپانیہ میں بھی اپنے قدم جمانے کا موقع نہ ملا۔ گوراکشی فوج ملیشیا میں ہسپانیوں یونانیوں۔ اور دیگر اجنبیوں کی طرح ترک بھی کئی دفعہ نوکر رکھے جاتے رہے۔

یعقوب منصور امالی یورپ میں مولائی اور یس اور مولائی تحصیل کے سوا اور ۱۱۸۷-۱۱۹۹ عہد میں مغربی فرمانروا کا نام اس قدر مشہور نہیں۔ جب قدر اس شہزادہ کا جسے ۱۱۸۲ء میں سنارم کے سامنے امالی مغرب کا بادشاہ مشہر کیا گیا اور منصور کا لقب دیا گیا۔ اوسے اپنے باپ کے قابل تعریف نظم و نسق کو دیکھنے کا ہی موقع نہ ملا تھا۔ بلکہ یوسف نے اکثر خود مختار بادشاہوں کے برعکس جنگجو پنی ولی عہد وزیر عوام بہت کم اعتبار ہوتا ہے۔ اوسے قابل تعریف اعتماد و عقلمندی سے کام لیکر اپنا ایک طرح سے وزیر بن کر اصول جہان بینی میں خوب ماہر کر دیا ہوا تھا۔ اس اعلیٰ

تربیت و ملتین نے اپنا اثر فی نفوس محسوس کر دیا۔ یعقوب دراز قاضی مستاد و غرضی شکل
 نوجوان تھا۔ رنگ گراں گہرین سیاہ اور بڑی بڑی۔ لمبے پاؤں خوب مضبوط و سین
 چوڑا۔ اور آواز بلند تھی۔ اور متقی اور سادہ پسند کیا تھا کہ تا دم ترکہ سیاہی
 اوزن کی پوشاک کے سوا کبھی پر تکلف لباس نہ پہنا۔ عبدالوہاب اور ابن خلدون
 لکھتے ہیں یہ اس کی زبان نہایت مستحسنہ اور گفتگو کمال مجتہد تھی۔ اور واسپنے
 زمانہ کا نہایت ہی صادق القول اور مستنار شخص تھا۔ اور خواہ اس کی اپنی ذات
 یا خاندان کو کیسا ہی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ وہ بچائی کو کبھی ہاتھ نہ دیتا تھا۔
 اس کا اصول یہ علی اللہ توکلت کہ یعنی یہ تھا کہ میرا کل جہد و سر خدا پر ہے۔ اکثر مراکشی سلاطین
 کی طرح اس کی والدہ بھی ایک عیسائی کنیز تھی۔

ملکی رسم و آئین کے مطابق اس کے تخت نشین ہونے پر اس کے دو بھائی اور ایک
 چچا قتل کر دے گئے کہ کہیں سلطنت کے مدعی بکارت نہ بنیں و شرکاء باطل نہ ہوں۔ مگر اس کی
 سلطنت کو استحکام کی شہادت پہلے ہی دین دنیا کو اس تہہ پیر سے بدرجہا زیادہ مستند و
 سے مل گئی تھی کہ خزانہ شاہی سے ایک لاکھ اشرفیان محتاجوں اور غربا میں تقسیم کیے گئے۔
 تمام زندانوں کے دروازے کھول دیے گئے۔ کل نا انصافیوں کی عام دادرسی کی گئی۔
 اور دعوی داروں کے دعویٰ بیباکی کر دیے گئے۔ ان تدابیر سے ایسا عمدہ طبعی
 حکومت رائج ہو گیا کہ بقول معتبر و من القراطس جب تک یعقوب المستور زندہ رہا۔ انہی
 عورت بلا خوف و خطر داندنوں سے بارگاہ تک سفر کر سکتی تھی۔ اسی سوغ کا قول ہے
 کہ یہ موحی سلاطین میں وہ عظیم ترین فرماؤں اور ہم پہلو و لحاظ سے نہایت ہی بلند معلوم
 اور عالی ظرف تھا۔ اس کی حکومت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ اس نے خزانہ کو محمود کر دیا۔ اپنی
 طاقت کو بہت بڑا لیا۔ اس کے احوال جمیل بقدر بادشاہ کے شایان حال تھے۔ مذہب
 میں بڑا راسخ الاعتقاد تھا۔ مسلمانوں کیساترہ بڑی مہمانی کی خداوند کریم اپنے
 فضل و کرم سے جو بڑا رجب و غفرور ہے۔ اس پر رحم فرمائے۔ وہ بڑا ہی نیک مرد تھا
 اس کا انصاف کا دلدادہ اور ہمیشہ خودی ادا کرتا تھا۔ دیکھو بعض اوقات وہ ایسے
 لوگوں کو جو خفیہ شہادتیں لیکر اس کے سامنے جلتے کوڑے سے بھی بڑا دیا کرتا تھا،
 بلکہ وہ احکام شریعت کا بھی از حد بامدھ تھا۔ پانچون وقت کی نماز باجماعت جامعہ

آدھ کا۔ اس کے متعقدین کا مقابلہ بادشاہی افواج سے بھی ہو پڑا۔ اور اگرچہ انہوں نے کسلائی سپاہیوں کے ایک دستہ کو جو انکو علاقہ قزمین میں حاصل وصول کر چکے تھے لے گیا تھا۔ یہ تیغ کر دیا۔ مگر راکش کی فصیل کے متصل انکو سخت شکست ملی اور ابن تومرت کے دس رفقاء سے ایک اس محرکہ میں ہلاک ہوا۔ اس پر کل بربروں نے عام بغاوت کر دی۔ ساتون سرغہ سمورہ قبائل ابن تومرت کے ساتھ مل گئے۔ اور انکے اتفاق سے اوس کی طاقت بے اندازہ قوت پکڑ گئی۔ اس نے اونکی مدد سے باقی ماندہ بربروں کو مطیع و منقاد بنالیا۔ جو اس وقت سے اس کے ہمراہی ہو گئے۔ ہر ایک قبیلہ کے سرداروں سے منتخب کر کے لشکر کی دہائی و ترتیب کے لئے پچاس اعیان کی مجلس کی اتھلی سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ عبداللہ المومن کو کبھی سناٹا کی عنان پر دیکھی۔ اور ابن تومرت پہلے سوزیادہ ریاضت و عبادت میں منہمک ہو گیا۔ اس تدمیر سے وسطی اٹلس کے سمورہ زناطہ جو پہلے ایک دوسرے سے لڑتے بھرتے ہیں۔ متداخل رہا کرتے تھے۔ اپنے قدیم ای۔ ا۔ ملتوناسہنا جیون کے برخلاف متحد و متفق ہو گئے۔ اس موقع پر ابن تومرت کے قوت ہو جانے سے اوس کے شاگرد عبداللہ المومن کو بڑبڑت بجائے سپاہ گری کی طرف زیادہ مائل نہا۔ بالکل کھلا میدان مل گیا۔ اور وہ ایک ایسی زبردست حکومت اور عظیم الشان خاندان کا بانی ہوا۔ جس کے برابر کو مین کوئی خاندان نہیں گذرا۔

عبداللہ المومن نے شاگرد ہی استاد سے کچھ کم عیار نہ تھا۔ مہدی کی وفات پر خلیفہ کے انتخاب میں مسلمانانہ آواز دے دیا۔ مقابلہ ہوئے کے امکانی اندیشہ روک تھام کے لئے اوس نے ایک عجیب پیش بندی کی اور اس میں اسے کامیابی بھی پوری پوری ہوئی۔ اوس نے ایک شریک کو اپنے ساتھ لیا بلایا کہ وہ کتے کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلتا اور ایک پرندہ کو یہ فقرہ سکھایا کہ فتح و قوت خلیفہ عبداللہ المومن کی ملک ہیں۔ ابن تومرت کے مرنے پر مجلس

اسے یہ بات یقیناً حسب ذیل تھی۔ خطاط۔ و عد میوا جو سہ وقت تک موجر دہین مغربیہ و شمالیہ جو بھی لڑائیوں میں حدود و ممانعت نہ ہو گئے۔ قوم یہ غور فیہ۔ اور ہر جہ۔ تن مال سے ابن تومرت کی قبر کو اپنا سکھ و مرکز بنا لیا تھا۔ اور مودعین کے زوال کے بعد ہی انکا یہ اعتقاد رہا کہ ابن تومرت ایک دفعہ بھی آکر مودعین کی سلطنت کو قائم کرے گا۔ ایک قبیلہ کی شاخ موسومہ نسکا واعدہ دراز تک و فخر کر اپنے ہمارے امیر کی طرف سے

امیان جب جانشین کے انتخاب کے لیے جمع ہوئی۔ تو ایک فیہ ربے تاج شاہکل سے دوڑتا ہوا اندر آگہا۔ جسے دیکھتے ہی اور توسب جان کے خوف سے بہاگ گئے۔ مگر عبدالمومن بدستور بیٹھا رہا۔ اور شیر بجائے اس کے اس کے حملہ کرے۔ اگر اس کے قدموں پر لوٹنے پوٹنے لگ گیا۔ اوس وقت ایک پندہ نے جھپٹے نظروں سے غایب تھا۔ اس بھیل میں اپنا سکہ ہوا فقرہ بلند آواز سے پکار دیا۔ این دونوں امور کا اثر جا دوسے بڑھکر ہوا۔ اسام حنا یقین ہی عبدالمومن کا تقرری سکھ چو پہل ناک شہی یاغلی زمانہ کے نصف روپیہ کے برابر تھا۔ اس کے ایک طرف احمد شہب العالمین۔ اور دوسری طرف ابو محمد عبدالمومن امیر المؤمنین۔ نقش ہے۔ ایک ایسا سکھ جو قصبہ حین واقعہ ہسپانیہ میں ضرب ہوا۔ لندن کے عجائب گھر میں رکھا ہے۔

جب عبدالمومن منتخب ہوا۔ اس وقت علی بن یوسف مین ناشفین بھران تھا۔ موعدین نے اگرچہ آئندہ برسوں میں ۱۱۴۴ء تک درعہ کامل علاقہ اور وسطی امر کو فتح کر لیا۔ لیکن سلطنت کا قبضہ کہیں برس ایک برس کے بعد جا کر منتقل ہوا۔ اس وقت تک اونہوں نے سات برس کی مسلسل معرکہ آرائی کے دوران مین اپنی جنگی کارروائیوں کو ہسپانیہ تک وسیع کر دیا۔ اس ملک میں اونہوں نے پہلے کیڈز کو اور پھر ۱۱۴۴ء میں قصبہ اکیریس کو فتح کیا۔ دو برس بعد اون کے برابر معاویون نے قاضی کی مدد سے مراطین کو قدیم پایہ تخت قرطبہ سے خارج کر دیا۔ سو صدی قبضہ سے پہلے اس شہر پر عیسائیوں نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھا کر حملہ کیا تھا۔ اور اس میں داخل ہو کر تمام شہر کو لوٹ لیا۔ اور جامع مسجد میں اپنے گھوڑے باندھے تھے۔ مگر وہ قبضہ کرنے کی نیت سے نہیں بلکہ محض تاخت و تاراج کے لیے آئے تھے۔ شہر کو لوٹ کھسوٹ کر چلی گئے۔ ۱۱۴۵ء میں ملاک فتح ہوا۔ اور اسی سال عبدالمومن نے بمقام سیبول اپنے تین شاہ اندلسیہ شہر کیا۔ گو فرناط پراس کا قبضہ اس سے دس برس بعد ۱۱۵۵ء میں ہوا۔

افریقہ میں بھی اس دوران مین موعدین کو پے درپے فتوحات حاصل ہوئیں سب سے پہلے ۱۱۴۳ء میں آدرن اور تلمسان۔ پھر فاس۔ سالی اور سیوٹا مصحت سفر ہوئے۔ ۱۱۴۴ء میں مراکش گیارہ مہینوں کے بعد فتح ہوا۔ بقول ابن اثیر مراکش مراطیوں کے ہاتھ سے اون کے سپاہیوں نے تنخواہ دار سپاہیوں کے علیحدہ

ہو جانے کی وجہ سے نیکامین بعد اٹھات اور باغیر فتح ہوئے۔ اور بالآخر مکنا سد سات
 برس کے محاصرہ کے بعد ۳۵۱ھ میں مستقر ہوئے۔ اسالی میں عبداللہ بن عباس نے ہلاسی
 کے تقریباً تمام حکمرانوں نے حاضر ہو کر اقامت کی حلف اٹھائی۔ اس جزیرہ نما زمین پر رہنے
 یعنی رابلی خاندان کی محدویت اور نئے خاندان کے قیام کے درمیانی زمانہ میں پھر شیا
 چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئی تھیں۔ المقدی لکھتا ہے کہ جس طرح بنی امیہ کے زوال
 پر اوہان کے جرنیلوں اور گورنروں نے اس وسیع سلطنت کے صوبوں کو آپس میں
 بانٹ لیا تھا۔ اسی طرح اب بڑے بڑے صوبوں کے گورنروں کو اسے خود رہنے چھوٹے
 چھوٹے گورنروں۔ ریکیون اور ایلیہ مقتدر آدمیوں میں سے ہر ایک نے جن کے
 پاس چند ہراہی اور ضرورت کی وقت پناہ لینے کے لیے کوئی چھوٹا موٹا قلعہ تھا۔ اپنے
 آپ کو سلطان کے لقب سے لقب کے بادشاہی کے دیگر لوازمات بھی اختیار کر لیے۔
 مؤرخ ابن خلدون کا یہ قول بالکل درست ہے کہ ہر وقت اندلیہ یہ عجیب و غریب
 نظارہ دنیا کو دکھلا رہی تھی۔ کہ جتنے اس میں مشہر اور قصبے تھے اتنے ہی بادشاہ
 موجود تھے، ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کے بطح ہو جانے کے وقت سے سورج
 کا اقتدار کل ہلاسی اندلیہ پر غالب ہو گیا۔ اس سے دو برس بعد ۳۵۵ھ میں عبداللہ بن
 نے اپنے مشرقی ہمسایوں کی طرف عنان توجہ منتقل کی۔ اور الحیریا پر حملہ کر دیا۔ الحیرہ
 قسطنطین اور یونانیوں کے ہاتھ ہو گئے۔ اور چند سال بعد ۳۵۷ھ میں۔ بوجہ ٹولس۔
 یروان۔ سوسا۔ کامیس۔ بفس۔ مہدیہ۔ طرابلس اور بارقہ بھی بطح و منقاد ہو گئے۔
 اور مغربی سلطنت اپنی انتہائی وسعت کو پہنچ گئی۔ مہدیہ جزیرہ سبیلی کے شمالی کنارے
 لوگوں سے فتح کیا گیا تھا۔ جو اسلام سے اُمیہ قابض چلے آئے تھے۔
 عبداللہ بن ابی اسلمی۔ ایک گلو کے فرزند کے عہد کی فتوحات کی یہ ہے مختصر فہرست
 جو اوپر درج ہوئی ہے۔ اس اولین مہم میں امیر ۳۵۷ھ میں امیر المومنین کا خطاب
 اختیار کیا۔ مہمیں امرا نے خلافت کا ہی دعویٰ نہ کیا۔ بلکہ حفا و راشدین کا لقب
 پسند کیا جو عملاً صرف حضرت سرور کائنات کے پہلے چارہ ہاشمینوں تک محدود
 رکھا جاتا ہے۔ زمانہ وسطی کے عیسائی نویسنڈے امیر المومنین کو بگاڑ کر اپنی
 زبانوں میں میرا مولین لکھا کرتے تھے۔ اسلامی تاریخ کے جاننے والوں سے مخفی نہیں

۳۵۷ھ یعنی مسیحیوں کو ایک قبیلہ تھا جو الحیریا میں قصبہ تیرس۔ نزدیکی کے قریب ساحل بحیرہ یا تھا۔

عبداللہ بن عبدالمومن کے عہد کے بیشتر نشان و آثار اب تک موجود ہیں۔ جب طارق کا عہد حکومت کا شہر اسی نے تعمیر کیا۔ جس کا پہلا نام بدل کر اوس نے نیا نام جبل النہر رکھا مگر وہ پہلے ۱۲ م کے مقابل فرغ نہ کر سکا۔ موجودہ طلوع جواب فوجی قید خانہ کا کام دیتا ہے۔ اوس کے انجینروں نے ۱۷۷۷ء میں بنایا تھا۔ اور نیز وہ پونجی جواب تک موجود ہے۔ اس پہاڑی کا ایک اہم و نمایاں حصہ اوس کے نام سے موسوم ہے۔ افریقہ میں اس نے پرانے شہر کے متصل لہسان کا نیا قصبہ آباد کیا۔ اور کتنا سہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور ۱۷۷۷ء میں شروع ہو کر ۱۷۷۸ء میں ختم ہوا۔ تمام لغت کی جامع و ماسجد قلعے اور فصیلین اوس کے حکم سے مرمت کی گئیں۔ اور قصبہ سالی کو پانی پہنچانے کے لیے سقف نہریار کی گئی۔ البتہ قصبہ سبط و سیوطا کی فصیلین گرا دیں۔ کیونکہ وہاں کے باشندے ایک دفعہ اس سے سرکش ہو گئے تھے۔ وہ پہلا فرمانروا تھا۔ جس نے بارتھ سے لیکر داندون تک شخص خراج و عشر کے لیے ملک کی مکمل طور پر پیمائش کرائی۔ اوس کے عہد میں اندرون و تون منتهائی قطعات کے درمیان سرکین اور راستے بھی بالکل محفوظ ہو گئے۔ سونا اچھاتے چلے جاؤ کسی کو مختصر ہونے کا یا اندر لگایا تھا ایک دفعہ کسی دشمن نے بنیت قتل اُس پر حملہ کیا۔ ایک وفادار غلام نے آگے بڑھ کر اس پر حملہ کیا۔ اور اپنے آقا پر قربان ہو گیا۔ اوس نے خاص اپنے قیدی سے چالکیس بہزار آرمین کی محافظ شاہی فوج قائم کی۔ عبداللہ بن عبدالمومن کا وزیر ایسا خوش نصیب و لکھا۔ کہ مخالفین نے اوس سے دودھ بین ملا کر نہ ہر دیا۔ اور وہ اس کے اثر سے ہلاک ہو گیا۔

ہسپانیہ اور تونس پر فوج کشیاں کرتے رہنے کے لیے اوس نے بہت بڑا بیڑہ جہازات تیار و ارمستہ کیا۔ اپنی سلطنت کے بناوڑ ناخبر سیلونا۔ اور لن اور راعل رین کے بندر گاہوں سے اوس نے فی الفور چار سو جہاز تیار کر لئے۔ اور اسی جہاز ہسپانیہ سے آگئے۔ جس امر نے اوس پر اپنی رعایا میں خاص کر بہت ہر و بغیر بنا دیا۔ وہ یہ تھا کہ زمانہ غربت و گناہی میں جن لوگوں نے اس کی یا اوس کے مربی کی مدد کی تھی۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کو خود دبلا بلا کر کافی صلہ دیا۔ اوس کی

خاندان کی دیرپا یادگار و فقرہ ہے۔ جسے وہ بالقرام اپنے تمام مہساروں کے معائن
پر کیا کرتا تھا۔ یہ فقرہ احمد اللہ و حادہ ہے جو مراکو میں اب تک عام متعل ہے۔
یوسف ثانی (وفات سے کچھ عرصہ پہلے عبداللہ بن یوسف نے اپنے بیٹے محمد کو جانشین مقرر
کے واسطے کیا۔ مگر باپ کے فوت ہونے پر دوسرے بیٹے یوسف نے یہاں کی کورٹ
کے آسامی قزاقان سے دست پر تصرف کر لیا کیونکہ محمد شراب کا عادی اور ایک نہایت
ہی مکر وہ بیماری میں مبتلا تھا۔ یوسف نے ہسپانیہ کا انتظام اپنے ایک اور یہاں کی عمر کو
تفویض کیا۔ اور خود منرب کے نظم و نسق کی اصلاح و تکمیل شروع کی۔ اس سے
فارغ ہو کر وہ شلہ میں یورپ گیا۔ اور اپنے دربار کو مراکو سے ہسپانیہ کے شہر سیویل
و شبلہ میں منتقل کر دیا۔ اور وہاں کی مشہور جامع مسجد اور مسقف نہر کی تعمیر کا
حکم دیا۔ جو کاروبار سے لائی گئی ہے۔ ٹولید و کے سوا اس نے وہ تمام علاقے جو مغرب
میں مسلمانوں سے بچیں لیے تھے۔ بھرنے کر لیے۔ دس برس بعد شلہ میں اس نے
ٹونس پر فوج کشی کر کے اپنی سلطنت کو اور وسیع کیا۔ اس مہم میں اس نے مقام گامیس
کو جو باغی ہو گیا تھا فتح کیا۔ مہم مذکور سے چار برس بعد شلہ میں جبکہ وہ پرتگال کے نصیب
سنٹارم کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ لڑائی میں شہید ہو گیا۔ اور فوج نے اسی وقت اسکو
بیٹے یعقوب اول کو جبکی عمر ۲۴ برس کی تھی اپنا بادشاہ بنالیا۔

یوسف ثانی قابل ترین اور کمال عقلمند مغربی سلاطین میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ
نہایت ہی شریفین الطبع۔ فیاض اور علم کا سچا شیدا تھا۔ طب اور فلسفہ میں بالخصوص اس
کمال دسترس تھی۔ قرآن شریف اور صحیح بخاری اور سے حفظ تھی۔ اور کتابوں کے
جمع کرنے کا بھی اسے بے اندادہ شوق تھا۔ افلاکون اور اسطوکی کتابوں کو
بڑے شوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ شہور زمان علامہ اجل قاضی قرطبہ محمد ابن رشد
جسے پوپین دالورروس کہتے ہیں۔ اسی علم و دست فرمان زوار کے دربار میں
میں سے تھا۔ جبکوزاند کے دیگر مشہور فضلا کی طرح اس نے اپنے پاس بلالیا تھا۔
ابن رشد اپنے مرنے کے فرزند یعقوب المعروف کے عہد میں ۱۱۹۹ء میں فوت ہوا۔

یعقوب لے آئے وفات سے چند برس پہلے ایک عبارت کو جس میں زہرہ کو بھی بتایا گیا تھا۔ بحر فہر ترجمہ کرنے کے الزام میں کچھ دن قید بھی کر دیا تھا۔ منہ ہوا لبا ادرن و دابن زہرہ، اداون پیس دابن با جا، بھی یعقوب کے عہد میں گذرے۔ یوسف کے طریق حکمرانی کے متعلق ایک نمایان امر یہ تھا کہ اوس نے صلیون کے گورنروں کو اگرچہ کامل اختیار دے رکھے تھے۔ لیکن کسی کو کبھی سرکشی یا نافرمانی کا کیا راز نہ ہوا۔ اسی کی بڑی وجہ تھی کہ اوسے قابل اور صادق آدمیوں کے پہچاننے کا خاص بلکہ خداوند کریم نے عطا کر رکھا تھا۔ صرف افریقہ سے اوسے سالانہ خراج میں اس قدر اشرفیان آتی تھیں کہ وہ ایک سو پچاس خچروں پر بارہوئی تھیں۔ سیبول یعنی علاقہ ہسپانیہ سے بھی اوسے اس قدر آمدنی ہوتی۔ بلوچہ کسان۔ اور مراکو کی آمدنیوں۔ ان سے علاوہ تھیں۔ اوس نے گواہ بنے بھائی کو بیہوش کر دیا تھا۔ مگر اوس کے عہد میں جب قدر طائی کے مضروب ہوئے اور پھر اوس کے بڑے بھائی محمد کا ہی نام منقوش ہوتا تھا۔

ترکوں کی آمد { ترکی قوم پہلے پہل اوس کے عہد میں ممالک باربری میں پہونچی افریقہ میں } یہ مسئلہ کا واقعہ ہے۔ اسی وقت کسی کے خواب و خیال میں ہی نہیں تھا کہ یہ قوم صدیوں تک شمالی افریقہ کے حصہ کثیر کی مالک رہیں گی۔ مگر اس کے باوجود اوسے مراکو یا ہسپانیہ میں کبھی اپنے قدم جمانے کا موقع نہ ملا۔ گورنر کشی فوج ملیشیا میں ہسپانیوں یونانیوں۔ اور دیگر اجنبیوں کی طرح ترک بھی کئی دفعہ نوکر رکھے جاتے رہے۔

یعقوب منصور { الہی یورپ میں مولائی اور یس اور مولائی سہیل کے سوا اور کسی بھی مغربی فرما تو را } کا نام سقد ر مشہور نہیں۔ جب قدر کہ اس شہزادہ کا جسے ۱۱۸۴ء میں سنارم کے سامنے الہی مغرب کا بادشاہ مشہر کیا گیا اور منصور کا لقب دیا گیا۔ اوسے اپنے باپ کے قابل تعریف نظم و نسق کو دیکھنے کا ہی موقع نہ ملا تھا۔ بلکہ یوسف نے اکثر خود مختار بادشاہوں کے برعکس جنگ کوئی مہم و غیر معمولی بہت کم اعتبار ہوتا ہے۔ اوسے قابل تعریف اعتماد و عقلمندی سے کام لیکر اپنا ایک طرح سے وزیر بنا کر اصول جہان بینی میں خوب ماہر کر دیا ہوا تھا۔ اس اعلیٰ

تشریت و تلقین نے اپنا اثر فی الفور محسوس کرا دیا۔ یعقوب دراز قاضی و مدرسہ و خوش شکل
نوجوان تھا۔ رنگ گورا آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی۔ لمبے پانچ دن خوب مشیت و مہن
چوڑا اور آواز بلند تھی۔ اور منقہ اور سادگی پسند ایسا تھا کہ تا دم مرگ سیدھی
اون کی پوشاک کے سوا کبھی پر تکلف لباس نہ پہنا۔ عبدالوہاب اور ابن خلدون
لکھتے ہیں کہ اس کی زبان نہایت سستہ تھی اور گفتگو کیاں محنت نہ تھی۔ اور واسپنے
زمانہ کا نہایت ہی عاقل و عاقل اور ہستیا ز شخص تھا۔ اور خواہ اس کی اپنی ذات
یا خاندان کو کیسا ہی نقصان پہنچے گا اندیشہ نہ ہو۔ وہ چنانچہ کو کبھی ہاتھ سے نہ دیتا تھا
اس کا حصول بے عملی اس قدر کلمت تھی کہ تمنا کو میرا کل بھر دے خدا پر ہے۔ اکثر مراکتی سلاطین
کی طرح اس کی والدہ بھی ایک عیسائی کنیت تھی۔

ملکی رسم و آئین کے مطابق اس کے تخت نشین ہونے پر اس کے دو بھائی اس کا ایک
چچا قتل کروا دیئے گئے کہ کہیں سلطنت کے مدعی باقرتینہ و شرکا باعث نہ ہوں۔ مگر اس کی
سلطنت کو شکام کی شہادت پہنچے ہی دین دنیا کو اس تدبیر سے بدرجہا زیادہ کمزور و زایل
سے مل گئی تھی کہ خزانہ شاہی سے ایک لاکھ اثنی عشر فیان مختار و غریبین تقسیم کی گئے
تمام زندانوں کے دروازے کھول دیئے گئے۔ کل نا انصافیوں کی عام داد رسی کی گئی۔
اور دعوی داروں کے دعویٰ بیباکی کر دیئے گئے۔ ان تدابیر سے ایسا عمدہ طریق
حکومت رائج ہو گیا کہ قبول و حق القراض و بیت ملک یعقوب باطل و زائدہ رہا۔ اکیلی
عورت بلا خوف و خطر داندون سے بارگاہ ملک سفر کر سکتی تھی۔ اسی سبب کا قول ہے
کہ موری سلاطین میں وہ عظیم ترین فرمانروا اور مہربلو و لحاظ سے نہایت ہی بلند و عظیم
اور ثانی طرف تھا۔ اس کی حکومت عین ورجہ کی تھی۔ اس نے خانہ کو مہمور کر دیا۔ اپنی
طاقت کو بہت بڑھ لیا۔ اس کے افعال جلیل القدر بادشاہ سے شاید ان مافیائے مذمبہ
میں بڑا اسرار و اعتقاد تھا۔ مسلمانوں کیسا تہہ بڑی پہنائی کی خداوند کریم اپنے
فضل و کرم سے جو بڑا رحیم و غفور ہے۔ اس پر رحم فرمائے۔ وہ بڑا ہی نیک مرد تھا
اوسکا ایضاً و کا دلدادہ اور ہمیشہ خیر و عدالت کیا کرتا تھا۔ وگو بعض اوقات وہ ایسی
لوگوں کی جتنی شہادتیں لیا اس کے سامنے جاتے کہ اس سے بھی پٹوا دیا کرتا تھا،
بلکہ وہ احکام شریعت کا بھی از حد پابند تھا۔ پانچون وقت کی نماز باجماعت جامع مسجد

پہلے ۱۲۳۷ء میں آئی تھی۔

انقرض سلطنت کا انعقاد کی غلٹ کے بعد کچھ دن اشبیلہ رہ کر نامہ مراکش کو لوٹ گیا۔ ایک سال بعد وہ رات کے وقت بھیس بدل کر شاہی محلہ کے باغات میں پہل رہا تھا۔ کہ محافظوں نے چور کچھ کر اسے قتل کر دیا۔ اوس کی وفات پر سلطنت بارہ بارہ ہو گئی۔ ہسپانیہ کے اسلامی علاقہ کا بہت سا حصہ عیسائی پہلے ہی سے چھین چکے تھے۔ اب فاس پر عبدالحق مرینی قابض ہو گیا۔ اور مرینی خاندان کی حکومت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سو دہائی خاندان کے پاس صرف مراکش باقی رہ گیا تھا۔ وہاں ناصر کے بعد اسکا بیٹا یوسف ثالث المستنصر باللہ تخت نشین ہوا۔ عبداللہ احد اور ابن خلدون کا بیان ہے کہ ان بھی ایک عیسائی کثیر تھی۔ مگر روض القرطاس کا مصنف اس سے اختلاف کرتا ہے۔

عیسائی پادری کا المستنصر خوبصورت و جلیل اور فصیح البیان فرجوان تھا۔ لگوئے جگہ کا کابل یہاں تک کہ تخت نشینی سے تادم مرگ ایک دفعہ ہی دار الخلافہ سے باہر نہ نکلا۔ اسلامی قبضہ کے بعد عیسائی پادریوں کی پہنی ٹیشن اسی کے عہد میں مراکو پہنچی۔ جسے ۱۲۱۵ء میں اطلی کے شہر اسپس کے مشہور عیسائی ولی اور امام سینٹ فرانس نے روانہ کیا تھا۔ اسی کے عہد میں پہلی مرتبہ عیسائی پادری ۱۲۲۵ء میں اپنے دین پر مراکو میں قربان ہوئے۔ اور اسی کے زمانہ میں پہلا مسیحی کنسیل ۱۲۲۳ء میں بمقام مراکش قائم ہوا۔ یوسف عیش و عشرت میں منہمک رہا اور اس کی سلطنت کی رہی سہی طاقت اور زیادہ اخطا ط بکڑتی گئی۔ وہ اسی لہو و لعب کی حالت میں ۱۲۳۳ء میں دوسرے کو رخصت ہو گیا۔

اس کی وفات پر یوسف ثانی کا ایک بیٹا اور ستونی کا بھائی عبدالواحد اول تخت نشینی کے لیے منتخب کیا گیا کیونکہ وہ پختہ عرا و بہت غلامند تھا۔ لیکن بادشاہ ہو کر وہ کوئی نمایاں قابلیت نہ دکھا سکا۔ اور نو ماہ کے بعد موحیدی شیوخ نے اسے خلع چھین کر لیا۔ اور پھر دو ایک دن بعد ہلاک کر دیا گیا۔ باغیوں نے اوس کے سر کو محل کے حوض میں جب تک دم نکلا ڈبوئے رکھا۔ پھر اوس کی دستا رسے پھانسی پر لٹکا دیا۔ عوام نے اس کا لقب المفلوع دھچوڑ دیا گیا، مقرر کیا۔ وہ ابھی زندہ تھا کہ یعقوب المصنوع کے ایک

ملہ بقول شیخ احمد بن بطلان موحیدی بادشاہ تھا جو قلعہ پر مجبور اور قتل کیا گیا۔ اس وقت کو موحیدی شیوخ اپنے بادشاہ ہونے میں وسیع ہی ہو گئے۔ جیسے کہ مکمل غلام ملک کو عباسیہ کے حق میں تھو۔ اور یہی سرکشی اور سافرانی سلطنت کے زوال کا باعث ہو گیا۔

فرزند عبد اللہ خان (الغافل) نے مدین تاج و تخت ہو کر ہسپانیہ کے صوبہ مرسیا میں اپنی
 علیحدہ حکمرانی کر لی تھی۔ عیسائیوں نے اس سے تھوڑے ہی برس بعد ۱۲۷۲ء میں تخت
 شہادت دی۔ ۱۲۷۳ء میں وہ آئینہ کے عکس کر کے مراٹھوں میں داخل ہو گیا کہ وہاں جا کر اپنے
 دعویٰ کو مستحکم کرے۔ اور شہید ہو گیا۔ اپنی بہائی اور لیس کو نائب بنا کر چھوڑ گیا۔ مگر
 وہاں کے باشندوں نے اس کو کچھ ایسی پروا نہ کی۔ گو یحییٰ بن نجم بن الناصر جسے مراٹھوں کے
 تخت پر بٹھا یا گیا تھا ایک ناہنجار اور غلام کار و بار سلطنت کے بالکل ناواقف تھا
 اس فائدہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر اور لیس خاں نے تخت پر تصرف
 ہو گیا۔ امیر المامون کا لقب اختیار کیا۔ اس کے بعد میں ہسپانیہ کا سارا علاقہ موحیدین
 کے تصرف سے نکل گیا۔ یہ پہلا بادشاہ تھا جس نے فرنگیوں کو فوج میں نوکر رکھا۔ ۱۲۷۳ء
 میں فوت ہوئے پر اس کی بیگم فرنگی فوج کی مدد سے اپنے بیٹے عبد اللہ احمد شاہی الملقب
 بہ الرشید راہی کو بمقام سبطہ تخت پر بٹھانے میں کامیاب ہو گئی۔ اس فوج کی سخاوت
 کے لئے خاتون موصوف نے خاص ٹیکس لگا کر مراٹھوں سے پانچ لاکھ دینار جمع کئے تھے
 دستہ مذکور کو کچھ عرصہ بعد کچھ کی فوج نے تہ تیغ کر دیا۔ الرشید کے بالمقابل اس کے
 ایک اور بہائی نے بھی وراثت تخت ہونے کا دعویٰ کیا۔ ہسپانوی صوبہ ساراگو سا
 کا امیر ابن ہود اس کی مدد پر تختہ الرشید نے تین مہینے سبطہ میں اس کا محاصرہ کیا
 مگر غالب نہ آیا۔ انہیں دونوں اٹلی کی جمہوری ریاست جنوا کے بیڑہ نے سبطہ پر حملہ
 کیا۔ المامون نے خطبہ میں مہدی کا نام لینے جانے کا دستور ترک کر دیا تھا۔ ابن
 خلدون کا بیان ہے کہ اس کے بجائے اس نے بغداد کے خلفاء کا نام داخل کر دیا
 تھا۔ مگر صحیح نہیں۔ المامون کے عہد کے سکون پر یہی برابر مہدی کا نام مضروب ہوتا
 رہا۔ جس سے خلدون کے بیان کی تردید ہو رہی ہے۔ بقول المقرئ صرف ایک
 برس یعنی ۱۲۷۹ء میں سکے اور خطبہ دونوں سے مہدی کا نام خارج کیا گیا۔ مخالفت

۱۵ الرشید اپنے جہازوں میں مبتلا تھا۔ وہ شہر کی کچھ مدورہ کر سکا۔ عیسائی جہازوں
 نے کئی مہینے محاصرہ رکھا۔ مگر اسے فتح نہ کر سکے۔ لیکن اہل شہر بھی محاصرہ کی خدمت سے کچھ تھک
 تھک نہ آ گئے تھے۔ انہوں نے چار لاکھ دینار دیکر اس مصیبت سے جان چھڑائی۔ مترجم۔

کے وقت المامون نے خود مسجد میں خطبہ پڑھتے ہوئے وہ غلط کیا۔ کہ ابن تو مرث کو امام مہمیں پکارو۔ بلکہ یہ کہو کہ وہ امام مرموم دخرن آکو، تھا۔ یہی سبب کے سوا اور کوئی جہدی نہیں۔ بربروں نے اذان میں مہدی کے لئے جو فقرہ مقرر کر رکھا تھا۔ اسے بھی اوس نے نکلوا دیا۔ اور نیرحمی علی بنی الحل کا فقرہ۔ الرشید نے خطبہ ۲۲۷ء سے پھر جہدی کا نام داخل کر دیا۔ جس سے اوس نے خاندان کی امیدیں کچھ عرصہ کے لئے کسیدہ تازہ ہو گئیں۔ مگر اوسے پر آگندہ شیرازہ کو جمع کرنے کے لئے ابھی کافی وقت نہ ملتا تھا کہ ۲۲۸ء میں مراکش کے محل شاہی کے حوض میں ڈوب گیا۔ اوس کا بھائی علی چہارم السعیدی المقصد ربہی پکارتے ہیں تخت نشین ہوا ۲۲۸ء میں بنی مرین نے اس کے قبضہ سے مکنا سا کو جدا کر لیا۔ اور وہ خود ملسان کے محاصرہ کے لئے جاتا ہوا راستہ میں قتل ہو گیا۔ اس کے جانشین عمر المرتضیٰ کے عہد میں جر یوسف ثانی کا بیٹہ تھا۔ بنی مرین نے فاس بھی فتح کر لیا۔ جن کی طاقت اس وقت تک خرب مضبوط ہو چکی تھی۔ اور ان کے پانچویں امیر یعقوب ثانی نے ۲۲۹ء میں آخری موحیدی امیر اور لیس چہارم داؤد بنی کو جو بنی مرین ہی کی مدرسے ۲۳۶ء میں اپنے قبل نشین کو بیدخل کرنے بادشاہ بنا تھا۔ قتل کر کے مراکش کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اور موحیدین کا خاندان اکیسوا پندرہ برس حکومت کے بادشاہی سے بالکل بے دخل ہو گیا۔ دریں کو اودوبوس بھی پکارتے ہیں۔ وہ ایک اور سلسلہ سے عبدالمومن کی اولاد تھا۔ اوس نے مرینی امیر یعقوب نے اقرار کیا تھا کہ تم میری مدد کرو۔ جب میں تخت مراکش پر قابض ہو گیا۔ تو نصف ملک تمہارے حوالہ کر دوں گا۔ یعقوب نے ایقاعے وعدہ کے لئے جب پناہ بھیجا تو اودوبوس نے اوسے بیعت کر کے نکال دیا۔ یعقوب نے ناراض ہو کر حملہ کر دیا۔ اور اس کا انجام وہ ہوا۔ جو ازیر لکھا جا چکا ہے۔

مضروبیات: اس خاندان کے طوائف کے منہ بٹا پٹے۔ مگر بڑے بڑے ہیں۔ تاہم کسی پر درج نہیں۔ لیکن سلسلہ نسب بالترام منقوش کیا جاتا ہے۔ عبدالمومن کے اکثر جانشینوں کے سکون پر المہدی امام الامت اور نیز فرقہ موحیدی کا قومی نشان اور سچا اور شہرہ و مدہ جواب تک مراکو میں عام مستعمل ہے۔ درج ہیں۔

چند مغربی مہدی کا اکثر۔ لامی ممالک کی طرح مراکو میں بھی مہدویت کے دعویدار۔

کچھ کم نہیں ہوئے۔ پہلا مشہور مہدی مسمیٰ مدین تلسان میں گذرا۔ اوسنے ۱۸۷۸ء
 میں کمیٹے کے عجیب و غریب احکام جاری کئے۔ ناخن اور بال کٹانے اور زیور وغیرہ
 پہننے کی لباس دین سے ممانعت کی۔ مگر ایسا کرنا خدا کی صنعت کو گھٹانا یا اوسپر بڑھانا
 ہے۔ اور یہ کفر ہے۔ افریقہ اور اندلس میں ہزاروں اوس کے مرید ہو گئے۔ اوسے
 آخر کار اندلس کے امیر نے سولی پر چڑھوا دیا۔ مہدی نے حکم منکر کہا کہ تم مجھے اس قصر
 پر مرواؤ۔ ہو کر میں خدا کو اپنا خالق و مالک کہتا ہوں۔ اس سے بچا نہیں بچا ایک اور
 مہدی ظاہر ہوا۔ جسے بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ یہ شخص فاضل فاطمیہ کا باقی عیدیت
 تھا۔ اوس نے بڑے شیشے کے واس اور سبیل ماسہ کو فتح کیا مگر وہ جلد مشرق کو ہٹ گیا۔ جولائی
 ۱۸۷۸ء میں وہ مصر پر قابض ہو گیا۔ اور مراکو کا پھر خیال نہ کیا۔ عام خیال ہے کہ
 مراکو میں پہلی مرتبہ سکے اسی نے مفر و ب کیا تھا۔ روض القرطاس کا مصنف اسی
 تلمذ کا ہے۔

۱۸۷۹ء ایک اور شخص مسیحی ہم نے غمار میں حدیث کا دعویٰ کیا۔ اور معقول حجاب
 کو اپنا پیر و بنا لیا۔ اوس نے پانچ کی بجائے صبح اور شام صرف دو وقت کی نماز مقرر
 کی۔ اور ہر نماز کے لئے تین رکعت اور ہر سجدہ میں سات تہہ سر اور فرش کے درمیان رکبہ کر
 روٹنے کی ہدایت کی۔ نماز کے شروع میں یہ پڑھنا پڑتا۔ اے تو جو دنیا کے دیکھے کوئے انگلیں
 دیتا ہے مجھ گناہ سے بچا۔ اے تو جس نے یوش کو شکم باہر سے اور موسیٰ کو سمندر کے
 طوفان سے بچایا۔ مجھے گناہ سے بچا۔ بیعت کے وقت کل طیب اور آمنت باللہ کے ساتھ
 الفاظ کہہ سوتے جاتے۔ میں ایمان جمیم پر اور اس کے صحابی ابو اخطاف پر اور اس کی
 چوبی طایبہ پر ہر شکل جمعرات اور جمعہ کو روزہ کے دن مقرر کیے۔ اور ماہ رمضان
 و شوال میں دس دس دن کے روزے۔ جو جمعرات کو روزہ نہ رکھتے اس پر تین سیکو
 کا۔ اور جو شکل کے دن کہائے اوسے دو بیلون کا جرمانہ کیا جاتا۔ حج اور چندہ شہم کی
 طہار کون کو موقوف کر دیا۔ خنزیر کی اجازت دیدی۔ مگر اندسے۔ جالز ورون کے
 سر اور چند دیگر حلال چیز دن کو حرام قرار دیا۔ اس کا انجام بھی پیٹے جسیا ہوا
 قصر مصرودہ میں اوسے سولی دیکھی۔ اور سر کاٹ کر قریطہ بھیج دیا گیا۔
 عبدالموہب قریطہ ابن توہرت کے زمانہ میں ایک شمس محمد ابن ہوو نے حدیث کا

دعویٰ کیا۔ اور ابن تو مرث سے تمیز رہنے کے لئے ہادی کا خطاب پسند کیا۔ سلا کے لوگ اوپر ایمان لے آئے۔ اوس کی سرزمین عبدالمومن نے اون کے شہر کی تحصیل گرا دی تھی۔ سوس اور وسط مراکو میں اس شخص کے بہت سے مرید ہو گئے۔ مگر آخر کار موحیدین نے اوس کا کام تمام کر دیا۔ عبدالمومن کے عہد میں ہی مغربی ہسپانیہ میں ایک چھدی نمودار ہوا۔ مگر وہ اپنے قلعہ مرثو لہ میں ہی پکڑا گیا۔ اور امیر کے پاس لایا گیا۔ امیر نے پوچھا چھدی بننے سے تیرا کیا مطلب ہے۔ اوس نے جواب دیا۔ صاب کیا۔ صبح و ذہین ہوتین۔ عبدالمومن نے کہا مان صادق و کاذب دو ہوتی ہیں۔ چھدی نے جواب دیا۔ پس سبطر بین کاذب چھدی تھا۔ اس ظریفانہ جواب نے اوس کی جان بچا دی۔

ترجمہ فصل پنجم

اگرچہ ہسپانیہ سے مراکش فرمانروایوں کا تعلق انما مومن کے زمانہ میں ہی ایک طرح سے منقطع ہو گیا تھا۔ لیکن خاندان موحیدین نے خاتمہ پر مراکش اور ہسپانیہ میں ہمیشہ کے لئے قطعی بے تعلقی ہو گئی۔ موحیدین کے جانشین بنی مرین نے امداد و اندسوی سلطان امیرون کو کئی دفعہ دی۔ لیکن وہ صرف دوستانہ طور پر تھی۔ المامون کے شبلیہ سے مراکش کو روانہ ہونے پر وہاں کے باشندے باغی ہو کر عرب امیر ابن جود سے جبکہ کئی دفعہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ مل گئے۔ اس سے اندلس کے عرب امراء بین وہ سب سے طاقتور ہو گیا۔ اشبیلیہ کے دیکھا داہی باقی ماندہ علاقے بھی خود سر ہو گئے۔ زیان و ابو جیل، نے والنشیا میں بادشاہی لقب اختیار کیا۔ وہ مردانہ کی اولاد نہ تھا۔ جسے یوسف بن تاشفین نے باڈا جوڑ کی حکومت سے برطرف کیا تھا۔ محمد ابن یوسف نام ایک سردار نے ارجونائے شہر و قلعہ میں اپنی ریاست قائم کی۔ جو قرطبہ کے علاقہ میں واقع تھا۔ محمد کا عام لقب ابن الاحمر مشہور ہے۔ تمام نو طاقت سرداروں میں دیر پا کاسیانی اوسے ہی عیب ہوئی۔ وہ ایسی سلطنت قائم کر گیا۔ جو اٹھائی سو برس تک سرزمین مغرب میں عرب تہذیب و تمدن کا منبع و مخزن

اور سرشیدہ اور اسلام کی دنیاوی شوکت و طاقت کا مظہر رہی۔ ابن احمد سعد بن عبد
 کی نسل سے تھا جو حضرت سرور کائنات کے عہد مبارک میں قبیلہ خزرج کا سردار
 تھا۔ سعد کی اولاد عرصہ دراز سے بنو نضر کے نام سے مہیا نیہ میں آباد تھی۔ وہ اپنی
 مورث اعلیٰ کی قومیت کے لحاظ سے الانصاری اور الخزرجی کہلاتے تھے۔ اور خلفا
 بنی امیہ کے زمانہ میں جلیل القدر مناصب پر مامور ہوتے رہتے تھے۔ موحیدین کی قیامت
 گردی کے زمانہ میں محمد جو "اسم الشیخ" پکارا جاتا تھا۔ بنو نضر کا سرغنہ تھا۔ اور اپنی طاقت
 و لیاقت کی وجہ سے اسے اپنے لوگوں پر بہت اقتدار حاصل تھا۔ دیگر مہماب معالج
 (مالکان قللع) کی طرح زمانہ مذکور میں اس نے بھی سطلانی کا لقب اختیار کر لیا۔ تمام
 جزیرہ نما ہوت خاند جنگی کا شکار ہو رہا تھا۔ موحیدین کے قتل و اخراج سے نارسخ
 ہو کر یہ نئے سلطان ایک دوسرے پر غلبہ آئیلی تھا ہی اور کوششیں مہنگ ہر گئے
 اس ناچاتی و نفاق سے عیسائیوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور حلبی پیرس ڈاکٹر
 انہوں نے ان نا عاقبت اندیش مسلمانوں کو آپس میں بڑاتے رہ کر پھر خود افراتفری
 بعد دیگرے فنا کرتے جانے میں سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ انگریزوں
 میں ابن احمد نے ابن ہود کے برخلاف مدعا صل کرنے فر دیند سوم شاہ کیسل سے اتحادی
 معاہدہ کیا۔ اس کے جواب میں ابن ہود نے تیس قلعے ایک اور عیسائی بادشاہ کو دیئے۔
 کہ وہ ابن الامر کے برخلاف اوسکا ملعون بنے۔ اس برادر کشی کے دوران میں عیسائی
 خوب ہفکری بلکہ مسلمانوں کی مدد سے یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے شہر فتح کرتے چلے گئے۔
 ۱۲۳۶ء میں اور ۱۲۳۷ء میں مرسیا پر تصرف ہو کر زیان کو ہمیشہ کے لیے بیدخل کر دیا۔
 جس نے ٹونس میں پناہ جالی۔ اپنی دون اٹالی اشبیلیہ نے ابن ہود سے ہی سرکش ہو کر
 جمہوری حکومت قائم کرنی۔ جبکا انظام پانچ اعیان کی ایک مجلس کے سپرد کیا گیا۔
 مجلس ابو فارس بن ابو حفص مقرر کیا گیا۔ مگر اس حکومت کو قائم ہوئے۔ نو مہینے ہی
 ہوئے تھے کہ عیسائیوں نے حاکم دیا اور پندرہ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد باشندگان
 شہر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ابن الامر اس محاصرہ اور نیز کارمونا وغیرہ کی دیگر مقامات
 کی فتح و تسخیر میں فر دیند کے ساتھ برابر شامل رہا۔ لیکن اس سے ساتھ ہی یہ
 عقلمندی برتی کہ اپنی طاقت مضبوط کرنے محاصرہ بڑھانے سے بے فکر نہ رہا۔ جبکہ

عیسائی اور اس کے قریب مسلمان سلاطین کی بربادی دیکھنی میں مشغول تھی۔ اوس نے عقلندی و تدبیر سے زائیں۔ جائیں۔ غرناطہ۔ ملاگہ اور المیرا پر قبضہ کر لیا۔ اور اس علاقہ میں جو سابقہ اسلامی مقبوضات کے مقابلہ میں کچھ ہی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ کہاں نیز وسیلہ سے اپنی طاقت کو ایسا مستحکم کر لیا کہ پرتگال اور ہسپانیہ کے عیسائیوں کی مجموعی طاقت جسے باقی سیحستان کے مجاہدین سمجھ ہی سمجھتا مدد پہنچتی رہی۔ اوسے آئندہ دو سو سال تک کوئی نقصان نہ پہنچا سکی۔ لیکن شروع ہی سے فریقین کی عدم مساوات بتا رہی تھی کہ بکری کی ان کب تک خیر منائیگی۔ کمزور فریق کو آخر ایک دن میدان غالی کرنا پڑیگا۔ تاہم غرناطہ کی ریاست کے مسلمان ہزار آفرین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے آخری دم تک مروانہ دار مقابلہ کیا۔ غرناطہ کو فتح کر کے ابن الاحمر نے اوسے اپنا دار الخلافہ بنایا۔ اور القلاب باللہ کا لقب اختیار کیا۔ مشہور آفاق فقر الحمر کا بانی وہی تھا۔ جس کی زہب و زینت اور وسعت میں اوسکا ہر حاشیہ برابر اضافہ کرتا رہا۔ ابن الاحمر کی کامیابی کا بڑا راز تھا کہ گواوس نے بنی مرین کا اپنے علاقہ میں عالمنا حیثیت سے کبھی دخل نہ دیا۔ لیکن اونکو دوست ہمیشہ بنائے رکھا۔ چنانچہ اوس کی سلطنت کی ہر جامع مسجد میں عراکش کے بنی مرین فرمانروایوں کا نام ہی اوسکے نام کے ساتھ برابر خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ ۱۲۸۱ء میں اس کی اپنے دوست عیسائی بادشاہ کیٹلاس سے بگڑ گئی۔ اور آخر الذکر نے بڑے زور شور سے غرناطہ کی سلطنت پر حملہ کیا۔ مگر منہ کی کہا کر سپاہ ہو گیا۔ یہ فرزند بیجیدیل ۱۲۹۲ء میں جوار رحمت آہی میں جا بسلا۔ اس کے بعد چونکہ مراکو کو ہسپانیہ سے کوئی تعلق نہیں رہ گیا۔ اس لیے اوس کے خاندان کے حالات کے لیے مراکو کی تاریخ مناسب محل نہیں ہو سکتی۔ ختم کلام کے لیے یہ بتا دینا کافی ہے کہ ہر ربیع الاول ۸۹۶ھ ہجری اور ۳۔ جنوری ۱۴۹۲ء کو غرناطہ عیسائیوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ اور اسلامی جھنڈا ہمیشہ کے لیے اس سرزمین میں سرنگون ہو گیا۔

إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ

فصل ششم

القباض سلطنت عہد بنی مرین ۱۲۱۳ھ تا ۱۲۵۲ھ

بنی مرین کا حکم مصنف روض القواطس نے مراکو کے نئے مالکوں کی آمد اور حسب نسب کی کیفیت نہایت دلکش پیرایہ میں تحریر کی ہے۔ مصنف مذکور نے اپنی تاریخ اس خاندان کے عہد حکومت کے وسط بین النبیع کی تہی ملتون کے بعد یہ دوسری پوریش تھی۔ جو ایک بد بری قبائل کے ٹٹری دل نے مراکو پر کی۔ وہ کوہ اطلس سے گذر کر تمام ملک میں اس طرح پھیل گئے جیسے کہ تیار سے صفحہ آسمان پر۔ یا بارش کے قطرات سطح زمین پر۔ یہ ٹٹری دل ملتوں کے مشہور رقیب قبیلہ زناتہ کا تھا۔ و اگرچہ بربری نسل تھے۔ لیکن دوسرے قبائل کی طرح وہ بھی اپنے تئیں جاوٹ کی اولاد بتا کر عربی نسل ہونیکا دعویٰ کرنے لگ گئے تھے۔ ان کی نسبت ایک اور محکمہ خیز روایت بھی مشہور ہے۔ بعض یورپینوں نے نام کی مناسبت سے یہ قصہ گھڑ لیا کہ وہ شہر جنوہا کے امیر خاندان مرینی کی اولاد ہیں۔ چنانچہ ۱۲۱۳ھ میں اس خاندان کی بنا پر نیپلز میں ایک کتاب بھی شائع کر دی گئی۔ ایک اور مصنف فریڈرک یو اپنی لاطینی کتاب خاندان شامان بنی مرین میں جو ۱۲۵۲ھ میں شائع ہوئی لکھتا ہے ”گیا کو موڈی مرینی ۱۲۳۳ھ میں کینٹینیت سطر سبط گیا۔ اور وہیں رہ پڑا۔ اور وہاں اس کی اولاد ہیبت پہلی پھولی“ لیوا فریکانٹس کہتا ہے کہ اوسکی اولاد سولہویں صدی کے شروع میں قصبہ سالی میں آباد تھی۔ انہی کو بقول مؤرخ کر و برگ عام روایت نے بنی مرین سے غلط ملط کر دیا تھا۔

زناتہ ہر سال جانورون کو چرانے کے لیے اپنے صحرائی مسکن سے جنوبی البیلہ کی چراگاہوں کو جو لافیلالت اور زاب کے درمیان ہیں۔ شامل کو آیا کرتے تھے۔ وہاں ان کو بھی وہ کسی حکومت یا بادشاہ کی بدواہ نہ کرتے۔ نہ ان کو کسی امیر سے واسطہ ہوتا۔ اور نہ کسی کے سک و خطبہ یا خراج و محاصل سے تعلق۔ انہی جاگیردارانہ اون کے گھوڑے اونٹ یا غلام ہوتے تھے۔ البتہ بیعت و بامنفور کے زمانہ میں

انہوں نے ایک دستہ فوج کا بھیجا تھا۔ جو ۱۱۹ھ کے موکرہ الارکوس میں داخل ہوا۔ جب ۱۲۱۲ھ کی جنگ لایین تو اس کے بعد انہوں نے کئی نہایت زرخیز میدانوں کو لوٹا وارت موحدی بادشاہ ہونا و شراب درندی و عشرت میں غرق۔ دلتے ملک ایک کمزور مزاج لڑکا۔ اور سلطنت کو بے پناہ اور بد امنی کا شکار دیکھا تو انہوں نے باہم مشورہ کر کے مراکو پر حملہ کر دیا۔

حکمہ اور شرار حکمہ آدر دن نے مہم کی افسری اپنے سردار عبدالحی کو سپرد کی۔ وہ اون کے اس سردار کا بیٹا تھا جو جنگ الارکوس میں ان کے دستہ کا پ سالار تھا۔ عبدالحی خود بھی بہت قابل اور جری سپاہی ہی نہ تھا۔ بلکہ ہمدرد و اتفاقیاتی اور نیک نیتی میں ہی ایسا بے مثل تھک لوگ اس کی ٹوپی اور جوتیوں کو بطور تبرک سنبھال سنبھال کر رکھتے۔ اور جس پانی سے وہ وضو کرتا یا نہاتا۔ اسے آب حیات اور مایہ شفا سمجھ کر باہم بانٹ لیتے۔ جب ضرورت تھوڑی بہت تیاری کے بعد یہ قبیلہ واد طلاع کے رستہ مراکو میں داخل ہوا۔ اور ۱۲۱۳ھ میں موحدی لشکر سے اس کی پہلی لڑائی جوادنی مزہمت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ علاقہ ریف میں واد فکور کے قریب ہوئی۔ موحدی لشکر شکست ملی۔ مگر دوسرے ہی برس مقام سیدبو کے قریب عبدالحی عرب موحدین کے لشکر سے لڑتا ہوا ہلاک ہو گیا۔ اپنے سردار کے مرنے سے شکستہ خاطر ہوئی بجائے زمانہ کا عزم ہندرا اور بختہ ہو گیا۔ کہ سب سے حلف اٹھائی کہ جب تک دشمن کو مغلوب نہ کر لیں گے اپنے امیر کو دفن نہیں کریں گے۔ اوچوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اس مہم کے میں بھی موحدین کو آخر تک اوٹھانی پڑی۔ اگرچہ بنی مرین کے سرداروں نے بھی حسب معمول دیگر فوج خانہ داروں کے اکابر اور مورخوں کی طرح دروغ و اتفاق کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ لیکن ان کے حامی کسی نہ کسی تحریک سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ان کی فوج کئی ویسی ہی تھی۔ جیسی کہ ملک گیر کے سینے عام فوج کشیاں ہوا کرتی ہیں۔ (اینگلستان کا بادشاہ ہنری سوم اسی سال ۱۱۷۱ء تحت پر بیٹھا۔ جس سال کہ بنی مرین مراکو پر حملہ آور ہوئے۔ اسی زمانہ میں ہندوستان میں حکومت افغانان کی بنا و قائم ہو رہی تھی۔ اور تاتاریں چین چنگیز خان اپنی عالم آشوب مہم پر روانہ ہوئی تیاریان کر رہا تھا۔

عبدالحی کے بعد اس کا بیٹا عثمان اول الملقب بہ ابو سعید اول جانشین ہوا۔

جو ۱۲۳۳ء میں ملک موحدین سے مشغول پکارتا رہا۔ بتدریج اپنا اقتدار بڑھاتا رہا۔ ۱۲۴۲ء میں وہ ایک نو مسلم فرنگی کے ماتھے سے جو بادشاہ کا ملازم تھا۔ ہلاک ہوا۔ اور اس کا بہائی محمد چہارم (ابو معارف) وارث ہوا۔ وہ ۱۲۴۲ء میں موحدی فوج کے ایک فرنگی جوئیل کے ماتھے فاس کے قریب رنکے موکرین شہید ہوا۔

اس وقت تک تمام مشرقی مراکو پر بنی مرین قابض ہو چکے تھے۔ اور باقی ملک میں بھی موحدین کی حکومت صرف شہروں کی چار دیواریوں تک محدود ہو چکی تھی۔ اور ٹونس میں موحدین خاندان کی ہی ایک اور شاخ بنو حفص نے ۱۲۳۳ء میں آزاد ہو کر علیحدہ خلافت قائم کر لی تھی۔ چنانچہ بنی مرین شروع شروع میں اپنے تئیں اوس کے تابع مانتے تھے۔ اور ایک وقت تو اکثر کو خیال ہو گیا کہ مراکوباب ٹونس کے تابع ہو جائیگا۔ حفصی امیر ۱۲۳۲ء میں نہ صرف تلمسان پر قابض ہو گیا۔ بلکہ پہلے شہبیلیہ اور پھر وائیٹیا اور مرسیا کے امراء نے بھی اسے اپنا شاہنشاہ تسلیم کر لیا۔ اور دو برس بعد ۱۲۴۴ء میں ماجرہ سبطہ القصر کناسا اور طافلات میں بھی ٹونس کے خلیفہ کا کتبہ و خطبہ جاری ہو گیا۔ اطاعت پذیری سے کچھ عرصہ بعد ماجرہ والے ایک باغی ابن لامیر کے ساتھ مل گئے۔ اور تونس خلیفہ سے منحرف ہو کر بغداد کے عباسی خلیفہ کو اپنا بادشاہ ماننے لگ گئے۔ مگر وہ جلد تابع کر دیئے گئے۔ تلمسان میں ایک اور زناطہ بربر مسمیٰ بن غورسن جو بنی زریان یا عبدالواحدی خاندان کا پہلا مقتدر شخص گذرا۔ ۱۲۴۳ء سے ایک علیحدہ آزاد ریاست قائم کرنے میں مصروف تھا۔ لیکن بنی مرین ان سب پر سبقت لے گئے۔ اور بتدریج انہوں نے ایک طرف تلمسان اور دوسری طرف مراکش کے برخلاف اپنی طاقت کو ایسی عمدگی سے قائم رکھا کہ حفصی خاندان کی برائے نام متابعت کو بہت جلد قصور و دینے کے قابل ہو گئے۔

عثمان کے بعد عبدالرحمن کا دوسرا بیٹا ابو بکر صاحب ریاست ہوا۔ یہ ایسا شہ زور مند عہد امتی کے نو بیٹے تھے۔ سب سے بڑا اپ کیساتھ شہید ہوا۔ باقی تین بچے چار بچے بعد ویکے حکمران ہوئے۔

ان کو بعض وقت عمرسن بھی کہتے ہیں۔ اس خاندان کی بہترین تاریخ التقدیمی نے کہی ہے۔
میں کا پارسی بارگس فرنگی زبان میں ترجمہ کر چکا ہے۔

اور فن حرب میں ایسا ماہر تھا کہ ایک ساتھ دونوں ہاتھوں سے جدا جدا نیزہ لگا سکتا اور نضار نے پہچینک لگتا تھا۔ پہلے ہی سال ۱۲۴۲ء میں اوس نے پہلے مکنا سا اور پھر شمالی حصہ سلطنت کے دار الخلافہ فاس کو فتح کر لیا۔ مگر مکنا سا کو ۱۲۴۶ء میں موحدوں نے پھر فتح کر لیا۔ اور انہی دنوں موحدی امیر علی چہارم دالحدیہ ملقب بقیس نے جو مراکش میں حکمران تھا۔ اس شرط پر صلح کر لینی چاہی کہ ابو بکر اوسے ینمورسن کے مقابلہ اور تلمسان کی فتح کے لیے پانچ سو سواروں کی کمک بھیجے۔ ابو بکر نے ان شرط کو مان لیا۔ علی کو مان لیا۔ علی کی وفات پر دوسرے ہی برس ۱۲۴۹ء میں اوس نے مکنا سا کو پھر لے لیا۔ اور فاس پر بھی جسے بنی مرین کے تنخواہ دار اجنبی سپاہیوں کے دستہ کے افسر شہید نے موحدین کو واپس کر دیا تھا۔ مگر قبضہ کر لیا۔ ادھر سے فاتح جو کہ ابو بکر ینمورسن کی طرف متوجہ ہوا۔ راستہ میں فتح کیا۔ اور دربار اسی کے قریب ایک اوس موحد پر جہان چہ سو سال بعد فرسبون نے اجزائری عربوں اور ادین سے نامور جانا ز سپہ سالار اور امیر عبدالقادر کو ۱۲۵۲ء میں قطعی شکست دی۔ ینمورسن کو ۱۲۵۳ء میں ہزیمت فاش دی۔ شمالی حصہ ملک میں اپنی طاقت کو مستحکم کر لینے پر ابو بکر نے ۱۲۵۴ء میں رباط اور سلٹا۔ اور ۱۲۵۵ء میں طافیلالت جس پر ینمورسن تصرف تھا فتح کر لیا۔ اور ۱۲۵۶ء میں درعی کی کنوئیں کے لیے قدم آگے بڑھایا۔ کچھ عرصہ حفسی خلفاء کے رول جو رتورون کے باعث جو کل ملک پر اپنا سکھٹھانا چاہتے تھے۔ بنی مرین حسب مراد فتوحات حاصل نہ کر سکے۔ مگر آخر کار حفسیوں کی کوششیں ناکام رہیں اور بنی مرین پورا غلبہ پا گئے۔

ابو بکر جو وہ سال کی قابل یاد گار حکومت کے بعد ۱۲۵۵ء میں بمقام فاس داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اور عبدالحمید کا ایک اور شیا یعقوب ثنائی اسی سال جبکہ چنگیز یون نے بغداد کو پامال کر کے عباسی خلافت کا چراغ ایشیائی سرزمین میں بجھنے کے لیے گل کر دیا۔ فاس کا حکمران بنایا گیا۔

سوس سے بیکر اور جب تک جو اجزائری سرحد کے قریب ہے۔ نئے بادشاہ کا کوئی رقیب یا مدعی باقی نہ رہ گیا تھا۔ مراکش میں البتہ ابھی ایک موحدی امیر عمراؤل المرتضیٰ مکرانی کر رہا تھا۔ مگر وہ بھی بنی مرین کو باج دیتا تھا۔ اور اوس کے

جانشین اور پس چہا۔ م پر تو خاندان کا بالکل ہی خاتمہ ہو گیا۔
 یعقوب ثانی بن عبد الحق یعقوب نے نام کی طرح لقب بھی اپنے موصی ہنام کا اختیار
 کیا۔ جو انصوری تھا۔ مورخ پہلے بادشاہوں کو خلیفہ کہتے ہیں
 ۱۲۸۵-۱۲۸۶ء
 بنی مرین کو سلاطین۔ یعقوب ان چند مراکشی حکمرانوں میں سے ہے۔ جو عدالت و انصاف
 اور قیادہ عام کے کاموں کے لئے اپنا نام ہمیشہ کے لئے چھوڑ گیا ہے۔ یعقوب نے جقد
 ثانی خانے محتاج خانے اور جزامیوں۔ دیوانوں اور اندھوں کی پرورش اور
 حفاظت کے لئے اراکین بنائے۔ اس قدر کسی امیر نے تیار نہیں کیں۔ وہ رات
 باغی تیسرا حقہ سناوت قرآن اور نماز میں بسر کرتا نماز صبح سے فارغ ہو کر دس
 بجے تک اخلاقی و فلسفہ کا مطالعہ کرتا۔ پھر نماز چاشت کے بعد سرکاری خط و کتابت
 کرتا۔ اور دربار منعقد کرتا۔ اگرچہ وہ مطلق العنان اور ایسا مطلق العنان فرمانروا
 تھا۔ ذرا دیکھو بھی دم مار لگی نال نہ تھی۔ لیکن ہر ایک سے بڑی مہربانی اور توجہ سے
 پیش آتا۔ اور جو کوئی اوس کے سامنے جاتا۔ اوس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے گفتگو میں
 دردا بند کرتا۔ یورپ والوں کے ساتھ ہی اوس کے تعلقات بہت ہی دوستانہ
 رہے۔ ایک موقع پر سلاطین ہند فرنگی جہان جمع ہو گئے۔ مگر فرنگی ملایہ تعداد میں
 سے بھی بڑھ گئے۔ اندون رمضان کا مہینہ تھا۔ اور فیصل شہر بھی ایک جگہ سے گرمی
 ہوئی تھی۔ مسلمانوں کو روزہ داری میں مصروف دیکھ کر عیسائیوں سے ضبط نہ ہو سکا
 اور میں رخصت کے سہ ماہی شہر میں داخل ہو کر اوپر قابض ہو گئے۔ مگر چودھویں
 جون بحال تباہ میدان میں داخل کر دیئے گئے۔ یہ شہر کا واقعہ ہے۔ اس سے دس برس
 بعد انگریزوں نے یہی عیسائیوں نے یہی کیا۔ اپنا ناک حملہ آور ہو کر انہوں نے کلی
 باشندوں کو قتل اور شہر کو مستحدم کر دیا۔ شہر کے واقعہ میں زیادہ تر شہر
 ہسپانوی عیسائیوں کی تھی جن سے اس کا موصوفیہ کے لئے دوسرے جس ہسپانیہ
 پر جو حکمت کی گئی۔ اور جو ملایا اس خلیفہ کے جو ملایا اور اس کے درمیان ہے
 فتح کیا گیا۔ مراکش ابھی تک موصوفیہ کے تصرف میں تھا۔ ۱۲۹۰ء میں بنی مرین نے
 اوس پر حملہ کیا۔ مگر کچھ سے نیمورس کے حملہ آور ہو جائی۔ وجہ اذکورہ مراکش سے لوٹ
 جانا پڑا۔ اور دوسو برس یعقوب نے فرانس کے صفی ایسوی بن زکریا سے مدد لیکر

غیر سن پر حملہ کیا۔ اور کامیاب ہوا۔ کبھی نے بلاتامل اس لئے مدد دیدی کہ وہ خود کشت
کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور اسے یقین تھا کہ اس امداد دینے سے یعقوب ایسا ممنون
احسان ہو جائیگا۔ کہ مراکش کو اس کے لئے چھوڑ دیگا۔ مگر یعقوب نے غیور سن سے
فارغ ہو کر مراکش کا دوبارہ محاصرہ کر لیا۔ وہ سرفراز لرام ہوا۔ اور دوسری طاقت
ہیش کے لئے یا مال کر دی گئی۔ اس وقت صرف ریف کا علاقہ ایسا باقی رہ گیا تھا۔ جو ابھی کامل
طور پر مطیع نہ ہوا تھا۔ وہ ان کے فائدہ بدوش عرب قبائل سے قبیلہ شبانات کی مدد سے
سوس میں آکر فساد برپا کر دیا جسے فتح مراکش سے دوسرے برس ۱۲۶۹ء میں فرو
کر دیا گیا۔ علاقہ ریف کے صدر مقام سبط میں جس کے سلع فائدہ اور بندر گاہ کو یعقوب انصر
نے تعمیر کیا تھا اس وقت غیر ابن لازنی گورنر تھا۔ اور اسے اس عہدہ پر مودعی ضیق
عمر المرینی نے نامور کیا تھا اس نے بنی مرین کو خراج دینا قبول کر لیا۔ تاخیر جو پہلے
سبط کے گورنر کے ماتحت ہوتا تھا کچھ عرصہ سے آزاد ہو گیا ہوا تھا۔ ملک کے نئے حکمرانوں
نے ۱۲۶۹ء میں اچانک حملہ کر کے اسے فتح کر لیا تھا۔ دوسرے برس ۱۲۷۰ء میں ابوالاکاش
اور سکاناتام محاصرہ کیا۔ اس سے چار برس بعد ۱۲۷۳ء میں الازنی نے اسے فتح کر لیا۔
۶۰۰
دوسرے برس سے زیادہ عرصہ تاویض نہ رہ سکا۔ یعقوب نے ۱۲۷۴ء میں نہ صرف اسے
بلکہ سبط کو بھی فتح کر کے ابن الازنی کو اپنا باجگزار بنالیا۔ اس سے دو برس پہلے
۱۲۷۲ء میں وہ غیور سن کو سلی کی دوسری لڑائی میں دوبارہ سخت شک دیکھا تھا ۱۲۷۳ء
میں اس نے اوج کو ہار کر دیا۔ اس فتح سے طائفہ طلیطی طر پر مطیع اور بنی
فرین کا اقتدار کامل طور پر قائم ہو گیا۔
خاص اپنے ملک کی طرف سے فارغ البالی حاصل ہو جانے پر یہ طبعی امر تھا کہ وہ
اپنا ہمسایہ کیطون متوجہ ہوتا۔ ابن الازنی نے ۱۲۷۵ء میں اسے میں جہانہ پیش کر کے
اونکے ذریعہ وہ پانچزار قریح سمیت آبلے سے عبور کر کے مرزین یورپ میں داخل
ہوا۔ اور طارفہ سے لیکر امیر اس تک اپنا کسب قائم کیا مقامات طارفات اور ونڈرا
ہمسایہ کے چند مسلمان امرائے اسے پہلے ہی قاعدہ ہمیش بنانے کے لئے حاکم کر دیئے
تھے۔ اس کے مقابل غرناطہ کے بادشاہ نے سبط فتح کر لیا تھا جس کی مکر تسخیر کے لئے مدد حاصل
کرنے کے لئے وہ بذات خود دو مرتبہ ۱۲۷۵ء میں باریون گیا تھا۔ وہ ان جاکر اس کے علاقہ

اراکان کے عیسائی بادشاہ یا گو اول سے دسی کا معاہدہ کیا۔ اور اس عہد نامہ کے رو سے بادشاہ مذکور نے سبط کی فتح کے لیے یعقوب کو دس جہاز اور پانچ سو پانچ کی مدد دینے کا ذمہ لیا۔ اس واقعہ کی تفصیل بارہویں فصل میں درج ہے۔

ہسپانیہ سے اسیرہ یعقوب محض ایک لڑائی کی گردآوری کر کے واپس آگیا مگر کو واپس پہونچ کر اس نے اپنے عہد کے زیادہ دیر پا، یادگار قائم کی۔ وہ یادگار فاس کا نیا شہر ہے۔ جسے ہر وقت مدینہ البیض کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کا نقشہ خود امیر نے تجویز کیا۔ اور مخبروں سے دریافت کر کے نقشہ کی نہایت سہولت سے کو سجھ گئی اور ساعت میں اس کی بناء قائم کی گئی۔ اس وقت کناسا میں ایک قلعہ اور جامع مسجد تعمیر کرائی گئی۔ ان عمارتوں سے فارغ ہو کر اس نے ہسپانیہ پر جہاد کر نیکا پھر عام اعلان مشتہر کیا۔ لیکن قبائلی مسلسل جدال و قتال سے ایسے تھک گئے تھے کہ بہت تھوڑے لوگ جمع ہوئے مگر اس سے یعقوب کا عزم مست نہ ہوا۔ اور وہ اپنی خاصہ فوج لیکر ۱۱۷۷ھ میں آبنائے سے عبور کر گیا۔ بادشاہ کی یہ الواغزمی دیکھ کر قبائلی کی رنگ حیت بھی متحرک ہو گئی۔ اور مجاہدین جو قہ درجہ اس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ جب سب سامان تیار ہو گیا تو قرطبہ پر چڑھائی کی گئی۔ اور مشیمیلیہ کی دیواروں تک کل علاقہ غازیون نے اپنے گھوڑوں کے ستون سے روند ڈالا۔ وہاں دریا کو اول کو رکے کنارہ پر فریقین میں معرکہ کارن ہوا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اور ہسپانی شہر کی چار دیواری کی پناہ میں چلے گئے۔ مگر مجاہدین کے مسلسل دباؤوں نے انہیں زبان بھی چین نہ لینے دیا۔ اور بقوں مصنف روض القرماس عیسائی مایوسی کا شکار اپنے سروں کو فصیادوں سے ٹیکنے لگ گئے۔ اور جیاد جہون نے کوئی مضر نہ پایا۔ تو اپنے یادیون کو جھیکڑ صاحبک و ایمان کی استدعائی۔ جو مان لی گئی صرف اس اکیلے معرکہ میں ۸۰ ہزار عیسائی قتل ہوئے۔ جن کے سروں سے مینار بنایا گیا۔ اور مؤذن نے اس کی چوٹی سے صدائے امداد اکبر بلند کی۔ دو مرتبہ برس ۱۱۷۷ھ میں ملا کا کے امیر نے جو ابن الامیر غرناطہ کا رقیب تھا۔ اپنا شہر لیسویک حوالہ کر دینے کا معاہدہ کیا۔

۱۱۷۷ھ میں لڑے ہسپانوی بھی اور واد ملیکیہ بھی پکارتے ہیں۔ یہ بگڑا ہوا نام صرف یوہنین زبانون میں درج ہے۔

مگر اہی حوالہ نہ کیا تھا کہ ابن الاحمر بنعورسن اور الفونسو دہم وایلیے کیٹیل تینوں نے باہم متفق یہ بندر گاہ چکاس ہزار دینار پر اسیرند کو رسے خرید لیا۔ اور بنی مرین سے پہلے اوپر قابض ہو گئے۔ بن بعد الفونسو نے الجیراس کا محاصرہ جا کیا مگر محصورین کیوترون کے ذریعہ قلعہ جبل طارق سے برابر خط و کتابت کرتے رہے۔ اور قلعہ آءین مہسایہ مراکشی بنا کر کے باشندوں کی امداد سے عیسائی فوج کا محاصرہ اٹھا دیا گیا۔ سبط کے گورنر فقیہ الاذنی نے ۵۴۴ چار کی مدد بھیجی۔ اور اس کی رعایا بن سے اس قدر مجاہد آئے کہ شہر میں پیچھے ذکر مرین سے صرف نیچے۔ بوڑھے یا مریض باقی رہ گئے باقی مراکشی بنا کر لے ۱۵۱۔ اور مہسایہ کے بندر گاہ الونیکا کے بارہ جہاز بھیجے۔ صاحب روض القرطاس لکھتا ہے: شاخیر قہر الصغیر اور سبط کے مسلمان مسلسل چار رات تک غصیلوں پر کھڑے ہوئے بارگاہ ایزدی میں فتح و نصرت کے لیے بجز و نیاز دعا مانگتے رہے۔ اونکی آنکھیں مقابل کے ساحل پر لگی ہوئی تھیں اور شہروں کے کل پہاٹک جو بڑے کھلے ہوئے تھے۔ اونکی انتجائین قبول ہو گئیں۔ اور چھ مہینوں میں جہاز آدمیوں سے اس طرح بھر پور تھے جیسے پہاڑ کی چوٹی کو توں سے آدمیوں ہزیمت نصیب ہوئی۔ اور مسلمانوں نے شہر کی فسیل و بروج کو اندر سے مستحکم کر لیا۔

عجیب اتحاد کہ ان فتوحات سے فارغ ہو کر یعقوب نے رفعتنہ و شر کے لیے بنعورسن سے بشرائط مناسب آئندہ کے واسطے مصالحت کر لینے کی بہت کوشش کی۔ مگر مسلمانوں کی طاقت باہمی جہاد و قتال میں ضائع نہ ہو۔ مگر جب وہ نہ مانا۔ تو مجبوراً تلوار سے کام لینا پڑا۔ اور بنعورسن کو ۱۲۸۴ء میں پھر سخت شکست ملی۔ اس سے کچھ عرصہ بعد بنی مرین کی تیسری یورش کے لیے حسن اتفاق سے ایک عجیب صورت پیدا ہو گئی۔ ۱۲۸۶ء میں الفونسو کا وئی عہد ساچو جو اجدین ساچو چہارم ملقب

لے یہ پہلے متن میں کہا جا چکا ہے کہ ابن الاحمر ایک طرح سے شاہ کیشل کا با جگرار۔۔۔ ہو گیا تھا اور اسکی فوجیں عیسائی لشکر کی مدد کو جایا کرتی تھیں تھے علم بخبر کے متعلق جو بعد ولین بنعورسن کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ ہی کے عہد میں مرت ہوئی تھیں۔

بہ اعظم و شجاع کے نام سے حکمران ہوا۔ باپ سے بگڑ گیا۔ اور اسکا قافیہ ایسا تنگ کیا
 کہ اوسے لاچار ہو کر اپنے قدیم دشمن یعقوب سے مدد مانگنی پڑی یعقوب کی فرانس کے
 بادشاہ سے براہ راست خط و کتابت تھی۔ اسوقت طلب سوم حکمران تھا۔ یعقوب نے
 اوسے کہا کہ اپنی کسی ذاتی غرض کو ملحوظ نہ رکھ کر میں نے محض خدا واسطے اس اتحاد
 کو قبول کر لیا ہے۔ پھر ایفائے وعدہ جبراً فروغ سکرا اندسیہ میں داخل ہو گیا۔ اور باغیغہ
 کو سرادیا ہوا قریب کی دیواروں تک پہنچ گیا۔ وہ راتوں رات کوج کرتا ہوا ایسا
 ناگہان پہنچا کہ ساچھو شہر کی حفاظت کا کچھ انتظام نہ کر سکا۔ اور شہر چھوڑ کر ہمال
 جانے کے سوا اوس کے لیے کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ قریب کی فتح سے پہلے الفونسو نے اپنا تلخ
 شاہی گروہی رکھ کر یعقوب سے ایک لاکھ دینار قرض لیے تھے کہ وہ اس روپیہ
 سے خود بھی کچھ فروغ مرتب کرے۔ یہ اتنا تاریخ رہن سے ایک صدی بعد تک بھی
 بنی مرین کے شاہی محلات ہی میں دکھائی دیتا رہا۔ عیسائی بادشاہوں کو اوسے فکر
 کرا نے کی توفیق نہ ہوئی۔ قریب میں الفونسو کو پھر تخت پر بٹھا کر مجاہدین کا شکر
 میڈرڈ اور ٹولیدو ہوتا ہوا جن دونوں شہروں کو بھی ملحق کر لیا گیا۔ ۱۲۸۳ء
 میں ملاگ پہنچا اور اوسکا محاصرہ شروع کر دیا گیا۔ مگر ابن احمد جو اب تک ساچھو کا رفیق
 رہا تھا اب بنی مرین سے اتحاد کر لینے کا مستعدی ہوا۔ اور دونوں کے متفقہ شکر ذریعہ
 تک عیسائی علاقہ میں بڑھ چکے تھے۔ اس اثناء میں الفونسو مرجکا تھا۔ اور ساچھو
 شرعاً و قانوناً کئیل اور لیون کا بادشاہ ہو گیا تھا۔ متواتر ہزیمتوں نے اوسے طاقت
 ماننے پر مجبور کر دیا۔ وہ طلب امان کے لیے بنات خود امیر کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور
 عرض کیا کہ جو شرائط پیش کی جائیں۔ میں انہیں قبول کر لوں گا۔ امیر نے اس موقعہ
 کے لیے اپنے دربار کو نہایت تکلف سے سجایا۔ کل مسلمان مفید پوشاکین زرب تن کئے
 ہوئے تھے۔ جنگی براتی سے تمام فرش نوز کا بقیہ معلوم ہوتا تھا۔ ساچھو اور اوس کے ہمراہی
 میاہ لباس میں حاضر ہوئے۔ امیر نے یہ شرائط پیش کیں۔ وہ مراکو کے فرمانروا کو
 اپنا شہنشاہ تسلیم کرے۔ اور اس بات کا عہد کرے کہ اس کی قلم رو میں خشکی و تری
 ہر جگہ تمام مسلمانوں کو خواہ وہ مراکشی رعایا ہوں۔ یا اور کامل آزادی حاصل ہوگی
 اور ان سے کوئی ٹیکس یا خراج نہیں لیا جائیگا۔ تیسرے وہ عربی کی تمام قلمی کتابیں

جو اس کی فکر و بین ہین جمع کر کے امیر کو بھیج دے چنانچہ شرط سوم کی تعمیل میں اس نے کتابوں کے تیرہ بڑے بڑے گٹھے اسلامی لشکر کو بھیج دیئے۔ یہ عموماً فقہ و حدیث اور علم ادب کے متعلق تھیں۔ انکو یعقوب نے اس مدرسہ میں بھیج دیا جو اس نے قاسم میں قائم کیا تھا۔ اور دوسری طرف اس محنت و تلاش کے صلہ میں ساچھو کو بیس لاکھ درہم ارسال کئے۔

یعقوب کو پھر وطن و مکرہتا نصیب نہ ہوا۔ وہ ہسپانیہ سے مراکو واپس جاتا ہوا ابولہ میں بیمار ہو گیا۔ اور وہیں ۱۲۸۱ء میں ۱۹ برس کی شاندار حکومت کے بعد اعلیٰ اجل کو لبیک کہ گیا۔ تائب اللہ وانا الیہ راجعون۔ اور اسکا بیٹا یوسف چہارم تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنی باپ کی فتوحات کا خوب سیر جو کر پھیل اٹھایا۔ ۱۲۸۲ء میں تلمسان کو محاصرہ کیا۔ جس میں منجھینقدن اور دیگر قلعہ کی قوتوں سے بہا کام لیا گیا۔ مگر شہر فتح نہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد عبداللہ بن احمد نے امیر غرناطہ کی سعی و کوشش سے ساچھو کی بجائے مراکو کا غرناطہ سے اتحاد ہو گیا۔ اور ۱۲۸۹ء میں یوسف نے ہسپانیہ پر حملہ کر کے اپنے نئے حاکم کی مدد سے طاؤ کو فتح کر لیا۔ عبداللہ کو توفیق تھی کہ یوسف یہ مقام اسے وزیر لگا دے۔ اس لیے وہ استقبال کے لیے ٹانجہ تک آیا۔ اور وہاں آکر وہ قرآن شریف

لے اس کلام مجید کے متعلق اتھوئی تلمسان کے خاندان بنی زریان کی تاریخ میں مختلف روایت لکھتا ہے اسکا بیان ہے کہ یہ قرآن مجید عبداللہ بن قریبہ کی مسجد سے مراکش لایا۔ اور اسکی دوبارہ مرصع طلائی جلد بند ہوئی۔ اسے ایک برق رفتار ساٹھویں پر فوج کے آگے بطور نشان رکھا جاتا اور اسکے پیچھے کسی اونٹن پر تغیر میں ہوتین۔ اسلی کی لڑائی میں اسے غنیمتوں کی سپاہ سے چھین لیا۔ اور اس کی مرصع جلد کو اکھاڑ کر قرآن مجید کو سترہ درہم نوپہ بازار میں بیچ دیا۔ مگر بنی زریان کو جلد اس کی اصل کیفیت معلوم ہو گئی۔ اور اسے دوکاندار سے خرید کر بڑے ادب و احترام سے شاہی محل میں حفاظت تمام رکھا گیا۔ ازمنہ تا بعد میں اسے حاصل کرنے کیلئے ٹونس مراکو اور ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں نے بہت سی کوشش کی۔ مگر سب تمنا کی حسرت بیکر ہی چلے گئے۔ ہمارے بادشاہوں نے اسے ہدا کر اکھی نظر نہ کیا کیونکہ وہ اس مقدس خاندان کی نسل سے ہیں جس پر قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۱۴۵)

بطور تحفہ پیش کیا جسے خاندان بنی امیہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے رہے تھے۔ اور اس کی نسبت عام روایت مشہور تھی کہ اسے خلیفہ ثالث عثمان ذوالنورین نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ مگر خانہ امید خالی بہت۔ یوسف نے طائف اپنے ہی قبضہ میں رکھا۔ اس آٹنا تک بنی مرین کی طاقت و شوکت کی خبر دور دور تک پہنچ چکی تھی۔ اگر ایک طرف پرتگال اور بائو دے سے مسیحی سحرا مبارکباد اور تنہیت کے پیغام اور اظہار اخلاص و رفاقت کے مراسلے لیکر چلے آتے ہیں۔ تو دوسری طرف حفصی امرا موثر سے جہازوں کی لکھ بھیج رہے ہیں۔ ششگلہ، مین مصر کے ملوک فرمانروا و اکیطون سے لکھتی۔ جراتے۔ اور دیگر تحائف موصول ہوئے۔ اسی سال شرفاء مکہ کا ایک وفد یہو نجیا۔ جن کی آمد سے خوش ہو کر سالانہ حج کا سلسلہ جرجانہ جنگلی کے دوران میں بند کر دیا گیا تھا۔ کھولہ یا لیلہ اور شلہ مین پہلا قافلہ یہو نجیا نے بڑے جاہ و چشم سے حجاز کو روانہ کیا۔ اور اس کے ساتھ پانچ سو سپاہی حفاظت کے لیے کر دیئے۔ دوسرے برس اس سے بھی بڑا قافلہ بھیجا گیا۔ مگر واپسی کے وقت تلسان کے عربوں نے یوسف کے ان قاصدوں کو جو اس قافلہ کے ہمراہ گئے تھے لوٹ لیا۔ صدی کے خاتمہ کے قریب یوسف تلسان کے معاہدہ میں مغفول تھا۔ یہ معاہدہ جو اس نے ششگلہ مین کیا۔ پورے ایک سو چھیترے قائم رہا۔ اور یوسف کی موت کے ساتھ ختم ہوا۔ جسے ایک تفتی القلب غلام نے ششگلہ مین سوئے ہوئے کو خیر سے شہید کر دیا۔ اس کی لاش سلا مین لکر دفن کی گئی۔ اور بن۔ البجیر ز اور بوجہ کو اس کے ششگلہ مین فتح کر لیا تھا۔ مگر اس کی طاقت و جبروت کی سب سے بڑی نشانی وہ نیا شہر تھا۔

بقیہ جانشین صفحہ ۱۴۵، وہ ایسے پیش قیمت درخت کو کب اپنے سے جدا کر سکتے تھے۔ پس وہ ششگلہ بعد من باپ سے بیٹے کو پہنچتا رہا۔ گوا کر کا ایک زمانہ مین وہ کسی نہ کسی طرح انکو کھون سے جاتا رہا۔ اس قدر کہنے کے بعد مورخ مذکور بنی زیان کو با ششی اہل ثابت کرنے کے لیے ایک شجرہ نسب درج کرتا ہے۔ جس میں خیر رس کا سلسلہ بنی ادریس سے ملایا گیا ہے۔ مگر باہر جانے ہیں کہ مرکو بنی نہیں کل بڑیا ایسے ہزاروں فرما گئی شجرہ نسب موجود ہیں دیگر مورخین کا یہ کہ جب مرکو کے بادشاہ علی خیم نے ششگلہ مین تلسان کو فتح کیا تو یہ قرآن مجید بھی اسے مل گیا تھا۔ مؤلف۔

تھے بلسان کے مقابل اوس نے منصورہ کے نام سے تعمیر کرایا۔ یہ شہر گوا اوس کے لشکر کی زد و گدگاہ تھا۔ جس طرح دوسو سال بعد ہجلیہ کے سیسی بادشاہوں نے غرناطہ کے محاصرہ کیوقت اوس کے سامنے ایک نیا شہر بنایا مثمانی بنایا تھا۔ مگر اسے منصورہ کے برابر غیر نصیب نہ ہوئی۔ وہ ان کی جامع مسجد کا نصف مینار ایک ایسا دھنڈے شہر اور اس کی عمارت کی شان و شوکت کا پتہ بتا رہا ہے۔

یوسف کے بعد اوسکا بیٹا اور پھر بیٹا کی تخت نشین ہوئے۔ جو تھوڑے تھوڑے دنوں کے وقفہ کے ساتھ قتل کرادیئے گئے۔ اور اوس کے بعد اوسکا پوتہ عربوناب بت منصورہ میں سلطان مشہر کیا گیا مگر اوسے بھی ایک برس سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ وہ ۳۳۱ھ میں قصبہ طابخیر میں فوت ہوا۔ جہاں سے اس کی لاش دفن کرنے کے لیے سلاہو پہنچائی گئی۔ قطاوین کا موجودہ شہر اسی برس تعمیر ہوا۔ اس کا جانشین اس کا چھوٹا بھائی سلیمان اول اور سید ہوا۔ جسے بھائی سے صرف دو گنا عرصہ حکومت کرنی ملی۔ اس کے عہد کا بڑا واقعہ سبط کی تخریب تھی۔ جو چار برس کے بعد یا گوشتا فی شاہ ارکان کی مدد سے امیر غرناطہ سے فتح کیا گیا۔ لیکن ویسے ہی اوس کے مقابل فرنڈ و چہارم شاہ کیٹیل نے بنی مرین سے جل طارق فتح اور طارفہ کا محاصرہ کر لیا۔

اس کی وفات پر یعقوب ثانی کا ایک بیٹا مسی عثمان ثانی الملقب بہ البوسید دوم ۳۳۱ھ میں بادشاہ ہوا۔ اسیکی شان میں اوس کے معاصر ایک شاعر نے وہ مشہور عربی رباعی کہی تھی۔ جسکا ترجمہ اردو میں حسب ذیل ہے ”خلافت اوسے ابامن جب درامت میں پہونچی ہے۔ وہ حق ہی اوسی کا تھی۔ اور وہ خلافت کے لیے ہی موزون تھا۔ اگر وہ اس کے سوا کسی اور کو ملی ہوئی تو دینا تو بالا ہوگی بولتی اس رباعی سے یہ پتہ مل سکتا ہے۔ کہ اوس زمانہ کے علم ادب کی شاخ شعر و سخن کا رنگ ڈھنگ افسانہ قیامتہا۔ شاعر کو اس بے اندازہ تعریف کا اس سے موقع ملا۔ کہ اوس کے عہد کے پچھلے ہی سال جل طارق عیسایوں سے فتح کر لیا گیا۔ اور اوزکا بیڑہ محدود و ختم کر دیا گیا تھا۔ دو برس بعد ۳۳۱ھ میں البوسید امیر غرناطہ کو واپس ویدیا گیا مگر ۳۳۱ھ میں جب امیر مذکور نے رمل کیٹیل کے مقابلہ کے لیے مدد مانگی۔ تو نہ کام

کر دیا گیا۔ ۱۳۲۲ ہجری میں عثمان کے ایک بیٹے عمر نے بناوت کر کے لطیفیات میں اپنی
عاجدہ حکومت قائم کر لی۔ اور باپ کی وفات تک جو ۱۳۳۱ء میں واقع ہوئی۔ صوبہ
مذکور پر متصرف رہا۔ مگر وارث تخت عثمان کا ایک اور بیٹا ابو الحسن علی بنیم ہوا۔ جو
سلطان الاسود کے لقب سے عام طور پر پکارا جاتا تھا۔

اس کے عہد کا بڑا واقعہ تلمسان کا کامیاب محاصرہ ہے۔ اس نے ۱۳۳۵ء میں
تلمسان مذکور پر فوج کشی کی۔ راستے میں اسے پہلے اوجہ کو فنا و معدوم کیا۔ اور پھر
تلمسان کا محاصرہ شروع کیا۔ جس کے دوران میں اس نے یوسف چہارم کی تیار کردہ
فضیلوں سے ہی فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ انہیں اور کئی بڑی جہازیں اڑائیں۔ دو برس کی
مسلل کوشش کے بعد وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن مراکش اس پر صرف
بیس ہزار برس ہی قبضہ رکھ سکے۔ ۱۳۳۶ء میں علی نے ہسپانیہ پر چڑھائی کی۔ مگر طارف کے
قریب بمقام راؤ سلاؤو۔ الفونسو نہم سے شکست اٹھائی۔ مغرب میں یز و رشیر اقتدار
بڑھانے میں ناکام رہنے پر اس نے بلطع و مدارات مشرق میں اپنی نکل نامی بڑی
کی اس طریقے سے کوشش کی۔ کہ اس نے ہاتھ سے متحد و قرآن شریف لکھ کر مدینہ
اور یروشلیم کو روانہ کئے۔ اور وہاں کے حکمرانوں سے درخواست کی کہ اس کے ملک
کے حجاج کی تکالیف و خطرات سے نگہداشت کی جائے۔ ۱۳۳۷ء میں تونس پر
فوج کشی کی۔ مگر دو برس سے برس قیروان کی دیواروں کے نیچے ایسی شکست کھائی کہ
عوام میں مشہور ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس افواہ کے سننے ہی قسطنطین اور لہجہ
کے باشندوں نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور دوسری طرف علی کا بیٹا ابو العینان غار
اول نے تطاویز شامی منصب اختیار کر لیا۔ اور پھر جدید فاس کو دبا داکر کے
فتح کر لیا۔ یہ زمانہ علی نے پہلے سبط میں اور پھر لطیفیات میں پناہ لی۔ ابو العینان
وہاں تک تعاقب میں پہنچا۔ لیکن درینوں ۱۳۳۷ء میں علی مراکش پہنچ چکا تھا۔
جہاں کے باشندوں نے بڑی مسرت سے اپنے بادشاہ کا استقبال کیا۔ ابو العینان کو

لے حفص امیر نے فاندان حفص کے مدد سے ابن حفص کے باپ کو اسی جگہ ابو العینان سے معاف
کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

بادشاہی کا چمکا چمکا ہوتا تھا۔ باب بیٹے کی افواج میں ایک سال بعد میدان ام الربعین دست بدست گھسان کی لڑائی ہوئی۔ جس میں شکست اٹھنے پر علی باضابطہ طور پر تاج و تخت سے دست بردار ہو گیا۔ بیٹے کی نافرمانی اور دست برداری کی ذلت سے اسے ایسا صدمہ پہنچا کہ خون جاری ہو گیا۔ اور چند خطوں کے بعد اس کا دم نکل گیا۔ شہر سے پہلے اس کی لاش بیٹے کے خیمہ میں لائی گئی۔ جس نے اس کا بڑا ادب و احترام کیا۔ برہنہ سر ہو کر لاش بجان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اپنے والد کے منظوران نظر کو انجام دہ اکرام سے لا دیا۔ سلا میں اسکی قبر کے تعمیر کا کتبہ اب تک قائم ہے۔ اس میں معمولی القاب و خطابات کے علاوہ تاریخ و مقام وفات اور موقعہ قبر بتلایا گیا ہے۔ اسی قبر کے منہ ابو العینان کی والدہ کی قبر ہے۔ جس کی توفیق کے کتبہ میں تاریخ وفات اور متوفی کی منزلت کے علاوہ اس کی عفت و پارسائی، ضاحت و بلاغت اور خیانت و مہارت کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ خاتون موصوفہ کا نام شمس الغنی تھا۔ ایسے نام عموماً عیسائی کیزون کے کہو جاتے تھے۔ مگر بعض مورخوں نے اس کا نام شافیہ ہی لکھا ہے۔

ابو العینان نے سب سے اول گھسان اور الجیر یا پر فوج کشی کی۔ اور انکو تاج فرمان بنایا۔ اس سے دو برس بعد ۳۲۵ھ میں طرابلس کے حکمران نے کہا بھیجا کہ شہر کو فدیہ دیکر امانی جنو کے تھرق چھوڑانے کے لیے پچاس ہزار دینار کی ضرورت ہے۔ ابو العینان نے بلا تامل پانچ چکر لہوا کر یہ رقم بھیج دی۔ اسی سال سلطان غناط محمد پنجم کا سفیر عیسائیوں کے برخلاف مدد عطا کرشکی درخواست لیکر آیا۔ پہلی بھی درخواست بڑی عرضی سے قبول کر لی گئی مگر کسی نہ کسی وجہ سے وعدہ امداد کا ایقانہ کیا گیا۔ اس واقعہ سے چند برس بعد جب محمد کو اس کے بھائی اسمعیل نے حرق کر دیا تو وہ فاس کو جہاگ آیا۔ اور دو تین برس تک وہاں ابو العینان کا جھان رہ کر اپنے ملک کو واپس گیا۔ اور پھر اپنے تاج و تخت پر متصرف ہو گیا۔ ابو العینان کو عربوں سے سخت نفرت تھی۔ اور سیدو جہ سے وہ اونکے ساتھ بڑی غمی سے پیش آتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ۳۵۵ھ میں قسطنطین اور

لہ عیسائی مورخ شیخ زکریا کہہ پانچ کے عیسائی بادشاہ پیدر و ظالم نے ہی اس کے تاج میں ابو العینان کو مدد دی تھی۔

ٹونس کو فتح کیا ہی تھا کہ خبر پہنچی کہ فوج مرقہ فاس کے بہت سے عرب افسران سے
چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ جس پر اسے فوراً فاس واپس جانا پڑا۔ دوسرے ہی برس
۱۳۵۹ء میں وہ فاس میں فوت ہو گیا۔ اور اسکا بیٹا سید اول جو ابھی بچہ
ہی تھا۔ برائے نام باپ کا جانشین ہوا۔ متوفی سلطان کے بھائی ابوسالم ابراہیم
ثانی نے ۱۳۵۹ء میں ریفیوں کی مدد سے چند ہی ہفتے بعد سبط اور طنجہ پر قبضہ کر لیا۔
اور دو برس تک ارض مغرب کا حکمران رہا۔

سوڈان سے اس عہد کا ایک دلچسپ واقعہ ارض سوڈان کے صدر مقام مالی کو سفا
راہ و رابطہ کا بھیجا جاتا تھا۔ جو سرحد مغرب سے تین ماہ کی مسافت پر واقع تھا۔
یہ اون سفارتوں میں سے اولین سفارت تھی۔ جسکی طفیل ازمنہ بعد بین سلطنت مغرب
کو بے انتہا فائدہ اور اقتدار و عزت حاصل ہوتی رہی۔ سفارت ۱۳۵۹ء میں بھی
گئی۔ اسوقت مالی پر مسلمان امیر سلطان منا زاطہ حکمران تھا۔ جو سلطان مناسلیان کے
بعثت نشین ہوا تھا۔ مناسلیان نے سلطان سفیر کی واپسی پر ہمیش بہا ہدایا رائج
آدمیوں کے ہاتھ روانہ کئے۔ ان میں ایک زرافہ جو بھی تھا۔ ابی سالم نے سفار سے
بھرے دربار میں ملاقات کی۔ جو بڑے تکلف کے ساتھ سجا گیا تھا۔ زرافہ کو اب
بھی دفعہ انانی مغرب نے دیکھا تھا۔ اس عجیب الحلقہ جاتو کے معائنہ ہی سے اونکی حیرت
و میلانی کی حد نہ رہی تھی۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ سوڈانی سفیر اظہار تعظیم کے
لیے خاک اپنے سرو پر ڈالتے ہیں۔ اور ترجمان کے بیان کی تصدیق میں ہر ہرق
پر اپنی کمانوں کو جھنکار تے ہیں۔ تو اونکا تعجب اور بھی بڑھ گیا۔ موصیخ ابن خلدون
نے اس موقع پر ابی سالم کی شان میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے۔ جس میں زرافہ
کے متعلق وہ حسب ذیل لکھتا ہے :-

در قیۃ الاعطاف عالیہ	موصیخہ بوشائخ البرد
وحشۃ الانساب بائیب	فی موحش البیدار بالقرود
تموججید باع صفا	شرف العروج بغیر ماجہد
ظاہر دوس ہشامات بہ	در عناقصرت عن الودہد

لہذا وہ ایک تین جانوروں کی شکل رکھنے والا جانور ہے۔

امی سالم کی وفات پر ۱۳۶۶ء تک پانچ برس کے لیے مراکو تین مدعیان تخت ابومر
 شافین ثانی - عبدالعظیم اور محمد بن نجم میں منقسم خانہ جنگی کا شکار رہا۔ آخر عبدالعزیز
 اول ابو العینان کا ایک اور بہائی خاصی طاقت پکڑ کر تخت نشین ہوا۔ اس وقت غا
 انگلستان کا ولی عہد ایڈورڈ الموسوم پہ شہزادہ سیاہ پوش باپ کی طرف سے مغربی
 فرانس کے علاقہ بورڈو پر حکمران تھا۔ عبدالعزیز نے ۱۳۷۶ء میں سفارت بھیج کر اس
 سے دوستانہ راہ ور رسم قائم کی۔ اس کے عہد کا دوسرا اہم واقعہ البحر اس دجزیرہ غفل
 کا فتح ہونا تھا۔ اس شہر پر اپنی اچھن کے عہد سے مہا نوبی عیسیٰ یون کا قبضہ چلا آتا تھا۔
 عبدالعزیز نے ابن الاحمر وایئے غرناطہ کو لکھا کہ مجھے چند باغیوں کی سرکونی سے فست
 نہیں۔ تم اس شہر کو کھار کے بچے سے چھڑانے کا ثواب حاصل کرو۔ جہاز وں اور
 نقدی وغیرہ سے میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔ ابن الاحمر نے اسے مان لیا۔ اور شہر
 کا محاصرہ کر لیا گیا جسے محافلین نے تنگ آکر کچھ عرصہ کے بعد مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔
 اور ومان پھر شہر اسلام رائج ہو گئے۔ مگر دس برس بعد شہر مذکور کو اس سے بالکل
 برباد کر دینے کی تجویز کی گئی۔ کہ عیسیٰ یون کو اس پر حملہ کر نیکی کوئی وجہ ترغیب ہی
 نہ رہا جسے۔ چنانچہ ۱۳۷۶ء میں اسے ایسا برباد کر دیا گیا کہ گویا کبھی پہلے ومان
 کوئی شہر آباد ہی نہ تھا۔

۱۳۷۶ء میں باب کی وفات پر محمد بن احمد چہارم ابن عبدالعزیز تخت نشین ہوا۔
 مگر دو برس ہی میں اس کے باپ کی تمام کوششوں پر جس نے بڑی مشکوک سلطنت
 کے پراگندہ اجزاء کو مجتمع کیا تھا۔ بانی پھر گیا۔ اور ملک پھر کئی دعویداروں میں منقسم ہو گیا۔
 دس برس تک احمد ثانی ابو العباس لمقتدر جو سو وقت تک طنجہ میں نظر بند تھا سلطنت
 کے شمالی حصہ پر اور عبدالرحمن اول جنوبی حصہ پر اور عبدالرحمن اول جنوبی حصہ پر قابض رہا۔
 البتہ سرحدی قبیلہ از مورہ ایر فاس کے زیر فرمان رہا۔ لیکن ویسے ہی متذکرہ صدر
 دونوں رقیب فاس اور حر اکتی پر حملہ آور ہوتے رہے ملک کو ویران و تاراج کرتے رہے
 محمد نے تخت نشین کے پہلے ہی سال شیونس و بوجہ کو فتح کر کے خاکہ کر دیا۔ مگر یہ فتح
 عارضی ثابت ہوئی۔ ۱۳۷۶ء میں تلمسان کو فتح کیا۔ اس سے دو برس بعد ایک رستم
 دارموسی ثانی نے اسے معزول کر کے غرناطہ کو جلا وطن کر دیا۔ اور پھر سلطنت کو محمد

والمنصر، ایک نئے مدعی تخت کے ساتھ آپس میں تقسیم کر لیا، ملک میں یہی دونوں شخص حکمران نہ تھے۔ معزول سلطان کے وزیر ابن ماسائی کو ایک بہت اقدار حاصل تھا۔ اوس نے ۳۸۶ھ میں امیر غرناطہ کو ایک مرتبی شہزادہ کو جو نہایت غریب مزاج تھا، بحیثیت تخت مراکو پہنچے۔ برضا مند بنایا۔ اور جب یہ شہزادہ آیا تو اوسے محمد ہفتم اوائق کے خطاب سے سلطان شہزادہ کو دیا۔ مگر ابن ماسائی کی کامیابی دیر پا نہ ثابت ہوئی۔ اہل مغرب نے ہسپانویوں سے مدد مانگی۔ جن کے پاس امیر غرناطہ کے چند لواحق جو مدعی تخت تھے۔ میمول میں نظر بند تھے۔ ادھر موسیٰ نے قصبہ سبط جو اوس نے سابقہ مدد کے معاوضہ میں غرناطہ کو دیا تھا۔ پھر واپس لے لیا۔ اور ۳۸۷ھ میں احمد ثانی نے وطن واپس آکر کچھ عرصہ کی محرومی کے بعد اپنے تخت پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور ابن ماسائی کے ہاتھ پاؤں کٹو کر اوسے ہلاک کروادیا۔ مورخ عظیم ابن خلدون کی تاریخ اس مقام تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ جو دہویں صدی کی کسی کے آخری نصف حصہ میں کبھی شاہ غرناطہ کے ہاں اور کبھی دربار مراکش میں مناصب جلیلہ پر مامور رہتا رہا تھا۔ آخر عمر میں وہ مصر چلا گیا تھا جہاں کہ ملوک حکمرانوں نے اوسے بہت عزت و احترام سے اپنا مہمان بنایا۔ اس کے بعد پھر کسی مورخ نے ویسی شرح و سبط سے اس ملک کی تاریخ کا سلسلہ جاری نہ رکھا۔ مولانا احمد نے اپنی تازہ تصنیف کتاب الاستقصاء لاخبار دول المغرب الاقصا میں بیشک نئے الوسع کسی اہم واقعہ کو فرو گذاشت نہیں ہونے دیا۔ لیکن ابن خلدون کی بات ہی کچھ اور ہے۔

جو دہویں صدی سبھی کا آخری زمانہ انبا کے دو وزنوں طرف کی اسلامی سلطنتوں کے لیے کمال نحوست وادبار اور ویرانی و بربادی کا زمانہ تھا۔ غرناطہ میں متوفی امیر کے بیٹوں میں خانہ جنگی محض مراکشی سفیر کی مداخلت اور بیچ بچاؤ سے رکی۔ مگر عام افواہ ہے کہ پانچ برس بعد مراکشی سلطان ہی اپنے ہم عصر امیر غرناطہ کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ اوس نے ایک زہر دار عباس ۳۹۹ھ میں شاہ غرناطہ کو تختاً بیچی جس کے پینے ہی وہ مر گیا۔

مراکو میں ابی العباس احمد ثانی کے بعد اوس کا بیٹا ابی فارس عبدالعزیز ثانی

۳۵۳ھ میں تخت نشین ہوئے ابی العباس نے محمد کا ایک قابل نگرہ واقعہ یہ تھا کہ ایک مراکشی امیر یوسف بن علی حج بیت اللہ کو گیا واپس کے وقت وہ مصر میں علامہ ولی بن ہلدین کو ملا جو اسے مصر کے چرکس حکمران الملک العلامہ بربرقوقی اول کے نام لے گیا۔ وہ بڑی خاطر و تواضع سے پیش آیا۔ اور روانگی کے وقت اس کے ماتھے پر ملک کی بہت سی قیمتی مصنوعات نختنا سلطان مغرب کو روانہ کیں۔ ابی عباس کو اس سے ایسی خوشی ہوئی کہ اس نے خاص اہتمام و تکلف سے دربار کو بجائے جانیکا حکم دیا۔ اور پھر اس دربار میں یہ ہرایا اس کے پیش کئے گئے اس کی مکافات میں اس نے بھی اپنے مصری مہر کے لئے قابل دید تحائف اور یادگاروں کو بڑے جمع کئے۔ اور انکو یوسف کے ماتھے پہنچے والا ہی تھا کہ موت کا پیغام پہنچ گیا۔ عجیب اتفاق کہ مراکو کے نئے سلطان کی طرح اس کے مہر کو سنوئی امیر کا نام ہی عبد القادر ابن احمد تھا۔ اور وہ بھی اسی سال تخت پر بیٹھا۔ البتہ اس کی حکومت مراکشی سلطان کی نسبت بہت زیادہ عرصہ رہی۔ ابی فارس شہ سواری میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ اور اسی لئے اس کی یہ کیفیت رکھی گئی تھی۔ اس نے تین سال اور ایک مہینہ حکومت کی۔ بقول مسر سیکنس اس کا جانشین اس کا بیٹا فارس دوم والمقوقل ہوا۔ اور بقول مولانا احمد اس کا بھائی ابی عامر عبد اللہ استغفر باللہ جو ایک سال پانچ ماہ کی حکومت کے بعد ہو گیا مولانا احمد ابی فارس دوم مطلقاً کوئی ذکر نہیں کرتے۔ اس کے برعکس مسر سیکنس لکھتے ہیں کہ اس کے متعلق کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ پیرایزاد کرتے ہیں کہ اس کے عہد میں مالای جیل طارق نے سلطان محمد امین برضا و رغبت خود غرناطہ کی متابعت چھوڑ کر سلطان مراکو کی حکومت کو تسلیم کیا۔ اور غرناطہ کی حالت ایسی نازک ہو رہی تھی کہ اسے تونس اور مراکو دونوں کے عیسائیوں کے برخلاف مدد مانگنی پڑی۔ مراکو پر بھی یوشین مراکو میں بھی مسلمانوں کی حالت ایسی کمزور ہو چکی تھی۔

۳۵۴ھ میں مولانا محمد لکھتے ہیں کہ اس صدی کے مشہور ولی شہاب العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ۳۵۵ھ میں فوت ہوئے۔ اور ابو عبد اللہ اپنی کتاب بنم ثاقب میں انکو ابدال وقت میں شمار کرتا ہے۔ انکی قبر قصبہ سلا میں اب بھی زیارت گاہ عام ہے۔

کہان کو ہسپانیہ کے عیسائیوں کو ہر وقت اٹائی مغرب سے جان کے لالے پڑے رہتے
 تھے۔ اور کہان اب مراکو ہی ان کی جولانیوں کا اکھاڑہ بن گیا۔ شہزادہ ہنری سوم
 واپسے ہسپانیہ کا بیٹا مغل کے عہد میں تھا دین پرست تھا۔ میں حملہ کر چکا تھا۔ اب پرتگال
 کو بھی گدگدگی پیدا ہوئی۔ ۱۴۸۰ء میں ابو عینان کا تیسرا بیٹا ابو سعید سوم حکمران
 ہوا۔ اسی کے وقت سے مراکو پر مصیبت پر مصیبت وارد ہوئی شروع ہو گئی۔ و
 کل کار و بار سلطنت دزدان کو سپرد کرنے خود حبش و عشرت میں غرق رہا۔ اور
 دزدان کی یہ کیفیت تھی کہ وزارت حاصل کرنے کے لئے مقتدر امیر ایک دوسرے کا
 گلا کاٹ رہے تھے۔ ملک کی کسی کو فکر نہ تھی۔ پرتگالیوں نے سب سے ادل سبط
 پر ۱۴۸۰ء میں حملہ کیا۔ اور اسی سال اس کے خراج کر کے عثمان اپنی نوآبادی قائم
 کی۔ اس سے اوکو اپنی تجارت و حکومت کی وسعت و رونق کے لئے بڑی بڑی
 امیدیں تھیں۔ حکمران میں سے ایک بھی پوری نہ ہوئی۔ اس فتح سے مراکو کا شیرازہ
 جمیعت اور پراگندہ ہو گیا۔ اس سے دوسرے ہی برس ابو سعید معز دل کر دیا گیا۔
 اور ملک دو دعویداران تخت۔ سعید دوم اور محبوب ثالث نے آپس میں بانٹ
 لیا۔ پاروں نے مراکش سے اپنا بوریا بستر تاریخ قیام سے بعد پہلی مرتبہ اسی دلی
 کے عہد میں ۱۴۸۳ء میں اٹھایا۔ ان کے بعد عبد اللہ ثالث خاندان مرین کا
 آخری حکمران تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں پرتگیزیوں اور ہسپانویوں کو بھی
 ترک ملی۔ پرتگیزیوں نے ہسپانوی شہزادہ ہنری لمشہود بہ جہان ان کے زیر ہدایت
 طنجہ پر ۱۴۸۳ء میں حملہ کیا۔ مگر مسلمانوں کے کثیر التعداد لشکر نے او کو مقام مرشاج
 ایسے گہرے میں لے لیا کہ عیسائیوں کے لئے مفر کا کوئی راستہ نہ رہ گیا۔ اور او کو
 بڑی ذلت کے ساتھ صلح کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ صلح سبط کو خالی کر لینے
 کی شرط پھر ہوئی۔ اور اس کے انبار کی کفالت میں ہنری کا بھائی فرنانڈ و بطور
 یرغمال مسلمانوں کے حوالہ کیا گیا۔ مگر سبھی ویانے ایٹائے عہد کی کب اجازت کوئی
 تھی۔ قاسکر سی صورت میں جبکہ سبط پرتگالیوں کے پوس تھا۔ اور ہمانت
 میں ایک ہسپانوی شہزادہ مکحول تھا۔ شاہ پرتگال نے سبط خالی کرنے سے انکار
 کر دیا۔ اور عہد پرست پوپ روم سے خلافت و رزی معاہدہ کی باضابطہ اجازت

حاصل کر لی۔ مغرب فرزند کو اس کی قسمت پر چھوڑ دیا جو کئی سال کی نظر بندی کے بعد
غریب الوطنی میں ہی بمقام فاس فوت ہوا۔ ہسپانویوں کو اب تک اپنے ہم مذہبوں
کی یہقداری فراموش نہیں ہوئی۔

اس وقت سلطنت زوال و انحطاط کے آخری درجہ تک پہنچ چکی تھی۔ ملک
اور تونس آزاد ہو چکے تھے۔ یورپ میں مراکشی حکومت کا کچھ دخل نہ رہ گیا تھا۔
وہاں کا آخری حصین جبل طارق ہسپانوی ششہ ہجری میں فتح کر چکے تھے
اور مراکو میں عیسائیوں کا قدم ششہ ہجری میں بمقام طنجه بڑی مضبوطی سے کر
چکا تھا۔ جوار ملائی سو برس تک پرتگالیوں کے تصرف میں رہا۔ ششہ ہجری میں بطور جہیز
شاہ پرتگال کی بہن کو جو شاہ انگلستان چارلس دوم سے بیاہی گئی۔ دیا گیا۔ مگر خوش قسمتی
سے عیسائیوں کو اندرون ملک میں بڑھنے کی جرات نہ ہوئی۔ ورنہ اس وقت حالت ایسی ہی
ہو رہی تھی کہ وہ باسانی تمام مراکو کے مالک بن سکتے تھے۔ ششہ ہجری میں عبداللہ ایک شریف
کے ماتھے سے قتل ہوا۔ اور اس کی وفات پر بنی مرین کا وہ سلسلہ جو امیر عبدالحق
موجود سے براہ راست چلا آتا تھا۔ ختم ہو گیا۔

اسکے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے اس شہر سے ناراض ہو کر فاس پر
ایک یہودی کو حامل مقرر کر دیا تھا۔ اس کمبخت نے رعایا کو شائیکا کوئی دقیقہ اٹھا
نہ رکھا۔ اعدا اٹھرائی بد عنوانیوں کی لگام مہیاں تک ڈھیلی چڑھائی کہ ایک دن ایک
سیدانی کو گرفتار کر کر سخت بیٹھوایا۔ اور چون چون وہ رسول اللہ کا واسطہ ڈالتی۔ ہکا
غیظ و غضب اور مڑھتا جاتا۔ اس ظلم ظلم کو باشندگان شہر برداشت نہ کر سکے۔ سب
نے ایک سیدابی عبداللہ کے ماتھے پر بیعت کی۔ اور اس نے سلطان کو قتل کر دیا۔

مگر اس سلسلہ کے ختم ہونے سے بنی مرین کے خاندان کا عہد ختم نہ ہوا۔ اسکی
ایک شاخ بنی ولہاس علاقہ طلیہ میں عرصہ سے حکمران چلی آتی تھی۔ اسی خاندانی زمانہ
کی یادگار ایک نہایت قدیم شہر اور ابنائے جبل طارق سے پری مراکش کا پہلا بندر گاہ
ہے۔ وہاں اس وقت سعید ثالث مولائی سعید الشیخ الوہاسی حکمران تھا۔ اور محقول

سلسلہ آخری مرینی بادشاہ ادا ولین ولہاسی بادشاہ کے ناموں میں مسٹر میکس کو محافظ

رکھتا تھا۔ پرتگیزی مورخین نے اسے مولائی سیق و سیق ابراہیم کہہ کر اور عبد اللہ کو مہد ولاق۔ اس نے اپنے رشتہ دار مقتول سلطان عبد اللہ کی موت کا بدلہ لینے کے لیے اسی سال قاتل شریف پر فوج کشی کر دی۔ شریف کی حکومت کو صرف چند مہینے ہی ہوئے تھے۔ لیکن اس تھوڑے سے عرصہ میں ہی اس نے اپنی طاقت ایسی بھاری کر لی تھی کہ آٹھ ہزار آدمیوں کی فوج سے الوطاسی کا مقابلہ کیا۔ اور پہلی دفعہ اسے فاس کے سامنے سے ہٹانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کامیابی میں پرتگیزیوں کا بھی بہت کچھ دخل تھا۔ انہوں نے الوطاسی کی روانگی پر بھیجے ہوئے اس کے صدر مقام میلہ پر حملہ کر دیا۔ الوطاسی اس خبر سے کچھ ایسا گھبرا گیا کہ شریف کی فوج کا باسقامت مقابلہ نہ کر سکا۔ اسے واپس جانے کی بہت جلدی تھی۔ اس جلدی کی طفیل شریف کو اس پر فتح حاصل ہو گئی۔ مگر الوطاسی کے آنے تک پرتگیزی اپنا کام کر چکے۔ اور اس کے تمام اہل و عیال بیگیاں و اولاد اور عقیدنا پانچ ہزار باشندہ و نگو اسیر بنا کر لڑیں بھیج چکے تھے۔ ہر شریف اسکا کھوج دباے چلا آتا تھا۔ جس سے مجموعہ ہو کر اس نے اجنبیوں سے مصالحت کر لینا ہی قرین مصالحت سمجھا۔ اس نے نہ صرف عزیز دامیلا، بلکہ نجد جس کے باشندے آئیلہ پر حملہ ہونے کی خبر سننے ہی بھاگ گئے تھے، القصر الصغیر جسے پرتگالی مشنوں مار کر شہرہ میں فتح کر چکے تھے۔ اور دیگر بھی جو شہر اس سے اونکے تصرف میں چلا آتا تھا۔ اونکو قانوناً مالک و متصرف تسلیم کر لیا۔ اس کے عوض پرتگالیوں نے الوطاسی کے اہل و عیال کو واپس کر دینے کا عہد کیا۔ مگر بعد فتح بھی وہ غداری سے نہ چو کے۔ کئی برسوں تک مزید نامہ و

۱۵ شہر مذکور پر پرتگالی لشکر مطابق ۱۵۵۷ھ ہجری میں قابض ہوئے۔ عربی میں غریب و اعیلا پکارتے ہیں۔ ۱۲۔
دقیقہ مائتہ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷ اور اگر مولانا احمد کا بیان درست ہو تو اس نے دونوں کے نام باہم بدل دیئے ہیں۔ مولانا احمد مقتول سلطان کا نام سلطان عبد الحق بن ابی سعید اسکا قاتل شریف کا نام جو محمد بادشاہ بھی رہا۔ سید الشریف ابی عبد اللہ الحنفی اور زعفران سید عبد الحق مقتول کا بدلہ لینے والے و طاسی امیر کا ابی عبد اللہ محمد شیخ بن ابی زکریا الوطاسی تھے ہیں۔ مشہور۔

پیام ہوتا رہا۔ اور کہیں چھ برس کے بعد جا کر بہت بڑی نقد رقم اور فرزند کی لاش لیکر الوطاسی کے بیٹے محمد کو واپس کیا۔ جب وہ اوسے لیکے گئے۔ تو ابھی بچہ ہی تھا۔ وہ نہون نے اوسے پر نگالی طریق پر تعلیم و تربیت کی۔ لیکر اوس کے دل میں ان بد عہد کی طرف سے ایسی نفرت بیج چکی تھی۔ جو مدت العزیم کم نہ ہوئی۔ اہالی مغرب نے اسی چند سالہ رعایت و تربیت کی وجہ سے اوسکا نام محمد برتقانی رکھ دیا تھا۔ فرسٹ و کی لاش کے متعلق عیسائیوں کو یہ اعتقاد تھا کہ اس سے کرمین سرزد ہوتی ہیں۔ اسی تو سم کی توضیح پندرہویں فصل میں کی جا رہی۔

پرنگالیوں سے متذکرہ صدر معاہدہ کر لینے کو شیخ محمد الوطاسی کو فاس کی طرف متوجہ ہونے کی نصرت مل گئی۔ اوس نے دوبارہ جا کر اسکا معاہدہ کر لیا۔ جو ایک برس تک قائم رہا۔ آخر باشندوں نے تنگ آ کر شہر کے پہاڑ کہوہ بیٹے۔ قاتل شہریت تونس کو بھاگ گیا۔ اور وہ خاندان و طاس کے پہلے سلطان کی حیثیت میں تخت فاس پر بیٹھ گیا۔ دار الخلافہ کی فتح سے فارغ ہو کر اوس نے متصلا اقطاع و قبائل کو مسخر کیا۔ اور سلطنت کا پھر کچھ ڈیباغ قائم ہو گیا۔ مگر عیسائیوں کی طاقت ہند زور پر پڑ گئی ہوئی تھی کہ ۱۲۹۹ء میں ہسپانیوں نے عید کا بندر بھی فتح کر لیا۔ کہ اب اکیلا وہی کچھ کام کا بندر مسلمانوں کے پاس باقی رہ گیا تھا۔ اس واقعہ سے پانچ برس پہلے ہسپانیوں کے فرمانبردار فرسٹ و اور ازبیل غرناطہ کو فتح کرتے سرزمین اندلس سے اسلام کی حکومت کی آخری قطعی غلکی کر چکے۔ اور ابی عبد اللہ بن الاحمر مولیٰ امیر غرناطہ کو مرا کو کی طرف جلا وطن کر کے اکثر اندلسی مسلمانوں کو دو ماہ کی اطلاع پر ملک سے خارج کر چکے تھے۔ ابی عبد اللہ بن الاحمر نے سلطان محمد الشیخ ابو طاسی کے پاس پناہ لی۔ جیسے اوسے بڑی عزت و حرمت ہے اپنے پاس بگدی۔ ابن الاحمر نے آنے سے پہلے اپنے وزیر ابی عبد اللہ محمد العزیمی سے لکھ کر ایک طویل قصیدہ مرسلہ سلطان مرا کو کی طرف بھیجا تھا۔ اس قصیدہ کے پندرہ ابتدائی ابیات حسب ذیل ہیں جن سے خدا کی شان بکریائی نو نیا دی جاہ و جلال کی بے شبہ ثباتی از زمانہ کی متلون مزاجی صاف دکھائی دے رہی ہے۔

مولیٰ الملوک ملوک العرب والجم
رعیا لما شکک یرعی من الذمم

سبک تیمار ناء نعم الجار انت من
 حتی عذابک بالرعیم مستلبا
 حکم من اللہ حکم لا مرد له
 جار الزمان علیہ حرم مستقیم
 و قطع الخطب یا یاتی علی الرعم
 و ہل مرد حکم منہ مختم

سعدیوں کے وطن مالوف سے سخت ذلت و حرمان اور طرح طرح کے عذاب پہلے
 ناگفتی کے ساتھ نکالے جانے پر اکثر اندلسی مسلمانوں نے سلطان مراکو کی اجازت
 سے ریغی علاقہ کے متصل اپنی ایک الگ بستی تلموین میں قائم کر کے اس شہر کو جو
 نوے برس سے ویران چلا آتا تھا۔ از سر نو آباد و درست کر لیا۔ ابن احریر نے کچھ
 دن قبلہ میں رہا۔ پھر فاس چلا گیا۔ جہاں اس نے اندلسوی محلات کے نمونہ پر
 اپنی رہائش کے لیے چند محل تعمیر کرائے۔ وہ شہر چھری میں فوت ہوا۔ ادب باب
 الشریعت کے باہر مصلیٰ کے قریب دفن کیا گیا۔ وہ کئی بیٹے بیٹیاں چھوڑ کر فوت ہوا۔
 مگر بقول مؤلف نشر المثنیٰ اس کا خاندان جلد متفرق و پراگندہ ہو کر معدوم ہو گیا۔
 فرنگی مورخ ماقول ابن احرر کی موت کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ ابی عقبہ کی لڑائی میں
 وطاسیون کی طرف سے سعدیوں کے ساتھ لڑتا ہوا فوت ہوا۔ بیٹے جو کام اس
 نے اپنے ملک کے لیے نہ کیا۔ وہ غیروں کے لیے ایسی تندہی سے کیا کہ جان تک
 قربان کر دی۔

شیخ محمد وطاسی شہداء مطابق سنہ ہجری میں فوت ہوا۔ اور اس کے بعد
 سلطان منتم البرتقالی تخت نشین ہوا۔ ہسپانوی اور پرتگالی اس وقت تک جیسا
 زور پکڑ چکے تھے۔ ناظرین کو سلطو و مندرجہ بالا سے اس کی کیفیت معلوم ہو گئی ہوگی
 نئے سلطان نے کفار کے ساتھ جہاد کرنے کو سب سے مقدم فرض سمجھا اور اندلسی
 علاقوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر ساحل کی حفاظت میں مصروف ہوا۔ اس کا یہ
 نتیجہ ہوا کہ عیسائیوں کی مزاحمت کرتے کرتے باقی ملک بھی کھو بیٹھا۔ ایک اور قبیلہ
 مسی بنی سعد نے موقع کو غنیمت سمجھا اور قدم آگے بڑھا نا شروع کر دیا۔ اور اس
 دو طرفہ زدنے صرف محمد برتقالی کو ہی کچھ کر سکتے قابل نہ رہنے دیا۔ بلکہ تمام ملک
 کو ایک طرح سے کفار کے رحم پر چھوڑ دیا۔ لیکن خوش قسمتی سے اس دفعہ بھی عیسائی
 نے اندرونی علاقوں کی تسخیر کی طرف جو جہات چند در چند کچھ توجہ نہ کر کے فقط

ساحلی علاقہ مغربی کفایت کی۔

پرتگالیوں نے مغاور و زانگان کے بعد ۱۴۸۶ء میں تہنی - اکا و ریادہ
بالآخر آرمور کو فتح کر لیا۔ اور ۱۴۸۷ء میں ہسپانیوں نے بندر و لیئ فرخ کیا۔
محمد نے اشلہ میں اپنے موروثی وطن آملہ کو چھڑانے کے لیے اس پر بڑی ثابت قدمی
سے حکم کیا اس فوج کشی میں لیوانیکا اس بھی مسلمان فوج کے ہمراہ تھا۔ اور قریب تھلکہ مسلمان
لو سے فتح کر لیں کہ اسے میں جاؤی سزیریز کو زرنجہ مدد لیکر پہنچ گیا۔ اور محمد کو بے نیل
مراہ واپس لوٹنا پڑا۔ لیکن وہ اس عزم سے باز نہ آیا۔ ۱۴۸۸ء میں دوسری دفعہ
اور ۱۴۸۹ء میں تیسری دفعہ اس نے بڑی شدت سے حملہ کیا۔ اور اس مرتبہ بھی فتح ہوئی
کوہی تھی کہ پرتگالیوں کی کمک کو ہسپانیوں کا وہ بیڑہ آگیا جس نے بندر و لیئ فرخ
کیا تھا۔ فتح غرناطہ کے وقت سے مسلمانوں کی مظلومی و سبکی کا عوض لینے کے لیے ترکی
جہازات ہی بحیرہ روم کے مشرقی حصہ میں پہنچ گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے
۱۵۲۲ء میں بندر و لیئ چھین کر تمام ہسپانوی فوج کو عمان مقیم تھی۔ تہ تیغ کر دیا
محمد ۲ برس حکومت کر کے بنی سعد کے ساتھ لوٹا ہوا عالم ثانی کو سد مار گیا
اس کے بعد اس کا بہائی ابی عثمان چند برس حکمران رہا۔ مگر درحقیقت بنی سعد محمد
بر تعالیٰ کے عہد میں ہی ملک کے حصہ کثیر کے مالک ہو چکے تھے۔ ابی حسون کو اسی سال
اس کے بہائی محمد کے بیٹے ابی العباس نے بیدخل کو کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اور سب
بنی مرین اور اسکی شاخ خاندان و طاس کی حکومت کا خاتمہ ہو کر ایک نئے خاندان
کا شروع ہو گیا۔

ان خانہ جنگیوں میں پرتگالیوں اور ہسپانیوں کو اپنی اندرائی فتوحات
کو اندرونی علاقہ کی طرف بڑھانیکا مجیب موقع مل گیا تھا۔ مگر انہی فرنگستان میں
جہی نوآبادیان قائم کرنے اور ممالک بعیدہ کی فتوحات کا شوق پیدا نہ ہوا تھا
وہ ساحلی علاقوں پر ہی قانع رہے۔ اور جب کچھ عرصہ بعد ان کو توسیع فتوحات

سے ممانعت بیڑہ کی مالکداروں اور اس نواح میں ترکی حکومت کی بنا قائم ہوئی۔
حکومت کے لیے تاریخ خاندان ممانعت ملاحظہ کیا۔

کی چم گدگری پیدا ہوئی۔ سو وقت مرا کو کی حالت بنی سعد کے زیر فرمان ایسی سنبھل چکی تھی کہ وہ ۵۵۴ھ اور ۵۵۵ھ کے درمیان کو مکر سے بچنے کے سوا اور کوئی مزید علاقہ سمجھ نہ کر سکے۔ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ بحیرہ روم کے کنارے قریب یہی علاقہ رومن میں رہ کوئی فائدہ اٹھا ہی نہ سکتے تھے۔ نیز یہاں ہی علاقہ کے جنگجو بربر قبائل کو زیر کرنا آسان کاٹم تھا۔ اور عقلمندی اسی کی مقتضی تھی کہ ان مراکشی آخریدیوں سے حتی الوسع پہلو کو پیچائے رکھا جائے۔ راگو کے ایک سلامت و آزاد رہنے کا بڑا باعث یہی رہی ہیں جن کے نام سے فرنگستانیوں کی قریح کا نتیجہ ہے۔

ساحل روم کے برعکس بنا و درہی رہی ہیں۔ جن کے فرمان و اسفی کے متصل اضلاع و قالہ۔ عیدہ۔ وہ چاروں کمیدانی اور وٹان کے باشندے اکثر میدانی علاقوں کے رہنے والے کی طرح ہیں پسند اور غریب طبیعت تھے۔ عیسائیوں نے وٹان اپنا سک خوب بٹھالیا۔ اور وٹان کے باشندوں نے انہیں بخوشی خراج دینا منظور کر لیا۔ یوروپین مورخ اس کے لئے متذکرہ صدر اضلاع اور نیز سو کجیات غرب و اولاد عمران بلکہ علاقہ بربران کے بہت سے دیہات کی فہرست لکھی ہے۔ جہاں سے لاکھوں من غلہ خراج میں آتا تھا۔ صرف ضلع عیدہ سے چھ اسیل گھوڑوں اور چار ہزاروں کے علاوہ ایک ہزار بائیس گندم و جو عیسائی گورنر اسفی کو ہر سال خراج میں آیا کرتے تھے۔ مزید برآں یہ علاقہ معقول فوجی مدد بھی دیا کرتے تھے۔ یہ امدادی فوج عموماً بارہ ہزار سوار اور دو لاکھ پیدل سپاہ پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس سے صاف اندازہ ہو سکتا ہے کہ پرتگال کی حکومت مراگو کے اس عہد میں محض ہار کے نام نہ تھی۔ اس اقتدار کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پرتگالیوں نے شروع شروع میں نا واجب و متعصبانہ پر جو شبان دکھائے تھے بعد ازاں کاراہل غرب سے نہایت عقلمندی کا برتاؤ شروع کر دیا تھا۔ اور برہنہ ضرورت جنگجو بربر قبائل کی امداد سے پہلو تھی نہ کرتے تھے۔ اس طرح فریقین میں بسا اوقات گہرے دوستانہ تعلقات قائم ہو جاتے۔ اس کی تصدیق خود ایک مسلمان مورخ الیفرانی بدین الفاظ کرتا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک پرتگال کپتان جہاد کی بیوی مسلمانوں کے دیہات کی سیر کو گئی۔ تو وہ سکا ہر جگہ بڑی دھوم دھم

سے استقبال کیا گیا۔ اور باشندوں نے اوس کے آنکلی خوشی میں بے قیودگی سے کین
 اس سے بڑھ کر ثبوت ان تعلقات کے استحکام کا اس سے مل رہا ہے۔ کہ ۱۸۱۷ء میں جب
 العیاشی نے مزغان پر حملہ کیا۔ تو منتقلہ قبیلاؤں اور عزیز نے ایسے ہم مددگار کی بجائے
 عیسائی پر لنگایوں کو مدد دی تھی۔ اس زمانہ میں جیلی بن لاقوت جیسے پرتگالیوں نے
 اندرونی علاقہ میں نائب گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ لہٰذا زمین گیا۔ اور ولایت اس کی بڑی خاطر
 مدارات کی گئی۔ پرتگالیوں کی یہ حکمت عملی بڑی عقلمندی پر مبنی تھی۔ مگر انکی یہ دور
 اندیشی نہ چال مراکو کے غیور مسلمانوں کو زیادہ عرصہ تک مبہول و احمق نہ بنا سکی۔ وہ
 جلد اس تعلق کے خطرات سے آگاہ ہو گئے۔ اور یہ آگاہی اُن کے ملک کو غلامی و محکوم
 سے بچانے کا کام دیکھی۔

یورپ و ایشیا کو دیکھ کر بیرونی دنیا میں جو کچھ ظہور میں آیا یا آ رہا تھا۔ اوسکی مہم کنیت
 میں کیا ہوا تھا۔ یہ تھی کہ سقنت کی گدی پر ۱۸۱۳ء میں یوپیو دہم شکن ہو چکا تھا۔ جو
 جرایم و فساد کا بڑا مرتب و سرپرست بیو افریکائنس دسمن لوزاری الفاسی کا دہرم
 باپ اور شرافت و صداقت کے لیے مجتہد ننگ تھا۔ قیصر چارلس پنجم جو اپنی مستعدی
 و پھرتی کی وجہ سے ہر جا حاضر و ناظر سمجھا جاتا تھا۔ اور ۱۸۱۴ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس
 وقت تک نصف برعظم یورپ پر بڑے ورثہ شریا باستخفاق و رشتہ تباہی ہو چکا تھا۔ سبھی
 مذہب کی صلاح کی کارروائی ۱۸۱۴ء میں، بالائیکام انگلستان میں جاری ہو چکی
 تھی۔ کورٹیس میکسکو کی دریافت کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ اور گٹاوس واسکوس
 کو انیبیوں کے تصرف سے ۱۸۱۴ء میں، آزاد کر اچکا تھا۔ مشرق میں بھی اسی زمانہ
 میں جو واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ وہ کچھ کم اہم اور وسیع نہ تھے۔ سو فی خاندان
 ۱۸۱۴ء ایران میں خوب طاقت پکڑ چکا تھا۔ عثمانی ترک ۱۸۱۴ء میں
 مصر کی فتح سے فارس ہو کر دینا پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اور انکا
 امیر البحر باربرو ساد ۱۸۱۳ء، الجوزائر میں ترکی حکومت کا نقشہ قائم کر چکا تھا۔
 رھوڈس کے نائٹ پناگازین مہانوں کی حالت سے ترقی کر کے مانسا کے مالک بن
 چکے تھے۔ اور ادھر ہندوستان میں ۱۸۱۴ء مغلیہ فاندان کی بناء قائم
 کر رہا تھا۔ جس سال بابر نے پانی پت کی لڑائی فتح کر کے ہندوستان کی سلطنت

کی اسی برس ترکوں نے تونس کو فتح کر کے مراکو کی تسخیر کا ہتھیار کیا۔

فصل ہفتم

ازمکا دوانخباہ سلطنت سعدی خاندان ۱۵۲۷ء تا ۱۶۶۸ء

رقیبی کی (شاہنشاہی) کا زمانہ بنی مرین کے ساتھ گزر گیا۔ ہسپانیہ ہمیشہ کے لئے اسلام کے ہاتھ سے جھین چکا تھا۔ الامانشاء اللہ۔ مشرق میں ایک نیا بندر گاہ نہایت خوبصورت موقعہ و محل پر تیار ہو کر ایک نئی ریاست کا دارالخلافہ بن گیا ہوا تھا۔ جس کے نام پر وہی نئی حکومت کا نام اوسکے ترک مالکوں نے مغرب الاوسط کی بجائے البحر یا البحرینہ رکھ دیا تھا۔ ہسپانیہ کے بندر البحرین اس کو اس سے میسر نہ کہنے کے لئے عرب چیزیں لے کر کھنڈر پکارتے تھے۔ چند ہی برسوں کے اندر البحرین کے نئے حکمرانوں نے تلمسان کی حکومت کو فتح کر کے اس طرف سے بھی اٹالی مغرب کے لئے ایک معین حد قائم کر دی۔ اور اوں کے لئے اب صرف جنوب کی طرف پہلی رہ گئی۔ جہر ہر سوڈان کا زرین اور طلائی محاون کہہ کر والا ملک سینکڑوں کوس تک پھیلا ہوا تھا۔ مگر یہ طرف بھی درحقیقت برائے نام ہی کشادہ تھی۔ سوڈان اور مراکو کے درمیان حبیب محارکے اعظم کا مستطلم ریگستانی علاقہ بکثرت سے بھی زیادہ خوفناک صورت میں حاصل نہ تھا۔ تاہم پندرہویں صدی سے بعد اٹالی مغرب کو جب کسی ایسے اقتدار کے بڑھانے کا خیال آیا۔ اس کے قدم ادم ہی اٹھنے لگے۔ اور کوئی جانب رہ ہی نہ گئی تھی۔ اور وہ دو دفعہ فاتحانہ حیثیت سے ٹیبلٹوین داخل ہوئے۔ لیکن اٹالی عملی تصوف میں صرف کاکوئی علاقہ ہی رہا۔ اور اٹالی سلطنت کا رقبہ وہی رہا۔ جب قدر کر اس وقت بنی مرین کے زوال کے بعد سلطنت مراکو صرف فاس و مراکش کی حکومتوں۔ سوس کے جنوبی صوبہ اور طلس پار کے غیر معین احمد و داضلع لمراس۔ طافیلالت اور درعبر مشتمل رہی ہے۔

حدود سلطنت کہ بنی مرہین کے آخری زمانہ میں ہی شیرازہ ایسا برآگندہ ہو چکا تھا کہ یہ یقیناً کیسا تہہ نہیں کہا جاسکتا کہ آخری مرینی سلطان کا حکم کہا خاک نافذ نہا۔ عملاً اسکا دائرہ فاس کی ریاست سے تجاوز نہ نہا۔ مراکش میں ایک علیحدہ حکمران تھا۔ مراکش میں ایک علیحدہ حکمران تھا اور گواو سے فاس کی باجگزاری سے انکار نہ تھا۔ لیکن اس کی اپنی حکومت بھی شہر کی چار دیواری تک محدود تھی۔ قصبہ بادیس (دوسرا) کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اور قصبہ آسفی کے باشندے ایک طرح کی جمہوری حکومت قائم کر چکے تھے۔ شاہی حکومت یعنی علاقہ فاس میں بھی یہ حالت تھی کہ بربر تقریباً آزاد ہو چکے تھے۔ ساحل کا بہترین حصہ پرتگال کے قبضہ میں تھا۔ اور قاہجی کا یہ عالم تھا کہ جب مراکش پر تنکا بیون کو صلح کے لیے کہتے تو وہ طنزاً جواب دیتے مگر ہارسر دار کو لٹا ہے۔ جس سے ہم گفتگو کریں۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اجنبیوں کا دباؤ اور غلبہ ملک میں دین بدن کی قدر زور پکڑتا جا رہا ہو گا حتیٰ کہ حالت ایسی نازک ہو گئی کہ اٹالی ملک اس کی اصلاح سے اور زیادہ غافل نہ رہ سکتے تھے۔

فاندان سعدیہ کی صلح یہ خیال پہلے پہل جنوبی مراکو کے سرغنہ امراء اور علماء کو پیدا ہوا۔ اور ان سب کے بہت غور فکر کے بعد ضلع درعہ کے ایک مشہور شریف محمد کی بیعت کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس نے اپنے زہد و اتقا اور خوش اخلاقی سے تمام علاقہ میں بڑی ناموری حاصل کر لی ہو گئی تھی۔ اس فاندان کو امام محمد نفس الزکیہ کے واسطے سے سید انسل ہونیکا دعویٰ تھا۔ مگر مورخ یفرنی لکھتا ہے کہ وہ دراصل حضرت سرور کی بات کی دایہ علیہ کی مثل سے تھے۔ اور اسی لیے عام طور پر انکا فاندان سعدیہ پکارا جاتا ہے۔ ابن القاضی درۃ الملوک میں لکھتے ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد جس نے بعد میں اقلیم بامر اللہ کا لقب اختیار کیا۔ حاجی حرمین اور محب الدعوات درویش صانع تھا۔ مدینہ منورہ میں اوس نے خواب دیکھا کہ دو شیر اس کی راہوں سے نکلے خلقت اُن کے پیچھے ہو گئی۔ اور وہ ایک صومعہ میں داخل ہو گئے۔ اس کی تعبیر دین کے ایک بزرگ نے یہ کہی کہ دو بیٹے بادشاہ ہوں گے۔ چنانچہ عبد اللہ نے اپنے وطن کو واپس آ کر حاجا اپنے خواب اور اس کی تعبیر کا چرچا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اٹالی سوس

دور نہ رہنے درینو لا ایک شخص کو اپنا سردار بنانا ٹکی ضرورت محسوس کی۔ اور وہ یہ در خواست لیکر خلافت مذکور کے ایک صاحب درویش عبداللہ محمد بن مبارک اتاوی کے پاس گئے۔ اس نے جواب دیا عبداللہ سعدیہ یہ دعویٰ کر رہا ہے اور وہ اس منصب کے لائق ہی ہے۔ اس کے ماتھے پر جیت کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور تیاری جیش لشکر کے لئے حسب ضرورت روپیہ بھی جمع کر دیا۔ بنی سعدیہ کی حکومت کی بنا فراہم ہو گئی۔ یہ واقعہ اصرار کا ہے۔ مگر عیسائی مورخ ٹامس زبانی روایتوں کی بنا پر اس سے مختلف داستان سناتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس شریف نے اپنے بیٹوں احمد و محمد کو بوج کر چکے تھے۔ فاس بھی دیا۔ جو رفتہ رفتہ اپنی فصاحت و ملاقت کے ذریعہ وطاسی سلطان ابو عبداللہ تبرکائی کے مقرب اور منظر نظر اور سبکی اولاد کے اتالیق ہو گئے۔ پرتگالیوں کے بے دریغ ہجوم کی مدفعت کے لئے سلطان نے ان دونوں کو انہی کے مشورہ پر عام جہاد و غلط کہنے کے لئے جینوبی علاقہ کو بھیجا۔ جہاں ان کے پاس تھوڑے دنوں میں کافی جمعیت فراہم ہو گئی۔ مگر اسے لیکر سلطان کے پاس آئے فی بجائے وہ خود مختار اور بالآخر ملک کے دعویدار بن گئے۔ وہ کچھ عرصہ پرتگالیوں سے جہاد کرتے رہ کر مراکش پر قابض ہو گئے۔ اور وطاسی سلطان کو یہ کہہ کر اطمینان دلا دیا کہ ہم تمہارے ہی تابع و محکوم ہیں۔ اتنے میں محمد الوطاسی فوت ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا ابو العباس احمد فاس میں تخت نشین ہوا۔ اس کے ساتھ سعدیہ خاندان کا اس طرح سے معاہدہ ہوا کہ فاس پر و مراکش میں محمد کا بیٹا۔ اور درعد و موسیٰ پر خود شیخ محمد حکمران رہے۔ مگر یہ مصالحت چند ہی دن رہی۔ وطاسی سلطان لشکر لیکر مراکش پہنچا۔ اور اس کا معاہدہ کر لیا۔ اتنے میں نیچے فاس میں بغاوت ہو گئی۔ اس کے فرو کرنے کے لئے وہ معاہدہ سے دست بردار ہو کر فاس پہنچا اور ادھر سے فاس پر دوبارہ پہلے سے زیادہ لشکر لیکر مراکش کو گیا۔ اس دفعہ بنی سعدیہ شہر سے باہر نکل کر مقابل ہوئے۔ فریقین میں بمقام

۱۵۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے کا نام عبدالکلیق تھا۔ جو اپنے بھائیوں کے بادشاہ بننے سے پہلے پرتگالیوں کے ساتھ جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا۔

بہت بڑھ گیا۔ اور اونکی فوت اس قدر بڑھ گئی کہ دوسرے ہی برس (۱۵۲۶ء) انہوں نے امیر فاس کو کھلے میدان میں جنگ کر کے فاش زک بوجہ بچائی۔ اس سحر کے میں ہزار جانبین ضائع ہو گئے۔ ۱۵۳۳ء میں بنو دھامی اور بنی سعد نے باہمی مصالحت کے لیے سلطنت کو براہ ام الربیعہ تا دلہ سے ساحل تک باہم تقسیم کر لینے کی تجویز کی۔ لیکن ہمدنہ بھی صلح کچھ دن سے زیادہ قائم نہ رہ سکی۔

امیر عبداللہ انعام ۹۲۳ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اور بمقام آفخاں ایک شہر مدنی شیخ ابی عبداللہ محمد بن سلیمان البحر مدنی کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔ وہ اپنے بڑے بیٹے احمد کو زندگی میں ہی ولی عہد مقرر کر گیا تھا۔ روایت ہے کہ بیٹے دونوں بہائی مکتب میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے کہ ایک مرغ کرہ میں آگیا۔ اور باری باری دونوں کے سروں پر بیٹھ کر اوس نے بانگ دی جس سے انکو معلم نے اس وقت اونکی اثنہ عظمت کا اندازہ کر لیا۔

دونوں بہائیوں میں اتنیک بہت اتفاق تھا۔ بڑے نے بادشاہی سنبھالی تو چھوٹا اس کا وزیر ہوا۔ ابی العباس احمد الاعرج منکرطے نے دہانکے حکمران امراء ہتھائی کی رضامندی بلکہ دعوت پر مراکش میں دخل ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا۔ کہ شیخ جزولی اور اپنے باپ کی لاشیں آفخاں سے منگوا کر وہاں دفن کرا لیں۔ شیخ جزولی کے فوت ہونے پر اوس کے رفقاء اور مرید تین برس تک طلب خیر و برکت کے لیے اس کی لاش صندوق میں بند کر کے ساتھ ساتھ لیے پھرتے رہے تھے۔ اور ہر طرف میں اس سے طلب نصرت کرتے تھے۔ انتقال لاش کے دو مختلف سبب مروی ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ شیخ جزولی کی لاش اس بیٹے منگوائی گئی کہ کوئی مخالف افغان پر قابض ہو کر اوسے قبر سے نکال لے جس کی برکت سے وہ ہر ایک پر فتح پانے کے قابل ہو جائے۔ چند کا بیان ہے کہ احمد کو خیال تھا کہ قبر کے نیچے بڑا خزانہ مدفون ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے طلب برکت و خیر کی نام نہاد غرض سے لاش کو منتقل کرنے کا بہانہ کیا گیا۔ بہائیوں کا اتفاق چیلواریون کی مہربانی کے ہمیشہ کے لیے قائم نہ رہ سکا۔ عیسائیوں سے ۱۵۳۶ء میں قلعہ فوننی دشتا زکروزہ جس پر بعد میں اگادیر کا نیا شہر آباد کیا گیا۔ فتح ہوا ہی تھا کہ ان میں ناچاٹی ہو گئی

چھوٹے بھائی محمد الشیخ کی طاقت ۳۳۹ھ میں بمقام ابی عقبہ بنی مرہن کو پال کرنے سے بہت بڑھ گئی تھی۔ دطاسیون سے فارغ ہو کر اوس نے اپنے بھائی پر حملہ کیا۔ سینئر طارس کی سند پر لکھتے ہیں کہ ۳۳۹ھ میں محمد نے اوسے سوس اور درم حوالہ کر دینے پر مجبور کر کے اوس کے پاس مراکش اور طافلات کا علاقہ دے دیا۔ اور اوس کو بیٹے کو کل سلطنت کا ولی عہد تسلیم کیا۔ اور پھر پانچ برس بعد ۳۴۳ھ میں اوسے حکمرانی سے بالکل علیحدہ کر کے مراکش میں قید کر دیا مگر مولانا احمد کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ کی خانہ جنگی کے بعد جب محمد الشیخ بڑے بھائی پر غالب آ گیا تو اسی وقت دینے پہلے ہی مرتبہ، اوسے سہ اولاد مراکش میں نظر بند کر کے خود کل ملک کا حکمران ہو گیا۔ اور ۱۸ برس بعد جس دن خود قتل ہوا، اوس سے تین دن بعد اعرج مراکش میں قتل کر دیا گیا۔ نشر المثنائی والا عروج کی گرفتاری کا سن ۳۵۹ھ ہجری بتاتا ہے۔ مگر صحیح ۳۵۹ھ ہجری ہے۔

اعرج کے طرز زرد زیدان کی نسبت اختلاف ہے کہ آیا باپ کی وفات پر وہ حکمران ہوا یا نہیں۔ زہرہ الشارح کا شارح لکھتا ہے۔ وہ سو وقت سبیل اس میں تھا۔ اور وہ ان کے لوگوں نے اس کی بیعت بھی کی۔ لیکن باقی ملک کے باشندوں نے ایسا نہ کیا۔ اور وہ سن وفات یعنی ۳۵۹ھ تک اسی حال پر رہا۔ شیخ محمد نے ابی عبد اللہ محمد المہدی کا لقب اختیار کیا۔ وہ ۳۵۹ھ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ بربری اوسے انصار لکھتے تھے۔ جو ان کی زبان میں شیخ کے مترادف ہے۔

فتح بنادر کے بھائی سے فارغ ہو کر محمد نے اسی برس (۳۵۹ھ) آسفی پر ایشیت و ثابت قدمی کے ساتھ حملہ کیا کہ عیسائی محافظین کو اپنی عورتیں تکسلیح کر کے فیسیلون پر کھڑی کرنی پر تگین۔ شہر فتح ہونے ہی کو تھا کہ ایک یہودی مسیحی جو دامن شیانہ جاز بیکر آرمور سے پہنچ گیا۔ اور اس ملک کو بیکر محافظین نے محاصرہ میں پر جان سے ہاتھ دھو کر اسی سختی سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کو چھ ماہ کا محاصرہ چھوڑ دینا پڑا۔ مگر پرتگالیوں کا اس عرصہ میں ہندو نقصان عظیم ہوا تھا۔ کہ انہیں دوسرے حملہ کی برداشت کی طاقت نہ رہ گئی تھی۔ اور وہ اس کے وقوع میں آئے سے پہلے ہی ۳۵۴ھ میں آسفی کو غالی کو کے چلے گئے۔ یہ تخیلہ بربادی کے برابر

تھا۔ ایک مکان ہی ایسا نہ رہنے دیا گیا۔
پرتگیزیوں کے اس طرح مرعوب اور مرعوب ہو جانے سے محمد کی کاکلیا
یقینی ہو گئی۔ اور وہ دس برس کے اندر کل سلطنت کا مالک ہو گیا ۱۵۴۳ء میں اس
نے اپنے بھائی کو آخری مرتبہ مغلوب کر کے مراکش کے زندان میں محسوس کیا۔ ۱۵۴۴ء میں
شاہ فاس کو زک دی۔ لیکن اسے ابھی بائیکل بیہ دخل نہ کر سکا۔ ۱۵۴۵ء میں پرتگالی
فوج خوب و عیب میں آ کر خود بخود و بندر آ ز مورو کو خانی کر گئی۔ اور اس سے محمد کے
بہلول سے ایک اور تکلیف وہ کاٹا دیا۔

فتح فاس کی پانچ برس کی تیاریوں کے بعد محمد چالیس ہزار فوج لیکر ۱۵۴۹ء میں
فاس کی فتح کے لیے مراکش سے روانہ ہوا۔ اس موقع پر ایک خاص سپہ سالار بھیجا گیا
تہا جس کے گرد و پیاس بر شیر و ن کے سرٹکائے گئے ہوئے تھے۔ یہ سر خاص اسی
غرض کے لیے اس کے قاید و ن و جنیلوں نے سلطنت کے مختلف حصوں سے
جمع کئے تھے۔ مکنا سا کو وہ اس سے ایک برس پہلے فتح کر چکا تھا۔ سرٹکائے جوالہ
طاس کہتے ہیں۔ کہ فاس چند صدیوں کے محاصرہ کے بعد ۱۵۵۰ء میں فتح ہو گیا تھا۔
خانمان و طاس کا چوتھا اور آخری سلطان پاجولان مراکش بھیجا گیا۔ اور اس کی لڑائی
سے فاتح نے عقد نکاح کر لیا۔ مولانا احمد محاصرہ کی سیوا دایک سال بنا کر تاریخ الدرر
کے حوالہ سے ایک دلچسپ قصہ اس کی فتح کے متعلق لکھتے ہیں۔ جو حسب ذیل محاصرہ
شروع ہونے پر ایک درویش شیخ ابوالروایہ محبوب محمد کے پاس آیا۔ اور کہا کہ پاجولان
دینار و دیگر فاس کو مجھ سے خریدے سلطان نے جواب دیا ایسی ضروریات کی خداوند
کریم اجازت نہیں دیتا۔ نہ شریعت ایسی مخرقات کو روا کرتی ہے۔ شیخ نے جواب دیا
خدا کی قسم اگر تم میرا کہا مان لیتا تو اسی سال شہر میں داخل ہو جاتا۔ محاصرہ کئی
چھینے جاری رہا۔ اور فتح کی کوئی صورت نظر نہ دکھائی نہ دی۔ امیر عبدالقادر فرزند
سلطان محمد نے باپ سے کہا کہ آپ نے اس ولی اللہ کا کہا کیوں نہ مانا۔ اس کے
مسلل امر پر باپ نے اجازت دیدی۔ اور امیر عبدالقادر نے شیخ محبوب کو
نہ مطلوبہ حوالہ کر دیا۔ جس کو اس نے اسی وقت غزبان میں تقسیم کر کے بشارت دی
کہ در سال کے ختم ہونے پر تم اپنی مراد پا لو گے۔ میرا یہ کہنا امر ربانی کے مطابق ہے۔

اوسکا کہنا درست نکلا۔ اور جین تاریخ کو اوس نے کہا تھا ایسی تاریخ شیخ محمد کو فاس میں داخل ہونا نصیب ہوا۔ شیخ مشروب کے مشفق ایک اور بھی روایت مشہور ہے۔ جب ملک میں تبرنگالیوں کا دخل بڑھنا شروع ہوا۔ اور مسلمانوں میں اس سے عام اضطراب پیدا ہو گیا تو شیخ موصوف نے بازاروں میں بچھڑتے ہوئے یہ نعرہ لگانا اپنا شعار بنالیا اے حران۔ آئینہ نے تھمکو مغرب کا ملک۔ یہاں موقت بنی مسجد کا کوئی نام ہی نہ جانتا تھا۔ کسی کو یہ خبر تھی کہ سران کون ہے۔ یہ نعرہ قرآن و قرین سلطان محمد کے ظاہر ہونے پر نکلا۔ جس کے قوت بازو سے ہی شیخ محمد کو یہ مقام ذیجات حاصل ہوئی تھیں۔ مولانا احمد لکھتے ہیں کہ شیخ محمد نے کل بنی و طاس کو قیدی کر کے مراکش بھیج دیا۔ اوس کے سلطان ابی حسن کے چوالیس ارب کو بھاگ گیا اور مراکش سے جا کر مدد مانگی۔

فتح تلمسان کہ تلمسان پر عثمانیہ ترکوں کے قابض ہونے کی خبر کہتی جا چکی ہے۔ محمد طبعاً یہ امر ناگوار تھا۔ وہ اپنے بیٹے و س میں ایک سابق مغربی صوبہ پر ایک مسلمان کا قبضہ بھی یوں ہی گوارا نہ کر سکتا تھا۔ مگر جب ابی حسن کو دمان پناہ ملی تو اسے اور بھی طیش آیا۔ جس نے ملک گیری کی طبعی خواہش و حرص کو اور تیز کر کے محمد تلمسان پر فوج کشی کرا دی۔ اور ۱۵۵۷ء مطابق ۹۷۷ھ ہجری اوس پر محمد کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ سبط اور مستقیم بھی اوس کے دائرہ حکومت میں داخل ہو گئے۔ مگر ترکی فوج قصور ہی پہنچی مدت کے بعد تلمسان پر چھوٹ گئی۔ اور اوس نے محمد کو دمان سے فاس کی طرف بھاگ دیا۔ محمد پھر حمیت و درست کر کے تلمسان پر حملہ آور ہوا۔ لیکن چند دن کے محاصرہ کے بعد ہٹ جانے پر مجبور ہو کر ویا گیا۔ اور اس کے بعد پھر اس کا یا کسی مغربی سلطان کا تلمسان پر قبضہ نہ ہوا۔ انیسویں صدی مسیح کے وسط میں فرانس کے حق کرنے تک برستو سلطنت عثمانیہ یا اوس کا بانی کذا احوال کے تصرف میں رہا۔

لے مسٹر میکس کے آخری سلطان کا نام تاسم لکھا ہے۔ اور اسکا بیان ہے کہ ترکوں نے تاسم کی بیوی اور بہن کی انتخاب سے فاس پر حملہ کیا تھا۔ مگر میں مولانا احمد کی تقریر کو بھلا کر متن میں انکو نہ کر دینا چاہتا۔ مسٹر میکس کا بیان کہ اس پر محمد تلمسان محمد نے قبضہ نہ نکلا۔

ترکی سفارت کا الجزائیر کے ترکی گورنر نے جب سنا کہ محمد اس دوبارہ شکست سے بہت سٹٹا رہا۔ اور سہ بارہ حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کر رہا ہے۔ تو اس کی حمایت دینی نے گوارا نہ کیا کہ دو مسلمان اس طرح آپس میں کھٹے مرتے رہیں۔ اور عیسیٰ الکاظمیٰ شادیکہمیں اس نے رفع فساد اور آئندہ کے لیے مصالحت کو لینے کی غرض سے فقیہ اباعبداللہ محمد بن علی الجزائیری بنی الطرابلسی بنیم الجزائیر کو سفیر بنا کر روانہ کیا۔ باہمی جنگ و جدال کے فقہانہ نقطہ نظر کے ساتھ جو کوئی عین عدل و داد و مصالحت باہمی پر رضامند شاہی کی کو سفیر بنائے۔ تھیں موصوفہ شہسوار بھری میں مراکش پہنچے سلطان محمد بڑی عزت سے پیش آیا۔ مگر صرف مطلب کو بالکل چاہا گیا مصنف المراء کہتا ہے کہ فقیہ موصوفہ بہ پیش سفارت دو دفعہ مغرب میں آئے۔ بہت سی باتیں اس سے بیان کے فاضلون اور درویشوں نے حاصل کیں۔ اور بہت سے فیوض اس نے شیخ رزوق مغربی سے ایک مرتبہ فقیہ موصوفہ نے شیخ ابی عمر قطلبی پر جو مراکش کے باغ ریاض العروس میں دفن ہیں۔ اعتراض کیا۔ کہ اگر کوئی طریقت میں داخل ہو تو بے لے لڑ میری دل کا سر نہیں مشدوانا چاہیے۔ یہ بدعت ہے۔ شیخ عمر نے جواب دیا۔ شیخ جزولی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ جس پر فقیہ نے فرمایا کہ ممکن ہو۔ ورنہ اسے لاجب کی اجازت مل گئی ہو۔ لیکن جزاؤں کی کسی ولی کو ملے اس کا عام اتباع درست نہیں۔ یہ منصف و غرض صرف انبیاء کے اذن کو حاصل ہے۔ شیخ جزولی ۹۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ اور شہر الجزائیر کی ضعیف سے باہر مدفون ہیں۔

ترکی حملہ جب ترک سفیر بے نیل ملام واپس گیا تو ترک گورنر شاہ گزین و طرابلسی سلطان کی متواتر التحاح و اصرار کو ماننے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے صالح پاشا ترکی کے زیر کمان ایک جرّاء فوج ابو حسون کے ہمراہ اسے موروثی ملک ولانے کے لیے بھیج دی۔ یہ ہم اپنے مدعائین کامیاب ہوئی ترکی فوج راستہ میں پادیس کو فتح کرتی ہوئی ۹۶۵ھ (۱۵۵۳ء) صفر ۱۰۰۰ھ بھری، میں فاس داخل ہوئی اور سلطان الشیخ کو وہاں سے بیدخل کر کے ابی حسون کو بھیج دیا۔

محمد فاس سے مراکش کو بھاگ گیا۔ اور وہاں قبائل سوس کے لوگوں کو جمع کر کے نئی فوج تیار کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ابی حسون نے فاس پر قبضہ ہو

ترکی فوج کا بہت سا حصہ واپس کر دیا تھا۔ محمد نے چند ہی ہفتوں میں جمعیت مضبوط کر کے
 فاس پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں سخت لڑائی ہوئی۔ جس میں ابی حمزہ قتل ہوا۔ اور
 محمد اسی برس ۶۸۷ھ شوال کو پھر فاس پر شرف ہو گیا۔ باقی ماندہ ترکی فوج میں
 سے اکثر لڑائی میں مارے گئے تھے جو بچ رہے انہوں نے سلطان محمد
 علی اطاعت منظر کر لی۔ سلطان نے ہی اون کی طعن بخشی۔ اور وہ اسی کے پاس
 رہ گئے۔ جن کا اس نے ایک علیحدہ دستہ ترکی فوج کے نام پر بلا مہنگی بنا دیا۔ فاس
 پر مکرر قابض ہونے کے بعد سلطان محمد نے وہاں کے قاضی ابی محمد عبدالوہاب اور
 مکناس کے خلیفہ شیخ ابی علی جزرور کو قتل کرا دیا۔ پہلے کا یہ قصور بنایا گیا کہ اوسکا
 میدان و طاسیوں کی طرف ہے۔ اور دوسرے پر یہ الزام لگایا کہ وہ اہل مسوس کو
 اپنے خطبوں میں بنی سعد سے بدگمان بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور انکو مفسد اور
 ظالم بناتا ہے۔

روایت ہے کہ جب قاضی عبدالوہاب سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو سلطان نے
 اسے کہا۔ تو کس موت مرنا چاہتا ہے۔ قاضی نے جواب دیا۔ جو موت تو اپنے لیے پسند
 کرتا ہے۔ کیونکہ جس جیسے کوئی شخص کسی کو قتل کرے اسی سے خود بھی ہلاک ہوتا ہے
 یہ سنکر سلطان کو غصہ آیا اور حکم دیا کہ اوسکا سر نواری سے جدا کر دو۔ خدا آئی حکمت و
 ایضاً اسکا نام ہے کہ محمد الشیخ ہی آخر اسی طرح بفرس تلوار قتل ہوا۔

ایضاً ملک کفریہ ~~محمد~~ سلطان عبداللہ الشیخ کو رعیت کی گہائی اور قلعہ کا قریب
 خیال ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ خونریزی کے خیمے کی کوشش کرتا تھا۔ جب وہ فاس میں داخل
 ہوا تو سوقت تک وہ اور اس کے ساتھی خوب لڑا اور وضع قطع میں بارہا بدوی ٹھہرا
 اگر انہیں تہذیب و تمدن اور شہرین کے آداب سیکھنے کا شوق پیدا ہوا اس اس
 میں اونکو ایک مرد اور ایک عورت سے بڑی مدد ملی۔ مرد کا نام قاسم رہا جو تھا۔ وہ
 تصویریں بنا کر سلطان کو بادشاہوں کے جلوہ سات کے قورہ دکھاتا۔ اور لوٹکر بیٹے
 پیرے اور دربار و مجالس کے آداب قراعد بتاتا رہا۔ عورت کا نام بنت خرا تھا۔ اس نے
 اوسکو سکھایا کہ محل میں بادشاہوں کا طریق عمل کیا ہوتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں۔ اور
 بیگمات سے کس طرح بڑا کرتے ہیں۔ اس سے ملنے کی سے بنی سعد کی عزت با شہدوں کی

نگاہوں میں بہت بڑھ گئی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ شکیبہ حکو شہری بڑی حقارت کی خاطر سے دیکھتے ہیں سلطان محمد نے اکاویس کے قتلے کے علاوہ جبرقوتی سے اکاویس تک پھیلنا دیکھ کر ناگوار ہوئی اور وادی سمیرا پر علی عثمان نے قبضہ کر لیا ہے۔

نیا جیکس جو ملک سلطان جبروہ شیرجہ کو مین اوسکی اراضیات پر انہیں شریعت خراج لینے معاملہ مقرر کر دیا حکم دیتی ہے۔ اور جو کھساحست حاصل ہو جائے وہ ان عشرہ ملک کر دیا۔ مراکو کی نسبت علماء میں اختلاف رہا ہے۔ مگر آیا بنہ تلوار سے فتح ہوا۔ اگر ملک سے تمام یہ کل مانتے ہیں کہ سب سے اولیٰ عبدالمومن پر علی سلطان مغرب میں خراج مقرر ہو گیا۔ اور اس کے بعد خاندان بنی مرین اور بنو سعد نے اس طرح ملک کو ملک کر کے البیڑی کے قول کے مطابق محمد الشیخ نے خراج کی شکل اور نقصان نہ بدلی بلکہ امیر مغرب شیخ سید کو کسی کو اس سے سستی نہ رہنے دیا۔ سنے کہ اولیاء مرادوں کو بھی اوسے بخش کر دیا اس خراج کی مقدار ایک چوبیس کے لیے آدمیوں کی اوسط تعداد مقرر کر کے فی چوبیس ایک صحر جو بیت المقدس اور ہر شہر اور ہر ایک ایک صاع گی۔ اور ایک دوسرے مقرر کی گئی۔ لیکن اگر کسی جو لیے یعنی کتبہ میں کتبہ اور مسجد کے برابر آدمی ہوں تو یہ مقدار $\times \times \times \times \times$ اوسے نسبت سے بڑھا کر جاتی تھی۔ یہ ٹھیکس نظر کرنا اور محلوں کے جوہر یوں کے ذریعہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس کی شکایت سے لوگ ایسے ٹنگ آگئے کہ عوام الناس خراج کی جگہ نانہ (دھبہ) رکھ دیا۔ محمد اوس کے بیٹے غالب اور بھائی قسیم کے عہد میں خراج ایسی ضمنی صورت میں رہا مخصوص ہے اوسے نقدی کی شکل میں بدل دیا اور بازار کے بھاؤ کے مطابق اون چیزوں کی قیمت نقدی میں وصول کر دیا حکم دیا۔ پھر رفتہ رفتہ اوس کی مقدار اس قدر بڑھائی جاتی رہی کہ وہ رعایا کی برکت و شہت کی حد سے بڑھ گیا اور ظالموں کو اس سخت گیری کا خمیازہ ادا ہونا پڑا۔

سلطان علی بن محمد الشیخ کو اکو بائیس عثمانیہ ترکوں کا قبضہ جیسا ناگوار تھا۔ اوسکا اور عثمانی کامراسکے آکر ہو چکا ہے۔ فاس پر دوبارہ تصرف ہو کر وہ پھر شکی کی لینے لگا۔ اس نے یہ بارہ علامہ لیا۔ پھر کیا کہ وہ ترکوں کو صرف اپنے ہمایہ عائد کر دے تھیں۔ بلکہ مسرت بھی نکال دینے کے لیے فرج بھی کر دیا۔ اور اوسے باؤٹا کا کوہ کی طاقت

میں عثمانی سلطان کا نام شریک کرے۔ تو ملتیں سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور خوب کوفہ اور گرجا۔ پھر قاعد کو اپنے سامنے طلب کیا اس گستاخی کا جواب طلب کیا۔ سفر نے جان بچانا فرض سمجھا۔ اور عاجزی سے جواب دیا کہ میں اس کے لیے کوئی جواب نہیں رکھتا۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں مصر جا کر سلطان جہازات کو اس کا جواب بھیجے کہ پھر لکھوں۔ محمد نے اسے واپسی کی اجازت دیدی۔ قاعد جان بچا کر بہاگا۔ اور جب تک ترکی علاقہ میں پہنچا۔

کیا یہ بھیچے پھر کر بھی دیکھا۔ محمد شیخ کا قتل [اجرا کرے وہ جہاز پر سوار ہو کر قسطنطنیہ پہنچا۔ اور کل کیفیت عند ظہر کو کون کا تہہ سے] کو جاسٹانی۔ وزیر نے سلطان کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ جس نے اسے ہی مرا کو یہ فوج بھیجی کرنے کے لئے فوج اور جہاز کئے جانے کا حکم صادر کر دیا۔ مگر جب یہ معاملہ جب دستور دیوان مجلس شہنشاہی میں پیش ہوا۔ تو سب نے غصہ کیا اس خیال سے کہ فوج کشی کی صورت میں ملک اسلامی ملک جس کے باشندے سنت جماعت ہیں۔ ویران ہوگا۔ اور ایک شخص کی گستاخی وجہ ادبی کی سزا میں لاکھوں مسلمانوں کو برباد کرنا زبان میں نہ کہ بخیر کو ناپسند کیا۔ اور یہ صلاح نکالی کہ صرف بے ادبی کر نیوے کو نواز دجائے۔ درہ بھی اس طرح کر لکبیرا اس کا کچھ آخر نہ پڑے۔ اس کے لیے اونہو نے یہ اندیشہ سوچی کہ بارہ ہوشیار و ذکی آدمی مصارف راہ وغیرہ کیلئے بارہ ہزار دینار دیکر مغرب کو بھیج جائیں۔ سوہ صالح باک کو جامین اور اسے مال منصب کے وعدہ سے اپنے ساتھ ملائیں۔ اور پھر اس کی مدد سے قابو پا کر محمد شیخ کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ لائیں۔ اب صرف سلطانی منظوری باقی رہی تھی جس کو اپنے سابقہ حکم واسطے لینے پر رضا مند بنانا آسان کام نہ تھا۔ مگر وزیر نے آج سلطان کو بھی متفق کر لیا۔ اور بارہ نہایت غیاثر آدمی اس کام پر روانہ کر دیئے گئے۔ امیر ایہو پچکر انہوں نے اونٹ چمڑا اور سامان تجارت خرید لیا۔ اور خود اگر دن کے چوبیس میں مرادش

دبقہ حاشہ صفحہ ۱۰۳ یعنی اس طرح اشارہ کر دیا کہ عثمانی بادشاہ کو اپنے سے ادنیٰ اور کم تر سمجھتا ہے کیونکہ انسانی آداب و مہرم کے مطابق خلعت اعلیٰ کی طرف سے ادنیٰ کو عطا ہوتا ہے۔ سلیمان کے لیے اوس نے سلطان محمدانہ کا لقب اختراع کیا تھا۔

ہوئے حال بلاتامل اور کئے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور مجھاضیح کے سامنے جا کر غلام کر کیا۔ کہ شخص
 ترکہ کی گورنر کے جبر و ظلم سے بہانہ کر آپ کی پناہ میں آئے ہیں۔ اور جان و مال آپ کے
 سر پر تصدیق کر دیتے کو تیار ہیں۔ یہ لشکر محمد نے اونکو اپنے سامنے طلب کیا۔ اور اونکی
 مشین شکل و شباهت اور غریب و مضبوط جسموں کو دیکھ کر اوسکا انیس لپہ را اقامت دے دیا۔
 رشتہ رفتہ وہ اپنے منظور نظر اور مقرب ہوئے کہ ٹپے ٹپے آہم کاموں پر انہی کو مامور
 کر کے صوبوں کے گورنروں اور مشائخ کی طرف پہنچتا۔ جنگو اونکی پوری پوری خاطر و قیام
 کرنے کا تائید کی تم بہا جب کچھ عرصہ سطر کے گزر گیا۔ آخر ایک دفعہ محمد الفتح نے کوہ
 طلس کی طرف کوچ کیا۔ راستہ میں ترکوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے رات کی وقت
 اوس کے خیمہ میں گھسکر تلوار سے اوسکا سر کاٹ لیا۔ اور اوسے بیکرا سی وقت تیز
 رفتار گوروں پر سوار ہو کر ترک کی علاقہ کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک دو
 جگہ ایک مغربی قبیلہ سے انکا مقابلہ ہوا۔ جس میں چند مارے گئے۔ مگر باقی سر کو بیکر
 ترقی علاقہ میں پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ سلطان کے خیمہ میں مارکش کا مفتی
 ابوالحسن اور سلطان کا نائب ابوالعمران بھی اسی وقت قتل کئے گئے۔ قتل کا واقعہ
 سار و دانت کے قریب گذرا۔ جہاں سلطان مراد کے ترک کی لشکر کا کچھ حصہ مقیم تھا۔
 جب لوگوں میں قتل کی خبر عام ہوئی تو یہ ترک بخیر انتقام شہر کے دروازوں
 کو بند کر کے لوہائی کے لیے تیار ہو بیٹھے۔ محمد کا بیٹا غالب سخت پریشانیت سے
 اول فاس سے اس شہر پر حملہ آور ہوا۔ مگر اس کے سارے لشکر کی مٹھی بھر ترکوں
 کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ شہر فتح نہ ہو سکا۔ آخر غالب نے یہ حیل کیا کہ ترکوں کو
 دھوکہ دینے کے لیے کل ترک لیکر شہر سے رجعت ہو گیا۔ ترک دھوکہ میں آکر
 وہ سمجھ کر غالب سے پیچ واپس چلا گیا ہے۔ حالانکہ وہ اصل وہ ایک دو منزلی جا کر
 ٹھہر گیا تھا۔ اور چاروں طرف جاسوس بھیج دیا تھا۔ جب ترک باہر نکلیں تو خبر
 پہنچا کہ ترک جانے لگے کہ وہ ہتھیار سارے ملک کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مجاہد
 کے اونٹنوں کو غنیمت سمجھ کر الجھڑیاؤں تکل جانے کے عزم سے وہ بھی فوراً شہر سے روانہ
 ہو گئے۔ مگر پہلی منزل پر طرکی کھتی کہ صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ سارا مارکش کی لشکر اوسکا
 احاطہ کئے ہوئے ہے۔ شہر بہت دھڑک رہا تھا۔ اور وہاں واپس ہٹنا محال ہو گیا

تہلہ تاہم اونکی سپاہیانہ محنت یہ کبھی گوارا نہ کر سکتی تھی۔ مگر دشمن اوکو زندہ پکڑ لے۔ پاس ہی ایک پہاڑی تھی جہٹ اوسکی پناہ میں چلے گئے۔ اور غنیم کے قریب پہنچنے سے پہلے مٹی اور پتھر کے مدد سے بنائے۔ اور ایسے سر باختم ہو کر لڑے کہ جب تک کل فنا نہ ہوئے۔ لڑائی جاری رہی۔ مراکشئی ایک کو زندہ نہ پکڑ سکے۔ اور نہ کون کی نسبت اولکا وہ چند زیادہ نقصان ہوا۔ مراکشئی لشکر میں بارہ سو صرف قتل ہوئے۔ زخمی علیحدہ رہے۔

ادھر تھیہ السیف قاتل بریکر الجزائر کے دارمہ قسطنطنیہ پہنچ گئے اور صدر عظمیٰ کی معرفت سرکوبار کا سلطان میں پیش کیا۔ جس کے حکم سے اوسے ایک مہی پتھر میں رکھ کر قلعہ سلطانی کے پہاڑ پر لٹکا دیا گیا۔ جہاں وہ برسوں سبطر نکستار ہا سلیم بن سیدمان کے عہد میں محمد الشیخ کے دو بیٹے عبدالملک المتعصم وراحمہ المنصو اپنے بیٹے کے برخلاف بابائی سے مدد مانگنے کی التجا لیکر قسطنطنیہ آئے۔ اسوقت انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی التماس کی اونکے باپ کے سر کو زیادہ ہی حرمت نہ کیا جائے۔ سلطان سلیم ثانی نے اس درخواست کو مان لیا۔ اور سر اتر واکر دفن کر دیا گیا۔

شیخ کا دہڑ مراکش لیا کر جامع منصور کے سامنے دفن کیا گیا۔ اس کی قبر اب تک زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ اس کے سنگی تعویذ پر یہ ابیات تحریر ہیں۔

وطلعت لحدہ منہا عما مات	حے فریجا تعدد رحمت
ہبت من التخلدی منہا بنی مات	وتستقرن بفتح السعدینش فعد
من اجلها السبعة الارضین ظلمات	بحرہ کورت شمس الہدی کست
واہ تہمت سہبافہا المنیات	یا مہجۃ غالہا غول الردی قنصا
وارتج من بعدک السبع السموات	وقت لسو تک اکلوا و اعلی صعدوا
من الملائک السحان و اصوات	وشیعت نضال الخی الی عدن
تدور نہا علی الدہر کلکسات	یا رحمۃ اللہ عالمیہ صلفان رہنما
واللہ الام الہدی المہدی جنات	قفی فاق فی التاریخ مذ

شیخ محمد اذ الحج ۱۰۹۰ ہجری دھرمہ صلیہ کو قتل ہوا۔ وہ عفاف و صیات میں بکثرت اور صغریٰ میں ہی علم و فضل کے لیے شہر آفاق ہو گیا تھا۔ وہ تو ہی الحکم علیہ السلام اور

عبدالرحمن بن خلف اور مذاق شعرو سخن میں بھی خاص پایہ رکھتا تھا۔ ان کریم اور سالم مجمع بنی
کے علاوہ دیوان مثنوی اور کئی ایک دیوان اوستہ ازرباید تھے۔ اور عظم نفس میں نظیر حسین کہتا
تھا۔ اور سکاقتو نہ تھا کہ گو عوام اور رعایا کے بیٹے یہ مناسب نہ ہو۔ بادشاہوں کے لئے طویل
نامل ہونا ایک ضروری وصف ہے۔ اور شال میں تلسان اور سبکی منقحات کو پیش
کر کے کہا کرتا تھا کہ اگر میں یعنی امیدیں رکھنے والا نہ ہوتا تو یہ مقام فتح نہ کر سکتا۔ اوسکے
دو بیٹے الحارث ابو عبد اللہ محمد جبرئیل سپاہی تھا۔ اور ابو عبد اللہ جبرائیل مدبر اور
باپ کا وزیر تھا۔ اس کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ فین اس کے بعد حکمران ہوئے۔
سلطان کے قتل میں اس نے قہر سے دن ہر اکش کے گور کرنے اس خوف سے نہ کہہ سکا۔
باشندگان شہر کے ہاتھ پر بیعت نہ کر لیں۔ مقتدی سلطان ابو العباس المار ج اور اس
کی تمام اولاد کو زکوٰۃ و شرف معجز و کبیر کی کہ سنل کر دیا۔ اور لاشوں کو باہر پھینکوا دیا۔
رعایا میں سے کسی کو اذان کے دفن کرنے کی جرات نہ پڑتی۔ آخر کچھ دن بعد شیخ ابو محمد
قسطی نے جو سہوت کے مشہور وادی تھے۔ اور اذکی قبر شیخ جزدلی کے مزار کے شعل
سے۔ لاشوں کو اٹھوا کر دفن کر دیا۔
ساعان ابو محمد اسطرمیکس نے اس بادشاہ کے عہد کی تاریخ کو چند سطرون میں ختم
عبدالغالب اللہ کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ محال شیخ نے قرار دیا تھا۔ کہ وارث تخت
ہمیشہ وہ ہوگا۔ جو خاندان میں سب بڑا ہو۔ زبانی تو اس دستور کو سب مانتے رہے
مگر عمل کسی نے نہ کیا۔ عبداللہ اپنے بارہ بھائیوں سے دس کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا
تاہم اس کا عہد حکومت با امن اور طریق حکمرانی عقلمندانہ ثابت ہوا۔ اس کے عہد
کے بڑے واقعات یہ ہیں۔ ۵۵۰ھ میں تمام ملک میں خردناک دیا۔ پہلی ۵۵۳ھ
میں مزارغان کا کام محاصرہ کیا گیا۔ ۵۵۴ھ میں جاس شرفاؤ اور علی بن یوسف کی مسجد
کے ساتھ جو مدرسہ مزارش میں تھا۔ اسے تعمیر کرایا۔ ۵۵۴ھ میں عیسیٰ غلاموں نے
رنگ لگا کر جامع المنصور کا گنبد اڑا دیا۔ اور کا منشور نماز جمعہ کے وقت تمام عبادت
کو فنا کرنے کا تھا۔

اس اختصار کے مقابل مولانا احمد نے بہت شرح و کبط سے کام لیا ہے
بیچ اپنے ناظرین کی تریب آگاہی کے لئے اس تفصیل کا خلاصہ بھی پیش کر دینا ضروری

کچھ تھا ہوں۔

نہایت کہ ابن النعمانی کا بیان ہے کہ غالب بائیس زبانی کی طرح کو بالائے طاق رکھا۔
 اگر اسی زمانہ کو جو اس کا باپ چھوڑ گیا تھا مقبوضہ و تنگم نانا زیادہ مناسب سمجھا۔
 ترکون کے ساتھ تھانوات اور یہی بکرہ چک تھے۔ علاوہ ہجری کے جادی الاول میں بنو ہاشم
 ہاشم باربر و مادر مخ ویش کے فرزند حسن یا شامہ جو باپ کے بعد السجریہ کا گورنر
 ہوا تھا ملوک ویر فوعلینی کی فریقین میں صوبہ فاس کی وادی البس کے قریب مقام
 ہوا۔ حسن کو شکست ملی مادر و بہادر دن میں بہتا ہوا یا دلس کو واپس لوٹ گیا۔
 غالب فتح یا کر فاس کو گیا۔ مگر وہاں سے وچر سے شہر میں داخل نہ ہوا۔ اور شہر سے لٹکر
 ہوئے اپنے بہائی عثمان کے قتل کا حکم دینا گیا۔ جس کی فوراً تعمیل کر دی گئی۔

نہایت کہ جو حرم مدینہ کے یمنی رادی ہے کہ سلطان غالب بائیس نے شہر ہجری
 و شفا خانہ اور کیمیا خانہ میں واکش کے بعد مواہین میں جامع الاشراف تعمیر کرائی
 جو بہ وقت تک پوری نشان و شوکت کے ساتھ کھڑی ہے۔ اور اس کے متصل
 ایک وسیع حرم بنایا کہ آج تک پانی کے ساتھ دار و مدار اسی پر ہے۔ علاوہ
 برین ایک وسیع اور عالی شان شفا خانہ قائم کر کے بڑے بڑے املاک اس کے
 مضائقہ کے لیے وقف کر دیے۔ اس شفا خانہ سے بائیس دن کو جو نفع پہنچا
 اس کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ مولانا احمد اس پر ایذا کرتے ہیں کہ یہ شہر
 کے محلہ طالعہ بن جیل خانے قریب ہے۔ اور آج کل اس سے عورات قیدیوں
 کے جیل خانہ کا کام کیا جاتا ہے۔ جامع ابن یوسف استونی کے متصل جو عالی شان
 مدرسہ ہے اس کی نسبت اکثر کا خیال ہے کہ اس کا بنانا ابو الغالب ہی تھا۔
 یہ بالکل غلط ہے۔ اسے جیسا کہ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے
 سلطان ابو الحسن مرغی نے تعمیر کیا تھا۔ البتہ غالب نے اسے بہت کچھ بڑھا
 دیا۔ اور اس کی ایسی ترمیم کی جو خراج لاگت میں نئی عمارت سے بھی بڑھ گئی
 اور اسی بے اندازہ لاگت کو دیکھ کر عوام بہن مشہور ہو گیا۔ کہ سلطان کیمیا
 جانتا ہے۔ جو اس نے اپنے استاد شیخ ابو لعل اس احمد بن موسیٰ سلمانی سے
 سیکھ تھی۔ اگر اسے یہ علم نہ حاصل ہوتا ہرگز اس عالی شان عمارت کی تکمیل

نہ کہ سسٹنہ۔ پیزن نے اس عام قیاس کو کھنڈنا تھا کہ کیمیا کے عام شہم مفہوم پر عالمانہ بحث کی ہے۔ وہ اس روایت یا عام خیال کی کئی وجوہات سے نزدیک کرتا ہے۔ ایک یہ کہ خود شیخ موصوف سے یہ منسوب ہے کہ اسے کیمیا کے وجود ہی سے انکار تھا۔ آدوہ اسے فتنہ و فساد اور بربادی و انلاسن کے عظیم اسباب میں سے ایک عظیم سبب بتایا کرتا تھا۔ دوم اس بناء پر کہ تمام اہل بصیرت تین وجوہات سے لوگوں کو ہمیشہ کیمیا کی ہوس میں دام اور اس کے مشغلہ سے ڈرانے اور پر حذر رہنے کی نصیحت کرتے رہے ہیں۔ سب سے اول وہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ منخیلات و فانیات (بین سے ہے۔ امن سنا کی ہی رائے ہے۔ اور عقلی و علمی دلائل کے علاوہ ایسے دعویٰ کی تائید بین لائیدیل لخلق اللہ کی آیت ربانی سے ہی استدلال کیا ہے۔ وہ کہتا ہے جس طرح بندہ کو انسان اور بہیڑیے کو ہرن بنانا مخلوق کی قدرت میں نہیں۔ اسی طرح رنگ کو جانے اور تانبے کو سونا بنانا اس کی استطاعت سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ دغیانہ کی رقص سے ہے۔ اور قلب حقا بنی محال ہے۔

اس کے متعلق دو شخصوں کا ایک مناظرہ بھی درج کرنا دلچسپی بلکہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ شامت اعمال سے اینٹیا میون میں ابھی تک مہو سبون کا وجود معدوم نہیں ہوا۔ اور فقط ہندوستان میں ہی اب بھی ہر سال ہزاروں بو قوف کیمیا کے دہو کہ میں لٹتے یا اپنے ماتھے سے اپنی دولت اور وقت کو لٹاتے اور خاکشہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ مناظرہ کیمیا کے معتقد و مخالف میں ہوا۔ معتقد نے کہا کیا تم رنگ سازی کے متعلق اپنے مشاہدہ سے انکار کر سکتے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ چند مصالحوں سے سرخ زرد اور سفید سیاہ ہو جاتا ہے۔ مخالف نے کہا اس سے مجھے انکار نہیں۔ کیونکہ رنگ سازی سے مل نہیں بدلتا۔ صرف رنگ بدلتا ہے یہ نہیں کہ سفید اور لکے پڑے گور گمریزی سرخ یا سبز روشنی یا سوتی عبا بنا دے۔ و قانون کے متعلق یہی رنگ کی صنعت سے مجھے انکار نہیں۔ تا نبابض ترکیبوں سے سفید ہو جاتا ہے۔ مگر وہ اس تبدیلی رنگ سے اپنی حقیقت کو نہیں چھوڑ دیتا۔ تا نبابھی رہتا ہے۔ اور لوگ اسے سفید تا نبابھتے ہیں۔ جب طرح رنگ ادنیٰ پگڑے سے ادنیٰ

کپڑے کا نام نہیں چسپین لیتا۔

مولانا احمد کہتے ہیں دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم دلیل کی خاطر مان لیتے ہیں۔
 کہ اوس کا وجود ممکن ہے۔ لیکن یہ پھر بھی کہیں گے کہ غار کا اس کا وجود ممکن
 ہے۔ مولانا ابوالفرج ابن الجوزی رحمۃ اللہ نے کیا خوب کہا ہے کہ تین چیزیں ایسی
 ہیں جن کی غالباً موجود ہونے پر اکثر کا اتفاق ہے۔ اور انکی عدم رویت
 پر اہل المشارق والمغرب کلہم منفن ہیں۔ اور وہ تین چیزیں کیمیا۔ عقلا۔ غول ہیں
 جن کی نسبت کل روایتیں سماعی یا رقم حکایات و فسانہ ہیں۔ یا کسی مثنیٰ و غافل
 نے آفتک نہیں کہا کہ میں نے خود ان میں سے کسی کو دیکھا ہے۔ تبصر ہی دلیل یہ
 ہے کہ اگر اوس کا وجود خارج بین ہوتا تو اوس کا حصول اور کیمیا کے ذریعہ بنا کر
 ہونے سونے چاندی کی خرید و فروخت حرام ہوگی۔ شیخ ابوالاسحاق نوئلی رحمۃ اللہ
 سے پوچھا گیا کہ اگر ایسا سونا خالص ہو تو کیا وہ علال ہوگا۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر
 کوئی شخص تانبے یا کسی اور ادنیٰ دھات کو چند کیسوں سے خالص سونا بنا لے اور
 اور بیچے جائے۔ لیکن خریداری کے خواہش مند سے یہ رکھے کہ وہ پہلے تانبہ بنا
 اور میں نے اسے اوسے خاص تدابیر اور ترکیبوں سے خالص سونا لیا ہے تو اس میں
 کوئی شک نہیں کہ وہ دھوکہ دینے والا ہوگا۔ اور اگر یہ امر بتا دے تو صاف ہمارے
 کہ اس سونے کو کوئی ایک فلوس کو ہی نہیں خریدے گا۔ اور جواب دہا کہ اگر تو غافل
 ترکیبوں سے اسے سونا بنا سکا ہے۔ تو اسی طرح کوئی اور اسی قیمت کی دیگر تدابیر
 سے اسے پھر اپنی حالت پر لوٹا دینگا اور یہی صورت میں اس شخص پر ضرر کا نکتہ
 کا یہ قول صادق آئے گا۔ کہ ”من غشنا فلیس متا“ جو ہمیں دہو کہ دے وہ ہم میں
 سے نہیں ہے۔ پس اس صنعت کو حرام سمجھنا چاہیے۔ مولانا احمد کہتے ہیں کیمیا کی شاز
 میں کسی نے یہ شعر بالکل صحیح کہا ہے

فقلت لاصحابی ہی الشمس ضوئاً

قرب دکن فی سنا و لہا بحر

ترجمہ میں نے اپنے احباب کو کہا وہ شوز ہے۔ اور مکی روشن ہم سے قریب
 ہے۔ لیکن اس تنگ پہنچا بہت بعید ہے۔ تنا ہم یہ شک اچھے اچھے لوگوں کے دلوں

بھی کچھ عرصہ اپنی تنگی سے جمارا کراہی وہم سے کہ یہ کل تعمیرات کیمیا کے سونے سے بنا گئی ہیں۔ اکثر سادہ لوح تنقی مدت تک جانے اشراف میں نماز پڑھتے سے مختار رہے روایت ہے کہ اس موقع پر پہلے یہودیوں کا قبرستان تھا۔

فتح شفقناون کا کو بنور اشد سے جو صاحب علم و ادب جہاد شرفا رستے۔ بلا غما رہا اور ہبط میں تعمیر کیا۔ اس کے بانی امیرالوا الحسن علی بن موسیٰ بن راشد کے بعد اس کی اولاد واپس رہا۔ یہاں رہتی رہی۔ وہ مراٹھوں کے فرمانروا دیوان سے کبھی برسرِ جنگ اور * * * * * کبھی برسرِ صلح رہی۔ غالب باللہ نے اپنے بھتیجے عبداللہ بن عبداللہ کو جو ادسکا وزیر تھا۔ اس کی تنجیر پر مامور کیا۔ اس وقت امیرالوا الحسن کا بیٹا عبداللہ اوپر حکمران تھا۔ اس نے دل توڑ کر مقابلہ کیا۔ مگر جب دیکھا کہ شہر کے فتح ہو چکا ہے۔ بین اب کوئی شک نہیں رہ گیا تو ماہ صفر ۱۰۹۳ ہجری کے دوسرے جمعہ کی رات کو شہر سے نکل کر مدعیال و اطفال متصد یہاں کو چلی گیا۔ اور وہاں سے بندر تشر جا کر جہانہ پر روار ہو گیا۔ اور حجاز پہونچکر مدینہ منورہ کی رہائش اختیار کر لی اور اس نامذبح سے بنی سعد کا اس شہر پر فتنہ ہو گیا۔

یہ کچھ کا محاصرہ کہ اسی سال غالب نے ایک اور لشکر شہر برنجی کی فتح پر مامور کیا۔ یہ شہر جسے آجکل جدیدہ کہتے ہیں۔ عرصہ سے برنگالیوں کے تصرف میں تھا۔ اس ہم پر اس نے اپنے بڑے بیٹے محمد المعروف بمبلو ح کو جو سونف میں برس کا تھا۔ مامور کر کے کسپاہ کی کان اپنے ایک مشہور حیل باز یہ سد الرحمن عمرانی کے سپرد کی جو فن سپاہیگری کے ساتھ ہی شعر و سخن اور علم فضل میں بڑے پائید کا آدمی تھا شہر کا ۶۴ دن محاصرہ رہا۔ اور آخری دنوں میں کچھ مورچے فتح بھی ہو گئے۔ لیکن بقول ایک مورخ کے شہر فتح نہ ہو سکا۔ اور مجاہد پیچھے ہٹ گئے۔ اور مصطفیٰ نرسبت مورچوں کی فتح کے بعد شہر برنجید کن حملہ ہو گیا۔ اس وقت جس میں شہر کے فتح ہو جانیکا غالب یقین تھا۔ اور عیال کی جہاز و پیرسوار ہو کر بھاگ جانے کے لئے شہر سے نکلنے کا تہیہ کر رہے تھے۔ جو غالب کا حکم آگیا کہ فوج واپس آجائے۔ بہرہ قصہ آرموز کے قریب واقع ہے۔ برنگالی مورخ لوہر مار یہ نے اس محاصرہ کے روزانہ حالات بڑی شرح و بسط سے کہے ہیں

اوسکا بیاباں سے کہ نیرنگانی گورنر کو اسلامی حملہ کی خبر کچھ عرصہ پہلے لگئی تھی۔ جس پر اس نے خود دیکھنے کے مسئلہ ان گورنر سے دو ہزار تلواریں خرید کر لین اور محاصرہ کی مفاہمت کے نیچے ہر طرح کا سامان حرب درسدکا فی جمع کر لیا۔ اسلامی لشکر میں بقول اوس کے تیس ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیدل بند و فوجی تھے۔ اس میں بڑے اس فوج کے علاوہ بیس توپیں دس چھوٹی اور دس بڑی، بھی تھیں۔ یہ سب سے بڑی توپ کا میونہ نام تھا۔ بڑا چھنڈ اسفید رنگ کا ہی اسی لشکر کے ساتھ تھا۔ ان کے توپوں کے علاوہ دیگر قسم کے جلائے والے مصالحوں سے نہایت فائزیت اور ہوشیاری سے کام لیا۔ اور انہی شجاعت و عت لیاقت سے تفصیل شہر کے قریب عیسائیوں کے چند مورچے بھی فتح ہو گئے۔ لیکن شہر کی چار دیواری ایسی مضبوط اور بڑھتی کہ توپوں کے گولے اور مجاہدین کی شجاعت و سرفروشی و سپر غالب نہ آسکی۔ عیسائیوں نے محاصرہ کو نقصان پہنچانے کے لیے سرنگوں سے کام کیا۔ ایک سرنگ میں نویسے بارود کے رکھے گئے۔ جن میں سے سات پھٹے اور ان سے محصورین اور محاصرین دونوں کے ہشتار آدمی ضائع ہوئے دوسری سرنگ چار دیواری کے قریب سنائی گئی۔ اور اس میں ۱۹ پیسے کو گئے۔ اور ان کے پھٹنے سے سبکدوش و ن مسلمان غازی جام شہادت نوش کر گئے۔ اسلامی سپاہ کی اسلامی لشکر کو قلعہ کو فتح نہ کر سکا لیکن عیسائی شجاعت و قادر اندازی لیاقت کے علاوہ مسلمان سپاہیوں کی قادر اندازی اور مہارت اسدیاں لشکر کے بھی پورے پورے قائل ہو گئے جس طرح شہر کو بحارہ پلینو نامین عثمان پاشا غازی کے ترکی قادر اندازوں نے ایک رسی موچہ کی حالت بنا رکھی تھی۔ وہی کیفیت برسچہ کی ہو رہی تھی۔ کسی عیسائی کے جسم کا ایک پنجہ ہی تفصیل کی بناہ سہر غیر محفوظ ہو ا۔ اور جھٹ محاصرہ قادر انداز نے اوسے لٹا نہ بنا کر خواب عدم میں سلا دیا۔ ایک اعلیٰ پونجیز جرنل لڑن سے لڑائی و کینہ آیا۔ وہ جہاز سے آخر کر سیدھا فوجیل شہر کو گیا۔ مسلمان محصورین کو دیکھنے کے لئے اوس نے فوجیل سے سر آونچا کیا ہی تھا کہ محاصرہ لکھن قضا کی طرح آہوئی اس لئے اوسکا بھیچ پاس پاش ہو گیا۔ اور وہیں

۲ تاریخ مسلمان مرآۃ شہر کی دستگیری نشان تھا۔ جسے بہادر دشمن یار کا حاکم تھا۔

چلت ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر پھر نشانہ دنا و رہی کسی عیسائی نے قبیل سے سرا و بچا
 کیا۔ اس عیسائی مورخ کا بیان ہے کہ محاصرہ سینٹنگ آو عیسائیوں نے مشلا انوں
 کا ارادہ سلوم کر نیکی کوشش کی تاکہ اگر وہ فتح کا عزم اسیرم رکھتے ہوں۔ تو
 پھر شہر خالی کر کے بھاگ جائیں۔ او نہوں نے سمندر کے رستہ ایک چھپرے ٹیسی جہاز
 پہنچی کہ شہر سے دور فاصلہ پر جا کر کسی مسلمان کو کپڑا لائیں کوشش کریں۔ جماعت
 مذکور جب جنگی پرا تری تو اس سے صحت اتفاق سے ایک تباہ مسلمان سوار مل گیا
 گھوڑے کو ہلاک کر کے اس سے جہاز پر لے گئے۔ اور پھر اپنے گورنر کے سامنے حاضر
 کیا۔ مسلمان نے جان کے خوف سے بتا دیا۔ کہ اگر شہر پر ہمارے کھنڈن نہ ہو
 تو مسلمان محاصرہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور عیسائیوں
 نے اس مجلس پر بڑی دہوم دہام سے خوشیاں منائیں۔ اور شکرانہ کی نماز پڑھ
 اپنے گرجوں میں ادا کیں۔

بازارت کے کھانکے ناظرین کو زمانہ قدیم کے اس پرانے دستور کے آداب و
 آداب و قواعد شریط سے آگاہی ہو جائے۔ اس موقع پر اس زمانہ کا ایک واقعہ
 بالاختصار درج کر دینا چاہیے۔ متذکرہ صدر محاصرہ سے کچھ دن بعد ایسا
 اتفاق ہوا کہ آرمور کا ایک باشندہ ایک جلیلہ عورت پر عاشق ہو گیا۔ مگر چونکہ
 وہ گولگانہ عورت اوس کی درخواست نکاح کو بڑی نفرت سے رد کرتی تھی۔ آخر
 ایک دفعہ اوس نے کہا۔ بھیا کہ اگر محمد بن ایک نقس ہے تو ایسے ہی اوس کی تلافی
 کرنیوالی کی خوبان بھی ہیں۔ از انجملہ ایک شجاع مند ہے اگر تو کہے تو میں عیسائیوں
 کے شمارہ تو بن سہلوان کا سرکات کہ چھپرے کو لا دیتا ہوں۔ یہ پیغام اڑ کر گیا اور عورت
 نے مان لیا کہ اگر وہ میرے آیا تو اوس سے نکاح کر لیگی۔ یہ شخص اپنے شہر کے گورنر
 کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس کی معرفت بربریک کے عیسائی گورنر کو اپنے سب سے
 بہادر آدمی کو مبارزت کے لئے بھیجے کی دعوت دی۔ آخر ایک روز منظر ہوا۔ بہادر
 کے متصل و نعل قابلم سیا گند اور فریفتن کے لشکر اور غلام لوگ ہزاروں تکی تعداد میں۔
 نمائندہ دیکھتے کو جمع ہو گئے اس وقت ہر ایک فریق سے دو دو منصف (عدل) مقرر کئے
 گئے۔ مسلمان منصفوں نے عیسائی سپاہوں کی تلاشی کی۔ اور تلوار و نیزہ کے سوا کسی

کے پاس کچھ نہ دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ سے یکساں تیزی و جیجی کے ساتھ دائرہ کر سکتا تھا۔ عہد لیاٹکی کے عرصہ میں ہاتھ کو شمال میں لاٹیکا۔ اکھاڑہ کی حد مرکز سے پچاس پچاس باشت چاروں طرف مقرر کی گئی۔ قاعدہ تھا اگر کوئی اکھاڑہ سے ایک انچ بھی باہر نکل جائے تو وہ منسوب سمجھا جائیگا۔ اور فریق غالب کو اختیار ہوگا۔ کہ خواہ اس سے قتل کر دے۔ اور خواہ غلام بنائے۔ مبارک اللہ نہایت تلوار اور نیزہ سے جاگیر ہوتی تھی۔ یہ دنگل آخری وقت پر ایک بیچوہ سی کھٹ سے رک گیا۔ مسلمان کے گلے میں چند تھوڑے بڑے چڑھ میں منڈے ہوئے تھے۔ عیسائی مسخوں نے انہیں اتروا دینے کا اتفاق کیا۔ مسلمان نے کہا کہ کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بدن کا کچھ بھی جھٹہ تلوار یا نیزہ کی غویب سے محفوظ رہ سکے۔ نہ میں نے انکو اس غرض سے دکھایا ہے۔ مگر چونکہ ان میں خدا کے نام پڑا ہے اس لیے انکو اتار دینے پر بھی کبھی رضامند نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے میں اس لڑائی میں مارا جاؤں۔ اور ایسے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ بے ادبی کر نیکی کبھی حرات نہیں کر سکتا۔ اس شخص نے بعد ازاں کئی سرکون بین عیسائیوں سے برخلاف نمایاں شجاعت دکھائی۔

پیری سیدی کا ایک دن سلطان نے اپنے استاد سے کہا۔ میرا دل کسی بزرگ شیخ کے مرید ہونے کو چاہتا ہے۔ کسی لائق اور سچے بزرگ کی تلاش کرو۔ مراکو بین مشایخ ہمیشہ باخدا رہے ہیں۔ اوستا دے تلاش و جستجو کے بعد شیخ احمد جزولی کو جو سلازمین تعلیم تھے۔ سب سے بہتر پایا۔ بادشاہ سے اگر اس کی تعریف کی اور بڑے زور سے اوس کے ولی کامل ہونے کی تصدیق کی۔ بہرہنگر بادشاہ معہ اراکین فوراً مقام مذکور کو روانہ ہو گیا۔ شیخ احمد اس کی آمد کی خبر سن کر استقبال کو نغمے سے باہر آئے۔ اور اوسے بڑی عزت و احترام سے فروکش کر کے نفیس ترین کھجور دن اور خالص دودھ سے اوس کی ضیافت کی۔ غالب اونکا تین دن مہمان رہا۔ اور آخری دن یہ دعا کر نیکی انتاس کی کہ اس کا ملک با امن رہے۔ اور وجہ بہ تبتائی کہ بغیر امن کے نہ اوسے اپنی کیطرف سے بیٹھ کر رہ سکتی ہے۔ اور نہ ملک خرقی کر سکتا ہے۔ شیخ نے درخواست منظور کر کے با آواز بلند کہا اے رب۔ اے رب و اسے پیار و۔ اور اسے میدانوں۔ سلطان مولائی عبداللہ کی اطاعت و فرمانبرداری

کرتے رہو۔ اس منہاج الدعوات کی نہ اقل انگلی سا اور غائب گوشت السموتک پھر کسی
 ہمیب قند و شوریش سے سابقہ تھا۔ اس ملاقات سے کچھ عرصہ بعد ترکی بڑے طبع و
 سادہ کے سامنے نمودار ہوا۔ جس سے تمام ملک میں غلام شورش پھیل گئی۔ اول سلطان
 بھی گیا۔ اس کے حواسی اور درباری بہت نفلی وسیعہ۔ مگر اس کی طبیعت
 نہ بختی۔ آخر اس نے ایک قاصد کو خط دیکر اپنے مرشد کی خدمت میں روانہ کیا۔
 شیخ نے خط پڑھتے ہی نور بلند کیا۔ اسے تر کو اپنے ملک کر لوٹ جاؤ اور اے عبداللہ
 خدا تجھے اپنے ملک میں تعمیر و عاقبت دے۔ قاصد نے جسوقت واپس آکر اس کا ذکر
 کیا تو سلطان کو فوراً اطمینان ہو گیا اور تھوڑے دنوں بعد یہ خبر وصول ہو گئی کہ
 کھٹک اس تاریخ اور اسی وقت جبکہ شیخ احمد سلامی نے ہندرجہ ذیل صدر مملکت کہا۔
 ترکی بڑے مراکش ساحل سے نکل اڑھا کر روانہ ہو گیا۔ شیخ احمد ایک دفعہ اپنے مرید
 کو اپنے مراکش آئے۔ سلطان نے کمال ادب و احترام سے پیشوا کی اور باہر
 محل شاہی میں لیا کر ضیافت کا سامان کیا۔ اور عہد کیا کہ وہاں اسے کسب حلال فی ہوا کا
 لیکن جب دسترخوان بچھا تو شیخ موصوف نے اسے دعوت چھوڑنا غفہ پہنچے۔ واجب
 وہ محل سے رخصت ہوئے۔ تو سلطان نے عرض کیا حالانکہ میں نے محض پاک و
 طیب روزی و کمائی کا کہا تھا پیش کر لیا عہد کیا تھا۔ جناب نے اس کے تناول
 سے کیوں احتراز فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا بادشاہوں کا اگر طعام حلال
 ہی کہا یا جائے تو تل پائیں دن نکت مار یک رہنا ہے۔ اور اگر طعام مشکبہ کہا
 تو دل چاہیں برس ملک مردہ رہتا ہے۔ سلطان کو شیخ اور مرید غلطی سے بھی بڑی
 عقیدت تھی۔ شیخ نے اسے کچھ کر کے پتوں کی ایک چھتہ دی۔ اس نے
 ہمیشہ حوزہ جان بنا کر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ شیخ نے کو جب یہ سوال کیا
 کہ بروز جمعہ فوت ہوئے۔ تو سلطان حنا زہ میں شامل ہوئے۔ اور اپنے کاہنہ
 سے اوکلی قبر پر مٹی ڈالی۔ اسی سلطان کے عہد میں جب ایک شیخ ابی محمد عبد اللہ
 بن الحسن المخارمی کو مراکش میں بڑی طاقت حاصل ہو گئی۔ اور عباد و نظرت سے
 اکثر تہار و دن آدمی اس کے مرید ہونے لگے تو نالائقی اسے کہلا بھیجا کہ با تم میرے
 پاس سے چلے جاؤ۔ یا میں شہر تمہارے پاس چھوڑ کر خیر چلا جاتا ہوں۔ شیخ نے

جواب دیا نہیں مین ہی چلا جاتا ہوں۔ اور پھر موعا مقام تامصلوحت کو چلا گیا۔
 نصاریٰ سے معاہدہ کیا یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بنی و طاس کے زماہ مین نصاریٰ
 نے عجز مارا پس کو تعجیر کیا تھا۔ اور دہران پر سکنا۔ بھری مین قابض ہو گئے
 تھے۔ ان مقامات سے جب تک ترکون لے آکر انہیں نہ نکالا۔ انکا قبضہ
 قائم رہا۔ بعد ازاں پھر یہ مرکو کے تصرف مین آگئے۔ مگر سلطان غالب نے جب
 دیکھا کہ ترکون کی برابر اپنی نظر ہے۔ اور انکے پیڑے اسی لیے آنا تے تھے مین
 استعجالتے رہتے ہیں۔ تو اس نے بقول بعض مورخین روز کا جھگڑا اٹھانے
 کے لیے یہ شہر عیسائیوں کو دیدا۔ اور وہ ان کے مسلمانوں کو لکھل انیکا
 کوئی جہان ہی نہ رہ جائے مصنف نزہت کا بیان ہے کہ عیسائیوں نے اپنی قابض
 ہو کر اول مسلمان باشندہ دن پر جو ابھی نہیں بکے تھے سخت و خشیانہ جو رونم
 کئے۔ قدر دن کو کہہ واکر لاشوں کو جلوا دیا۔ اور بھرنی دانت مسدیس کا کوئی
 ذقیقہ فرو گذشت نہ کیا غالب کا بیٹا محمد فاس مین گورنر تھا۔ بوجہ قرب اسی
 ان مظالم کی جلد خبر ہوئی۔ چنانچہ کئی جنگوں کے بعد اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور وہ
 لیکر ایسے ہم مذہبوں کی امداد کو روانہ ہو گیا ہے۔ اور کل مسلمان باہر نکل گئے
 ہیں۔ یہ سنکر مجبوراً اسے واپس لوٹ جانا پڑا۔

مگر عقل باور ہمیں کر سکتی کہ غالب ایسے متقی و غیور بادشاہ نے ترکی
 حملہ کے محض اندیشہ ہی اندیشہ سے ڈر کر اپنا کوئی علامتہ عیسائیوں کو دیدینا گوارا
 کر لیا ہو۔ یہ کیا عقیدہ ہی ہے کہ اگر کسی طرح کے نقصان کا اندیشہ ہو۔ تو اندیشہ
 کے السند اس کے لیے اس کے نقصان کو پہلے برداشت کر لیا جائے۔ چنانچہ
 مورخ یغری کو ہی اس روایت پر چند ان اعتبار نہیں۔ اور اس کا بیان
 ہے کہ مین نے اس کا ذکر صرف گناہ اور کم رفعت و خجروں مین دیکھا ہے
 اور اس کی درستی پر مجھے مطلق اعتبار نہیں۔

ایک مرتبہ غالب نے عہد مین ایک عالم سی فقیہ ابو عبد اللہ محمد امجدی کو داغ
 سفر رفتہ سریدون کی کثرت سے بگڑ گیا۔ شرع شرع مین وہ بڑا زاہد متقی
 رہا۔ مگر لید مین معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ظاہر داری اور وہو کہ کی ٹٹی تھی۔

بالآخر آئمہ مذہب کی شان میں بے ادبی کرنا۔ اور احکام دین کی نسبت بُرے بھلے الفاظ کہنے رہنا اور اسکا مسموئی غمخوہ ہونگیا۔ یہ دیکھ کر سلطان نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ سپاہی پکڑے آئے تو اس نے مریدوں کو لٹکرا اور شہر میں ایک عظیم فتنہ برپا ہو گیا۔ لیکن آخر پکڑا گیا۔ اور اسے ہی گھر کے دروازہ پر محکمہ ریاض زیتون میں ششہ بھری کی ۱۵ ذی الحجہ کو سومی پر چڑھا دیا گیا۔

فرقہ یوسفیہ دم و دھکا کا سنہاں ہے۔ شیخ ابوالعباس احمد بن یوسف راشدی قصبہ بدعت شرقی علیہ السلام میں ایک نامور صاحب کرامات و انفعالات گذرا۔ اس کا آوازہ دور دور تک پھیل گیا۔ اور بیشمار لوگ اس کے مرید ہو گئے۔ جب اس کا عام چرچا ہو گیا تو ایک بد بالین حواری نے اپنے مرشد کو صاحب النبوة قرار دیکر یا ضیہ شیعوں کے مشابہ ایک نئی بدعت بنام یوسفیہ قائم کر دی جس میں اجلاف رافضی اور عیاش طبع نے بڑی خوشی سے شریک ہو گئے۔ بعض نے بیان ہے کہ جبکہ اس بدعت نے سر نکالا۔ شیخ راشدی اسوقت اپنی زندہ تھا۔ اور اس نے اس کے موجدوں پر لعنت بھیجی تھی۔ غالب کے عہد میں برعقبیوں کی صرت ایک یہی جماعت باقی رہ گئی تھی۔ جس نے اسکو بھی تقریباً معدوم کر دیا۔ مگر بعد ازاں یہ بدعت پھر تازہ ہو گئی چنانچہ فرقہ شرقیہ کے نام سے جو فرقہ اب تک مراکو میں چلا آتا ہے۔ وہ اسی یوسفیہ بدعت کی طیف منسوب ہے۔ خود شیخ احمد راشدی جو ششہ بھری میں فوت ہوا بڑا زاہد و متقی اور یاسد سنت و ہدایت تھا۔

وفات سلطان ابی محمد عبداللہ الغالب باللہ برور جبہ ۲۰ رمضان ۱۱۵۷ھ بمطابق ۱۷۴۵ء کو بعارضہ ضیق نفس فوت ہوا۔ اور قبرستان اشراف میں باپ کی قبر کے متصل دفن ہوا۔ اس کی قبر اب تک محفوظ و سلامت ہے۔ اور اس کی لوح پر یہ شعر لکھ ہوئے ہیں۔

فانی الی فضل الدعا و فقیر
اللی وصیتی فی البلاد شہیر
ولم یمن منی قائم و وزیر
وزادی من یظن فیہ کثیر

ایازاری سب لی الدعا و رحا
وقد کان امر المؤمنین ملکیم
فہا انا قد مرت متقی بحضرة
تزو و دمن الظن باللہ احبا

وان کان شلی عالمنا - فموبیل العفر منہ جدہ
وقد جاء ان اللہ قال لرحا - الی اقلین العبدی سینصر

۔ ایت ہے کہ متوفی کے بیٹے جب یہ شعر پڑھے تو لفظ حق سے بہت گرا
بیہ کمر حدیث نبویؐ انقدر وضع میں ریاض الجنۃ اور حفرة من حفر النار میں
حفرة اپنے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اور کہا کہ کیوں حفرة کی بجائے بلیقع یا اور
ایسا ہی لفظ استعمال نہ کیا۔ تنو فی سلطان اپنے ملک میں عقلیت اور نیک نہاد بادشاہ
ہی نہیں۔ بلکہ ولی کامل سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ عام عقولہ تھا کہ تین شخص اس وقت زمانہ
کی اکھین میں۔ اول سلطان۔ دوم شیخ الفاری۔ اور سوم شیخ ابو السلم
اس کے محاصرہ زمانہ کے دیگر اہم واقعات جو باقی دنیا میں وقوع میں آئے حسب
ذیل ہیں۔ الحجاز میں اور تونس میں باعلی کے زیر حکومت علی الترتیب واسے
اور باقی کے لقب سے موروثی حکمرانوں کا سلسلہ نہایت عرصہ میں قائم ہو گیا۔ دوسرے
برس خلیج پانٹون میں ترکی بحریہ کو یورپ کی عیسائی طاقتوں کے متفقہ بیڑوں
نے ایسی زک دی کہ گوہ وقت عین اوج شباب پر ہونے کی وجہ سے ترکی حکومت
نے اسے چندان محسوس نہ کیا۔ لیکن دراصل یورپ میں ترکوں کی ترقی اسی وقت
سے رک گئی۔ جہ وہ برس بعد انکار ایہ انیوں کے ہاتھ سے ہی سخت زک اٹھائی
پڑی۔ جس نے ایک طرح سے ایشیا کی طرف اونکی ترقی و پیش قدمی کے سلسلہ میں
رکاوٹ ڈال دی۔

مغربی یورپ میں بھی یہ زمانہ اہمیت سے خالی نہ رہا۔ انگلستان والوں
نے اپنی قابل و فزاندہ ملک ایلزبتھ کے زیر فرمان جزیرہ میں تخت نشین ہوئی
بحری طاقت پیدا کر لی شروع کر دی تھی۔ سپانیہ میں مسلمان عیسائیوں کے جوہر و ظلمت
ایسے تنگ آ گئے تھے کہ جب ملاحہ بدوشت سے گذر گید تو مشرق میں ہر قبضہ
شہر میں جہان جہان وہ آباد تھے۔ مگر انتقام بڑی تیز چکی چھوٹ نکلا۔ تین برس تک
خونریزی اور خانہ جنگی برپا رہی۔ رعایا کا ایک حقیر حصہ اور وہ بھی متہور و مضروب اور
برکس و بے پیادہ کب تک ساری براہوی اور حکومت کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ لاکھوں
قتل ہوئے۔ اور باقی بڑی بے پروی کے ساتھ ساتھ عرصہ میں ملک سے مراکو کو

بر کر دیئے گئے۔ دو برس بعد ۱۵۶۲ء اس میں روس کتبہ لکون نے ایک خاں میں
اور وقت مقرر کر کے جواب تک ولی بار تھکوا کا درجہ شہر رسہ۔ اپنے لاکھوں سپاہ
غریب ہم وطنوں کے گئے کاٹ دئے۔ بہت تھوڑے اس قتل عام سے بچ سکے بقیتہ
نے انگلستان میں پناہ لی۔ پرتگال والوں نے بھی اپنے مشہور ترین شاعر کا موثر
کو انہی دونوں جزیرہ مکاؤ (منصل چین) کو جلا وطن کیا تھا۔

سلطان المتوکل باللہ کا ایک تین بیٹے تھے سب سے بڑا محمد جو ایک جشن کینز کے
بطن سے تھا۔ ولی عہد تھا۔ اور فاس کی گورنری پر مامور تھا۔ باپ کی وفات پر
المتوکل باللہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ مگر عام طور پر وہ سلوک کے لقب سے مشہور
ہے کیونکہ اس کی کہاں کہیں بھروسہ نہ تھی۔ باقی دونوں ہسپانیہ کو ہرا گئے
جہاں ایک عیسائی ہو گیا۔ اوسکا ذکر پندرہویں فصل میں بالتفصیل کیا جائیگا۔ یہ
دونوں ہسپانیوں کی مدد سے مراکو میں داخل ہو گئے۔ لیکن فاجر المرام نہ ہوئے۔
اولکاجا عبدالملک زیادہ خوش نصیب ثابت ہوا۔ متوکل کو تخت پر بیٹھنے دو مہینے
برس ہوئے تھے کہ اس کے دونوں چچا عبدالملک اور احمد چار ہزار سترہ فوج بلگر
مراکو پر حملہ آور ہوئے۔ اور متوکل کو متواتر شکستیں دیکر نہایت کمزور فاس و مراکش
پر قابض ہو گئے۔ متوکل کے دو سالہ عہد کا بڑا اوقالی خاص مکی و طائی تھی جو پنج
کے قریب عیسائیوں کے ساتھ ہوئی۔ اس میں ایک مشہور صاحب دل شیخ ابو مہدی
علی اصحابی مسلمانوں کے لشکر سے شہید ہوئے۔ شیخ شہید مقام دعا و ع میں پڑے
بزرگ باپ کی قبر سے متصل دفن کیے گئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ متوکل بڑا فقیہ
ادیب عالم اہل بڑے پایکا ناظم و ناشرہ گہ ساتھ ہی بڑا اشتہار کسی کو خاطر
میں لانیوالا۔ اور رعیت پر ظلم کر میوالا تھا۔ بطور نمونہ اوس کے چند عربی شعر
یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

فی وجہا علیہ فی وجہہ نقدا
فان اخیرو قات اعصابا
وخلعتی بخیل جسم حیرانا
ولاسقی ملل روا ویرحانا

نغمہ نازعہ صفا
وانہض الیہا علی عم بعد نقدا
سار اوسا زفاوی اخر طبعہ
لا اضر ثور الشری من جودہم

مسٹر مکین عبداللہ کو ہر ملنے کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ سلطان مراد جس نے بہر
 داؤد و سلیم اول کے مقرر کئے گئے کے لئے عین نصف غناقت حاصل کیا تھا۔ چونکہ اس وقت
 کی عام اشاعت کا خیال ان تھا جہاں جس خیمہ والے ہسپانیہ کے جانشینوں سے توس
 سے توس کے مقرر کئے ہو جائے پر اس نے عبداللہ کو جہاں کی سمیت لئے اس کے لئے
 گیا ہوا تھا۔ بڑی خوشی سے مدد دینا منظور کر لیا۔

فتح توس والجزائر کے مفصل حالات سن کتاب ہر تاریخ خاندان عثمانیہ میں
 لکھ چکا ہوں۔ لیکن چونکہ اس کا مراکو کی تاریخ سے اہم تعلق ہے اس لیے بالاختصار
 بیان ہی اس کے کچھ حالات کہہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جو وقت خیر الدین
 پاشا باربر و سائے تلکسان والجزائر کو فتح کیا سو وقت تک توس کے حکمران خاندان
 بنی حفص کی طاقت جو خاندان موحدین کی ایک شاخ تھا بالکل منہمک ہو چکی تھی۔
 خیر الدین نے ان فتوحات سے فارغ ہو کر شہر بجری مین توس پر حملہ کر کے اسے
 بھی قلم و عثمانیہ میں شامل کر لیا۔ دیکھا کہ حفصی امیر حسن بن محمد مندر کے راستہ
 ہسپانیہ پہاگ گیا۔ اور وہاں کے عیسائی بادشاہ سے مدد کی اتھاکی۔ اسے درخواست
 قبول کر کے حسن کے ساتھ ہر آتشکدہ بھیجا۔ یا جو جہازوں سے حلق الوادی کے مقام
 برج العیوان میں نہکی برا آئے۔ اور وہاں آئے آگے بڑھ کر توس پر حملہ کیا۔ خیر الدین پاشا
 کو ہزیمت ملی۔ و الجزائر کو ہٹ گیا۔ فتح کے بعد نصار علی حسن کے ساتھ توس کی حکومت
 مین شریک بلکہ شریک غالب ہو گئے۔ اور حسب معمول قتل و غصب اور ظلم و ستم کا بازار
 گرم دیا۔ توس کی آبادی اس وقت ایک لاکھ اسی ہزار تھی۔ مورخون کا اتفاق ہے
 کہ ایک تہائی قتل۔ ایک ثلث اسیر اور صرف ایک ثلث باقی چھوڑے گئے۔ مسیحی
 تہذیب و زحمہ کی نوع میں لانے کے لئے جب شہر مین کوئی کنبائش باقی نہ
 رہی تو ہسپانویوں کو اب فوجی احکام و مضبوطی کی فکر ہوئی۔ انہوں نے حلق
 الوادی (توس) پر قبضہ کر کے جس کی انتہا پر توس آباد ہے۔ اس کے کنارے
 پر ایک نہایت مضبوط قلعہ کی تعمیر شروع کر دی۔ اور پھر وہ برس تک عمارت برابر
 جاری رہی۔ اور ایسی پختہ چٹائی کی گئی کہ جب بعد مین ترک اوپر قابض ہو کر
 تو وہ اسے گرائے سے عاجز رہے۔

کچھ عرصہ بعد علی کے بیٹے احمد نے باغی ہو کر شہر کو لوٹ کر قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ
 خلق الوادی پر بھی حملہ کیا۔ مگر اس سے فوج نہ کر سکا۔ اس خانہ جنگی سے فائدہ
 اٹھا کر علی پاشا گورنر الجزائر کے حکم کر دیا۔ اور علاقہ بجزیہ میں تونس سپہ سالار بن گیا۔
 شکست کھا کر احمد بھی باپ کی طرح شاہ سپاہیہ کے پاس بھاگ گیا۔ اور مدد کی التجا
 کی۔ شاہ مذکور نے ہم کے مصارف ادا کر دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن یہ بیڑہ احمد کیساتھ
 جھجکا۔ مگر جب یہ بیڑہ تونس کے سامنے پہنچا۔ تو اس کے کپتان نے احمد کو اپنے
 بادشاہ کا ایک خط دیا جسے اب تک مخفی رکھا گیا تھا۔ اس آراء مصارف
 کے علاوہ حکومت کی شرکت کا بھی مطالبہ کیا گیا تھا۔ احمد نے اسے منظور نہ کیا۔ اور
 آئندہ خاطر ہو کر سسلی دھنڈیا کر دیا گیا۔ وہ دسین فوت ہوا۔ لیکن اس کی لاش
 تونس پہنچا دی گئی۔ درخو واس کا بھائی محمد بن حسن منافست کی شرط کو منظور
 کر کے تونس پر قابض ہو گیا۔ اور اتھا جہان نیسانی گورنر اس کے برابر تخت
 پر بیٹھا تھا۔ عیسیٰ یون نے ہدفہ بھی وہی حکمت کیں۔ جن کے پیسے ترکب ہو چکے
 تھے۔ بلکہ اس دفعہ مردے اور عیادت کا ہن بھی اونکے دست نظام دال سے محفوظ
 نہ رہا۔ جامع مسجد سیمیشہ سواران کا مطلب بنا دی گئی۔ تمام کتب خانہ کو پیر
 پھینک دیا گیا۔ اور اکثر اولیاء و ائمہ کی قبریں کھود لی گئیں۔ صمد نے لوگوں کو
 جتنی دفعہ امان کے وعدے دیے بلایا اتنی ہی دفعہ عیسیٰ یون نے اعتبار کو کر کے
 پھلے آئے والوں کے ساتھ غداری کی۔ ان نظام کی عیب عثمانی سلطنت کو خبر پہنچی
 تو اس کی حسرت و عبرت زیادہ خاموشی کو روانہ کی۔ اس کا طرابلس کے گورنر مصطفیٰ
 پاشا۔ قیروان کے عامل حیدر پاشا اور گورنر الجزائر کو ملکر ظالموں پر حملہ کرنے کے
 نامیدی احکام روانہ کئے گئے۔ اور دوسرے بیڑے چار سو جہازوں کا جہاز
 بیڑہ وزیرستان پاشا کے زیرِ گمان قحط خلیج سے روانہ کر دیا گیا۔ یہ بیڑہ یکم
 ربیع الاول ۱۱۸۹ھ کو قطنیہ سے روانہ ہو کر اسی مہینہ کی ۲۴ تاریخ کو خلق
 الوادی میں پہنچا۔ مندرجہ گورنریہ سے پہنچ کر محاصرہ میں مشغول تھے۔ مگر
 قلعہ کے فتح نہ ہونے سے ان کے نوٹ ایسے ٹوٹ گئے ہوئے تھے۔ کہ اگر سنان
 پاشا جلد نہ پہنچ جاتا تو وہ واپس چلے جانے کو تیار ہی تھے۔ اس کی آمد

پرسب کے حوصے ٹھوگے۔ اور اسی سال کی چٹھی جمادی الاول کو قلعہ علی بن الحوا دی کو
 طے کر کے بڑویشیر فتح کر لیا گیا۔ محمد معاویہ نے عیسائی سوادین کے آخری حصے کو
 بیشین میں پناہ گز بن ہو گیا۔ سنان پاشا نے اسے یہی چہہ دن بعد فتح کر لیا۔
 اور اسلام کی سرزمین شرک و کفر کی کجاست سے بالکل پاک ہو گئی۔ محمد کو اسیر کیا۔
 سنان پاشا اپنے ہمراہ قلعہ ظنیہ لے گیا۔ جہاں اسے محبس میں رکھ دیا۔ قلعہ میں نظر بند
 کر دیا گیا۔ اس کی ہر تہمت پر فائدان موحین کی آخری شائع بھی معلوم ہو گئی
 تونس غالب بالحد کی وفات سے پانچ ماہ بعد (۱۱۸۷ھ) میں فتح ہوا۔
 سلطان ابی اک عبد الملک اور اس کا بھائی آخری امیر کے زمانہ میں سجدہ میں تھے
 مروان و بالملک غالب کے تحت نہیں ہوئے پرمسان اور ہر الجزائر کو چلے گئے جب
 متوکل کے تحت کے تحت نہیں ہو گئی خبر کسی تو عثمانی سلطان سے فوجی مدد مانگنے
 کے لئے قلعہ ظنیہ کو روانہ ہو گئے۔ اس طرح بقول مولانا احمد کی روایت کا سال ۱۱۸۷ھ
 پہنچا ہے۔ لیکن مشرکین نے غلط فہمی میں آ کر کسی دیگر راویوں کا بھی یہی بیان
 ان کے ساتھ ایک کی مان بھی تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ وہ عبد الملک کی طرف تہ الرخانیہ
 تھی۔ اور بعض کا بیان ہے کہ وہ احمد کی ان مسودہ تھی۔ مدد ملنے کے متعلقہ کو
 ... میں یہی اختلاف ہے۔ چند کہتے ہیں کہ دونوں بھائی سنان پاشا کے
 ساتھ قلعہ ظنیہ سے آ کر تونس کی فوج کشی میں شامل ہوئے۔ اور بعض کی روایت
 ہے کہ وہ الجزائر سے جا کر اس ہم میں شامل ہوئے اور فتح کی بشارت لیکر قلعہ ظنیہ
 پہنچے۔ ہر کیفیت مسلم ہے کہ اس فتح کی خوشخبری سب سے پہلے انہوں نے
 جا کر سنائی۔ سنان پاشا نے دو جہاز پر خوشخبری سنائے کے لئے روانہ کئے۔
 عبد الملک اور احمد بھی ایک جہاز پر امداد ہو کر اس کے ساتھ چلائے۔ راستہ
 میں طوفان نے ان کے جہاز کو دوسروں سے جدا کر دیا۔ اردہ زمین دن پہلے
 دار المظافت میں پہنچ گئے۔ اس سفر وہ کے شائع سے عثمانی سلطان کو بہت

لے ناظرین کو معلوم رہے کہ جزیرہ فوجی اغراض کے لئے بنایا جائے۔ وہ وہاں
 کی قلعوں کا مجموعہ ہوتا ہے

خوش اور مسرور دیکھ کر انہوں نے اپنے مطلب کی بات ہی عرض کر دی سلطان صرف
توٹن کی وجہ سے جسے وہ نسبتاً بہت اہم سمجھتا تھا ساؤتھ مد دینے سے رکنا تھا۔
اس ملے کے دور ہو جانے پر اس نے بڑی خوشی سے مدد دینے کا وعدہ کر لیا۔
محمد الشیخ کے سر کو اتار کر دفن کئے جانے کی التماس بھی لمبی موقع پر عرض کی گئی۔
ترکی امداد سلطان نے بائیکاٹ وعدہ دونوں بھائیوں کو زبردستی اور
سلو ورا کی مقدار کثیر عطا کر کے دولاٹی گورنر البجاری کے نام عبدالملک کو پانچ ہزار
فوج کی مدد دینے کا حکم لکھ دیا۔ یہ فرمان دولاٹی نے اسماعیل بنجس کے روبرو
پیش کیا۔ تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ حسب دستور تحصیل فرمان سلطان اور فوج
جنگلے۔ لیکن اسکا خوجہ اون سے لے لیا جائے۔ اون کے پاس روپیہ کہاں
تھا۔ صوبہ کے خراجچی نائب گورنر اور کمانڈر سے منت سماجت کر کے مراکو جا کر ترقی
بھجی دینے کے وعدہ پر کچھ روپیہ قرض لیکر داخل کر دیا۔ اور باقی رقم جو حساب
بنے مراکو پہنچ کر ادا کرینکا عہد لیا۔ دس ہزار دینار فی منزل معاوضہ مقرر کر کے
وہ بقول بعض پانچ اور بقول دیگر چار ہزار ترکی فوج کے ساتھ مراکو روانہ ہوئے
ملک میں ان کے کئی امراء بھی خیر خواہ تھے۔ اعلیٰ طرف پہلے سے مرسلے بھجیے گئے
چانچہ فاس کے قریب پہنچ کر دو دنوں لشکر مقابل ہوئے۔ تو متوکل کی فوج سے
کئی امیر اپنے اپنے دستے لیکر عبدالملک کو چلے۔ یہ رنگ دیکھ کر عبدالملک کے ہوش
و حواس پر ان ہو گئے۔ وہ لشکر کو میدان میں جھوڑ کر فاس کو بھاگ آیا۔ اور
وہاں کے سامان حرب کو لگا لگا۔ اور بیش قیمت خزانہ کو اٹھوا کر اکش کو بھاگ
گیا۔ ابو مروان عبدالملک فوج و فخر فاس میں داخل ہوا۔ اور با شہنشاہی نے
بڑی خوشی و مسرت سے اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے کچھ دن آرام کر کے اس
نے مراکش کا عزم کیا۔ سو وقت ترکی سپاہ سالار نے کہا اسبہ نہیں سارا لشکر کا
ہو گیا۔ مہینہ رخصت کر دو ورنہ مفت شی زبرداری ہوگی۔ اس نے اس تجویز کو
پس کیا۔ اور فاس کے تجارت سے قرض لیکر رقم مقررہ کے علاوہ ہر ترک سپاہی
کو چار چار سو فیہ چاندن اور ارض خرب کھیشاہ شہادت دیکر انہیں بڑی عورت
کے ساتھ رجعت کیا۔ اور نہر حیدل

ایک خود لوہی شہنشاہت کے لیے گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ مراکش کی طرف بڑھا۔
 متوکل فرج بیکر شہر سے باہر مقابلہ کے لیے آیا مگر حسب محمول بلا مقابلہ ہٹ گئے ہوئے
 شہر فرج کی طرح شہر کو بھاگ گیا۔ اور جب سنا کہ عبدالملک کا بھائی احمد بن قبیہ بن
 جلا آتا ہے تو شہر سے بھی فرار ہو گیا۔ اور احمد نے بلا مقابلہ مراکش میں داخل ہو کر
 اپنی شہر سے اپنے بھائی کی طرف سے بیعت لے لی۔ خروسلطان ابو مروان بروز
 دوشنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۹۸۵ ہجری کو مراکش میں داخل ہوا۔ متوکل جبال
 سوس کی طرف بھاگ گیا۔ اور کچھ دن اوس کی کچھ خبر سنائی نہ دی۔ اس پر ابو
 مروان نے بھائی کو ایب بنا کر فاس بھیج دیا۔ وزیر ابو فارس عبدالعزیز بن سحید
 وزیر نے جو احمد کی والدہ کا قرابت دار تھا۔ صلاح دی کہ میرے متوکل کی طرف سے
 اطمینان خاطر کر لینا ضروری ہے۔ اس پر عمل نہ کیا گیا مگر اس کی معقولیت جلد
 واضح ہو گئی۔ ساحلی علاقہ کے کچھ حصہ پر عیسائی اب تک قابض تھے۔ اور ان سے
 چھڑ چھاڑ برابر چلی جاتی تھی۔ اور ان کی ہی وجہ سے ابو مروان نے شمالی علاقہ کو کچھ
 زیادہ عرصہ بے پناہ چھوڑنا قربان مصلحت نہ سمجھ کر بھائی کو اسی جلدی فاس بھیج دیا
 تھا۔ اور جب وہ وہاں پہنچ گیا۔ تو اوسے ہرقت عیسائیوں کے مقابلہ کے لیے
 تیار اور ان کے علاقہ کے متصل اسلامی قلعوں میں سامان حرب و ضرب اور
 رسد کی کافی مقدار مہیا رکھنے کے تاکیدی احکام بھیجتا رہا تھا۔
 متوکل نے خیال سوس میں پہنچ کر وہاں کے کئی قبائل کو اپنے ساتھ بلا کر
 پھر ایک لشکر جمع کر لیا۔ اور جب احمد کی روانگی کی خبر سنی تو لشکر بیکر مراکش پر چڑھ آیا
 ابو مروان اسے راسنہ میں ہی چار دن کے لیے مراکش سے باہر نکلا۔ مگر
 متوکل نے عجیب ہوشیاری سے کام لیا۔ وہ ابو مروان نے اس عساری کی خبر سننے
 ہی پہنچے یا ان کو شہر مراکش کا محاصرہ کر لیا۔ اور ادھر احمد کو کل لشکر بیکر جلد پہنچنے
 کے لیے لکھا۔ جب یہ لشکر پہنچا۔ تو متوکل اپنی عادت سترہ کے مطابق شہر کو اپنے
 حال پر چھوڑ کر پھر خیال سوس کو بھاگ گیا۔ باشندے اپنی کرتوتوں کے خوف سے
 کچھ عرصہ ثابت قدم رہے۔ لیکن آخر سلطانی لشکر غالب آ گیا۔ اور مراکش پر پھر
 قبضہ ہو گیا۔

ابو مروان نے اس سبق کو فراموش نہ کر کے اس دفعہ احمد کو پہلے متوکل کا
تصفیہ کرنے پر مامور کیا۔ جو کچھ لشکر لیکر حیاں سوس کو روانہ ہو گیا۔ اور ادھر دوسرے
کے میدان مارے۔ دوسری لڑائی میں چھ پانسے صرف تین ہزار اور متوکل کے
پاس ساٹھ ہزار فوج تھی۔ مگر احمد کی خوش نصیبی کے سامنے شہرت تعداد کی کچھ
پیش نہ گئی۔ متوکل کو سخت شکست ملی۔ اور وہ بحال خسہ و تباہ پہلے جبل درن
پھر بادیں کو بھاگ گیا۔ اور پھر سبط ہوتا ہوا طنجہ جا کر سیستان شاہ پرنگال
سے مدد و اعانت کی التجا جاکے۔

جنگ القصر عیسائیوں (سید تانی نے اس شرط پر مدد منظور کی ہے۔ کہ تمام سہلی
پر فتح عظیم) علاقہ اس کا ملک ہو۔ اور باقی ملک متوکل کے پاس رہے۔ متوکل
نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ مگر چونکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے تمام مسلمانوں میں عام
ناراضگی پھیل جائیگی۔ اس نے علماء اہل سنت اور قوم کی طرف ایک طویل منشور اپنے فیصلے
کو جاریز و مباح قرار دینے کے لئے اس نمونہ کا ہیضہ کیا کہ تم لوگوں نے بیعت
کو توڑ کر دوسرے شخص کو اپنا بادشاہ قبول کر لیا۔ حالانکہ شہ عیار جاریز نہیں۔ اور
چونکہ مجھ اپنے حقوق کی بازیافت کے لئے کسی مسلمان سے مدد نہ دی۔ مجھ کو
مجبوراً ایک عیسائی بادشاہ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اور یہ تمام فقہاء کا فتویٰ ہے
کہ غاصب سے اپنے حق واپس لینے کے لئے ہر ممکن ذریعہ سے کام لینا جائز ہے۔
آخر میں اوکو دہکیمان دین کہ اگر وہ اب بھی راہ نیست پر نہ آئے کہ لڑائی کے
لئے تیار رہیں۔ جو خدا اور اس کے رسول سے لڑائی کرنے کے برابر ہوگی۔ کیونکہ
وہ حق پر ہے۔ اور دوسرا فریق غاصب۔ علماء اہل سنت نے اس اعلان کے جواب
میں اس سے بھی زیادہ طویل منشور تحریر کر کے اس کے ہر ایک دعویٰ اور دلیل
کی واقعات اور نص قرآن و حدیث سے کامل تردید کی۔ اور اسے ہر طرح سے
جھوٹا ثابت کر کے آخر میں اس کو ملایک و نادم ہونے کی نصیحت کی۔ اس جواب کو
مولانا احمد نے بحر فہا نقل کیا ہے۔ جو باریک ٹاپ میں بڑا قطع کے چار
صفحوں میں سما گیا ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ مصاحبین نے شاہ پرنگال کو بہت جھجایا کہ وہ

اس موسم میں چڑ پائی نہ کرے۔ مگر موت اُس کے سر پر سوار تھی۔ اور ملک کی قسمت گردش میں آئی ہوئی تھی جو اُن کے جوش اور ملک گیرئی کی جو عابقہ نے کوئی نصیحت کوثر نہ ہونے دی۔ اور وہ بقول مفسر مکینین ۱۰ ہزار سے زیادہ فوج لیکر عین موسم گرما کے وسط میں جہازوں پر لڑ بن سے طغیا آپہنچا۔ مگر جب دریاء واد الکوس کے معاون النخازن کو طے کر کے اُتھلا کے رستہ القصر کے سامنے پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ لاکھوں مجاہد اوس کے سامنے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اوسکا رنگ فوج ہو گیا۔ اس نے شرط پر جو متوکل سے تھا ابو مروان سے صلح کر لینی چاہی۔ لیکن مروان البیاض بے چارہ نہ تھا۔ اوس نے اوسے بڑی حقارت سے مسترد کر دیا۔ مگر جب تک عیسائیوں کی کل فوج بل کے راستہ دریاء سے عبور نہ کر آئی۔ اپنی جگہ سے حرکت نہ کی جب وہ دری طون آئے تو بل کو توڑ دیا۔

ابو مروان کو متوکل نے کسی غدار ملازم کی معرفت کچھ عرصہ پہلے زم کھلا دی تھی۔ اور وہ اس کے اثر سے سخت بیمار ہو گیا تھا۔ متوکل نے بہت چاہا کہ لڑائی میں کچھ دین کا توقف ہو جائے۔ اتنے میں ابو مروان مجاہدین کا اور میدان اس طرح خود بخود فتح ہو جایگا۔ ابو مروان بھی اس نتیجہ کو سمجھتا تھا۔ اوس نے چار پائی پر بیٹھے عام تہ کا حکم دیدیا۔ مجاہدین کفار پر شیران سیر کی طرح جھپٹ پڑے۔ ابو مروان لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے داعی اجل کو لبیک کہ گیا۔ لیکن اوس کے حاجب شہنشاہ العلیج نے جو عیسائی کے مسلمان ہو آتھا۔ اس راز کو مخفی رکھا۔ اور میدان کے فتح ہونے تک اس کے نام سے برابر احکام جاری کرتا رہا۔ اس دن صرف وہی فوت نہ ہوا۔ بلکہ دو اور بادشاہوں کی موت ہوئی۔ اسی دن کے لیے لکھی ہوئی تھی محمد متوکل کا زرار کا رخ بدلا دیکھ کر اس مرتبہ بھی حسب معمول جہانگے کے لیے دریاء میں کود پڑا کیونکہ سوائے منہدی ملے اور کوئی بل دریا پر نہ تھا۔ اور واپس جانے کے لیے دریاء سے ہی گذرنا پڑتا تھا۔ وہ اس میں ڈوب گیا۔ فانیجین نے اوس کی لاش نکال لی۔ پھر کھال کھینچ کر تجس بردی۔ اور اسے شہر بہ شہر بھراتے پھرے۔ تیسرا بادشاہ جو اوس معرکہ کی بہینٹ چڑھا۔ بیدیانی تھا۔ اوس کی بیباکی و تہور سے پہلے ہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ شاید ہی سلامت بچے۔ اوسے خود متوکل نے سمجھا یا کہ اس گرمی کی

شدت کے موسم میں دن کے وقت حملہ کرنا ٹھیک نہیں۔ مگر بنا نا۔ اور اوس کا
خیمہ زادہ اٹھایا۔

یہ معرکہ جمادی الاول ۹۸۶ ہجری کے پہلے دو شنبہ کو (۲۴ اگست ۱۵۷۷ء) ہوا
دست بدست لڑائی صرف ۴۴ منٹ اور بقول دیگر ۲۵ منٹ رہی۔ اس قلیل عرصہ
میں عیسائیوں کے پانچوں اگہ ٹکے۔ وہ اندھوں کی طرح دریا میں کود پڑے۔ اور
اس طرح جو تلوار سے بچے تھے۔ وہ دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ مراکو کے متعلق کسی
اور واقع کو سفدر عام شہرت یورپ میں نصیب نہیں ہوئی۔ جس قدر کہ اس معرکہ کو
اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اوس میں صرف پرتگالی سپاہ ہی شامل نہ تھی۔
بلکہ کئی دیگر ممالک کے عیسائی مجاہد بھی شامل تھے۔ دوم اس وقت تک یورپ کے تعلقات
مراکو کے ساتھ اچھے وسیع ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ جنگ مذکور کا نتیجہ بھی
دور تک اثر کر رہا تھا۔ پرتگال کا اثر نہ صرف شمالی افریقہ بلکہ دنیا کے دیگر حصہ
میں اس شکست سے نہایت کمزور ہو گیا۔ اور خود پرتگال کا وجود بھی حلبہ
مفقود ہو گیا۔ بتیانی کے بعد دو برس تک اوس کا بھائی بادشاہ رہا۔ اوس کے مرنے
پر فلپ نائی ہسپانیہ کے بادشاہ نے جوان دونوں کا مانا تہا پرتگال کو سپاہ
کے ساتھ مل کر لیا۔ جس کے اپنے شاہی خاندان کا اب کوئی فرد باقی نہ رہ گیا تھا۔
مسلمان مورخین سچی لشکر کی تعداد سو اور ڈیڑھ لاکھ کے بین میں بتاتے ہیں۔
عیسائی مورخ مغول کا بیان ہے کہ اس میں بارہ ہزار پرتگالی ۲۰ ہزار ہسپانوی
تین تین ہزار اطالین و جرمن کے علاوہ مجاہدین بکثرت تھے۔ پوپ روم نے
چار ہزار پیریل ۱۵۰۰ سو سوار۔ اور ۱۲ توپوں کی جو کمک بھیجی وہ مزید برآں تھی
اسلامی لشکر میں بقول اوس کے چالیس ہزار کے کچھ زیادہ آدمی اور ۳ توپیں
تھیں۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو سفدر غنیمت ہاتھ آئی کہ پہلے مراکو میں کبھی
سفدر غنیمت کسی لڑائی سے حاصل نہ ہوئی تھی۔ مگر یہ پہلی دفعہ تھی کہ مال غنیمت
جمع کر کے شریعت کے مطابق سب مجاہدین میں تقسیم نہ ہوا۔ بلکہ جو کچھ کسی کے ہاتھ
لگا وہ اسی نے رکھ لیا۔ شریعت کی اس صریح خلاف و ذری سے لوگوں کو اس وقت
سے یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ اس کا ضرور وبال پڑے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ اور اس وقت سے

بعد متواتر قحط سالی اور اسساک نے ملک پر یورشیں کر کے اسے تھلاش کر دیا۔ عالم روایت ہے کہ روبرو پیر اور دولت کی برکت پہاڑوں سے اٹھ گئی۔ بقول اوسمی سرخ کے پرتگالیوں کے علاوہ تین ہزار جرمن۔ سات سو اطالین۔ اور دو ہزار اسپانوی قتل ہوئے۔ اس لڑائی کے واقعات جگہ دوڑ پیرا میں انہی دنوں انگریزی مغرب ہسپانوی۔ اطالین اور لاطینی وغیرہ میں چھپ گئے۔ اور اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس مہم کی طرف تمام سرزمین فرنگستان کی آنکھیں کیسی بتانی و شوق سے لگی ہوئی تھیں۔ اور کی طرح ہر ایک عیسائی متنفس اس ایک اہم صلیبی جہاد سمجھ کر کامیابی کے لئے دست بدعا تھا۔ اور جب شکست کی خبر پہنچی تو انکو کیسا سخت صدمہ پہونچا۔

مجید ایات آس معرکے فریقین کے مالک میں عجیب و غریب روایتیں مشہور ہوئیں۔ اور عجیب عجیب نتیجہ نکالے گئے۔ سب سے لطیف مولانا احمد کا نکالنا ہوتا ہے۔ لڑائی کے ختم ہونے پر مولائی احمد اسی دن اپنے بھائی کی جگہ اوس کی جگہ کے مطابق المنصور کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ مولانا موصوف اس ایک دن میں تین بادشاہوں کے مرتے اور ایک کے حکمران ہونیکو عیسائی تسلیمت کے سلطان اور اسلامی توحید کی فتحیابی کا واضح اشارہ بتاتے ہیں۔

سبیلی کے جانشین ریکی نے فدیہ میں بشمار مال و شمال دیکر اپنے قیدیوں کو چھڑایا۔ مگر انکو پھر بقول عرب مؤرخین اس جرم میں زندہ جلوا دیا۔ کہ وہ دشمن سے مل گئے تھے۔ اور اسی لیے ثابت قدمی سے نہ لڑے۔ اس دوہرے قتل عام سے ملک میں مردوں کی اس قدر قلت ہو گئی۔ کہ پادریوں کے بھرتے تو والد و تناسل کے لیے نہ انکی عام اجازت دیدی اور اسے اپنے لیے ہی جائز و مباح قرار دیدیا۔ ادھر پرتگالیوں میں عرصہ تک یہ اعتقاد پھیل دیا کہ مسابستی ہاک نہیں ہوا۔ بلکہ مسلمانوں کے پاس مقید ہے۔ اگرچہ منڈوزائے جرم میں شریک تھا۔ اور ملاکت و قید سے بچ گیا تھا۔ انہی دنوں نقص قتل طور پر اوس کی تدفین اور شناخت کے حالات ایک رسالہ میں لکھ دیئے تھے۔ من بعد یہ روایت مشہور ہوئی کہ مسابستی خفیہ پرتگال کو واپس لایا۔ اور وطن سے شاہ پرسترجان

اور شاہ ایمان کے درباروں میں پہنچا۔ اور آخر الذکر کے پاس بطور کمانڈر افواج
 کئی برس ملازم رہا۔ پھر یہ وٹلم تھنطیہ وسطیہ یورپ انگلستان، لیتھنڈ اور
 فرانس کی سیر کرتا ہوا نپلہ گیا۔ اور اس کے راہب بن گیا ہے۔ ان حالات کے مشہور
 ہونے پر عام برجی اور سحر یک پیدا ہو گئی۔ لیکن جنگ القصر سے بیس برس بعد
 یہ ثابت ہو گیا کہ راہب مذکور فوتی ہے۔ اور اس کا نام مارکو ٹلیو کاٹی زون ہے
 جو پہلے کالا بار یا کانا جرحا اور پرتگال کو تجارت کے لئے جایا کرتا تھا۔ سباٹیا
 کے ہم شکل پاکر چند راہبوں نے اسے اپنے تئیں ہی ظاہر کرنے پر رضا مند بنایا
 اور پھر گرم نوپے، اوس کے جسم پر جا بجا داغ دیکر ویسے نشان بنا دیئے۔
 جیسے کہ سباٹیا کے جسم پر تھے یہ راز افشا ہونے پر فلورنس کے حکمران نے
 اسے گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ مگر راہب آخر وقت تک اوس کے سباٹیا
 ہونے کی شہادت دیتے رہے اور اکثر مسلسل اصرار کیا جو اسے اس امر کا پختہ
 یقین ہو گیا۔ ان راہبوں نے اپنے دعویٰ کی تائید میں ایک رسالہ اطالین
 فرینچ، ہسپانوی، انگریزی اور پرتگالی زبانوں میں تحریر کر کے بتعداد کثیر تمام
 یورپ میں مشہور کیا تھا۔ لاطین کا بیان ہے کہ ری نے زرخیر دیکر سباٹیا
 کی لاش کو خرید لیا تھا۔ وہ پہلے سبتہ میں لاکر دفن کی گئی۔ اور جب ری کی وفات
 پر فلپ شانی پرتگال کا ہر بادشاہ ہو گیا۔ تلاش کا صندوق نرین میں لے جا
 دفن کیا گیا۔

انگلستان و مراکو سباٹیا تو بہین البتہ ایک اور پرتگالی شہزادہ ضرور قید ہو گیا
 تھا جس کا دنیا ویزی ثبوت ہی کافی موجود ہے۔ ملکا میں پتھ نے ابو مروان سے
 نامہ و پیام کا سلسلہ قائم کر لیا تھا۔ جو مکمل کے بعد ہی برابر جاری رہا۔ ملکہ کے
 ایک خط بنام امیر المؤمنین شریف مراکو فخر اوسوس عین جو محل سینٹ جس میں
 لندن میں مشہور میں لکھا گیا تھا۔ اس قیدی شہزادہ کا ذکر ہے۔ امیر مراکو
 نے اس خط کا جواب چار برس بعد بھیجا تھا۔ اور اس میں اس نے ملکہ سے اپنے
 دشمنوں کے برخلاف مدد مانگی تھی۔ یوپ روم نے جو مدد بھیجی تھی۔ اوس کی
 جمیعت مسکین سات سو سواہی لکھتا ہے۔ یہ ایک انگریز منی ٹامس سٹوکی کے

زیرِ کمان تھی۔ اور دراصل آئر لینڈ والوں کو انگلستان کے برخلاف بغاوت کئے
میں مرد دینے کے لئے بھیجی گئی تھی۔ مگر جب وہ لڑ بن پہنچتی تو آئر لینڈ جانے کے
بجائے اوسے صلیبی جہاد میں شامل ہونیکا حکم آپہونچا۔

عیسائی حکومتوں کی طرف سے اول اول ابومروان کے عہد میں ہی قنصل
اور سفیر مقرر ہوئے۔ اگرچہ ایک انگریز تاجر الدانی اس سے پیشتر مراکو میں بکامیا
تجارت کر آئے کا دعویٰ ہے۔ لیکن متفق علیہ یہی ہے کہ سبب اول انگلستان کی
تجارت کو مراکو میں رائج کرنے والا ماسٹر تھا جس میں ایک کیتان جہاز تھا۔ جو
۱۵۷۷ء میں اپنا جہاز لیکر ساحل مراکو پر پہونچا۔ سفر کی کامیابی پر اور وں کا یہی
حوصلہ بڑھ گیا۔ دوسرے ہی برس زیادہ سامان بھیجا گیا۔ اور طرح تجارتی سلسلہ
ایسے استحکام سے قائم ہو گیا کہ باضابطہ قنصل کی تقرری کی ضرورت درپیش آگئی۔
اور ملکہ ایلیزبتھ نے اپنے ایک مصاحب مسٹر رڈمنڈ ہوگن کو سفیر بنا کر ۱۵۷۸ء
میں شاہ مراکو کو سفیر و فیس، ہکے دربار میں بھیج دیا۔ مگر سفیر مذکور اپنی رپورٹوں
میں سلطان کو ہمیشہ و شاہ فاس و سوس، لکھتا رہا۔ ملکہ نے اپنے سفیر کو جو ہدایا
دیں وہ شاہی مسودات اور مراسلہ میں اب تک موجود ہیں۔ اسی برس ہنری سوم
شاہ فرانس مراکو اور فاس کے دربار میں اپنا قنصل مقرر کیا۔

سلطان ابومروان ہمیشہ ترکی لباس پہنتا تھا۔ اور اوری بھی کئی باتوں میں
اوس نے عثمانیوں کو عادات و آداب کو امتیاز کر لیا تھا۔ اسے چھوٹے بہائی احمد
سے بڑی محبت تھی۔ اس زمانہ میں ایک دفعہ اس شدت سے بارش ہوئی کہ جاہلات
لبالب پانی سے بھر گئے۔ یہ سال اب تک "عام آلا باری" جاہلات کا سال، کے نام سے
مشہور ہے۔ اس کے دوسرے برس ۲۸ رمضان ۹۶۴ء کو سورج کو گہن لگا۔ جس نے
تمام آفتاب کو دھنپ لیا۔ اور آخر شوال ۹۶۵ء ہجری مطابق ماہ مارچ ملک بین
طوطی دل بکثرت پہنچ گیا۔ سلطان غالب کے عہد میں ایک نیا ستارہ نمودار ہو کر
چند دن بعد چھپ گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اوس کے بیٹے کے عہد میں آسمان پر بجائے

لے یعنی مرسلہ شاہی میں سلطان مراکو کا یہ لقب لکھا گیا ہے۔

شرق کی دن سرخ چہڑوں کے مشابہا متین دکھائی دیتی رہیں۔ اس آسمانی کرشمے سے تھوڑا ہی زمانہ بعد البوران ٹرکی لشکر ملکہ مراکو میں پہنچ گیا۔ البوران کے عہد میں پہلے ایک بڑی دُشمن کا اور پھر ایک چھوٹی دُشمن کا ستارا نمودار ہوا۔ بادشاہ نے لڑائی اس واقعہ سے کچھ مدت بعد وقوع میں آئی۔ سلطان احمد المنصور تمام لشکر نے البوران کی وفات پر القصر کے میدان میں المعروف بالذہبی ہی اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اس نے اپنا لقب المنصور باللہ رکھا۔ مگر عوام میں وہ الذہبی سونے والا، کے خطاب سے مشہور ہے۔ یہ خطاب اسے اُن مہتمن کی طرف سے ملا جو اس نے ٹبکٹو کو روانہ کیا تھا۔ اور وہ ان سے سونا بمقدار کٹھ لاتی رہی تھیں۔ اس کا عہد امنیت و خوشحالی میں کل تاریخ مراکو میں نظیر نہیں رکھتا۔ اور یہ امر اس کی خوش نصیبی و سعادت کا نزدیک نہایت زبردست ثبوت ہے۔ اس کی ماں ایک مقبول الہی درویش کی صاحبزادہ اور خود بھی نہایت پارسا اور نیک نہاد عورت تھی۔ وہ خود بھی نہایت عالم فاضل تھا۔ اس کا بیان ہے کہ عالم شہزادگی ایک دفعہ میں نے حضرت سرور کائنات کو خواب میں دیکھا۔ سوقت میرے دل میں آیا کہ حضور محمد مروح سے اپنے بادشاہ ہونے کی متعلق دریافت کروں۔ لیکن ابھی کچھ عرض نہ کرنے پایا تھا کہ سرور عالم نے مجھے باؤی کی بشارت دیکر دست مبارک کی تین انگلیوں سے اشارہ کیا۔ اس کے متعلق اس قسم کی بہت سی روایتیں ثقہ و معتبر راویوں کی زبانی مشہور ہیں۔

ٹبکٹو اور مغربی سوڈان کے دیگر علاقوں کی مہتمن پر وہ بربری قبائل کے ہوشیار و چھریلے سرداروں کو مامور کیا کرتا تھا جن کے مٹیوں کو بطور پرغمال اس نے اپنے پاس منگو لیا ہوا تھا۔ اور اپنی نگرانی میں ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر رکھا تھا۔ یورپین طاقتوں سے اس کے تعلقات دوستانہ رہے۔ خاص کر ملکہ ایلزبتھ سے جس کی وہ ہمیشہ کمال تعریف کیا کرتا تھا۔ ان دونوں فرمانرواؤں کی باہمی خط و کتابت کا کچھ حصہ اب تک شاہی کاغذات میں موجود ہے۔

شاہانِ دنیا کی منصور نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کام یہ مبارکبادین کیا کہ اس فتح کی خبر سلطان مراد بن سلیم شہنشاہِ روم اور تمام

مسیح عیسائی بادشاہوں کو خاص سفیر بھیجی جس کے جواب میں چاروں طرف سے
مبارکباد کی سفارتیں مجھ پر آیا پہونچی خرمین ہوئیں۔ سب سے پہلے ایجاز کے
ترکی گورنر کی سفارت پہونچی۔ اس کے بعد ریکی شاہ نرنگال کی جس نے بیش
بہا تھائی کے علاوہ تین لاکھ نقدی ڈلوکٹ نقد بھی بھیجے۔ مگر ان کے جس تحفہ کو
ایلی مراکش نے نہایت متوجہ و متعجب بنایا۔ وہ گاڑیاں اور جھکڑے تھے۔ جن کو اب
پہلی مرتبہ ان لوگوں نے دیکھا تھا۔ پھر سپانہ کے بادشاہ کی پہونچی۔ جو تحائف
یہ لائی۔ ان میں چند نہایت قیمتی الماس۔ یا قوت موتی اور زمرہ بھی تھے۔
یہ شاہ مذکور نے اپنے آبا کے تاج شاہی سے الگ کر کے بھیجے تھے۔ اید و لون عیسائی
بادشاہوں کے تحفے بجا کے خود ہقدر قیمتی اور عجیب و غریب تھے۔ کہ بڑے
بڑے نقاد ہی ایک کے تحائف کو قدر و منزلت میں دوسرے کے تحفوں پر فضیلت
دینے سے عاجز رہے۔ اس سے پہلے سلطان مراد کی سفارت آئی جس نے ایک نہایت
بیش بہا تمشیران شغفار واند کی۔ اور پھر شاہ فرانس کی سفارت سی طرح کہی
مہینوں تک مبارکباد دینے والی سفارتوں کا مانتا لگا رہا جبکہ کراہل مراد
خرمینی سے جاموں میں نہلاتے تھے۔

مقصود اسی برس ایسا سخت بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی امید نہ رہی مگر حضرت
کار حکیم ابی عبد اللہ محمد کے معالجہ سے اسے کمال شفا ہو گئی۔ جس کی خوشی میں تمام
رعایا برائے بڑی دہوم دہام سے جلے گئے۔ اور شعر وادبائے معر کے قصیدے
کہے۔ جن میں سے فقیر ابو عبد اللہ محمد بن علی کے قصیدے کو کل مقبول نے پہلے نمبر
پر رکھا ہے۔ اس کے چند بیت فوائد میں درج کئے جاتے ہیں۔

تردی اذی من سقمک البر والہو	ومنت لشکوے جسک الشس البدر
وبات الہدی خوفا علیک مشہدا	واصبح مذمورا لفا والندی العنہ
علما اعدا اللہ صحتک النبی	افاق بہا من غمہ البدر دواخصر
میرات لنا الدنیا بزمینہ حسنہا	دعاوانی ابا ذوالک البشر
دعاربک الاسلام فی کل بلدۃ	ینہی ویدعی ان یطول لک العمر

وصحت لنا الآمال بعد امتدائها ولا غروان صامت على سمط الندى لبیت ابی العباس نصت مجا فها لیکن صدیقی الحالی لقد غدت بقیت لهذا لدین کیمی ذماره صحت یا بی پر تصور نے اپنے ولی عہد کی نامزدگی کا ارادہ کر کے اس بارہ میں تمام علماء و فضلاء اور مشائخ سے مشورہ کیا۔ سب نے یہی جواب دیا کہ فرزند اکبر سے بڑھ کر اور کوئی اس منصب کے قابل نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب منصور کے عین حسب منشاء تھا۔ اس نے بیٹے کو فاس سے جہان وہ گور نہ بٹھا۔ بلایا۔ اور خود کے استقبال کو مراکش سے چند میل تک آگے گیا۔ باپ بیٹے کی ملاقات کا نظارہ قابل دید تھا۔ بیٹا جس کا نام مامون تھا۔ باپ کو دیکھ کر گھوڑے سے اتار بیٹا۔ اور فرشتی آداب بجالا کر باپ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ منصور گھوڑے پر بیٹھا رہا تھا اوس نے سجاد و محمد بنی کے دو دعائیں دیں۔ اور بایہ تخت کو واپس آ کر ایک عالیشان جلسہ میں تمام اہل امر و مشائخ سے مامون کے ہاتھ پر بیعت کرائی۔ یہ بیعت منصور کے ایک چچے ابوسلمان داؤد بن عبدالمومن بن سلطان محمد بنی کو آگوار گذری۔ وہ جبل تنکسہ کو بہاگ گیا۔ اور چند شورہ پشت بربر و نکاح کے کوئے علانیہ باعنی ہو گیا۔ آخر سلطانی لشکر سے بے درپے تنکسین کہانے پر مھوار اعظم کے خاند بدوش عرب قبائل کے پاس بہاگ گیا۔ اور مشائخ عیسوی میں منت ہوجاتے تک وہیں رہا۔

سلطان مراد اور عبدالملک نے اگرچہ ترکی جمش کو برطی عزت و احترام کے نکتا منصور میں بخش رخصت کیا تھا لیکن بعد ازاں عثمانیہ سلاطین کے احسانات کو ایک طرح سے بالکل بھلا دیا تھا اور اس نے پھر کبھی کوئی خط یا سفیر دربار عثمانی کو نہ روانہ کیا۔ اور یگانہ محض بن گیا۔ اس احسان فراموشی سے طبعاً ترکی سلاطین کے دل میں کدورت آ جانی چاہیے تھی۔ لیکن عالی حوصلہ سلطان مراد نے اس کا کچھ خیال تک بھی نہ کیا۔ اور جب منصور نے اوسے فتح القصر کی خبر پہنچی۔ تو

وہ اس اسلامی فتح پر نہایت ہی خوش ہو گیا اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے
منصور اور اوس کے بھائی کی سابقہ خاموشی و اجنبیت کی کچھ پرواہ نہ کر کے
فوراً مبارکباد کی سفارت روانہ کر دی۔ مگر خدا معلوم منصور کے دل میں
کیا آیا کہ اوس نے اس مزید الطاف سلطانی کی بھی جیسی کہ چاہتے تھے قدر نہ کی
نہ کی سفارہ کو اپنے ہاں بیکار بٹھا رکھا۔ اور سلطانی مراسلہ کے جواب اور
شکر ادا کرنے میں غیر معمولی تاخیر سے کام لیا۔

عثمانیہ صیغہ بحری کی وزارت ایک شخص سسی علی علوج کو تفویض تھی۔ جو
کسی وجہ سے منصور سے ناراض سا تھا۔ اس تاخیر سے جس نے سابقہ احسان
فراموشی کے معاملہ کو بھی یاد دلایا۔ اوسے اپنا عوض لینے اور سلطان مراد کو
منصور کے برخلاف بھرپور کاشیکا موقوفہ مل گیا۔ اور اس نے سلطان سے آخر
اس امر کی اجازت حاصل کر لی۔ کہ جنگی بیڑہ کے ساتھ الجزائر کو روانہ ہو جائے۔
اور وہاں پہونچ کر ایک طرف سے الجزائر کی بڑی فوج کو خشکی کے راستہ مراکو
پر حملہ کر دینا حکم دیدے۔ اور دوسری طرف خود بیڑہ لیکر سواحل مراکو پر
فوج کشی کرے۔ وہ ابھی ان تیاریوں میں ہی مصروف تھا۔ کہ منصور کو ایک
انگریزی قونصل کے ذریعہ اس معاملہ کی خبر مل گئی۔ جس پر ایک طرف تو وہ
اپنے ملک کے فوجی حکام میں اور دوسری طرف امن پسند وسائل سے تلافی
مافات کی سعی و کوشش میں مشغول ہو گیا۔ امراؤں کے لئے وہ فوراً مراکش سے
فاس کو گیا اور شمالی ساحل اور مشرقی سرحد کے قلعوں اور بندوں کے مورچوں
کو آراستہ کر کے اون میں ذخائر حرب و رسم بقدر کثیر جمع کر لئے۔ دوسری
طرف یہ کیا کہ گرا بنہا تھائیٹ اور محذرت نامہ کے ساتھ اپنے چند اعلیٰ عہدہ داروں
کی سفارت بارگاہ خلافت کو روانہ کی۔ جو بندہ تظاہرین (طیطان) سے براہ
سمند قسطنطنیہ کو گئی۔ راستہ میں اس کی مٹھ پیڑ علی علوج کے بیڑہ سے ہونٹ گئی۔
سفارت کو دیکھ کر علوج کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر یہ آستانہ علیہ تک
پہونچائی تو مرار کی حمت اسلامی اوس کی شخصی غیرت جمیعت پر غاب آجائیگی
اور وہ فوج کشی کے حکم کو منسوخ کر دیگا۔ پس سفارت کو روک لینے کے لئے

اس نے منصور کے سفراء کو کہا کہ تمہارا جانا بے سود ہے۔ تمہارے آقا نے
 نیکون کی ایسی تحقیق نہیں کی کہ اب ان حیلوں سے سلطان کا غضب فرد
 ہو سکے۔ تم واپس ہٹ چلو۔ سفارت میں ایک احمد بن وودہ عمرانی منصور کا
 سپہ سالار اور دوسرا احمد بن یحییٰ اوس کا نو عمر کاتب تھا۔ عمر کا نڈر تو علی
 کی باتوں میں آگیا۔ او وہ علی کے ساتھ واپس جانے پر رضامند ہو گیا۔ مگر نوجوان
 کاتب پر اوس کی چال کا رگ نہ ہوئی۔ وہ قسطنطنیہ جانے پر مصر رہا۔ علی نے
 اوس کی حداشت سن کا خیال کر کے سوچ لیا کہ یہ بچہ ایسے اہم معاملہ کو سراسر انجام
 دینے دے سکے گا۔ اگر وہ جلنے سے باز نہیں آتا تو جانے دو۔ وہ کچھ نہیں
 کر سکے گا۔ چنانچہ ابن وودہ کو ساتھ لیکر ابن یحییٰ کو آگے چلا جا نیدیا۔ لیکن اسی
 اس صغیر السن کی سحر بیانی اور جاوہر بازی کا علم نہ تھا۔ اس نے آستانہ نبوی
 سلطان کے دل کو فوراً نرم کر لیا۔ اور صدر عظم کو بھی اپنا معاون بنا کر منصور
 کی تائید کے لیے ایسے اعداد سے معذرت پیش کی۔ جس میں اوس کے آقا کی بھی
 سبکی نہ ہوئی۔ اور سلطان مراد بھی خوش ہو گیا۔ اوس نے عذر قبول کر کے
 ہایا منظور کر لیتے۔ اور اسی یحییٰ ہوزانی کے ہاتھ ہی علی کی طرف واپس آجائے
 کا حکم بھیج کر منصور کی طرف بھی اوس کے ہمراہ اپنے سفیر روانہ کر دیئے۔ جن کو
 اس مضمون کا خط منصور کے نام دیا گیا۔ کہ بادشاہوں کے معاملات میں ایسا
 تساہل نادریا ہوتا ہے۔ آئندہ ایسی غلطیوں سے محترز رہ کرے۔ ہوزانی
 فرحان و مسرور ملک کو واپس لوٹا۔ مسعدت بخت سے ہوا کا رخ بھی موافق
 تھا۔ وہ ایک مہینہ کے اندر پھر علی بن علوج کو جاملے۔ جو سلطان کا حکم بھیج
 کر بہت بچتا یا۔ کہ اس پر کالہ آتش کو اوس نے کیونکر بجائے دیا تھا۔ منصور کے
 پاس جب اس کے قاصد مغہ عثمانی سفراء پہنچے۔ تو وہ خدا کا شکر یہ بجا
 لایا۔ اور سلطانی ملامت کی محفولیت کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اس
 دفعہ مراد کے سفراء کی تکریم و عظیم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اور
 ان کی واپسی پر مراکش کے قاضی ابوالقاسم شاطبی اور جرنیل قاید عبدالرحمن
 کو ادن کے ہمراہ قسطنطنیہ بھیج دیا۔ مراد اس مکرر سفارت کے وقوع اور بہی خوش

ہو گیا اور جب قاضی نے کمال فصیح و بلیغ عبارت میں خطبہ پڑھا تو اس کے سامنے ان دونوں اسلامی طاقتوں کے فضائل اور اسلامی اتحاد و اتفاق کے فوائد بیان کئے۔ تو اس کی فرحت و امنسا ط کا کوئی حد و پابان نہ رہ گیا۔ دونوں قاصدوں کو انجام و اکرام سے لاد دیا۔ اور چند دنوں کے بعد انکو بڑی عزت کے ساتھ رخصت کر دیا۔

اس وقت کے بعد بقول مصنف خلاصۃ الاثر فی احوال قرن ہادی العشر منصور نے یہ معمول بنا لیا کہ وہ ہر سال عثمانی سلطانین کو ہدایا و تحائف ارسال کرتا۔ اور وہ اس کی طرف ان کے جواب میں دو سناہ مراسلات اور گران بہا خلعت پہنچا کرتے۔ یہ تعلق رفتہ رفتہ ایسا مضبوط ہو گیا کہ ایک خط میں سلطان مراد بن سلیم نے یہاں تک لکھ دیا کہ میرا ہاتھ تیری طرف کبھی آگے نہیں بڑھے گا۔ مگر مصافحہ کے لئے۔ اور میرے دل میں تیری نسبت بجز دوستی و مسامتہ کے کبھی کوئی اور جاگزین نہیں ہو گا۔ یہی مصنف پھر دوسری جگہ لکھتا ہے کہ منصور کے رسول سمندر کے راستہ ہیشہ قسطنطنیہ آتے رہتے۔ جہاں وہ بڑے بڑے عرصہ قیام کرتے اور وزراء اور اعیان دولت سے راہ و رسم بڑھاتے رہتے۔ ان میں سے ایک سرآمد فضلا و ادبار اور دونوں میں مدت العمر تک خط و کتابت کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ خلاصۃ الاثر میں ان دونوں کے چند خطوط بحسنہ درج ہیں۔

کو تاہ کلام اس رنجش کا خاتمہ بمصداق خدا شرے برانگیز دکھ خیرادر باشد۔ دونوں دولتوں کے مستحکم ارتباط اور ہر دو بادشاہان اسلام پناہ کے دلی پر ہوا۔ جب یہ غرض حاصل اور بقول مولانا احمد صاحب تنقضا جہم دولت کو مرض سے شفا حاصل ہو گئی۔ منصور کے سفراء امراء فائزہ المرام ہو کر واپس لوٹے تو منصور باطمینان خاطر شہر بھری میں فاس سے مراکش کو روانہ ہو گیا۔ روانگی سے پہلے اس کے سامنے حسب معمول بخاری شریف کا ختم پڑھا گیا۔ اور تمام مشائخ و اعیان کی میل مشایعت کے لئے ساتھ گئے۔

علاقہ خلط کے عربوں کی ببادی کا ان عربوں کو قرابت داری کی وجہ سے نبی مرن

کے عہد میں بڑا اقتدار حاصل رہا شروع شروع میں خاندان سعد کی ہی اہمیت
 نے اچھی خدمتیں کیں۔ مگر جب ترکی لشکر بنی و طاس کی حمایت میں آیا۔ تو شیخ
 محمد سے ٹکرا کر اچھوتہ مل گئے۔ اس غداروں کی سزا میں محمد الشیخ نے دوبارہ
 غلبہ حاصل ہونے پر ان کے منصب اور جاگیریں ضبط کر لیں۔ خراج مقرر کر دیا۔
 اور بطور زیرعمال اعلیٰ اکثر سردار مراکش کو بھیجے۔ بد بسوں میں کیفیت رہی
 لیکن جب انصاری لڑائی میں ان سرداروں نے نمایاں شجاعت دکھائی۔ تو
 منصور نے غرض ہو کر نصف کو بھر فوج میں لے لیا۔ اور باقی کو کسانوں کے لئے
 رہنے دیا۔ اس عزت افزائی کو وہ پھر نہ پہنچا سکے۔ اور جلد سابقہ سرکشوں
 پر اتر آئے۔ اس کی پاداش میں منصور نے انکو ایسی سخت سزا دی کہ ہمیشہ کے لئے
 ان کا نام و نشان ہی مٹا دیا۔ اور ان کی جمعیت کو معدوم کر دیا۔

فتح مغلستان قزاقان بیرونی حملوں کے اندیشوں اور سلطنت کی حفاظت و
 و تیسکوار میں مدد نصرت کی طرف سے فارغ البالی حاصل ہونے پر الو العزم
 اور اسم با سسی بادشاہ مظفر و منصور نے اپنی مملکت کی حدود کی توسیع کی
 تو جہمبندول کی۔ ہندوستان کے مسلمان مراکو کی عام تاریخ یا جغرافیہ سے
 دگو اس کتاب کا خاکسار ترجمہ و توفیق کئی برسوں سے بذریعہ اخبارات اس
 لاعلمی کو دور کرنے کی اپنی طرف سے بہت کوشش کر رہا ہے، اس وقت تک
 خواہ کیسے ناواقف اور بے خبر ہوں۔ لیکن گزشتہ دو تین برس کے واقعات
 اور مراکو کی حدود پر فرانس کے اغتصابات نے قزاقان کا نام اب ہر اخبار
 خوان کے کالون تک پہنچا دیا ہے۔ یہ وہی مغلستان ہے۔ جس پر فرانس
 نے الجزائر کی جنوبی حدود سے تجاوز کر کے ۱۸۹۷ء سے قبضہ کر لیا ہوا ہے
 یہ مراکے جنوب مشرقی گوشہ پر محاذائے اعظم کی حدود میں واقع ہے۔
 یہاں کے باغیہ قدیم زمانہ سے آزاد چلے آتے تھے۔ بڑی بات کی۔ تو
 کبھی کبھار مراکشی خلیفہ کے مذہبی اقتدار کے قائل ہو جاتے تھے۔ منصور نے
 اب سب سے اول انکی تسخیر کا عزم کر کے قاید عبداللہ بن برکہ اور قاید احمد
 بن حداد کے زیر کمان ایک جرار لشکر ادھر روانہ کر دیا۔ جو مراکش سے ستر

منزلین طے کر کے وہاں تک پہنچا۔ باشندے برسرِ مقابلہ ہوئے۔ مگر منتظم لشکر کے ساتھ اس زمانہ میں بھی انکی طبعی شجاعت وہی کچھ نہ کر سکتی تھی۔ جو ۱۸۹۹ء میں فرینچ قواعد دان فوج میکسم توپون اور میگزین رائفلون کے سامنے کر سکی۔ پہلے درپے شکستوں سے انکی سرستی دور ہو گئی۔ اور اطاعت قبول کر کے جماعت کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔ یہ ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے۔ اس فتح کی خبر پہنچنے پر نہ فقط منصور کو ہی کمال خوشی ہوئی بلکہ بقول مولانا احمد تمام سرزمین مغرب پر فرحت انبساط کی لہر پھیل گئی۔ اس کامیابی سے منصور کے دل میں بلاں سودان پر غلبہ پانے اور خلافت کا منصب اختیار کرنے کی خواہش بڑے زور سے مشتعل ہو گئی۔ اس خواہش و عزم کی تعمیل کی داستان کہنے سے پہلے اسلامی فتح کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک کی مختصر تاریخ بلا و سودان کی بیان درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مختصر تاریخ مولانا احمد لکھتے ہیں:- یہ سودانی باتفاق مورخین عام بن نوح کی مغربی سرزمین [نسل سے ہیں۔ ارض مغرب کے بربری باشندوں کی ہمسایگی میں انکی کئی قومیں اور امتیں آباد ہیں۔ جن میں سب سے بڑی مملکت غانہ کی قوم ہے۔ جو مغرب کی طرف بحر اوقیانوس و بحر محیط ہند دریا و ناگرنیل طونی کے دونوں طرف آباد تھے۔ اوس کے مشرق میں قوم صوصو آباد ہے۔ پھر اوس کے مشرق میں قوم مالی۔ اور اسی طرح علی الترتیب اقوام کوکوا۔ (جیسے کاغذ بھی کہتے ہیں) مکرور درجے سفائی بھی پکارتے ہیں، اور کانم دجو مملکت برنوزیر قابض ہے، قوم کانم کی سرزمین سے بجانب مشرق ارض نوبہ ہے جو بلاد مصر کے قرب و جوار میں ہے۔ اور پھر دیگر اقوام جنکا حصر خالق ارض و سما ہی کر سکتا ہے۔

اسلام کے اس سرزمین میں داخل ہونے کے زمانہ میں غانہ قوم سب سے بڑی تھی۔ وہ قدیم زمانہ سے مشرق باسلام ہے۔ اور انکی حکومت بڑی زبردست شمار ہوتی تھی۔ پایہ تخت کا نام بھی غانہ ہے۔ جو دریائے ناگرنیل کے دونوں کناروں پر آباد اور دنیا کے عظیم ترین شہروں میں گنا جاتا

ہے۔ نزدیکی التناقی اور المسالک و الممالک کے مصنفوں نے اس کا مفصل تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ ادیب ابوالعباس احمد القیس السمرقانی حریری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ شہر ارض مغرب کے سوداگر دن کی انتہائی منزل ہے و سبیل ماسہ کے رستہ وٹان جاتے ہیں۔ جاتی دفعہ سبیل ماسہ سے غانہ کو تین ماہ میں پہنچتے ہیں۔ اور واپسی کے وقت اس مسافت کو ڈیڑھ ماہ میں طے کر لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جاتے وقت اون کے ساتھ وزنی سامان ہوتا ہے اور آتے وقت سونا بچے وہ اپنی متاع کے بدلے میں لاتے ہیں۔ اس طرح اگر پہلے سفر میں ان کے ساتھ بیس اونٹوں کا بار ہوتا ہے۔ تو واپسی کے سفر میں صرف دو یا تین اونٹ ہوتے ہیں۔ ایک سواری کے لئے دوسرا پانی کیس و اسٹو کیونکہ یہ راستہ ۱۹ دن کی مسافت میں بالکل بے آب و گیاہ علاقہ اور بنی و دق ریگستان سے گزرتا ہے۔ یہاں اسلام کا بہت چرچا اور جابجا علمی اثر موجود ہیں۔ بلا و مغرب کے تاجر بکثرت آتے ہیں۔ اور اپنے مال و اسباب کے عوض سونا اور غلام خرید کر لے جاتے ہیں۔ امیر علامہ ان کی بہت خاطر و مدارات کرتا ہے۔ یہاں کی عورتیں نہایت خوش خصال۔ پاکیزہ خو۔ نیک عادات متناسب الاعضا اور بدیع الجمال ہوتی ہیں۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ یہاں علوی خاندان کی قوم بنی صالح صاحب حکومت تھی۔ اون کی طاقت پانچویں صدی ہجری میں ضعیف ہو گئی۔ اور امیر ابو بکر بن عمر لمتونی فاتح مغرب نے مراکو سے واپس آکر تین مہینہ کی مسافت کا علاقہ اس مملکت سے فتح کر کے اپنے تاج کر لیا۔ اور باشندے ابھی بت پرست تھے۔ ان میں سے بیشمار کو اسیر کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس شکست سے اہل غانہ بالکل ہی کمزور ہو گئے۔ اور قوم صومرا اشر غائب آگئی۔ جسے اپنی باری میں قوم مالی کے تاج ہونا پڑا۔ اور مالی قوم کا بادشاہ مشرق میں ارض تکرور سے لیکر شمال میں سرحد مراکو تک کل ملک پر قابض ہو گیا۔ سلاطین منسا موسیٰ و منسا سلیمان فردندان ابو بکر بن کاؤکر سلطان ابی الحسن مرینی کے عہد کے حالات میں ہو چکا ہے۔ اسی قوم مالی کے بادشاہ تھے۔ اور مشہور شاعر ابو اسحق اندلسی اسی سلطان منسا کا ندیم

تھا جس نے اس کے بیٹے بارہ ہزار متقال سونا خرچ کر کے ایک بدیع و بے نظیر
مرجہ قبیہ بنوایا تھا سلطان ماری زاط بھی جس نے سلطان اباسالم مرینی کو دیگر
تخائیں کے علاوہ ایک زرافہ بھیجا تھا۔ اسی خاندان سے تھا۔ یہ فرمانروائیاں
سرف و مبذرت تھیں۔ اس کے اسراف نے ملک کی حالت تباہ کر دی۔ اس اسراف
کی وجہ سے اس نے خالص سونیکا خزانہ بھی جسے اس کے بزرگ یکے بعد
دیگر فراہم کرتے آئے تھے۔ مصر کے سوداگروں کے پاس بہت سستے
دامون فروخت کر دیا تھا۔ خالص سونا جس کی عمری ذہب العین ہے۔ اس
سوسے کو کہتے ہیں۔ جو معدن سے ہی بالکل صاف و معقبا برآمد ہو۔ آگ دینے
اور صاف کرنے کی اسے کوئی ضرورت نہ ہو۔ یہ سونا خزانہ مذکور میں
بیس قنطار کی مقدار میں جمع تھا۔ اور چونکہ ایسا سونا ناشاد و نادر کا نون
سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ خزانہ دنیا کے بہت بڑے عجائبات میں متفقور
ہوتا تھا۔

آخر عمر میں ماری زاط کثرت خراب کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔
جو اس نواح کے اغنیا و مراکو عموماً لاحق ہو جاتی رہے۔ اس بیماری کا
مبتلا سال سال بھر تک سویا رہتا ہے۔ اور اس اثنا میں بہت کم جائیداد
اور آخر اسی حالت میں مر جاتا ہے۔ ماری زاط دو برس اس میں مبتلا
رہ کر ملک بھری میں مر گیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے وارث ہوئے۔ مگر
سلطنت کے پرزے ڈھیلے ہو چکے تھے۔ وہ کچھ دنوں میں ہی زوال پونگئی
اور ملک کو کورادکا غوغا کی قوم آل سکیہ صاحب تاج و تخت ہو گئی۔ ایام
تکووری اپنی کتاب لمعیات اہل سوڈان میں لکھتے ہیں۔ کہ آل سکیہ جو سنی
قوم میں سے ہے۔ جو سوڈان کے علاقہ کثیر کی مالک ہو گئی۔ ان کے پہلے بادشاہ
کا نام حاجی محمد سکیہ تھا۔ وہ نوین صدی کے وسط میں حج بیت المقدس اور
زیارت مرقہ نبوی کو گیا۔ واپسی کے وقت مصر میں عباسی خلیفہ کو بلکہ
اوس سے مغربی سوڈان کی زیارت اور خلیفہ کی نیابت کی سند حاصل کی
پھر کچھ مدت شیخ الاسلام و حافظ الحفاظ جمال الدین سیوطی کو علم دین

کی تحصیل کر کے وطن کو واپس لوٹا۔ جہان پیونچکر اوس نے عزنی سیرت و معاشرت کے ساتھ انشاعت اسلام اور احیائے سنت میں سعی و بیخ کی اور بدعتوں اور مشرکانہ رسوم کی بجگنی کر کے رشاد و ہدایات کے جسم کو ساری کی۔ مگر اہی کی بیماری سے نجات دلائی۔ اور رعایا پر ایسے ہلکے محاصل مقرر کئے کہ وہ دل و جان سے اس کی فریقہ و غیدا ہو گئی۔ حدایت ہے کہ وہ ہر اہم معاملہ میں امام سیوطی اپنے ہوتا دے تمامہ ہیکر صلاح مشورہ کر لیا کرتا تھا۔ اوس کے بعد اوس کا بیٹا داؤد حکمران ہوا۔ جو ہر امر میں باپ کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ مگر جب داؤد کا بیٹا اسحاق وارث تخت ہوا تو وہ اپنے باپ کی چند خوبیوں کو چھوڑ بیٹھا۔ لیکن ساتھ ہی کسی نالائقی کا بھی مرتکب نہ ہوا۔ منصور کے عہد میں وہی اس نواح میں حکمران تھا۔ اسی پر غور بخشی کر کے منصور نے آل سکینہ کی حکومت کا خاتمہ اور چند ہندون کی مسافت کا ملک یعنی و سفر کیا۔

ملکت مکرور و کانم کے متعلق ابن خلکان لکھتا ہے۔ یہ دونوں قبیلے عربوں اور نواح مذکورہ کے دیگر قبائل کے برخلاف اپنے ناموں میں باپ یا مان کی طرف نسبت نہیں کرتے یہ قبیلے علاقہ مکرور اور اس کے صدر مقام کانم کے نام پر جو نواحی غانہ میں ہے۔ موسوم ہو گئے۔ مشہور ارباب ابو اسحق ابراہیم بن یعقوب کا منی جو یعقوب منصور موحدی کے دربار میں حاضر ہوا تھا۔ اسی کا نام لکھا ہوا تھا۔ یعقوب کی خدمت میں حاضر ہو کر اوس نے جو قصیدہ پڑھا تھا اوس کے مطلع کے دو شعر یہ ہیں :-

اذال حجابہ عنی و عینی تراہ من المہابۃ فی حجاب
 وقرۃ بنی تفضلہ ولاکن بعثت مہابتہ عندا القرائی
 اہل کانم ریاست پر نوبہ حکمران تھے۔ یہ وہی برنوس ہے۔ جسے حکومت مصر کے مہر وول سابق گورنر سوڈان زبیر پاشا کے آزاد شدہ غلام اور الموعود جو افرد راج مرحوم نے جسے اٹلی کی مدد پر افریقی نیولین پکارتے تھے۔ سفر کر کے اپنا مستقر حکومت بنانے سے تھام کر دنیا میں مشہور کر دیا تھا۔

اور جو افسوس مرحوم کی شہادت پر مشاء سے فرانس کی حمایت میں ہو گیا ہے۔ جس طرح خاندان مالی کا بنی مرین سے رابطہ دوستی و اتحاد قائم تھا۔ اسی طرح اہل کافہ کا تونس کے خاندان خفصیہ کے ساتھ نام و پیغام اور باہم تحفہ تحائف بھیجنے کا سلسلہ ساتویں صدی ہجری سے چلا آتا تھا۔ اہل برنوزیہ و نامورا و لبیا اللہ گذرے ہیں۔ شیخ عارف باللہ تعالیٰ ابو محمد عبد اللہ اور شیخ الولی العارف باللہ ابی فارس عبد العزیز الدباغی اون کے مناقب و ابرا کتاب الذہب الایرینی میں بالتفصیل درج ہیں۔ مغربی سوڈان کی ان قوم میں اسلام زمانہ قدیم سے جلوہ فگن ہے۔ اور یہ سرزمین ہزاروں بے نظیر علماء و فضلاء اور شاعرا و ادیب پیدا کر چکی ہے۔ علم و فضل کا اس مسلمانوں کی عام بیتی و نمکیت کے زمانہ میں بھی ادھر یہ حال ہے۔ کہ مشاء میں انگریزی علاقہ ٹانگیہ کی مت نے جب بیضا اور نیو پ کی اسلامی حکومتوں پر فوج کشی کر کے اون کے دارالخلافتوں کو فتح کیا۔ تو انگریز افسر غلامون اور اندھون کو علم کلام منطوق۔ فقہ اور فلسفہ پر مساجد اور بازاروں میں وعظ کرتے دیکھ کر دنگ رو گئے۔ شجاعت میں بھی یہ لوگ کچھ کم نہیں۔ مگر افسوس وہی کمی اب بھی اون کی ذلت و مقہوری کا باعث ہوئی۔ جو منصور کے زمانہ میں پہنچی تھی۔ وہ کمی کیا ہے؟ یہی جدید آلات حرب کو اختیار کرنے سے غافل ہونا اس زمانہ میں شیخ احمد بابا سو واتی ایک اعلیٰ پایہ کا عالم و دہان موجود تھا۔ وہ اپنی کتاب معراج الصعود میں کہتے ہیں۔ اہل مکتو کہنتی۔ برنوز و سفائی وغیرہ جمیع اہل سوڈان بلا کسی کے جبر یا تلوار کے خوف کے برضا و رغبت خود مسلمان ہوئے تھے۔ یہ اب تک نہیں سنا گیا کہ ان قبائل میں سے کسی پر اون کے اسلام لانے سے پہلے کسی مسلمان فاتح نے حملہ کیا ہو۔ بلکہ ان قبائل میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کو قدیم اسلام کہنا چاہئے۔ مثلاً اہل مالی و برنوز و سفائی جو پانچویں صدی ہجری میں ہی اس پاک دین کے معتقد ہو گئے تھے۔ اور اہل غاندی نسبت روایت ہے کہ اون کا اسلام اس سے بھی زیادہ قدیم الہدیہ ہے اس مختصر تاریخ کے بعد پھر اہل سلسلہ سخن شروع کیا جاتا ہے۔

شاہ برنوکا پر پہنچنا اور منصور کو فتح سوڈان کے عزم میں کامیاب ہونے کی بیعت کو کہہ سکی طاعت قبول کرنا کے لیے اپنی مسلہ خودش سختی اور نیک طالعی سے ایک اور قوی سبب بھی خداوند کریم کی مہربانی سے ہم پہنچتی ہوئی گئی۔ یہ سبب برنوکا کے بادشاہ کا اس کی بیعت کو قبول کرنا تھا۔ منابل الصفا کا معنی لکھتا ہے۔

۹۹۰ ہجری میں منصور کو خبر پہنچی کہ شاہ برنوکا کی طرف سے ایک سفارت لونڈی غلام اور بلا دسوڈان کے دیگر پیش قیمت تجارتیں لیکر آ رہی ہے۔ منصور اندولہ فاس میں تھا۔ منصور اپنا لشکر لیکر شہر سے کئی میل لگے خود اس کے استقبال کے لیے گیا۔ اور مالیشان دربار وہیں میدان میں مرتب کر کے سیر سے ملاقات کی۔ سیر نے زبانی جو گفتگو کی۔ اوسکا ما حاصل یہ تھا کہ شاہ برنوکا منصور کی عظمت و بزرگی کا معترف اس کی حمایت کا مستعدی اور اس کی طاعت قبول کرنے کو تیار ہے۔ مگر جو وہ خط لایا تھا۔ اس میں صرف یہ درج تھا کہ امیر المؤمنین منصور سپاہ لشکر اور توپ و بندوق کی کچھ تعداد عطا کرنے سے اسکی مدد کرے۔ تاکہ وہ سوڈان کی انتہائی حدود تکے کفار باشندوں کے برخلاف بکامیابی جہاد کرنے کے قابل ہو جائے۔ یہی درخواست دیکر پہلے قاصد مذکور سلطان مراد کی خدمت میں قسطنطنیہ پہنچا گیا تھا۔ مگر جب وہ وہاں سے غالباً بدینو جبہ کہ سلطان مراد نے اسقدر دور دراز ملک کو جہان تک پہنچنے کے لیے صحرانوی عظم کو بھی طے کرنا ضروری تھا۔ فوج پہنچنا قرین مصلحت نہ سمجھا۔ بے نیلرام واپس آیا۔ تو شاہ برنوکا نے اوسکو دوسری مرتبہ قریب تر مسلمان بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ قاصد کے زبانی بیان اور خط کے مضمون میں اختلاف ہونے کی وجہ بقول مولانا احمد کسی طرح کی بدینتی نہ تھی۔ بلکہ یہ کہ غالباً شاہ برنوکا کے پاس کوئی ایسا فاضل موجود نہ تھا۔ جو اس کے خیالات کو صحیح طور پر تحریر میں ادا کر سکتا۔ منصور نے اس اختلاف کو دور کر کے اپنے آقا کے ولی مدعا کو ٹھیک ٹھیک صاف و واضح طور پر معلوم کرنے کے لیے قاصد کو معمولی طور پر چند ہرایا و تحائف دیکر برنوکا واپس بھیج دیا۔ اس پر شاہ برنوکا نے دوبارہ اس قاصد کو بھیج کر خط میں یہی وہی مضمون لکھا۔ جو

قاصد نے پہلے زبانی عرض کیا تھا۔ یہ پیغام سنکر منصور بہت خوش ہوا اور شاہ برنزا اور اس کی قوم کو دعا دیکر قاصد کو کہا کہ اصل اطاعت احکام شریعت کے مطابق یہ ہوگی کہ بیعت کر لی جائے۔ بغیر بیعت اور امام وقت کی اجازت کے کوئی مسلمان امیر بروئے شریعت جائز طور پر کسی کافروں کے ملک پر جہاد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ امت محمدی کے نیک و بد کا فیصل اور بغیر اسلام کا حامی نہیں ہوتا ہے۔ اور چونکہ امام وقت کے لئے قریشی ہونے کی شرط لازم ہے موجودہ بادشاہان اسلام میں سے یہ شرف صرف مجھے ہی حاصل ہے قاصد نے یہ سنکر پہلے اپنی طرف سے اور پھر بطور نائب اپنے بادشاہ کی طرف سے منصور کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور عرض کیا کہ ایک مراسلہ بصورت بیعت نامہ کہہ کر اس میں بیعت کی تمام شرائط درج کی جائیں تاکہ ان سے کسی طرح کا انحراف نہ ہو۔ منصور نے اس درخواست کو منظور کر کے بیعت نامہ لکھنے کا کام شاہی کاتب (دسکرٹری) ابو فارس عبدالعزیز کے سپرد کیا جس نے اس مضمون پر ایک خاصہ چھوٹا سا رسالہ تحریر کر دیا۔ جس میں اس حدیث پر کہ وہ خلافت کے وارث قریشی قضا کے انصار۔ اور آذان کے حبشی ہیں، یہ ظاہر کرنے کے لئے خاصکر بہت زور دیا گیا کہ موجودہ الوقت شاہان اسلام میں قریشی ہونے کی عزت فقط منصور کو حاصل ہے۔ اس تحریر کو مولانا احمد نے بحسنہ اپنی تائید میں نقل کیا ہے جو باریک نمائش کے اڑھائی صفحوں میں ساتھی ہے۔

یہ تحریر مناسب تخالیف کے ساتھ سلطان ابی الحلا والی ہر توجہ کی طرف بھیج دی گئی۔ جس نے منصور کی بیعت کو بخوشی منظور کر کے اس امر کی اطلاع دینے کے لئے پھر تیسری دفعہ اس قاصد کو گران جہا ہدایا کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ صحرائے اعظم طے کر کے تنگوارین پہنچ سکا تھا۔ کہ یہاں پہنچا اور موت نے اسے مقام مذکور سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ جس پر وہاں کے گورنر نے قاصد مذکور کے ہمراہیوں کو منہ ہدایا اپنے آدمیوں کے ساتھ مراکش کو بھیج دیا۔ منصور نے تخالیف کو بڑی خوشی سے منظور کیا۔ اور

کاغزو کی فتح کا تہیہ شروع کر دیا۔

سلطان کاغزو کو منصور نے اس دفعہ ان قاصدوں کے ساتھ اپنے دو معتقد دعوت بعیت [بھی جو نہایت عقل مند اور تجربہ کار تھے۔ ملک کے حالات کو نظر غور دیکھنے کے لیے بھیج دیا۔ اور ان کے ہاتھ ایک خط سلطان اسحق بن داؤد سکیمہ والیے ملک کاغزو واقع مغربی سوڈان، اس مضمون کا روانہ کیا کہ سلطان برنڈ کی طرح وہ بھی منصور کی خلافت کو تسلیم کرے۔ اور تغازی کی کاہنا ملک کی پیدوار پر جو سوڈان اور مراکو کے درمیان ہیں۔ کفار پر جہاد کرنے والے مسلم عساکر کے مصارف کے لیے فی بار خیر ایک انتقال زر خالص مخصوص کرے یہ رچیبہ غیلہ کو بھیجا دیا کرے۔ اس مطالبہ کی تائید و تصدیق کے لیے اس نے اسحق کی طرف تمام علماء مراکو کے فتویٰ بھی بجنم بھیجے جو اس مضمون کے تھے کہ میاؤں پر فقط امام وقت کو اختیار تصرف حاصل ہے۔ اور کوئی شخص اس کے یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر اوپر تصرف نہیں کر سکتا۔ یہ مراسلہ کاتب خاص ابافارس عبد العزیز کی ہماری کی وجہ سے مراکش کے مفتی مولیٰ ابی مالک عبد الواحد سہلماسی نے لکھا تھا۔ جب قاصد اسے لیکر اسحق کے پاس پہنچے تو وہ اسے بڑھکے سخت برا فروخت ہوا۔ اور جواب دیا کہ خلافت پر منصور کو کوئی حق حاصل نہیں۔ وہ پہلے بنو عباس کے ہاتھ میں تھی۔ اور سلسلہ بھری ہے عثمانی سلاطین کو یہ منصب بد مذبیہ انتقال حاصل ہے جیسا بین ایک ملک کا امیر ہے۔ اس میں اور مجھے میں کوئی فرق نہیں۔ قاصد نے واپس جا کر جب یہ پیغام سنا تو منصور نے کے غضب و غضب کی بھی وہی کیفیت تھی۔ جو پہلے کا مراسلہ بڑھکے سخت کی ہوئی تھی۔

فوج کشی مشورہ منصور نے اوسی وقت اعیان دولت کو جمع کر کے انہیں کاغزو پر بھیجی کہنے کے عزم سے اطلاع دی اور اس کے فوائد کی توضیح کرتے ہوئے کہ وہ علاوہ ملک بہت زر خیر ہے۔ اس کی آمدنی سے حبش اسلام کو بڑی مدد ملے گی۔ اور لاکھوں مسلمانوں کی ایک نئی جماعت سلطنت میں غافل ہو کر اس کی تعزیت کا باعث ہوگی۔ ساتھ ہی یہ بھی ایذا دیا کہ انکا موجودہ سلطان

قریبی نہ ہونے کی وجہ سے شرعاً سلطنت کا تخت نہیں اور مضر ولی کا مستوجب ہے۔ اور پھر ان سے مشورہ ہو چکا کہ وہ کیا صلاح دیتے ہیں۔ مگر جب سب خاموش رہے۔ اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تو اس نے دریافت کیا کیا تمہاری خاموشی رضامندی و اتفاق کی وجہ سے ہے۔ یا کہ اختلاف کے باعث اس پر سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ کہ آپ کی رائے صحیح نہیں۔ بلا دسوڈان اور ہماری دیار کے درمیان اس قدر فاصلہ دراز اور محلاتے ذخائر حاصل ہے کہ اس کے عبور کرنے سے انسان تو انسان فرشتوں کا بھی نہ رہے آپ ہوتا ہے۔ آپ سے پہلے مراہطی موحدین۔ اور خاندان مرین میں بڑے بڑے الوالعزم شہنشاہ گذرے ہیں۔ ان میں سے کسی کو ادھر رخ کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ منصور نے سنکر کہا۔ کیا صرف انہی موافقات اور انہی دلائل کی وجہ سے آپ لوگ میری رائے کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو میں ان میں ایک بھی ایسی نہیں پاتا۔ جو میری رائے کے برخلاف حجت ہو سکے۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے۔ کہ تجار اسی فاصلہ اور صحرا کو جس سے تم اتنا ڈرتے ہو۔ قافلے میں اور فرداً فرداً دن رات سٹے کرتے رہتے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جبکہ کوئی نہ کوئی جماعت ادھر جاتی اور اس طرف سے آتی نہ ہو۔ اور یہ تم جانتے ہو کہ میں تجارت کی نسبت ہر ضرورت کا بدرجہا زیادہ عمدگی اور خوبی سے انتظام کر سکتا ہوں۔ اور سپاہی تاجرون سے کئی درجہ زیادہ جفاکش اور سخت جان ہوتے ہیں۔ باقی رہا سابق سلاطین کا ادھر توجہ نہ کرنا۔ سو مراہطی اندلس و فرنگستان کے عیسائیوں کے غزوات اور اپنے ملک کے ساحل سے کفار کو نکالنے میں ہی اس قدر مشغول رہے کہ اور طرف وہ توجہ نہ کر سکتے تھے۔ موحدین کی بھی یہی کیفیت رہی۔ اور جب کبھی ادھر سے اونکو فرصت ملتی۔ ابن غانیہ اونکی توجہ کو اپنی طرف منحطف کرنے کے لئے موجود تھا۔ بنی مرین کو بھی قیلا کی لڑائیوں سے جب کبھی فرصت ملتی۔ تلمسان کی ریاست قریب ہی ملج آدمائی کے لئے موجود تھی۔ آج اندلس پر کفار کو کامل تصرف حاصل ہو جانے سے فرنگستان کی طرف بڑھنے کا۔ اور تلمسان پر ترکی قبضہ ہو جانے سے مشرق

کی طرف جانے کا راستہ ہمارے لئے بند ہو گیا ہے۔ مغرب میں سمندر رہے۔ اب باقی صرف جنوبی جانب رہ گئی ہے۔ اور اسی طرف ہم اپنی مملکت کو دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ قراعدان فوج رکھنے کے علاوہ اس فوج کے باشندوں پر ہمیں یہ فوجیت حاصل ہے۔ کہ ہمارے پاس توپ بند و ق ہے۔ اور وہ ابھی تک محض تلوار و نیزہ سے مسلح ہیں۔ ایسے لوگوں پر فوج پانا بالکل آسان کام ہے۔ سابق سلاطین نے ایک اسوجہ سے بھی ادھر رخ نہ کیا تھا۔ کیونکہ ان کے پاس ہی اس وقت صرف نیز و تلوار ہی تھے۔ بارودی سلحہ نہ تھے۔ ٹونس و الجزائر پر اگر ہم فوج کشی کریں۔ تو انہیں نہ کون سے فتح کرنا آسان کام نہ ہو گا۔ لاکھوں جاہلین ضائع ہو گئی۔ اور پھر اگر ہماری فوج بھی ہو جاوے تو یہ ملک ایسے سیر حاصل نہیں کر اؤں سے کوئی بڑی آمدنی ہو۔ اس کے برعکس سوڈان کی فتح آسان اور وٹان کی آمدنی الجزائر وغیرہ سے کئی گنے زیادہ ہوگی۔ آخری دلیل تمہاری یہ تھی۔ کہ متقدمین میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پیچھے آنیوالی نسلیں بھی کوشش نہ کریں۔ کیا سینکڑوں ایسی جہتیں متاخرین نے فتح نہیں کیں۔ جو متقدمین سے فتح نہیں ہوتی تھیں۔ یہ تقریر سنکر تمام اعیان دولت مان گئے کہ عقل الملوک ملوک العقول ہوتی ہے۔ اور کہ منصور کی رائے بالکل درست و صحیح ہے۔

مولانا احمد منصور کی تقریر کے دو مقامات پر اعتراض کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ملشیں کو بھی سوڈان پر غلبہ حاصل نہ تھا۔ حالانکہ اوں کے بانی ابو بکر بن عمر مراکش سے ٹھوکر واپس جا کر تین ماہ کی مسافت کا علاقہ فتح کیا تھا۔ دوم اس بیان کو صحیح نہیں بتاتے کہ سابق سلاطین کے پاس شراب اسکو نہ تھی۔ کیونکہ بارود کا رواج بنی مرین کے عہد سے پیشتر سا تو دین صدی ہجری سے شروع ہو گیا ہوا تھا۔

علماء مصر سے تمنا کرتے { اعیان کو متفق بنا کر منصور نے قوم کے دیگر علماء سے بھی فوج کشی کے جواز کا فتویٰ حاصل کر لینا ضروری سمجھا۔ اس نے اس امر

لئے مصر کے دو نامور علماء امام العارف باللہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الحسن
الکری اور امام الدلام ابو محمد بن یحییٰ مصری المشہود بہ بدر الدین قرانی صاحب
قبل الدیباچ سے متفق کیا۔ اور اندولون نے ۱۲ ریح اشانی ۹۹۶ھ ہجری
کو منصور کے قاصد کو فوج کشی کے جواز کے فتوے کہہ دیئے۔

تجدید بیعت کے اس دوران میں منصور کے دو سب سے بڑے بیٹے بھی جوان ہو گئے
تقسیم مملکت کے لیے تھے۔ جو ولی عہد کی بیعت و نامزدگی کے وقت نالائق
تھے۔ ان سے بھی بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرانے کے لیے منصور نے ولی عہد کو فاس
سے بلایا۔ اور پہلے خود بیعت کر کے پھر تمام اعیان و مشائخ سے بیعت کرائی۔ شاہ
خانان کے کارکنین نے دوسرے دن بڑے خط طبعیت مکر کی تصدیق کی
البتہ ایک بیٹے زیدان کو بقول زیدان منصور نے یہ کہ کر بیعت کی حلف
نہ دلائی کہ اس سے حلف اوٹھائی ضرورت نہیں۔ جو امر دوسرے بھائیوں
کو بہت ناگوار گذرا۔ بیعت سے فارغ ہو کر سلطان نے تمام بیٹوں کو مختلف
صوبوں پر گورنر مقرر کر دیا۔ ولی عہد فاس کی گورنری پر رہا۔ ابی فارس
ابی فارس کو سوس اور اوس کے بمقعات پر۔ ابی الحسن کو مکنا سپر اور زیدان
کو تامل پر گورنر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد زیدان اور ابی الحسن کو ایک دوسرے
کی جگہ بدل دیا۔

۹۹۷ھ ہجری میں ایک دنیا فریب نہ اپہ نفس پرست حاجی خرقوش
نام نے جبال غمارہ اور بلاد وسط میں علم بغاوت بلند کر کے امیر المؤمنین کا
لقب اختیار کیا۔ مگر جلد کفر گرداب کو پیو بیٹھ گیا۔ اس کا سر کاٹ کر مراکش بھیجا
مسجد جامع کی بنائے منصور کی والدہ مسعودہ کا جو ایک ولی زادی تھی۔ پہلے ذکر
آچکا ہے۔ ۹۹۵ھ ہجری میں اس نے مراکش کے دروازہ دکالہ پر عالی شان
مسجد تعمیر کرائی۔ اور وادی ام الرشید پر ایک سنگی پل بنا کیا۔ یہ مسجد اس نے
رودہ ٹوٹنے کی کفارہ میں تیار کرائی۔ رمضان کے مہینہ میں ایک دفعہ
باغ میں گئی۔ اندولون وہ محل سے تھی۔ اس حالت میں عورتوں کو بعض
چیزوں کے کھانسی جو زبردست خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ عام علم

ہے۔ اسے عربی میں وحامہ کہتے ہیں۔ باغ میں خوب پکے ہوئے انار اور ناسباتا
دیکھ کر اس سے مضطرب ہو سکا۔ اور اس نے ان پہلوان کو توڑ کہا لیا۔ بعد ازاں
سے سخت ندامت ہوئی۔ اور اس خطا کے کفارہ میں سینکڑوں نیکی کے کام کر
آنا اٹھا ایک اسی مسجد کی تعمیر تھی۔ یہ قصہ اب تک عورتوں اور بچوں کے زبان پر
جو مسعودہ کو بربروں کے معاورہ کے مطابق مخفیف کر کے اب باتوں باتوں
یہ فقرہ بولجاتے ہیں۔ عورہ اکلث رمضان باطوخ والرمان۔ ۹۹۶ھ ہجری
میں منصور نے فاس کی جامع قرطیین کے لیے ایک نہایت عالیشان منبر
سنگ مرمر کا تیار کر کر مرگش سے روانہ کیا اس کا وزن ایک سو قنطار ہے۔
اور اب تک مسجد مذکور میں موجود ہے۔

اصیلا کی عیسائیوں کو مخلصی کا اسی سال منصور فاس کو جا رہا تھا۔ کہ اسے سبتہ
کے نصار پیدائش کے ایک جوش کا نام ابو العباس میں احمد النقیس التظوانی
نقا۔ دوسرے برس عیسائی شہر اصیلا کو اسلامی لشکر کے خوف سے خود بخود
خالی کر کے جہازوں پر سوار ہو کر اپنے ملک کو بھاگ گئے۔ جاتے ہوئے وہ ایک
خطرناک شرارت یہ کر گئے۔ کہ شہر کے بیچے سرنگین لگا کر اون میں بارود بھر دیا۔
اور فتید کو آگ لگا گئے کہ چون ہی مسلمان شہر میں داخل ہوں۔ سرنگوں
کے اڑنے سے فنا ہو جائیں۔ مگر شہر کے ایک نصرانی باشندہ نے بروقت
اطلاع کر دی۔ اور مسلمان اس شر سے بال بال بچ گئے۔ ابو العباس ابن قاضی
نے اس واقعہ کے متعلق جو قصیدہ لکھا۔ اس کے مصرع۔

انھی لبار ود العداة خلیلا

میں انہی سرنگوں کی طرف اشارہ ہے۔

نخ سوڈان کے ہم سوڈان کے عزم کے منہ لوں پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ سب اعیان ہر
وقت منصور سے شفیق الراے ہو گئے۔ تو اس کا اپنا ارادہ مذہب ہو گیا۔
کبھی و لکو حوصلہ دیکر تیاری کا ارادہ کرتا۔ پھر کبھی پھر دل چرا جاتا۔ آخر ۹۹۹ھ

میں اور سکا عزم بالکل یک ہو گیا۔ اور وہ سامان حرب و ضرب لشکر کی ضروریات اور سامان سفر کی تیاریوں میں بددی سرگرمی سے مصروف ہو گیا۔ اس سب سے پہلے ضلع کے گورنر اور عامل کو حکم بھیج دیا کہ اس کے علاقہ میں جب قدر عمدہ اونٹ گھوڑے اور بچر تھوڑے اونکو جمع کر کے بھیجے۔ جو ضعیف جانور لاکھنگا سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔ دوسری طرف جنگی کارخانوں میں توپیں ڈھنی۔ اونکی گاڑیاں بنی۔ اور گولہ بارود کشتیوں کے تمام چوبی دفولادی اجزاء اور پانی کے لیے پیپے اور دیگر سامان شروع ہونے شروع ہو گئے۔ صرف پیپوں کی تیاری پر ایک ہزار ہزار لگا سکتے کشتیوں کا سامان جدا جدا کر کے اونٹوں پر لاد کر بھیجا گیا تھا اور دیا ر ناگر کے کنارہ پر پہونچ کر اونکو جوڑا گیا تھا۔ ان تیاریوں کی مکمل ہونے پر کل سامان اور لشکر ۱۶ ذی الحجہ ۱۱۹۹ھ کو مرکھ سے باہر وادی نسبت میں جمع میں جمع کیا گیا۔ لشکر کی جمعیت بیس ہزار سوار و پیادہ کی تھی۔ دو ہزار توپچی اور بھری طالع ان کے علاوہ تھے۔ اس مہم کی کمان منصوبے اپنے ترکہ غلام جوڈر پاشا کو تفویض کر کے بہترین جرنیل اور اعیان دولت اس کے ہمراہ کر دیئے۔ ہم مذکور کا ایک ایک اونٹ قابل دید ایک ایک گھوڑا بنظیر اور ہر سپاہی اسلحہ نہ مانہ تھا۔ یہ کل جمعیت یکم محرم الحرام ۱۱۹۹ھ ہجری کو شینہ الکلادی اور درعہ کے راستہ ٹبکٹو کے قاضی ابی حفص بن شیخ محمود بن عمر آقیت سناہی کی طرف ایک خط بھی لکھ دیا۔ جس میں اسے لوگوں کو قبول اطاعت اور لزوم جماعت کی ترغیب دلانے یا توضیح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ درعہ سے ہم مذکور صحرائے اعظم میں داخل ہوئی۔ جسے ایک سو مرحلون میں طے کر کے وہ بخیریت تمام ٹبکٹو سواران کے سب سے بڑے سرحدی شہر میں پہونچ گئی۔ راستہ میں اونٹ کا ایک یا ہنگ تک ضائع نہ ہوا۔

اسحق اپنے سردار مقام کاغور میں تھا۔ جب اسے حمل کی خبر پہونچی تو اپنی قوم خانہ بدوش قبائلی اور رقیق ملشین سے ایک لاکھ چار ہزار مقابل جمع کر کے غنیم کے مقابلہ کے لیے پانچ تخت سے روانہ ہو پڑا۔ اس نے فوج چری قناعت کر کے جاہ گروں ساحروں سیمیا گروں اور دیگر اس قسم کے فریبوں کا بھی ایک جم غیر ہمارے لیا

کہ غنیم کو یا مال کرنے میں اُن سے بھی مدد لے۔ افسوس محمد مسکین عالم متیر اور شریع
بہادر کا پوتا ایسا ضعیف الاعتقاد ہوو خدا ان تمام کا بھلا کرے جنہوں نے ایسے
واہمہ پرستوں کی خوب خبر لی ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

السيف اصدرني ابناء امن الكتب	فی حدہ الحمد بین السجد واللعب
بعض الصفاكم لاسود العمام في	متنہن جلاء الشك والريب
والعلم في نهيب الارواح لامحة	بین الخسین لا فی ہبۃ الشہب
این الروایۃ بل این النجوم وما	صاغوه من خرف فیہا ومن کذب
تحریرا واحدا دیشا المفقودہ	لیست بنج اذا عدت ولا غرب

جب اسحق کی فوج قریب پہنچی تو جو ذرا پاشا اپنی سپاہ کو صفوں میں مرتب
کے آگے بڑھا۔ سوڈانی جاننازوں نے اپنے پاؤں اونٹوں کے سینوں سے باندھ
دیئے تھے۔ کہ کہیں حملہ کی تیزی سے اون کے آسن نہ اکھڑ جائیں۔ پھر چاروں طرف
سے شیروں کی طرح مار گئی فوج پر جھپٹ پڑے۔ مگر انکی شجاعت و بہادری
اور نیزہ و تلوار کی اس زمانہ میں بھی توپ اور بندوق کے سامنے ویسی ہی بیکار
نما ہوتی۔ جیسی کہ نو سو برس بعد خلیفہ عبداللہ تعالیٰ نے ولایت ام درمان
سے ولایت برونو۔ امرا، نیوپ و بیضا اور سموری اور اون کے رفقاء کی حیرت انگیز
جاننازی فریق اور انگلش توپوں کے سامنے۔ تاہم سوڈانی طلوع فجر سے عصر
کے وقت تک سختہ و غلہ از شہادت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہے۔ آخر کار غرق
آفتاب کے قریب توپوں اور بندوقوں کی بارش ہونے لگی۔ ان کے قدم ڈگدگاتے
اور وہ پیچھے پھیر کر بد کے ہوئے ہر نون کی طرح اوٹھہ دوڑے۔ اس وقت جو
کی سپاہ نے فراریوں کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ اور انتون کو تلوار کی
گھاٹ اتار دیا۔ کہ بقیۃ السیف بکار اوٹھے۔ اے تعاقب کر میو الو ہم بھی مسلمان
اور تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم پر رحم کرو اسحق کا غوکر بھاگ گیا۔ اور اس
میں قلعہ بند ہو گیا۔ جو ذرا مال غنیمت جمع کر کے اس میں سے دس ہزار اوقال
سونہ اور دوسو بہترین طلاؤں کے ساتھ اپنے آقا کو فتح کی خوشخبری روانہ کی
اور پھر کاغذ کا جاکر محاصرہ کر لیا۔ جس کی شدت سے سنگ آکر اسحق نے صلح کی

درخواست کر کے پہلا پہچان بطور تاوان جنگ ایک مہینہ رقم میں فی الفور ادا کر دیتے اور آئندہ ہر سال خراج دیتے رہنے کو منظور کرتا ہوں۔ جو ذریعے جواب دیا کہ میں اپنے بادشاہ کے بغیر حکم صلح نہیں کر سکتا۔ اوسکو تمہاری درخواست سے اطلاع کئے دیتا ہوں۔ درین اثنا آب و ہوا کے تحائف کی وجہ سے جوڈ کی مہیاہ میں تپ کی بیماری عام ہو رہی تھی۔ سب کی یہی صلاح ہوئی۔ کہ محاصرہ اٹھا کر جواب کا انتظار ٹبکنو میں جا کر کیا جائے۔

جب قاصد یہ پیغام لیکر منصور کے پاس پہنچے۔ تو اوسے جس قدر کہ فتح سے خوشی ہوئی تھی۔ اس سے وہ چند مصالحت کی گفتگو اور جوڈر کے اس سے متاثر ہو جانے سے رنج پہونچا۔ اس نے اسی وقت ایک بیکار لشکر تیار کر کے اپنے دوستے ترک غلام محمود پاشا درادر جوڈر کے ہمراہ ٹبکنو کو روانہ کر دیا اور جوڈر کو مغول کے کل سپاہ کی اعلیٰ کمان محمود کے حوالہ کر دی۔ اور انکو تاکیدی حکم دیدیا۔ کہ سختی سے صلح ہرگز نہ کی جائے۔ اوس کے ہاتھ اوس نے دیگر امرار لشکر کو سخت سرزنش کا خط لکھا۔ کہ اس سختی سے صلح کی گفتگو کرنے میں اوہوں نے سخت غلطی کی۔ اب فوراً پھر اس سختی پر عمل کر دین۔ اور جب تک اوسے زندہ یا مردہ گرفتار نہ کر لیں خواہ وہ دریا عبور کر کے براعظم کے انتہائی گوشہ کو چلا گیا ہو۔ اوس کے تعاقب سے باؤنڈ آئیں۔ محمود پاشا جب دوسرا لشکر لیکر چلا۔ اس وقت گرمی عین شتاب پر تھی۔ یہ موسم اور صحرا کی گرمی۔ اند فون میں قحطان سنگوار پرندہ کے سوا اور کسی جاندار کو صحرا میں سے گزرنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ مگر یہ بہادر ترک اور اوس کے ہمراہ ہی یہی مہینہ کہ ایسے موسم میں بڑھے۔ بلکہ معمول سے آدھی مدت دیچاس مرحلون، میں اس مسافت جلدیہ کوٹے کے ہزار وین صدی ہجری کے شروع میں ٹبکنو پہونچ گئے۔ ایسی کسی پہلے کبھی اس نواح میں نہیں سنی گئی تھی۔ جوڈر نے ٹبکنو واپس آکر کشتیوں

سے بعض مہرین کا بیان ہوا کہ سخی کا غور ایں نہیں گیا تھا۔ اور پہلے مہر کے فتح پہونچ جوڈر ۱۵۰۰ آدمی لاواں ۱۰۰۰ ہجری کو بلا مہمت اُسیر قایض ہو گیا تھا۔ مگر کثرت کا اتفاق اسی پر ہے جو تین میں درج ہے دوسرے مہر کو قلعہ

اور جہازوں کو جڑواں شائع کر دیا تھا جو محمود کے پہنچنے تک بالکل آراستہ ہو چکے تھے۔ محمود نے ٹبلکٹوین اتنے لمبے سفر کے بعد صرف تین دن آرام کیا پھر لشکر نکلی خفگی چلنے کا حکم دیکر خود معہ امارہ دریائی رستہ پسند کر کے جہازوں پر سوار ہو گیا اور چند دنوں میں کانغہ کے سامنے پہنچ گیا۔

جو درکی واپسی پر اسحق نے تمام قبائل کو جمع کر کے اون سے عہد لے لیا تھا کہ جب تک جسم میں جان ہے وہ اس کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ مگراسد فہ تو یون کی گرج اور نقاروں کی کر دک ہی سے اون کے ہوش پر ان ہو گئے۔ اور شتر بے مہار کی طرح جدہ جس کسی کے بنگ سائے اوٹھ دوڑے۔ فاتح تاریکی شب تک منہ زمین کے تعاقب اور بال غنیمت کے لوٹنے میں مشغول رہا۔ محمود نے فوج کو آرام دینے کے لیے تین دن تک یہیں قیام کر کے چوتھے دن کچھ فوج دیکر اپنے بھائی جفر کو بطور عامل کا خون چھوڑا۔ اور خود باقی فوج لیکر اسحق کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ جو مقام شفا کر شکست کھانے پر دریا ناگرہ کو عبور کر کے مغربی کفارہ کے علاقہ کو بہاگ گیا۔ محمود بھی دریا سے گزر کر اوس کے قصبے ہو لیا اور تیسرے معرکہ میں بھی شکست فاش دیکر اوس کے کل خزانہ اور حرم و اولاد کو پکڑ لیا۔ اس نہریت کے بعد اسحق سحر کو بہاگ گیا۔ اور چند دن بھٹکتا رہ کر وہیں ہلاک ہو گیا۔ اس کی وفات پر اس کا ایک بھائی کچھ جمعیت فراہم کر کے مقابلہ کو آیا۔ مگر محمود پاشائے دنوں میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ وہ اپنے ہمراہیوں سے میدان جنگ میں ہی ہلاک ہو گیا۔ اور ہر وقت سے سوڈان کا نام ملک دریا ناگرہ سے لیکر بلا نوبہ مقبوضات مصر تک منصور کے تصرف و قبضہ میں آ گیا۔ جس دن اس فتح کی خبر مرانش پہنچی۔ وہ دن روز عید سے کم نہ تھا۔ منصور نے تین دن رات عام خوشی منائے جانے اور شہر کو آراستہ کئے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ اس حکم کی تعمیل دلی شوق سے کی گئی۔ کیونکہ باشندوں کو اس فتح کی اپنے بادشاہ سے کم خوشی نہ جھوٹی تھی۔ شعراء نے سینکڑوں نظمیں اور قصائد پیش کئے۔ اور ہر طرف ایسی کاچرچا اور اسی کا تذکرہ تھا۔ مورخین نے کاتب سلطانی ابو فارس عبد العزیز فشتالی

کے قصیدہ کو ثبت دوام و حیات مدام کی مسند عطا کی ہے۔ اس کے چند ابیات

یہ ہیں :-

جیش الصباح علی الدجا تفتق
وکان ریات عسک التی
لاحت وانفقم لیال کلہ
نشرت تطوی منہ ببلادہا
ارسلتہن جراسما وجوازہا
وسرت فکان لیلہن الیہم
لہی الیالی قد جلی اعلاکہا
معقت بہن رعد و نار کصحتہ
سمحاً لا سمح الشقی وخر بہ
رام النجاہ وکیف ذاک وخلفہ
جیش واخرہ ببا یک سیدہ
لم یشرع والاداسوار الردی
کتب لالہ علی عدانک انہم
خدت ملوک جلوک علی العلا
ان شبہوک و ملا شبیری کم
بشر ملوک الارض انک فاتح
وبقاصل لک ذی نقار یفرق
دامت طیور السجد وہی غوارد
مدام اصل عاک فی صفحہا شانا

مشقی و مسرت منصور کے دو باغ تھے۔ قاصد کی روانگی سے چند دن بعد
محمود پاشا نے بلاد مفتوحہ میں ہر طرح سے امن و امان اور نظام قائم ہو جانے
پر آدہ شکر معہ تھانفین و ہدایا کی فہدائے عظیم کے مراکش کو واپس کر دیا۔ ان میں
بارہ سو غلام و کنیز تھیں۔ چالیس بار شتر ذرا خالص۔ چار طلائی زرینین۔ اور آئینہ

مشک و عنبر وز باد کی بہت بڑی مقدار تھی۔ ان تحائف کے موصول ہونے پر فتح کی خوشخبری پہنچنے کے وقت سے ہی وہ گونہ خوشی منائی گئی۔ ملک سوڈان سونے کی کانوں کے بیٹے سہیشہ سے مشہور چلے آئے ہیں۔ جب سوڈانی ہمدی انیسویں صدی کے آخری رچ میں صرف مشرقی اور وسطی سوڈان پر منحصر ہوا۔ تو اسے سینکڑوں من سونا باشندوں سے ملا تھا۔ اس زرین ملک کے مل جلنے سے مراکش میں سونے کی اسقدر ریل پیل ہو گئی اور ہر سال اسقدر سونا آئے لگ گیا کہ محاسب اس کے انداز سے عاجز آگئے۔ زلیورات اور سلیس بنایو لون سے علاوہ صرف اخر فیان ضرب کرنے کے کام میں چودہ سونا ر بلا ناغہ روز منصوص کے محل کے دروازہ پر مشغول رہتے تھے۔ سونے کی اسی افراط سے منصور کا لقب الفہمی پڑ گیا تھا۔

الغرض مسئلہ ہجری تمام دیار مراکش اور اس کے حکمران کے لئے نہایت ہی خوشی و مسرت کا سال تھا۔ مگر چونکہ خالق عالم نے فقط ایک طرح کی کیفیت اپنے بندوں کے حق میں مفید نہیں سمجھی۔ یہ سال ایک صدمہ عظیم ہو چکا ہے سے ہی خالی نہ رہا۔ یہ صدمہ منصور کی والدہ مکرمہ مسعودہ کی وفات کا تھا۔ پنجبروزہ شنبہ ۲۴ محرم مسئلہ ہجری کو خلد برین کی طرف سفر لگئی۔ روایت ہے کہ مدت کے بعد خواب میں نظر آنے پر جب اس سے سوا کیا گیا کہ اللہ کریم ہے اس سے کیا سلوک کیا ہے۔ تو جواب ملا۔ اے اللہ جل شانے مجھے اس کی طفیل بخش دیا ہے۔ کہ ایک فتنہ میں نقصان حاجت کے لئے پیش ہوئی تھی۔ کہ اذان کی آواز میرے کان پہنچ گئی۔ جس پر میں نے اللہ کے نام کی عظمت کے خیال سے فوراً کیرے کے لیے تبا و تقید مؤمنون آذان سے فارغ ہو گیا۔ اللہ کو یہ فعل پسند آیا اور مجھے بخش دیا۔

باقی مراکش دین بالکل نہیں ہوتا۔ محمود پاشا نے مسئلہ ۶ میں سالانہ محاصل کے ساتھ ایک ہتھی بھی روانہ کی۔ وہ راستہ میں جس جس شہر سے گذری مردوزن صغیرہ کبیر تمام اس کو دیکھنے کو شہر سے باہر نکل

آئے۔ یہی کیفیت مراکش میں ہوئی۔ منصور نے اپنے پایہ تخت کے باشندوں کو اس عجیب و غریب مخالفت جانور کے معائنہ سے اچھی طرح سیر کرنے کے لیے اوسے چھ برس وہاں رکھا۔ پھر رمضان ۱۰۸۰ ہجری میں فاس اپنے ولیعہد کے پاس بھیجا کہ تمام رعایا کو اس دیوبنی کی زیارت ہو جائے۔ وہاں وہ ۱۶ رمضان سن مذکور کو پہنچے۔ جہاں ایک لاکھ سے زیادہ باشندے اس کے انتظار اور شوق دیدار میں غم سے باہر آئے ہوئے تھے۔

تمباکو کے ہاتھی کے ساتھ ایک اور بدعت مراکو میں داخل ہوئی۔ وہ بدعت تمباکو تھا جس کو اس کے مخالف اب تک عربی میں دشمنہ حبیشہ کہتے ہیں۔ ہاتھی کے ساتھ جو سودا آئے وہ اس کے پینے کے عادی تھے۔ وہ اپنے استعمال کے لیے اس کی کچھ مقدار ساتھ لائے۔ اور ان کے دیکھا دیکھی بمقدار دکل جہرہ لہذا۔ اہل مراکش بھی اس کے کڑوے دھوئین کے جلد فریفتہ و شیدا ہو گئے جس طرح اکبر کے زمانہ میں اوس کے ہندوستان آنے پر تمباکو کی حلیت و حرمت کے متعلق علماء میں اور اوس کے فائدہ و مضرت کی نسبت طبائ و حکماء میں بحث شروع ہوئی تھی۔ ویسے ہی مراکش میں ہوا۔ بعض نے اس کے حرام مطلق۔ چند نے مکروہ۔ اور بعض نے حلال ہونے کا فتویٰ دیدیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس جانور کے ساتھ یہ بوٹی مراکش میں داخل ہوئی سی جنس کے ایک اور جانور کے آنے پر اس کی حلیت و حرمت کا سرکاری طور پر فیصلہ ہوا۔ منصور کے سودا ہاتھی کے بعد اہل مراکو کو اس جانور کے دیکھنے کا اتفاق پھر پورے تین سو برس کے بعد ہوا۔ دوسرا ہاتھی ہندوستانی نسل کا نہا۔ جو ملکہ و کٹور یہ نے شریف مولائی حسن ثالث کو تحفاً ارسال کیا تھا۔ جس سال یہ پہنچا۔ اسی سال حکومت نے تمباکو کو حرام قرار دیکر اس کے استعمال کی قانوناً ممانعت کر دی۔ وہابی حکومت نے نجد میں اوسے شرک کے بعد سنگین ترین جرم قرار دیکر تمباکو پینے والے کے لیے موت کی سزا مقرر کر دی تھی۔ مولانا احمد مصنف استقصا بھی تمباکو کو حرام بتایا۔ انوں کے گروہ میں شامل ہیں۔ اس کے لیے جو دلائل انہوں نے پیش کئے ہیں۔ اونکا حاصل یہ ہے کہ

کہ اسلامی شریعت جسم و بدن کے جوئے کی کامل طہارت و صفائی کا حکم دیتی ہے صحت و تندرستی کے اس اہم موجب کا اوسے یہاں تک خیال ہے کہ اگر مرد و عورت میں سے کسی کے جسم سے بدبو آتی ہو۔ تو شریعت کے رو سے فریق ثانی علیحدگی حاصل کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ تبنا کو کے استعمال سے انسان کے منہ اور ناک میں جو کل وجوہ کا بہترین ہیں۔ اور اوس کے تنفس میں ایسی سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ لاکھ مسواک اور مضمٹہ کر واد کا اثر دو نہیں ہوتا۔ پس یہ صاف ظاہر ہے کہ اسلامی شریعت کبھی ایسی بدبودار اور مکر وہ اراج چیز کے استعمال کو جائز نہیں رکھ سکتی۔ دوسری دلیل طبی قسم کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں اس کے مسلسل استعمال سے عقل میں ضرر آ جاتا ہے۔ اور عادت ہو جانے پر اس کا چھوڑنا محال اور مورث جنون ہوتا ہے۔ یہ سب صحیح سہی۔ لیکن ہر کافی بلا کا رواج اب ایسا عالمگیر ہو گیا ہے کہ اس کے سم قاتل ہونیکا ثبوت مل جائے۔ پر شاید ہی اس کے روز افزون فروغ میں کوئی کمی آ سکے۔ یورپین اطباء میں بھی اس کی نسبت اختلاف بلکہ اتنا دس ہے۔ بعض اسے عمر اور عقل کا کشانیوالے۔ اور دوسرے عین برعکس اسے ان دونوں کا بڑا نیوالا بتاتے ہیں۔ ان میں خدہ کسی فریق کا بیان درست ہو۔ یہ مسلم ہے کہ تبنا کو شریف کا استعمال بدن و وسعت پر طمانہ رکھتا۔ انگلستان میں بھی یہ اسی زمانہ میں تازہ تازہ وارد ہوا تھا۔ اور چاندی کے تول بکتا تھا۔ منصور بن دناہ اسکا ایسا مخالف تھا کہ اس نے اپنے ولی عہد کے سپانوی نو مسلم اتالیق کو اس قصور میں قتل کر دیا کہ اس نے شہزادہ کو تبنا کو کا استعمال سکھایا تھا۔

فقہ ابی العباس احمد بابا سوڈانی اور احمد بابا سوڈانی ٹیکسٹو کا ایک مشہور ادیب و اس کے خاندان کی جلا وطنی - [و مورخ اور شاعر گذرا ہے جو کو تمام فضائل نے اتفاق یوں فرمایا۔ ابن خلدون۔ التوفی وغیرہ کا ہم پیمان ہے۔ اس کے خاندان کا نام بنو اقیق تھوڑی تھا جنہیں شہر مذکور میں دو سو برس سے نہایت وجاہت و عزت حاصل چلی آئی ہے۔ کیونکہ اس مدت میں کوئی نرہ ایسا نہ گذرا تھا۔ کہ اس میں خاندان مذکور کے بعض امراء علم و فہم اور

افتاد قضا میں مشہور زمانہ نہ ہوں۔ چنانچہ منصور کی فوج کے حملہ کے وقت بھی اس خاندان کا ایک فرد ابو حفص عمر شہر مذکور کا قاضی تھا۔ محمود ریاست کے اس خاندان کو اس کے حال پر چھوڑ رکھا۔ اسے کچھ تعرض نہ کیا۔ لیکن جب منصور نے دیکھا کہ اٹلی سودران اس کی حکومت کو اسحق کی حکومت سے زیادہ سختگیر یا کڑی کچھ بڑ بڑا لے لگتے ہیں۔ اور بنو آقیت ایک ایسا خاندان ہے کہ عوام کا اسے اپنا سردار بنا کر فساد کر دینا بعید از قیاس نہیں تو اس نے مسئلہ ہجری میں محمود کو خاندان مذکور کے تمام افراد کو قید کر یا بجولا مراکش بھیج دیے تاکہ حکم یہودیہ یا محمود نے یہ تعمیل حکم سب افراد کو معہ زن و بچہ ماخوذ کر کے مراکش روانہ کر دیا۔ اور ان کے گھروں اور ان کے مال و سبب اور کتب خانوں کو لوٹا دیا۔ اس خاندان کی علم پروری اور علمی شوق و محبت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بقول مصنف بذل المناصحتہ شیخ احمد بابا کہا کرتا تھا کہ اگرچہ میرے پاس سب بہائیوں کی نسبت تھوڑی کتابیں ہیں پھر بھی ان کی تعداد سو لہ سو سے کچھ اوپر تھی جو سب کی سب ضائع کر دی گئیں۔ یہ لوگ ماہ محرم سنہ ہجری کے اور آخر میں ماخوذ کئے گئے۔ اسی سال کے شروع رمضان میں یہودیہ پہنچے۔ جہاں ان کو حسب الحکم سلطانی قیطانہ میں بھیج دیا گیا مگر اعر علماء کی سعی و سفارش سے اسی عہد پر کہ وہ مراکش سے باہر نہ جائیں گے۔ ۱۲ رمضان سنہ ہجری کو انہیں قید سے رہائی مل گئی۔ جس پر تمام مسلمانوں کو دلی مسرت ہوئی۔ احمد بابا کو رہائی پر منصور نے دربار میں بلوایا منصور عباسی خلفا کی طرح پس پردہ رہ کر لوگوں سے گفتگو کیا کرتا تھا یہ دیکھ کر احمد بابا فوراً بول اُٹھا۔ اللہ پاک فرماتا ہے واما کان لبشر ان یمکلمہ اللہ الا وحیاً او من وراء حجاب مکیا تو یہی رب الارباب کا تشبہ کرتا ہے۔ اگر تجھے محمد سے گفتگو کی خواہش ہے تو پردہ اوٹھا کر سامنے آ۔ یہ کلام ان کے گمیا۔ اور منصور پردہ کو ہٹوا کر باہر نکل آیا۔ اس وقت شیخ اور سلطان میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔ ب۔ احمد بابا تجھے ایسی کونسی ضرورت لاحق ہوئی تھی کہ میرے مال و اسباب اور کتابوں کو ضائع کر دیا۔ اور مجھے ٹھیکوڑ سے

یہاں کھینچ بلایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں راسۃ میں اونٹ سے گر گیا۔ اور میری پینڈلی ٹوٹ گئی۔ منصور جب ہمارا ارادہ ہوا کہ تمام مسلمانوں کو ایک جماعت میں منسلک کریں۔ اور دیکھا کہ تم اپنے ملک میں باقتدار اعیان ہو تو حبطرح میں اور ون کو مطیع بناتا ہوں اسی نظم کو بنایا۔ احمد بابا۔ یہ ارادہ تھا تو فہمسان کے ترکون کو جماعت میں کیوں نہ لیا۔ وہ تو ہماری نسبت بخجہ سے بہت قریب تھے۔ منصور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ اتر کو لڑکے گما ترکو کلمہ میں نے اس حدیث کی تعمیل کی۔ احمد بابا۔ یہ حدیث ایک وقت بیشک سرور کائنات نے فرمائی تھی مگر بقول ابن عباس سے بعد دوسرے وقت آپ نے یہ فرما دیا تھا۔ لا تترکوا للترک وان ترکو کلمہ۔ یہ مسکند منصور چپ ہو گیا۔ اور مجلس برخاست ہو گئی۔

رہائی پاتے ہی احمد بابا نے مراکش میں یہی درس و تدریس کا سلسلہ کر دیا۔ اور ہزاروں لوگوں نے اس سے اکتساب فیض کیا۔ منصور کی زندگی تک وہ پھیر رہا۔ اوس کے مرنے پر اوس کے بیٹے سلطان دیدان نے آل اقیث میں سے جو لوگ ابھی زندہ تھے۔ اونکو واپس وطن جانے کی اجازت دی۔ احمد بابا دفرہ اپنے وطن کے فراق میں درد انگیز شعر اشعار پڑھتا رہتا تھا۔ اور اپنی تنہا کے پورے ہونے سے کبھی بایوس نہ ہوتا تھا۔ آخر اس کی دعا قبول ہو گئی۔ روانگی کی وقت اوس کے تمام سرگروہ مشایعت کے لئے آئے۔ احمد بابا کا معمول تھا کہ جب کسی کو رخصت کرتا تو یہ آیت پڑھا کرتا۔ ان الذی فرض علیہ القرآن لموادک الی معاد۔ جس کی برکت سے وہ مسافر ضرور بخیر و عافیت گھر کو واپس آ جاتا۔ دستا دو کو رخصت کرتے وقت ایک شاعر نے مصافحہ کرتے ہوئے جی بیہی آیت پڑھی۔ تو احمد بابا نے جہٹ مانتہ کہنیم لیا۔ ویر کا خدا مجھ اس معاد اور اس دیار کو واپس نہ لائے۔ وطن مالوف پیہر پچکر وہ سہ ہوی

لہ چھوڑ دو ترکون کو ان کے حال بد حبطرح انہیں تھکوتھا رہے حال پر چھوڑ دیا۔
تھ خواہ وہ تم کو تھا رہے حال پر چھوڑ دین تم ترکون کو نہ چھوڑو۔

ملک زندہ رہا۔

سوڈانی غلاموں کی تجارت (بلا سودان سے لونڈی اور غلام بیٹہ کر لانے اور اور مولانا احمد کی اسپیشٹ نارنگی) دیگر ممالک میں انہیں جان بچنے کا دستور صدیوں کا پرانا ہے۔ جس میں عیسائی یہودی۔ مسلمان۔ ایشیائی۔ افریقی۔ امریکی۔ اور یورپین سب کے سب تجارت غلامان کی بندش کیوقت تک شریک رہے ہیں مگر مولانا احمد معتقد استقصا صرف زمانہ سابقہ کے مظالم اور بے شرعی افعال کیوجہ سے ایسے آدرہ خاطر نہیں ہوئے۔ وہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ انکی ملک مراکو میں اسوقت بھی اس فبیح ترین تجارت کا عام رواج ہے۔ اور بڑا ظلم یہ ہے کہ اسلام کو بدنام کر نیوالے اور برائے نام مسلمان تجارت غلامان۔ جن غلاموں کو بیچ رہے ہیں۔ ان میں نوے فی صدی مسلمان ہوتے ہیں۔ جنکو شریعت کہی غلام تسلیم نہیں کر سکتی۔ مگر اس ظلم کے تدارک کا کسی کو خیال نہیں۔ مولانا احمد لکھتے ہیں :- یہ بیان ہو چکا ہے کہ دیار سودان کے باشندے قدیم سے مسلمان۔ بلحاظ اسلام و مذہب بہترین مسلمانوں کے زمرہ میں شامل اور ان میں سے اکثر صاحب علم اور اس کی تحفیس و محبت میں بے نظیر ہیں یہ کیفیت کسی خاص قوم کی نہیں۔ بلکہ ان کے جعفر ملک مراکو کے پڑوسی میں ہیں ان میں سے اکثر کے باشندوں کی یہی کیفیت ہے۔ ان کے ان اوصاف سے اس بلا کی شذاعت باسانی واضح ہو رہی ہے۔ جو قدیم زمانہ سے بحیثیت غلام و کنیز اہل سودان کی بلانفہ تجارت کے متعلق مراکو میں عام ہو رہی ہے۔ ہر سال انکی قافلے پر قافلے لائے جا کر دیار مغرب کے دیہات و قصبات میں حیوانوں کی طرح بلکہ انکی تجارت سے بھی بدتر طریق سے بیچے جا رہے ہیں اور یہ بیع و شرا ایک ایسا معمولی امر ہو گیا ہے کہ عوام الناس اپنے زعم میں شرعاً غلامی کی شرائط یہی سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ جو بیع کے لیے پیش کیا جائے وہ سیاہ فام اور دیار سودانی سے لایا گیا ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ اس سے بدتر گناہ اور فبیح ترین فعل دین کے رو سے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ سودانی مسلمان ہیں۔ پس جو کچھ ہمارے حقوق ہیں۔ وہی انکی ہرج

اور جو کچھ ہم پر واجب ہے وہی ان پر ہے۔ لوفضت ان میں مشرک یا دیگر مذہب کا کبیر و مو جو بھی ہوں۔ تو بھی یہ مسلم ہے کہ عرصہ دراز سے غالب حصہ آبادی کا اسلام کا پیر و چلا آتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حکم غالب پر لگایا جاتا ہے۔ ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ مسلمان زیادہ نہیں۔ بلکہ کافر اور مسلم لغدادین مساوی ہیں لیکن اس بات کا ہمارے پاس کیا ثبوت ہے۔ کہ جو لائے گئے ہیں وہ کافر ہیں۔ مسلمان نہیں۔ آزادی و حریت انسان کا طبعی وصف ہے۔ پس ایسی صورت میں اول قیاس طبعیت اور اصل کے حسب اقتضاء ہو گا۔ اور جو شخص ان بیکس انسان کی عدم حریت کا مدعی ہو۔ وہ منشاء قدرت و طبعیت کے خلاف کہنے والا ہے۔ مزید برآں اوٹکولانیوالون اور نیچے والون کے بیان پر کبھی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ تاجرانے مال و اسباب کی فروخت میں معملاً جو ٹ بولتے ہیں۔ شاید ہزار میں ایک ہو گا جو ایک ہی قیمت کہے اور بیچ بولے۔ جب عام تجارت کی یہ کیفیت ہے تو غلاموں کے لانیوالون اور تاجروں کی نسبت کس طرح بیچ بولنے کا یقین ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ مافی ہونی بات ہے۔ کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن میں مروت و احسان۔ نیکو کاری اور دینداری کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ یہ لوگ ایسے ہوں۔ اور زمانہ ویسا ہو جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ پھر کون بیوف ہے جو انکو بچا مان سکتا ہے۔ باقی رہے خود یہ غلام یا کنیز کین۔ انکی اپنی شہادت ہی جرائگی حریت کے برخلاف ہو۔ اس معاملہ میں اجتماع فقہاء کے روسے اختلاف اعراض و احوال کی وجہ سے قابل پذیرائی نہیں۔ کیونکہ اگر انکا کوئی بیان باطل کی خلاف مرضی ہو تو انہیں دو کو ب صاف سامنے دکھائی دیتی ہے۔ مزید برآں ان ظالموں کا ان بیکسوں سے ایسا بڑا برتاؤ ہوتا ہے۔ کہ خواہ مدت العمر کی غلامی کے ذریعہ سے کیوں نہ ہو۔ وہ ہر طرح سے حتیٰ اوسع بہت جلد اون کے بچہ سے رہائی پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی غرضیں ہوتی ہیں جبرا و نکو خلاف واقعہ کہنے کی ترغیب دلاتی ہیں۔

اہل عمل و صداقت راوی میں کراہل سودان کا عرصہ دراز یہ دستور

چلا آیا ہے کہ انکو قبائیل ایک دوسرے پر یورشیں کرتے اور شیخوین مارتے رہ کر ایک دوسرے کے شہروں اور بستیدوں سے ایناٹون کو واسطی طرح چراتے پکڑتے یا پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ جس طرح مراکش عرب ایک دوسرے کے موبیشی اور جانور۔ باوجودیکہ یہ سب کے سب مسلمان ہیں۔ مگر چونکہ دینداری کی قلدت ہے۔ اور اسلامی حمیت و ہدایت کمزور ہو گئی ہوئی ہے۔ اور کسی زبردست کا ڈنڈا سر نہیں آؤں کو ایسی حرکات فبیو کے ارتکا پ سے مطلق شرم یا خوف نہیں آتا۔ اب میں اپنے ابنائے وطن کو مخاطب کر کے پوچھتا ہوں کہ ایسے حالات میں کون شخص جو دین میں محتاط ہو۔ ایسے ایناٹون کی خریداری کا اقدام کر سکتا ہے۔ یا کس طرح ایسی کنیزوں کی ہم بستری کو اپنے لیے جائز رکھ سکتا ہے۔ جو کم از کم یہ فوج مشکو پر اقدام کرنا ہو گا۔ اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ بعض لوگ میری اس تحریر پر اعتراض کریں گے۔ کہ عام مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھانا یا ہدیہ یا کوئی چیز بغرض بیع پیش کرے۔ تو اس سے صرف ایک مرتبہ اس کی حلت یا حرمت کا سوال کر لینا چاہیے۔ تفقیش یا تحقیقات کی اجازت نہیں۔ لیکن امام ابو حامد غزالی احیاء العلوم میں اس مسئلہ پر کافی وضاحت سے بحث کر کے اسے حل کر چکے ہیں۔ اور وہ آخری فیصلہ یہ دیتے ہیں کہ جس بالیج پر بہر بیع اپنی بضاعت کو فروخت کر دینے کی کوشش کرے یا اتہام لگ چکا ہو۔ اس کے قول پر اقامت نہیں ہو سکتا۔ جب عام بضاعت کے لیے یہ حکم ہے تو انسان کی بیع و اشتراک کے لیے جیسی کچھ احتیاط درکار ہے ظاہر ہے۔

یہ درست ہے کہ شیخ احمد بابائے اپنی کتاب معراج المعصومین چند کافر اقوام موبیشی وغیرہ کا ذکر کر کے لکھا ہے۔ کہ ان لوگوں کو غلام بنانا جائز ہے۔ اور علامہ ولی الدین ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ دریاؤں اور نالوں پر سے ملکہ نام کا فرق آباد ہے۔ جس پر اہل غناہ و تکرور وغیرہ یورشیں کرتے رہ کر وہاں کے باشندوں کو اٹھا یا چراتے ہیں۔ اور پھر تاجروں کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہیں۔ جو انکو مغرب کو لاکر فروخت کرتے ہیں۔ یہی کافر قوم کے لوگ اہل غناہ وغیرہ کے عام غلام ہیں۔ اس سے برے جنوب کی طرف کوئی آبادی نہیں ہے۔

لیکن ہم باشندگان مغرب جن کے اوزار فرض سودان کے درمیان ہزاروں میل پائے
 کا صحرا حایل ہے۔ کس طرح تحقیق کر سکتے ہیں۔ کہ یہ کافر ہے یا مسلمان۔ اور یہ
 ہم کس طرح مان سکتے ہیں۔ کہ وہ قبیلے اب تک بھی کافر ہی ہیں۔ مگر وائے بر حال ما
 ہم ان باتوں پر مطلق غور نہیں کرتے۔ اور جب کسی غلام یا لونڈی تو بازار میں بکتا دیکھتی
 ہیں۔ تو اس کے بدنی عیوب و صواب کے سوا۔ اور کسی امر کی طرف کچھ خیال نہیں کرتے
 اور کالے گورے میں کچھ فرق نہیں دیکھتے۔ حتیٰ کہ یہ بد معاشی اب یہاں تک وسعت
 پکڑ گئی ہے۔ کہ بد معاش و فاسق اور خدا کے برخلاف جرات کر نیوالے سودانیوں
 پر اتنا کفایت کہ اب خود مراد کو کے قبیلوں اور اس کے شہروں اور دیہات سے بھی آنرا
 حریجوں کو چاکر غلامیہ اور بلا خوف و خطر بازاروں میں بیچنے لگ گئے ہیں۔ اور عیسائی
 اور بیچو دی ان مسلمان بچوں کو خرید کر ہماری آنکھوں کے سامنے انہیں غلام بندے
 ہوئے ہیں۔ یہ خدا کی طرف سے ہماری بد اعمالی اور سودان پر ظلم کرنے کی تقویٰ
 و سزا ہے۔ کہ اب بھی عبرت پکڑ جائیں ورنہ اللہ وانا اللہ وانا اللہ رجوعنہ لکھتے۔ کہ
 خواہ یہ سودانی کافر ہی ہوں۔ اور باقاعده طور پر لڑائی میں اسیر ہونے پر
 تاجروں کے ہاتھ نیچے گئے ہوں۔ پھر ہی بروئے شریعت یا کم از کم امام مالک
 کی رائے میں وہ غلام نہیں سمجھو جاسکتے نہ انکی بیع و شراء جائز ہے۔ کیونکہ جس غلامی
 کی شرع نے اجازت دی تھی۔ اور حضرت سرور کائنات یا سلف صالحین کے زمانہ
 میں پائی جاتی تھی۔ اس کا شرعی سبب مدت کا مفقود ہو چکا ہے۔ یہ سبب ایسے
 جہاد سے متعلق تھا۔ جس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ اور لوگوں کو راہ حق پر
 لاتا ہوا۔ اب ایسے جہاد کا کہیں نشان نہیں پایا جاتا۔ اور بنا بریں وہ سبب
 بطریق اول معدوم ہو چکا ہے۔ کیونکہ شرعاً صرف وہی لوگ غلام بنائے جا
 سکتے تھے۔ جو جہاد میں اسیر ہوں۔ پس خداوند کریم ہم لوگوں کو ہدایت دے
 کہ اس نافرمانی اور شتم کاری سے باز آجائیں۔ اور اولیاءِ اممہ کو توفیق رفیق
 ہو کہ وہ اس عالمگیر بلا کے ہمیشہ کا تدارک و انسداد کریں۔ و آخر دعوانا انہ
 ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکون من الخاسرین
 مراکش میں قتل الیدیم کی تعمیل کے منصوبے تخت نشین ہوتے ہی یہ خیال کر لیا تھا۔

کہ جب تک وہ بقول شاعر

ہم الملوک اذا ارادوا ذکرنا
ان البناء اذا تعظم شانہ
کوئی بڑی عالیشان عمارت تعمیر نہ کرے گی۔ اس کے خاندان کا نام موحدی۔ المطلق
یا مونی سلاطین کی طرح کبھی ملک میں دیر پا رواج و شہرت حاصل نہیں کرے گی۔ اور
چونکہ وہ نفاخر و خود نمائی کا بڑا ولدادہ تھا۔ اور مزید برآں اہل بیت کی
کوئی یادگار ملک میں موجود نہ تھی۔ اس نے تمام سابقہ سلاطین کی تعمیرات سے
بدرجہ زیادہ شاندار عمارت تیار کر رکھی تھی۔ اور تمام اہل علم و فضل سے
صلاح و مشورہ کر کے شوال ۱۱۵۵ ہجری میں جبکہ اسے تخت پر بیٹھے ابھی وہ
پانچ مہینے ہی ہوئے تھے تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ یہ عمارت محض شاہی کی نشوونما
میں شروع کی گئی۔ اس کی تیاری و تعمیر بڑے بڑے ماہر کاری گرا اور صنایع
سرزمین یورپ سے منگوائے گئے۔ اور سنگ مرمر بلاد اطالیہ سے۔ جسے منصور
قند کے مساوی تول پر خرید لیتا۔ اس کے لیے قند کی مقدار عظیم کی ضرورت پیدا
ہو جانے پر منصور نے بلاد حاحہ شوشا و۔ اور حبیبہ وجیرہ وغیرہ میں ہزاروں
ایکڑ پر سرکاری طور سے نیشکر کی کاشت اور تیاری قند کا کام جاری کر دیا۔ نیز
تعمیر محل میں ہر روز کاریگروں۔ معارون۔ سنگ تراشوں کا ہندرجمگھا ہوتا
کہ ان کی آسائش کے لیے سینکڑوں دوکانیں و دکان ہنر کیں۔ اور ایک
عامہ متقل بازار محل کے سامنے قائم ہو گیا۔ اس عمارت پر منصور نے جدید
دل کہو لکرو پیہ صرف کیا۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ اگرچہ ہزاروں
معار اور مزدور کام کرتے تھے۔ وہ کہیں مسئلہ عین جا کر سترہ برس کے
بعد مکمل ہوئی۔ اس لیے کاریگروں کے خاندانوں کے لیے بھی مشاہیر
مقرر کر دیئے تھے۔ تاکہ وہ باطمینان خاطر کام میں مشغول رہیں۔ اس پر
سب مورخ متفق ہیں۔ کہ شان و شوکت۔ جاہ و جلال۔ نفاست و لطافت
اور وفربہ اور کمال صنعت میں قعر شعب بوان۔ محل عثمان اور قصور
نہراور نہرہ ہی اس کے سامنے ماند ہو گئے تھے۔ ہر ایران میں پانی کی

نہرین روان تہین۔ عمارت فرض سے بیکر گنبد تک سفید و سیاہ مرمر اور رخام
مجزع کی تھی۔ جس پر جا بسونا چڑھایا گیا تھا۔

اس جنت دنیا کے ہر ایوان کے در و دیوار پر مناسب محل شعلہ اور
آیات پاک منقوش تھیں ماکثر ایوانوں کے اشعار ایک دوسرے کے بالمقابل
ایسے ایسے ایوان کے فضیلت کی دلائل بیان کر رہے تھے۔ مولانا احمد نے مرن
قبہ خمینیہ کے در و دیوار کے اندر و باہر کے اشعار مع تفصیل سمت و جهت و
مقام اپنی کتاب بین نقل کے ہیں۔ جو دوسو سے کم نہیں ایک فخریہ نظم کا نظم
جس میں شاعر قبہ کی زبان سے اوس کے اوصاف بیان کرتا ہے۔ یہ ہے یہ
سموت فخر البدر دونی والخطا واصلح قرص شمس فی اذنی قرط
قبہ خضر کی ایک طرف جو جمادی الاول ۹۹۵ھ بھری میں مکمل ہوا۔ جو ایسا
درج تھے۔ ان میں سے پہلے دو یہ ہیں

معانی حسن تنظیر فی المعانی۔ فہو السحر فی صدق الحسان
مشابہ فی صفات الحسن خجست۔ مست بہا المعانی للخوا فی

ایک بند کا مقطع جسے جنت کے لفظ کی وجہ سے منظور نے بھی بہت ہی پسند

کیا۔ یہ تھا۔

داوان منعی ان تقول لا قبل۔ بیدلج احمد جنت المتنع

کل عمارت کی تکمیل پر وزیر ابو الحسن نے تاریخ تعمیر میں یہ بیت کہا۔ جو

قبۃ الرجاج دایوان بلورین کی مباح پر درج تھا

ان شجست تاریخ اکمال البیدلج نقل۔ دایوان احمد ایوان السعادات

وزیر موصوف کا دوسرا تاریخی قطع اس سے بھی لطیف ہے۔ وہ قطع

کے باب رخام پر نقش تھا۔

الحسن لفظ ونہا القمر معنا۔ یا ما اسلج مراہ واہا ہ۔

فہو البدر الذی رات بلایع۔ و طابق اسم لہ فیہ مساہ

صح اقیمت علی التقوی قواعد۔ دول منہ علی التاریخ معنا ہ

ولاح ایضا وعین لحفظ کلمو ہ۔ تاریخیہ من تمام نقل ہوا اللہ

مصنعت نفع لطیف کہتا ہے منصور نے تین عمارتیں بنائیں۔ جو تینوں کی تینوں
بدیع الحسن اور غریب اشکل تھیں۔ یہ فقرہ بدیع اور باغات مسترت و مستقی تھے۔ شیخ
ابو عبد اللہ محمد بن غماری اندلسی اپنی کتاب بیان المغرب عن اخبار المغرب میں لکھتا
ہے۔ باغ مسترہ کو جو باغ صالحہ کے متصل ہے۔ اولاً عبد المؤمن بن علی موحیدی نے
تعمیر کیا تھا۔ اس کا طول تین میل اور عرض بھی تقریباً اسی قدر تھا۔ اس اخوات
سے پانی لایا گیا تھا۔ اور جابجا نہریں جاری تھیں۔ اور کوئی پہل نہیں جس کے
اس میں درخت نہ تھے۔ مین ستارہ جو مین مراکش سے رخصت ہوا۔ اس
سال اسکا رینون اور پہل تیس ہزار دینار مونیہ پر فروخت ہو سکے تھے۔ اس
سے پایا جاتا ہے کہ منصور باغ مذکور کا بانی نہ تھا۔ اس نے اس کی صرف تجدید و
مرمت کرائی۔

زخارف دنیا کا انجام { بدیع کی تکمیل پر منصور نے جشن عظیم مرتب کر کے تمام باشندگان
شہر کو پر تکلف و دعوت دی۔ جن میں درویش مجذوب اور نادان گویا لاشیں
بھی شامل تھے۔ ان مجذوبوں میں سے ایک سے منصور نے پوچھا۔ تم سب ہمارے
مکان کو کیسا پایا۔ دیوانہ نے ایسا معقول جواب دیا۔ جس سے عمارتوں پر لاگو
اور کروڑوں روپیہ خرچ کر نیوالے اپنے فعل کی سفاہت سے عبرت بخش آگاہی
حاصل کر سکتے ہیں۔ دیوانہ صورت فلاسفہ جواب دیتا ہے۔ ہاں جب یہ کریگا۔
کوٹھی کا بہت بڑا تودہ دکھائی دیکھا۔ یہ صاف اور سچا جواب مشککہ منصور دم
بخود ہو گیا۔ مجذوب کا کہنا جلد صحیح ثابت ہو گیا۔ واللہ بھری میں مولانا سلیمان
نے جبرنی کو گرا کر بنائید الا بادشاہ گذرا ہے گروا دیا۔ اور وہ قصر جو کروڑوں
روپیہ کی لاگت سے سترہ برسوں میں تیار ہوا تھا۔ سترہ ہفتوں کے اندر
کھنڈات کا تودہ اور پری چیرہ کنیزوں اور غلاموں کی بجائے یوم و شغال
کا ملجا و ماہا بن گیا۔ اور مغرب کا کوئی شہر ایسا نہ رہ گیا۔ جہاں اس کی عمارت
اور مصالح کا کچھ نہ کچھ حصہ نہ پہنچا ہو۔ یہی حشر خیرگی قیامت سے اس محل کا
ہوا تھا جسے منصور کے ہمنام اندلسی بادشاہ منصور بن ابی عامر نے بنام زاہرہ
تعمیر کرایا تھا۔ اور عجائبات عالم میں شمار ہوتا تھا۔ وہ ابھی تازہ ہی تیار ہوا تھا۔

کہ ایک اہل دل اور صاحب بصیرت ادھر سے گذرا۔ سو وقت محل مذکور کمال کے جو جنوں پر تہہ اور مکان کی طرح یکن ہی برگزیدہ آفاق تھے۔ درویش کی زبان سے یہ ٹہاٹھ دیکھ کر بسیا خستہ لکل گیا۔ انھوں مکان تجھ میں کل مکانوں کا مصلح لگا ہے۔ ایک دن خدا تیرا مصلح کل مکانوں میں تقسیم کرا دیگا۔ زیادہ مدت نہ گذری۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ دیوار کے ساتھ دیوار کھڑی نہ رہی۔ اور اس کی عمارت کو مختلف حصے اور ستون و کتبے وغیرہ نہ صرف اندلس کے ہر شہر میں پہونچے۔ بلکہ عراق عرب تک لے جائے گئے۔

یفرنی لکھتا ہے۔ جب میں بطریق سیاحت مراکش پہونچا اور مدینہ کے کھڑے دیکھے تو بے اختیار شیخ محی الدین ابن عربی کے یہ شعر میری زبان پر جاری ہو گئے جو اس ولی اللہ نے زاہرہ کے ٹیلوں پر کھڑے ہو کر دلی سوز سے پڑھے تھے۔

دیار باکناٹ الملائک بطلع	وہا ان بہامن ساکن فہی بطلع
ینوح علیہا الطیرین بعتی جاب	قصمت احیاناً و حیناً ترج
فخاطبت منہا طائر متغیرا	لہ شجن فی القلب و ہو مردع
نقلت ما ذاتوح و تشنکی	فقال علی دہر مضی لیس یرجع

ابن الابار نے اس قطعہ میں جو اس کی کتاب تحفہ القادوم میں درج ہے پہلے شباتی عالم کا نقشہ عجیب عبرت بخش پیرایہ میں کہنچہ یا ہے۔

قلت یوم الدار قوم تغفلوا	این سکانگ اکرام علیا۔
فا جابت ہنا اقاموا قلیلا	خم سار و اولست اعلم اینا

ایک سبق آموز لطیفہ کہ ان ابیات کو نقل کر کے یفرنی لکھتا ہے۔ میں نے لفظ البدر پہلے پر تامل کیا تو بحساب جل او سکے حروف کے اعداد ایک سو و سترہ پائے۔ جو خدا کی شان۔ اس کی عمر کے عدد دہتھے۔ سنہ بھری میں تیار ہوا اور فلاں بھری میں نہایت قدرت کے پہی تائے اور کرشمے ہین۔ جربے اختیار انسان سے منوا دیتے ہین کہ لا الہ الاہو الحکیم العلیہ

ناصر بن غالب کی بغاوت کا ناصراب کی زندگی میں تادلا کا گورنر تہہ غالب کی قاتلا بلاورین میں اسکا قتل ہونا پر متوکل نے تخت نشین ہو کر اپنے بھائی کو نظر بند

کر دیا۔ مگر جب مقیم ترکی لشکر کی مدد سے واپسے ملک ہوا۔ تو اس نے ناصر کو رہا کر کے بڑی ہمت و عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس جگہ دی۔ اور وہ والد الملک کی لڑائی تک اپنے بچا کے پاس رہا۔ جب وہ اس معرکہ میں فوت ہو گیا۔ اور منصور صاحب تاج و تخت ہوا تو ناصر اصیلا کے عیسائیوں کے پاس چلا گیا۔ اور وہ ان سے سمندر طے کر کے اندلس پہنچ گیا۔ اور عرصہ دراز تک ولایت قبائل کے پاس مقیم رہا جس نے آخر میں بحری میں اسے مسلمانوں میں باہم بھیج دیا۔ اور اسے لوانے کی نیت سے کچھ فوج دیکر مراکو بھیج دیا۔ ناصر بندر بلید میں پہنچا اور اس نواح کے باشندوں کو متفق بنا کر امیر المؤمنین کا لقب اختیار کر لیا۔ رفتہ رفتہ دیگر علاقوں تک * * * * * کے باشندے بھی اس کی طرف میل خاطر ظاہر کرنے لگ گئے۔ کیونکہ منصور کی سخت گیری اور جابرانہ حکومت سے درحقیقت رعایا خوش نہ رہی ہوئی تھی۔ لیکن جو سمجھ دار اور عاقبت اندیش تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ناصر منصور کی طاقت کے سامنے چند دنوں سے زیادہ نہیں جیت سکتا۔ وہ خود ہی ناصر سے محتر نہ رہے۔ بلکہ اور دن کو بھی روکتے رہے۔ آزاد عملہ ایک فقیہ محمد بن قاسم القصاری تھا۔ جس نے بلا غمازہ کے مقتدر اور با اثر شیخ صالح محمد بن علی کو حضور کی اطاعت سے منحرف نہ ہونیکا تاکید خط لکھا یہ خط منصور کو مل گیا۔ جس نے اس وفاداری کے صلہ میں قصاری کو فاس کا مفتی اور امام شہر مقرر کر دیا۔ ولی صالح ابی الحسن بوزیری کے حالات میں لکھا ہے کہ اندرون وہ ایک دفعہ اپنے چند شاگردوں کے ساتھ چچہ بر جا رہے تھے۔ کہ یکایک اپنے شاگردوں سے سوال کیا۔ تم سن رہے ہو۔ میرا چچہ کیا کہتا ہے۔ وہ مولانا ناصر کی فتح کی فتح و نصرت کے لیے خدا سے فرما کر رہا ہے۔ اور اسی طرح کل شجر و حجر۔ مگر میں اس کے برخلاف دیکھ رہا ہوں۔ اور ایسا ہی ہوا منصور نے فوراً ایک جہاز لشکر ولی عہد کے پاس بھیج کر اسے اس عہد پر مامور کیا۔ جس نے بمقام حاجب ناصر کو فاس کی شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ اور اس کا کھڑا کر باپ کے پاس بھیج دیا۔ یہ معرکہ بقول بعض سنہ ۸۸۵ ہجری اور بقول دیگر سنہ ۸۸۶ ہجری میں ہوا۔ لشر المثنائی میں حکایت درج ہے کہ ناصر کے قیام پر ایک ولی ہند

شیخ ابو العباس احمد بن قاسم حوصعی نے ظاہر کیا کہ وہ تا ولایت داخل ہوگا جس سے اونکی مراد اس کے بحیثیت فاتح داخل ہونے سے تھی جب شیخ محمد بن الناولی نے یہ سنا تو کہا احمد بابائے دمسقہ بن، ناصر کا سرتا ولہ میں داخل ہوتا دیکھا ہے۔ اور اس سے یہ غلط نتیجہ نکال لیا ہے نہ یادہ دن نہ ہو مگر کہ ناصر کا سر مرکش کو جاتے ہوئے راستہ میں تا ولایت گزرا۔

اس فتح کو خوشی میں بھی بڑا جشن بنایا گیا۔ اور شعرائے مبارک کہا دے قصیدوں میں خوب خوب طبع آزمایاں کیں۔ آدم منصور نے حسب معمول دیگر فتوحات کی طرح اس کی خبر بھی کل دوست سلطانوں اور ممالک غیر کے احباب کو روانہ کی۔ ان احباب میں دوسب سے نامور امین ابی عبد اللہ زین العابدین بکری۔ اور ابی عبد اللہ محمد بدر الدین قرافی مصر کے جید علماء اور اہل دل تھے۔ انکو منصور عموماً اپنے ہاتھ سے خط لکھا کرتا تھا۔ اس فتح کی اطلاعی خط کا عنوان اس زمانہ کی عربی اخبار کا نمونہ دکھانے کے لیے یہاں بجنسہ درج کر دیا جاتا ہے۔

من عبد ربہ المجاہد فی سبیلہ احمد المنصور با اللہ امیر المؤمنین المحسن الی الغافل الذی اعجز بالتقوی و ہوزین العابدین و تجلی سبلی المعارف الربانیۃ و تک حلی العارفین و السالک الذی برز فی الطریقتہ و سلک علی المجاہد الواضح الی تحقیقۃ وفقات شارب السائقین و العارف الذی تجر عن رعونۃ الایہوا النفسانیۃ فکان سلوکہ علی التجرید الی حضرت الواصلین الشیخ العالم الحجۃ الوافی السید البکر القرافی و الشیخ العارف الواصل السری نکاتل سلمۃ العلماء و سبط الفضلاء ابی عبد اللہ زین العارفین ابن الفتح السامی المقام قطب المشایخ الاعلام فخر علماء الاسلام الشہر الہرکت فی الامام ابی عبد اللہ محمد بن ابی الحسن الصدیقی انفا کما اللہ و ار و احکما مستعظم بر یاحین الامس فی حضرت القدس و کشفات الہابۃ من ریاض المشاہدۃ الی مدارج الانس و معارج النفس و سلام علیکما و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ و بعد حمد اللہ مفیض انوار عنایتہ احمد علی صاحبہ الصدیقی مظهر کون و المعارف الربانیۃ حبیباً بعد جلیل من بیت عتیق و الفضلات

والسلام علی سیدنا محمد الذی اختار لہ الرفقۃ صاحبہ فی النار والعرش والطریق
والرضا من الرأۃ الخلق و سیوف المحی و اصحاب الذین فاضلت افوارہم یدراتہم علی
الغرب والشرق و برکتہم انتقی لنا الفع انتقی لاسلا و یفضلہم یعلو سعدنا علی الکفر
علو القطب علی دایرة الافلاک فلکینا ہذا الیکم من حفرة نار کاش حالہا اللہ و صنع شہ
لہا مفعم السجل و واسع المجال عزمتہا المافیۃ تبعت الی العارسل الا و جال والایام
بیزمزلتہا و یمن دولتہا ہذہ الخاریب باسمۃ الشکور و مودنتہ بانقصال امرہا
الحریر لبحول اللہ الی ان تطوی ملأۃ الدہور ہذا و انہ اتصل بعلی مقامنا کما یکم
الذی صدرت علی افنان البلاغت سواجہ و عذبت فی موارد المہجت الصدیقہ
منانہ و مشارعہ و لطفت فی کل معنی من المعانی افانینہ و منازعہ و تالفت علی الا
جادت فی کل مقصد من المقاصد مواصلہ العذبت و مقاطعہ و اینعت باز لہ اللہ
الربانیۃ باطلہ الفیج و اجارہ و معہ المنظومات الی سحت بالحکم و مہمہا و رسائی
البلاغت قد مہا و ربانی منبت المواہب الربانیۃ یراعہا الفیض و فکبہا و حل
من نفوسنا مفعمہا الحبيب محلا من دون الشریکی مطالعہا و البدر لیلتہا تمامہا عجاہا
بہا و تنہیہا و ابتہا جابا الخوارق الی طلق اللہ علی لسان مبدیہا۔ الخ
اس کے بعد او نکو ناصر کی بغاوت و ہلاکت اور اس کی سابقہ زندگی
کے حالات سے اطلاع دیکر عنقریب اندلس کو کفار سے فتح کرنے کے لئے
اوسپر فوج کشی کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ اور اوس سے استمدعا کی کہ وہ غلبہ
اسلام اور شکست کفار کے لئے دعا کرتے رہیں۔ اور بارگاہ الہی میں التجا
کریں کہ اس سرزمین پر پھر اسلام کا جہنم اہراتا دکھائی دے۔ یہ خط ربیع الاول
سنۃ ۵۸۵ کو لکھا گیا تھا۔

انیخ و دنون اس مضمون کا ایک خط مغربی قافلہ حجاج کے میرسا مان کے
ہاتھ صہ بن ابی بنی شریف کہ کی طرف بھی لکھا۔ مولانا احمد نے صہ سلطان حکیم
وحجازہ شریف لکھا ہے۔ اور منصور نے بھی اوسے سلطان حسن کے لقب سے
کیا ہے۔ مگر یہ اونکی غلطی ہے۔ دیا ر مقدسہ اس وقت سے بہت عرصہ پہلے
حکومت عثمانیہ کی حدود میں شامل ہو چکی تھی۔ حسن صرف شریف کہ تھا۔ حرمین

کا یہی شریف تھا۔ اس خط کا عنوان حسب ذیل تھا۔
 من عبد اللہ المجاہد فی سبیلہ الامام المنصور باللہ احمد امیر المومنین الشریف
 الحسنی الی الاصلات النبی تجت من ذواتہ ما شہ فی مصیبتہا و توخلت من غریبات
 حرمت اللہ بین زمزمہا و حطمتہا و تنسخت من عرارہ ما تمشی فی ما تھا الا
 یحببہ و شمیمہا اصالت السلطان الایل الاثیر الامسی الاسمی اللادکی سلطان حسن
 ابن ابی بنی ابقاکم اللہ والبیوت ذوالاثر ترفیقون ظلالہ و علمون من الحجۃ و ہود
 الاسعد خالہ و سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
 مجالس میعاد منصور کو مجالس میلاد منعقد کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ماہ ربیع الاول
 کے شروع ہوتے ہی مجالس میلاد کی تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ اور کی سلطنت
 کے اسباب ذکر و فکر اور اصحاب حال و قال کے نام و دعویٰ رقعہ تقسیم ہر سبک
 اور عجیب و غریب صنعت کی قندیلین اور شمعین رنگ بزرگ کی نئی شمعیں ہوجاتی
 جو تا بہ نیم مقررہ کی شام کو بڑے بڑے ٹھاٹھ اور جلوس کے ساتھ انوار شامی کو پہنائی
 جاتیں۔ بطور جو کو سلطان بوقار ملک شام نے شان مجلس ہوتا۔ امراء و زراعت
 و علماء و ویش و فقراء اور عام باشندگان صفت و رصف فریبہ دار و بیچارہ
 اور سب سے ادنیٰ و اعظ فضائل بنی اور اون کے معجزات اور ولادت و زعمیا
 کے حالات اور دیگر واقعات تذکرہ شروع کرتا۔ پھر شہر باری باری منتخب قصائد
 پڑھتے۔ من بعد اہل ذکر اور صوفیاء کرام طراقت و مہتہ کے شعائر پڑھتے۔ اور
 بالآخر سلطان کے مدحیہ قصاید سنائے جاتے۔ الحسن عی بن محمد ماجد کی لئے جو بنا
 ترک سے بطور سیاحت مراکو پہونچا۔ اپنی کتاب نفحۃ المسکینی فی السفارت الترقیہ
 میں شامانہ مجلس میلاد کے جاہ و شعل اور شوکت و اعتشام کا بالتفصیل ذکر کیا ہے
 وہ لکھتے ہیں کہ ذکر و اور قصائد خوانی سے پہلے تمام حاضرین کو پیر تکلف کھانا
 مالقی و بلقی و ترکی و ہندی سائنت کے خلائی و نقرعی گلت اور مینارے لٹھیا
 اور جینی کے برتنوں میں کہلایا جاتا۔ عود و مشک اور عنبر کی انگلیٹیں جا بجا ہل
 رہی ہوتیں۔ اور عرق گلاب یا معطر پانی سے اون کے ہاتھ دھائے جاتے۔ سحر
 ساج کو اس سے بھی زیادہ اہتمام و تکلف کے ساتھ مجلس تب سجا جاتی۔

رمضان شریف میں وہ ہمیشہ بخاری شریف کا ختم کرانا۔ اول رمضان سے فقہاء
اور تفسیری اوس کے حضور یومیہ ایک سفر پڑھتے۔ بخاری شریف کو انہوں نے ۳۵
سفر میں تقسیم کر رکھا ہے۔ عید اور ٹہر کے دن کو چھوڑ کر، شوال کو پوری
ختم ہوتی تھا تو کایہ دستور تھا کہ پہلے قاضی ایکہ ورق پڑھ کر حاضرین پرانی
تقریر و نسخہ کرتے۔ اور قابل توجہ مسائل پر بحث کرتا۔ جب دن بہت چڑھ آتا۔ تو
مجلس پر ختم کر دیجاتی۔ اور سفر کا باقی ماندہ حصہ قاضی اپنے گھر ختم کرتا
اسی طرح ۵۳ سفر تک ہر روز سلطان کے سامنے تلاوت اور بحث ہوتی۔ ختم ہونے
پر منسٹر و غریبا و مالکین میں بڑی فرائضی سے نقدی و اجناس تقسیم کرتا۔ اور
بہر سال یوم عاشورہ کو عالی شان جشن مرتب کر کے غربا کو کھانا کا اپنے خرچ
سے منقہ کرتا۔ اس موقع پر ہر مفتون لڑکے کو کچھ کپڑا۔ چند دراہم اور کچھ مقدار
گوشت کی بھی عطا کر جاتی۔

قاضی ابوالقاسم بن علی ششاپلی کے میلادی قصیدہ کا مقطع یہ ہے۔
بکم ناس ہذا القرن جد و دنیا وفاضت بجور للعلوم ہوامح
اس شعر میں سرور کائنات کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ہر صدی
کے سرے پر خداوند کریم ایسے شخص کو مبعوث کرے گا۔ جو اس امت کے امور
دین کی تجرید کرے گا۔ بعض آئمہ نے ایسے اشخاص سے باشناہ بعض نے علماء
اور کسی نے اولیاء سے مراد لی ہے۔

ابوالقاسم عبدالعزیز بن محمد قشتانی کے قصیدہ کے آخری چند ابیات

یہ ہیں :-

تقضاء فی اخیاسہا اسد خفان
دار زم فی مرکزہ عدنان
اس بن علی ہم سیر خف و جفا
صفاء الجبیا و البحر و الخفا
نیکل کمی بالرونی طعان
بہ ہم الی ار حاجا شہ فی صان

ہر بڑا ازار البلاد نہ نیرہ
وان اطاحت غیر القتا ہیوشہ
عبین علی الارض بعد القضا
کتاب لویعلون رضوی لصدعت
عبید اسے امن کل روضہ حکم
از جن بدو اسر نہ نہیں العدا

من الملاجیر عن البحر اغصص الرد
 وفتح اقطار البلاد فاصبحت
 توست لقمان السجاد هو نا طق
 وان ہرہ حرا لثنا وند فقط
 ایا ناظر الاسلام شتم باریق المنا
 قضی اللہ فی علیاک ان تملک الدنا
 وانک تطو علی الارض غیر مدافع
 وتکمل بالعد لا یرف لو اده -
 فکم ہنات ارض العراق بک العلاء
 فلو سارفت شرق البلاد سیدونکم
 ولو نشر الاماک وہرک اصبحتم
 وحشایک السفاح یقتا ولما نعا
 فما الحمد الامار فحت سما کہ
 دہا تنیک ابکار القوا فی جلوتہا
 انک امیر المؤمنین کائنہا
 تعاظم حنا ان یقال شہیدہا
 فلا زلت الدینا شخوط جہاتہا
 ولا زلت بالنصر العزیز موز را

وخرن فی وجالشری وجہستان
 توذی الخراج البحر الملک سوان
 وشاہدت کسر العبد فی صلیون
 انا ملہ غسرفاتہ فق خلجان
 وبارک اروض فی ذر الحید فینا
 وکفتہا ما بین سوس وسودان
 فمر ارض سودان الی ارض بنی
 علی لہرین او علی راس غمدان
 ووافقت بک البشری لاطرف عمان
 اتاک استلایا حاج کسری وحقان
 عبالا علی علیاک ابنا مروان
 بلیۃ السودا و ایل خراسان
 علی عمدی سمر الطول و مرآن
 تغازلہن السحر فی دار رضوان
 لطائم مسک و حنسیل بنان
 فراید ودا و قلاید عقبان
 وللمدین تحمید بملک سلیمان
 تقادک الاماک فی زری عبد

ترتیب جیوش ابی عبداللہ مہدی سے لے کر متوکل کے زمانہ تک ترتیب جیوش
 و حالات سفر اور ناکل و بلین و معاشرت وغیرہ بین بنو سعد کی سیرت و ہی
 رہی جو عرصہ سے عربوں کی چلی آتی تھی۔ مختصر نے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے ہر
 بات میں ترکی آداب و قراءت کو رائج کیا۔ جس سے عوام ان میں اس سے دل
 بین بہت بُرا سمجھنے لگ گئے۔ منصوص نے دونوں معاشرے کو باہم ملا کر ایک

نئی ترکیب پیدا کر کے ضروریات زمانہ کے اقتصار کو بھی پورا کر دیا۔ کیونکہ خاکسار
ترتیب و تسلیح حبش میں ترکوں کی تقلید جو سو وقت اول درجہ کی فوجی طاقت
شمار ہوتی تھی۔ داجبات سے جو چلی تھی۔ اور دوسری طرف اپنے ملک الملک
کے قومی احساس و شعور کو بھی خوش کر دیا۔ فوجی خدمات کے لئے اوس نے
چند ترکوں اور علما، جیون کو منتخب کر کے انہیں اپنے الطاف و اکرام اور احسان
والانعام سے سچا ہوا خواہ اور جان نثار بنا لیا۔ ان میں سے ایک مہضفی باقی تھا
جو ترک سواروں کے دستہ کا سردار اور محل شاہی کی محافظ فوج کا افسر علی
تھا۔ دوسرے کا نام محمود پاشا تھا جو خزانہ شاہی کا محافظ تھا۔ اور سب ملکہ
کی انجمن اسی کے ماتھے میں رہتی تھیں۔ تیسرا جو در پاشا فوج سوڈان تھا
جو اندلسی سپاہ کا قاید تھا۔ جلاوطن اندلسی مسلمانوں سے نفیگیون کا جبار
لشکر بھرتی کیا گیا تھا۔ قوم علوج میں سے ایک بہائی مسمی قاید علوج اپنی ہتھوڑ
سپاہ کا اور دوسرا مسمی عمار اہل سوس کے حبش کا سردار تھا۔ ان کے علاوہ
چند اور بھی دیگر غیر عرب اقوام کے سردار تھے۔ جن میں بنغیا را اور تاجا بہت
نامور تھے۔ ترکی اور علوجی لشکران، اقوام پر منقسم کئے گئے تھے۔

دایا جیاک۔ یہ دستہ کلاہ پوش تھا۔ کلاہ زرد رنگ کی اور اس پر طلائی بیل
چڑھتی تھی۔ ور ٹوپی کے ساتھ خستہ مرغ کے رنگے ہوئے پروں کی کھٹی ہوتی
تھی۔ یہ دستہ سلطان کے خیمہ یا خاص ایوان کے سامنے حلقہ باندھے رہتا تھا
دمی علاقہ میں یہ کلاہ پوش ہوتے تھے۔ مگر ان کی ٹوپیاں بہت لمبی اور
اونچی ہوتی تھیں۔ جو کندھوں تک ٹنگی ہوتی تھیں۔ اور پیشانی کے بالائی حصہ
کے قریب سے دو تون طرف ان سے زرد رنگ کے گلٹ شدہ نیر بندے
ہوئے تھے جن پر بوقت خرام خستہ مرغ کے پروں سے بنے ہوئے دو پادریوں
کے پائے ہاتھ تھے۔ یہ دستہ بیاک کے پیچھے کھڑا ہوتا تھا۔

سب بدھ و مشر۔ دستہ چوٹے سے نیزہ سے جس کا ڈنڈا خوب موٹا اور چھوٹا

سبز رنگی ٹوپی۔ یہ دستہ بیک کا سب سے کمین کے کلاں سے بڑا جاتا ہے۔ ہر طرف خستہ

ہوتا تھا مسلح تھا۔ ڈنڈے پر بھی لوہا چڑھا ہوتا۔ اور سر پر خار دار تین جڑی پھوس
یہ سلاخی کے نیچے کھڑا ہوتا۔

دہم، شمشیر۔ ان کے ذمہ کھانا لانا اور میٹا نا تھا۔ اس دستہ کا سردار اختیار تھا۔
جو وادی غناؤن کے پرتگالی اسیرون میں سے تھا۔ اور مسلمان ہو گیا تھا۔

(۵) قبیلہ یہ دستہ دروازوں کے کھولنے اور بند کرنے اور ان کی حفاظت پر
مامور تھا۔ مولود شادری ان کا سردار تھا۔ اس کی وقت محل شاہی کے گرد اگر دو
پہرہ دینا۔ اور شاہی تخت و سرگوبھانا اٹھانا۔ اور اس میں جہاز و دینا اور
صفائی کرنا بھی اسی کے سپرد تھا۔

(۶) شوالش۔ جنگ دامن ہر دو حالت میں سپاہ کا اندرونی نظم و نسق اور ضبط
اور بیجا مات و رسایل کا لیجانا ان کے سپرد تھا۔

فتمالی لکھتا ہے۔ یہ دستہ وہ تھے جو پیدل سوار و توپخانہ یعنی سپاہ
کی معمولی اقسام کے علاوہ صرف منصور کی فوج میں پائے جاتے تھے۔ اس وقت
کے کسی اور بادشاہ کے پاس اس قسم کا کوئی دستہ نہ تھا۔ ان کے بعد مرتبہ میں سوار
فوج تھی۔ جس کے سردار بلکباشات کہلاتے تھے۔ تین گنی فوج پیدل۔ جیش سوس
جیش تہ اگر دشت شرقی علاقہ ملک کے باشندے، عسکر معلوجی، و عسکر اندلس میں منقسم
تھی۔ علم پر اردن کا عظیمہ دستہ تھا۔ جنکا اعلیٰ مندرجہ دیر شاہی جیش کا سپاہی منقسم کے سر

م شجاع اور شجاع کو رستم دوران بنادیتی تھیں۔ حیونق منقسم کی سواری باہر
نکلتی۔ اور کل دستے اپنے اپنے موقع پر قرینہ دار صف بستہ اس کے آگے چھے
اور دامن بایں ساتھ ہوتے۔ تو ایک عجیب بارعب جلوس بنتا تھا۔ جس کا
باجعل و وقار نظارہ لوگوں کی آنکھوں میں چکا چوندا اور دلون میں ہدیت
پیدا کر دیتا۔ مصنف مناہل الصفا کا بیان ہے کہ چہر شاہی کا استعمال پہلے پہل

لے ترکی لفظ قیوہن کا عرب قیوہن کی مین درواز کو عربی صاحب کو کہتے ہیں۔
لے شادوش کی جمع جو چاوش کا عربی، انکو زمانہ حال کے صیفا رکان حربی جنرل شاد
برابر مہنا چاوش سے یہی ترکی بلوق باشا کا عرب ہے۔ بلوق رسالہ کہ بہتر ہیں۔
لے مزل میں اسے عرب یا کرطوطاٹ ہے مین جو در میں انگریزی لفظ ٹریٹ ہے۔

غاندان سعدیہ سے راج کیا۔ جو مریخ غلط ہے اس کا رواج بلاد شرق و غرب دونوں جگہ زمانہ قدیم سے پایا جاتا ہے اس میں ٹٹا ٹٹا اور شاہی گروہ کو دیکھ کر عوام کے دلوں میں یہ خیال بڑی بچکی سے بیٹھ گیا تھا۔ کہ منصور کے پاس بے انتہا فوج ہے۔ اس عام اعتقاد نے سینکڑوں طرح طرح کے مبالغہ آمیز قصے اور سنائے ایسا کر اسے۔ ازان جملہ بیان درج کیا جاتا ہے روایت ہے کہ ایک دفعہ منصور اکیلا مرآکش سے اوس کے منتقل میدان ملیہ کو اپنی محافظ فوج کی پیغمبری میں نکل گیا۔ جب اوس کو خبر ہوئی تو اوس کا ہر ایک آدمی جس حال میں تھا اپنے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے دوڑا۔ ان کے حج تہہ جالے پر منصور نے گنتی کئے جانے کا حکم دیا۔ تو ان کی تعداد سی ہزار پائی گئی۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ اس کا لشکر قواعد دانی اور کاراموزی میں خاصہ ماہر ہونے کے علاوہ تعداد میں بھی کچھ کم نہ تھا۔ شیخ احمد اتعای اندلسی اپنی کتاب ”رحلۃ الشباب الاقفا والا حباب“ میں لکھتے ہیں جب میں نے مرآکش میں آکر منصور کی سپاہ میں صرف تواروں کی تعداد ۲۶ ہزار سے زیادہ پائی تو مجھے خیال گذر گیا کہ اگر وہ بہت دعویدار کے اندس پر حملہ کرے تو اوسے کفار سے فتح کر لینا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔

عواظ شہور ہے کہ منصور چھ مہینے مرآکش اور چھ مہینے فاس میں رہا کرتا تھا۔ یہ صحیح نہیں زمرۃ المشائخ کا شارح لکھتا ہے کہ وہ بہت ہی قلیل السفر اور شتاء مدت العهد میں صرف دو دفعہ پایہ تخت سے فاس کو گیا۔ عموماً عیش و عشرت اور استیفا و شہوات میں ہی مشغول رہتا۔ اور جب سفر کر نکلتا ہی نو بے ٹہا تہ اور ترحل سے نفعت المسکین کا مولف لکھتا ہے۔ اس نے سفر کے لیے ایک مالشان قصر عود کی لکڑی کا تیار کرایا ہوا تھا۔ جو مختلف الزون اور حصوں میں منقسم تھا۔ ہر ایک ایوان کا رنگ اور نقش و نگار کی طرز جدا جدا تھی۔ اور آرائش و نگارشات کا تو کئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ قصر کا ہیکل ایک ایسا خاصہ شہر تھا۔ یہ ہر سفر میں اس کے ساتھ ساتھ رہتا۔ اور وہ اس میں فروکش ہوتا۔ اس سفری مکان کی نظیر شاہان قدیم میں سے کسی کے پاس نہیں پائی جاتی منصور اولیا رائے کے مقابر کی زیارت

کے لیے بھی عمداً جاتا تھا۔

ایک بروی و شہری (ایک دفعہ اردو انت کو گیا۔ علما و عرصہ میں سے قاضی عالم کا منظرہ) نقیبہ ابوالکعبہ عبدالرحمن احمد الحمیدی بھی ساتھ تھا۔ جو جو عذرت و فتنہ کے ساتھ شہر کوئی میں ہی حلقہ لگے کسی قدر زور و زعم اندر بدل ہوئے تھے۔ اپنی قابلیت پر نادان ہی بہت تھا۔ اوسے مار و زانت میں ایک بدو بہ نشین فطری طباع اور طبعی شاعر کے ایسا سبق دیا جسے وہ مدت العمر فراموش نہ کر سکا۔ اور قیامت تک یہ واقعہ جریدہ عالم پر ثبت ہو گیا۔ قاضی کے ضیوں کے رسوں میں سے ایک کے ساتھ اس شخص کا اتفاق یا دن ایک جانے سے جب خیمہ کو خیش پہنچی تو اندر سے قاضی صاحب نے لکھارا۔ کہ کون یہاں ہے۔ جس نے خیمہ کو میرے سر پر گرا دیا ہے۔ میں نے اس حقارت آمیز خبر کے جواب میں ایک ورق اندر پہنکیا۔ جس پر نہایت بدیع اشعار میں چند ایسے سوانح پوشے گئے تھے۔ کہ قاضی صاحب کی عقل چکر کھا گئی۔ جب منصور تک یہ توفیق نہ پہنچا تو متحیر ہو کر پکارا۔ اٹھا۔ یہ خدا کی شان ہے کہ ایک بروی نے شہر یوں کے قاضی القضاۃ اور علامہ کو ایسا ذلیل و شرمندہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ قاضی نے جواب دیا۔ مگر چار سال بعد جب کہ سائل فوت ہو چکا تھا۔ اس بروی کا نام ابو عثمان اہلانی الروانی بتایا جاتا ہے۔ یہ سوال و جواب بحینہ عمری دان ناظرین کی دلچسپی و اگاہی کے لیے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

سوال

انی بابک العالی سائل ترھی
فما الحكم فی الاوزاع علی تلغ الکلم
وہل عار للسبق بعد تشہد
وما ورن لیسک ادرب واصل
وما ورنہ شمر ولا تن و اتنا
وبین لنا من فی اعوذ ہر بنا
لفظن ابن یاحمیدی واصل
وما الحكم فی موتی البانین فانطق
دعاء اذ ام اکمال ما بقی
وما جمع قلت لصاع محقق -
بجمع سواد و التقید اطلق
من المیس و التحدین فی الکمل فانطق
سہ جمع وزع - جنگلی گرسٹ ۱۲

جواب

جوابک فی الاولی اباحت کہہا
 کذا ابن حبیب فی الحشاہ اشراج
 وقد قیل فی الما وراغ بحرم کلہا
 ومستفہد سبکی المتخالف منہ
 ورجح ما یحکی المتخالف بعض من
 ومیت مجنون جبری خلف حکم
 وتحققہا ان یمنون النزی طرا
 فأو نہ بعد البلوغ طرودہ
 واونہ اثر الصلاح وتوعدہ
 وصیایہ وملمات ونازۃ
 وینذہر للسبق دعوی تشہد
 ولسہ افضل کقال واصلہ
 وجمعک صاعاً فی تقلیل لمصر
 وان خست فاقبہ فیج صبا
 وصاع کعام عیدہ فرع ضمتی
 وجمع سواہ فالذی منہ حاک
 وشعقہ وزن الخطایا قیامہ
 ومستفہد من فی الجوزید بنایتہ

بمذہبنا فاجزم بذاک وصددق
 لاحتاجہ مثل العقارب فاسبق
 وذاک فی انکا فی یوسف فائق
 وانکرہ التنبیہ فافهم ودقق
 لہ العزو للتحقیق لا للتشہد فی
 یعلم کلام لا یکن غیر مستق
 یصیرکوت فصل الحق یعلق
 وجین بری قبل البلوغ فطریق
 وصینان بعصیان الکبیرۃ یمتی
 یفنیق فخذ حکم الجمع وولت
 وفاق امام فی المناجات فارقی
 بکسر الیاء فاکسر العین ترتق
 واسودع ہمزۃ الواو فانیج ووتر
 لہنا بط تصریف فللعلم شتوق
 وتحریر کیرخ فتریدہ حقیق -
 باسویۃ علم یقاس فخرق
 سوا سیتہ ثقل فباستحق فانطلق
 فالجیس مبد العوذ عند الموفق

ولیجہ کی بناوت کہ منصور کو بڑے بیٹے سے جردی محبت تھی۔ اس کا ثبوت اس
 سے بل رہا ہے کہ اعیان دولت اور افراد خاندان سے دو دفعہ اس کے ہاتھ
 پر بیت کرانی منصور کو اپنی ذات کے بعد دنیا میں اگر کسی کا خیال تھا۔ تو وہ
 اپنے ولی عہد کی بہتری کا۔ چنانچہ جب کبھی وہ خزانہ کے کسی صندوق کو مقفل
 کر اگر اوپر اپنی ہر شے کرتا۔ تو بلاناغہ ہر دفعہ یہ دعا سناہ کرتا کہ خدا

وند کریم اور سے شیخ دولی عہد کا پیار کا نام کے ہاتھ سے کہلاتے مگر مادہ چہ
خیالیم و فلک در چہ خیال بمصداق۔

ماکل مایتمنی المرید رکہ ستجری الراح بما لا تشقی بسفن
منصور اور سے حبیباً لائق و قابل دیکھنا چاہتے تھے۔ ویسا ہی نالائق و غبیث
نکلا۔ وہ درنات خراب و عصیان میں غرق رہتا۔ اور امور دین اور صوم و غیر
سے درگزر کر ملکی انتظام سے ہی روگردان ہو گیا۔ جب یہ طرابلسی زور پکڑ گئی۔ تو
منصور کے وزیر ابو اسحق ابراہیم نے اور سے بہت سبھا یا۔ لیکن تربیت نا اہل اچھ
گردگان برگیند بہت۔ سدہ رہنشی بجائے وہ اور کچھ گیا۔ اور نصیحت کے صلہ میں
نامح کو زہر سے ہلاک کر دیا۔ بعد ازاں منصور کا کاتب ابی عبد اللہ محمد بن عیسیٰ
مؤلف کتاب المدد و المقصور من سنا السلطان المنصور کا بھی نام مٹنے کی کھانا
کا مرتکب ہوا۔ تو اور سے ہی اس کی پاداش میں مقید کر کے اس کا کل مال و اسباب
جس میں صرف سونے کے اسی وزنی برتن تھے ضبط کر لیا۔ جب بانی سر سے گزر
گیا۔ اور باپ کے پاس متواتر شکایات پہنچنے لگیں۔ تو اور سے نے اسے سخت زجر
و توہین بتائی۔ اور اس کا بھی اثر الشا پڑا۔ تو منصور نے خود فاس جا کر اسے مرم کیا۔ یہ حکم
برخوردار فرزند نے اپنا کل شکر جو تعداد میں ۲۲ ہزار تھا۔ اور اس کا۔ اور اس کا
ہر ایک سپاہی زربقت اور حریر کے لباس میں غرق گل اندام معشوق بنا پھرتا
تھا۔ حج کیا۔ اور ارادہ یہ کیا کہ تلمسان جا کر ترکوں کے باپ کے بر خلاف مدد
ملے۔ منصور یہ خبر پا کر فاس جانے سے رک گیا۔ اور یہ سوچ کر شاید اسی طرح ہی
عقل آجائے۔ کلف و نرمی سے بیٹے کے نام فرمان لکھا کہ میں تمہیں سبیل ماسہ
اور مدد عہ کی گورنری دیتا ہوں۔ اور وہاں کی کل آمدنی تمہارے سپرد کرتا ہوں
اس خط کا کچھ اثر ہوا۔ حتی کہ وہ سبیل ماسہ کے ارادہ سے فاس سے روانہ
ہی ہو گیا۔ مگر چھوٹے ہی دور جا کر پھر یہ بدبختی سر پہ سوار ہو گئی۔ اور شہر کی پشت
گیا۔ اور پہلے ہی حال میں غرق ہو گیا۔ اس پر چھوٹے چند اعیان و دولت
اور علماء ملت کو روانہ کیا۔ اور انہوں نے بہت سبھا یا۔ اور باپ کے مختصر و
ناراضگی کے نتائج بد سے ڈرایا دھمکایا۔ مگر دیکھا کہ اور سے سوا اسے اپنی بد

اور ان کے لوازمات کے اور کسی قسم کے کلام یا کام سے دل بستگی ہی نہیں۔ ایک کانٹن رہا ہے۔ اور دوسرے کان تمام نصیحتوں کو باہر نکال رہا ہے تو سخت دلوں سے ہو گئے۔ تاہم جب اس نے اس قدر وعدہ کیا کہ اس نے پہلے گئے کا عزم چھوڑ دیا ہے۔ اور چند کہلم کہلا نا لایقینوں سے بھی مختار ہو گیا۔ تو انہوں نے اسی کو عنایت سمجھا۔ اور واپس آکر رفع شر کے لیے منصور کو کہہ دیا کہ اب وہ نائب ہو گیا ہے۔ . . . منصور جانتا تھا کہ یہ محض دعوئے مصلحت آمیز ہے۔ اب اس نے بلفط و جیل بیٹے کو قابو کرنے کی کوشش شروع کر کے اسے ایک طویل خط لکھا۔ جس میں اس کے بعض کاموں پر ڈانٹ بتائی کہیں نرمی سے کام لیا۔ اور بڑا ذرا اس امر پر دیا کہ اُس نے بنو سعد کے شریک خاندان بنو طوی کے جو اکثر امرا اپنے گرد پیش مناصب جلیلہ جمع کر لیے ہیں اس میں بہت غلطی کہا کی ہے۔ ان کو گوئیہ اعتماد و بہرہ و سہ کرنا اپنی بیگنی کرتا ہے۔ بطور سابق اس طویل خط کا بھی جو باریک ٹاپ کے اڑھائی صفحہ پر پیلہ ہوا ہے۔ صرف عنوان ناظرین کی آگاہی کے لیے یہاں درج کر دیا جاتا ہے :-

من عبد اللہ تعالیٰ المجاہد فی سبیلہ الامام النصور باللہ امیر المومنین ابن امیر المومنین ابی عبد اللہ محمد بن شیخ الشریف الحسنی اید اللہ وامرہ و ظفر صاکرہ الی ولہ تاوولی عہدنا الامیر لاجل الفضل الاکمل الاغرابا بالشیخ وصل اللہ علیکم و علی من غیر الدین آباکم و رحمۃ اللہ اما بعد مکتا بنا ہذا الیکم من حضرت مراکش صاحب اللہ و لا جدید الا عودہ مولانا من النجیر اللہ اسمہ اللہ اللہ

یہ خط جو یکم جمادی الاول سنہ ۸۵۹ ہجری کو لکھا گیا۔ درحقیقت محض اندر غیبی کی غرض سے تھا کہ سرکش و بد کردار ولی عہد حکمین خاطر ہو کر باپ کی یورش و حملہ کسٹرف سے بیکر ہو جائے۔ اور ہر اوسے یہ خط پہنچا۔ دوسری طرف دوسرے بیٹے زیدان کو حکم بھیج دیا ہے کہ ایک سو سو سوار تافیلہ لے کر راستہ بھیجے کہ جو آدمی مراکش کسٹرف سے شمال و مغرب کو جاتا ہو اسے اسے واپس لوٹا دین۔ اپنی ہدایات کے ساتھ اپنے آزاد غلام سعد الدادی کو سلا کی شرک پہنچا دیا۔ پھر خود بارہ ہزار جدیدہ سوار ہمراہ لیکر

اور اہل جامی الاول ملت بحری میں قاس کو روانہ ہو گیا اور پیشتر اس کے
وہاں کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی تھی۔ چند دنوں میں وہاں کوئی ہوا قاس کے متصل
موضع الدوح پہنچ گیا۔ اسی دن ولی عہد نے کچھ مصاحب موضع مذکور
کی طرف یہ دیکھنے کے لیے روانہ کئے کہ آیا کوئی مسافر مراکش کا بھی گذر
ہے کہ نہیں۔ اگر گذرے تو اس سے وہاں کے حالات دریافت کریں۔
وہاں پہونچکر تمام میدان کو فوج اور گھوڑوں سے بھرا ہوا دیکھ کر انکو
حراس پرمان ہو گئے۔ اور بارنگ و رو باخہ ولی عہد کو کل خبر جامی کہ تم
چار دن طرف سے گھر آئے ہو۔ اور بہانے کا کوئی راستہ نہیں رہ گیا۔ بد
نصیب کو سہ وقت بھی ہوش نہ آیا۔ نہ بد بختی نے اس کا ساتھ چھوڑا۔
ساتھ نہ ہو کر سید باب کے پاس پہونچنے کی بجائے اپنے بدکردار حوالی
موالی اور مصاحبوں کو نیکر شیخ صالح کے زادیہ کو جو دریا درغہ کے کنارہ
پر بہاگ گیا۔ شیخ موصوف ۱۹۵۵ ہجری کو فوت ہو چکا تھا منصور کو خبر ملی۔ تو
اس نے جو ذر پاشا اور قاید منصور البتلی کو اس کی گرفتاری کے لیے بھیج کر
قسم کھائی کہ اگر وہ اسے ساتھ نہ لائے تو عبرت بخش سزا دیگا۔ جب یہ پہونچ
تو ولیعہد کے حکم سے اس کے رخصت و لڑائی کو تیار ہو گئے۔ اور اوپر گولیان
چلائیں۔ لیکن آخر غرض پکڑا گیا۔ اور باب کے حضور لایا گیا منصور اس وقت
مکہ قاس میں داخل ہو چکا تھا۔ اس نے ولیعہد کو مکنا سا کے قید
خانہ میں بھیج دیا۔ اور اس واقعہ کے مفصل حالات اپنے بیٹے ابو الفاتر
کو جسے مراکش میں اپنی جگہ چھوڑا یا تھا۔ تحریر کئے۔
کچھ دنوں کے بعد ولی عہد کی ماں خیران نے مراکش کے ان عیال
کو جو منصور کے ساتھ آئے تھے۔ کہلا بھیجا کہ وہ اس کے بیٹے کی سفارش
کر کے باب کے دل کو اس کی طرف سے صاف کر دیں۔ وہ جب سفارش
کو گئے۔ تو منصور نے اونکو جواب دیا۔ پہلے مکنا سا جا کر اس کی حالت دیکھو
پھر جواب کے قایم ہو اس سے اطلاع دو۔ وہ جب مکنا سا گئے تو اسے
پہلے سے بدتر اور جلیث پایا اس نے اپنے بدکردار رخصت و لڑائی کے حالات

دریافت کرنے اور انکی جدائی اور بیعتی پر افسوس ظاہر کر دیکے سوار اور
کوئی بات ہی نہ کی۔ ان لوگوں میں سے چند نے واپسی پر ازراہ منافقانہ اس
کی تعریف کی کہ وہ اب سد ہر گیا ہے۔ لیکن باقی ماندہ نے صاف کہہ دیا کہ وہ اس
کا بل نہیں کہ اس سے دو شخصوں پر بھی حاکم بنایا جائے۔ یہ سنکر منصور نے پوچھا
کہ پھر اس کا کیا علاج کیا جائے۔ اور کوسب خاموش رہے۔ لیکن خلیفہ کے مامور
عبدالعزیز بن سعید درگتھی نے جواب دیا میں اس کی کوفتوں کو دیکھ چکا ہوں
وہ کبھی نہیں سد ہر لگا۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ منصور کو یہ جواب بڑا آفر
نہ معلوم ہوا۔ مگر جواب دیا کہ بیٹے کو ۱۰۰ کس طرح مڑا دوں۔ پھر مکتا کے
گورنر کو اس پر اور زیادہ سختی اور تشدد کرنے کا حکم بھیج دیا کہ شاید اسی
سے اس کی حالت سد ہر جائے۔

وہاں اور قرطبہ کے منصور کو عرصہ بعد فاس میں ابو زیدیان کو نائب چھوڑ کر
وہ دیگر احتیاطیں خود مراکش واپس جانے کے لئے شہر سے باہر میدان میں
خیمہ زن ہو گیا۔ اتنے میں اس سے خبر پہنچی کہ مراکش اور بلا دسوس میں وہاں
نمودار ہو گئی ہے۔ اس پر اس نے اپنے بیٹے ابی فارس کو جو مراکش میں تھا۔
بعضوں ذیل خط لکھا ہے

تمہارا خط مجھے سہ شنبہ کی شام کو ملا۔ اور آج چار شنبہ کی صبح کو اس کا
جواب لکھتا ہوں۔ آج اگر دیوان اور دربار عام کا دن ہوتا۔ تو ہی تحریر تھا
تو قف نہ کرتا۔ تاکہ تمہیں جلد میرا خط مل جائے۔ اگر غم میں وہاں خفیف سی
ہی نمودار ہو جائے۔ یعنی خواہ ایک ہی شخص کے اس میں مبتلا ہونے کی خبر
ملے۔ تو قائد محمد کے ماتحت ایک سو معتبر تفنگچی چھوڑ کر خود فوراً شہر سے نکل
جاؤ۔ پھر شہر سے نکل کر بیان تک احتیاط رکھنا کہ جب تک سلاطین پہنچ جاؤ راستہ
میں کہیں ایک یا دو دن سے زیادہ قیام نہ ہو۔ مزید برآں تریاق کو بلاناغہ مقدار
معلوم ہر روز استعمال کرتے رہو۔ باقی رہنما راہ کا اور دیگر صغیر السن اطفال
انکو تریاق گرمی کر لگا۔ انہیں شربت معروہ حبیبی کثیر مقدار میں التولنی کے
پاس چھوڑ آیا ہوں۔ دیکھ رہو۔ اور جب کبھی دیکھو کہ اس کے استعمال سے

اون کے مجددہ میں بروقت پیدا ہو گئی ہے۔ تو ایک یا دو مرتبہ تریاق بقدر حاجت انکو کھلا دیا کرتا تھا اور مذکر کیم اپنے فضل و کرم سے اور بجز مت خیر البشر ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور ملک کو اس مصیبت سے نجات بخشنے۔

اس نظام قحط کا در تہنہ یہ بھی لکھا ہے کہ حقیق الوادی کے لوگوں کے پاس صرف ایک مہینہ کا غلہ رہ گیا ہے۔ اس کے بعد اگر در بند لاہین غلہ نہ بھیجا گیا تو وہ قحط سے مرنے لگ جائیں گے۔ اس کے متعلق پیدہ بھی حکم دے چکا ہوں کہ تمہارے دستہ اونکو غلہ بھجوا دیا جائے۔ جو اگر روانہ کر دیا گیا ہے تو اب تک پہنچ گیا ہو گا۔ ورنہ اب بلا وقت اس کا تدارک کیا جائے۔ اگر سرکاری ذخیرہ میں کافی غلہ نہ ہو تو خرید کر بھیجا جائے۔

بجیہ و تطہیر کا در میں یہاں تک لکھ چکا تھا کہ تمہارا دوسرا خط پہنچا۔ تمہارے پاس کے گورنر یا کسی اور آدمی کی طرف سے جو خط آئے۔ اس سے ہم خود ہرگز نہ پڑ ہو نہ قاصد کو اپنے مکان میں آنے دو۔ بلکہ لفاظ اپنے کام کے حوالہ کرادو۔ اور وہ اسے پہلے سرکہ میں بھگو کر خشک ہونے کے بعد کھولا کرے۔ اور خود ہی پڑ لکھ تمہیں اس کے مضمون سے آگاہ کر دیا کرے۔

در بجنے تمہارے مامون کے بیٹے احمد بن محمد الصغیر گورنر سوس کا خط ملا ہے۔ جس میں وہ وہاں کی وبا کی کثرت کی شکایت کرتا ہے۔ وہ یہ شکایت اسی لئے کرتا ہے کہ اس سے اپنے محل ماموریت کے چہوٹے کسے لئے بہانہ بنائے۔ تم نے اچھا کیا۔ کہ اسے مراکش نہ آئیگی اطلاع دیدی۔ وہ ہاکی اجازت کے بغیر اور پھر ایسی صورت میں جبکہ ہم دارالخلافت سے دور ہیں۔ ایسی جگہ سے جانیکا ارادہ رہنے کی کس طرح جرأت کر سکتا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ ہماری نظروں سے گر جائیگا۔ اور پھر کبھی یہ منزلت حاصل نہ کر سکے گا۔

ہاں اگر وہاں بیماری بہت ہی شدت سے پھیل جائے تو اس میں کوئی ہرج نہیں کہ وہ وہاں سے نقل کر کے محلہ علاقہ خنق الوادی میں چلا جائے۔

پھر چند گورنروں کی تقرری و ماموری اور ترسیل غلہ اور قصر الخیل کی جلد تکمیل کے متعلق لکھ کر اپنے ایک پست قاصد سرف یا بوکی نسبت تاکید کی

کہ اس سے ہمیشہ سبز خدیگہ نہ دی جائے کہ موٹا نہ ہو جائے۔ اور دن میں ایک دفعہ ضرور اس پر سواری کی جائے۔ اس کے بعد تریاق کے استعمال کی مکرر تاکید کو کہہ کر دینی تریاق (مجنون) داروغہ بلبوسات کی تھویل میں ہے اس سے اپنے سامنے وٹان سے نظر انا۔ اور خاندان شاہی کے علاوہ فلان فلان یہاں ایک غلام محل سرکاری اردیگنی اور کئی اور اشخاص کے نام درج ہیں، کو بھی روزمرہ کھلائی جاوے۔ اور اپنے چچا کی بیٹی (یعنی اپنی بیوی)، عزیز بابا عبدالملک کی ماں کو تیجے نہ چھوڑ جائے اور میرے عزیز بھجن داوود ابی فائز، عزیز بابا اور رضیہ کو بہت بہت پیار کرنا۔ اس پیاری لڑکی کے لیے میرا دل بہت ترس رہا ہے حج اللہ بکملہ الشمل جیعاہ آیین۔ سو مت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ خیرال و السلام“

گزشتہ کی بحث اس خط کو بخیر نہ نقل کر کے مولانا احمد مصنف استقصا و اعتداف کرتے ہیں۔ اول یہ کہ منصور کا ابی فارس کو وبار ظہور پر درخواست وہ کیسی ہو خفیف کیونکہ ہو، مراکش سے نکل جانے کا حکم دینا خلاف شرع تھا۔ دوم یہ کہ سوس کے خطوط کے متعلق جو ہدایت کی وہ فرنگیوں کے دستور قرطبیہ کے مشابہ تھی۔ جسے وہ واسے محفوظ رکھنے کا ایک بڑا سبب سمجھتے ہیں۔ اس کو منتینہ کے متعلق تونس کی جامع زیتون کے مدرسہ کے مالکی مدرس شیخ ابن عبداللہ المناعی التونس الماکی۔ اور تونس کے حنفی مفتی شیخ محمد بیرم کی رائے نقل کیں۔ مالکی عالم نے اسے قضا سے فرار قرار دیکر حرام بنایا۔ اور حنفی مفتی نے مباح۔ میری اپنی عاجزانہ رائے یہ ہے کہ حرمت و اباحت کے فیصلہ کے لیے پہلے یہ دیکھنا واجب ہے کہ امر زیر بحث میں مصلحت و مفدہ کیا کیسا ہے۔ اور کس کا یہ و زقی ہے۔ اور اگر دونوں مساوی ہوں۔ تو مصلحت و ضرورت کے مطابق مفدہ کو مصلحت پر مقدم سمجھا جائیگا۔ کرنیتی پر نظر احسان غور کرنے سے میں اس میں مصلحت اور مفدہ دونوں پاتا ہوں۔ مصلحت یہ ہے کہ وہ بلاذیر کرنتینہ کے باشندوں کی سلامتی کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ مصلحت غیر محقق ہے۔ بلکہ مظنونہ بھی نہیں کیونکہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ اکثر

زیرِ کرتینہ علاقہ و بلاد میں گو اس کے قواعد و ضوابط کی پوری پوری تعمیل کی گئی ہو۔ و با داخل ہو جاتی ہے۔ جس کا یہ بیان ہو کہ کرتینہ ہمیشہ سلامتی کا موجب بنتا ہے۔ وہ اس کا ثبوت پیش کرے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ کرتینہ کی مصلحت حکم کو بلکہ محروم ہے۔ اور ایسے امر کو شریعت کبھی قابل التفات نہیں سمجھ سکتی۔

باقی رہے مفاسد۔ وہ دو وزنِ مہم کے دینی و دنیاوی اس میں پائے جاتے۔ دنیوی یہ ہے کہ تاجروں اور مسافروں کو اس سے سخت تکلیف پہنچتی ہے۔ اور ان کے کاروبار میں بہت بڑا ہرج واقع ہوتا ہے۔ دینی یہ ہے کہ اس سے مومنین کے اعتقاد میں خلل اور توکل میں رخنہ پڑ جاتا ہے اور یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ کہ وہ خدائی قضا کا دافعہ اور اس سے بچانوالا ہے۔ اور اس طرح عوام الناس تصورِ افہام سے ضعفِ ایمان کے ورطہ میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ دو وزنِ مفاسد تحقیقی اور عام مشاہدہ کی بات ہیں۔ پس کرتینہ کی حرمت صاف ظاہر ہے۔

حافظ قسطلانی نے اپنی کتاب جاح الصبح میں سورہ نساء کی آیت لاجناح علیکم ان کان بکم اذی من مطلا او کنتہم حتی ان تضعوا السلحکم وخذوا حذرکم کہہ ڈھ کی تفسیر میں جو یہ لکھا ہے کہ اس سے جمیع مضار منطوقہ سے حذر کر لینا و جو ب ثابت ہو رہا ہے۔ اور بنا برین دوا سے علاج کرنا اور بار سے احتراز کرنا اور چکی ہوئی دیوار کے نیچے بیٹھنے سے محترز رہنا واجب ہے۔ اس سے ایسا حذر مفہوم ہے جس کی شریعت اجاز دیتی ہے۔ مثلاً اس کا یہی حکم کہ جس علاقہ میں وبا ہو وہاں نہ جاؤ اور نہ باری کا لاپسٹیب سے علاج کروانا نہ کہ ایسا حذر جس سے کوئی مفسدہ اور اعتقاد میں خرابی پیدا ہوتی ہو۔

مولانا احمد کی اس قطعی رائے سے استاد ابو محمد عبد اللہ بن ابی اسنی بن خضر السلاوی نے بھی جو کئی برسوں سے مراکش کے قاضی ہیں کمال اتفاق کیا ہے۔ لیکن جنفی علماء نے ہر جگہ اس کی ااحت کا فتویٰ دیدیا ہے چنانچہ سلطنت عثمانیہ میں جہان فقہ حنفیہ کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ اب کرتینہ

کا عام رواج ہے۔

وفات کے منصور و باری کی خبر سکر فاس کے میدان میں ہی رگ گیا تھا مگر قضا کو کوئی تدبیر یا احتیاط نہ روک سکی۔ اور اسی وجہ سے فوت ہوا۔ جس سے اسے بڑا خوف تھا۔ یہ بیماری اسے اربعہ النبی سلسلہ ہجری کو بروز چار شنبہ چٹی سوار و شنبہ کو دسندہ میں، راہی ملک بقاء ہو گیا۔ اسے پہلے فاس میں جامع اعظم کے مقصورہ کے سامنے دفن کیا گیا۔ مگر بعد ازاں اس کی لاش کو مراکش لیا کر جامع المنصور کے سامنے قبرستان شرفارین دفن کیا گیا۔ اس پر اب تک عالیشان عمارت کھڑی ہے اور قبر کے تعویذ پر یہ تاریخی کتبہ نقش ہے:-

ہذا ضریح من غدت بہ المعالی تقف
احمد منصور اللہ کل مجد مبتکر

یارحمۃ اللہ اسرعی	بکل نفسی
و یا کریم الرس بما	ومن رضاه منہر
وطیبی ثراہ من	تذکرہ کرہ العطر
وانفق تاریخ الوفا	یہ دون تفنید ذکر
مقعد صدق دارہ	عندہ ملک مقعدہ

یہ وہاں سلسلہ ہجری سے شروع ہو کر سلسلہ ہجری تک بلامرہم پہنچ کر مراکو پر تسلط رہی اور گھروں کے گہروں ویران اور شہروں کے شہر بر باد کے رخصت ہوئی۔ عوام نے بعد میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ منصور کو اس کے بیٹے زیدان نے اپنی ماں شہنائی کے اشارہ پر وہاں کے ظہور پر زہر دیا۔ اٹھا کر اس کے معالج سے روک دیا۔ جب منصور کو اس کا علم ہوا تو اس نے زیدان کو بدعادی کر کہا۔ زیدان تو نے جلدی کو زیدان کو تھکایا۔ مراکو میں خشک اور تھانی پڑی تھی۔ عوام اس کا سبب اسی بدعادی کو سمجھتے رہے۔ مگر یہ روایت از سر تا یا غلط ہے منصور در حقیقت وہاں سے فوت ہوا تھا۔ سیرت و خصال کے منظر باہر است۔ خوش انتظام۔ حازم و بیہار مغز۔ اور اہم معاملات میں مشورہ کر لینے کا عادی تھا۔ ہر چہ شنبہ کو زیدان منعقد کرتا۔

جس میں تمام اعیان دولت جمع ہونے۔ اور اون سے اہم معاملات پر رائے
 بجاتی۔ اس کے ذکر بار عام مرتب کرتا۔ جس میں ہر فریادی کو حاضر ہونی
 عام اجازت ہوتی۔ باخبر ایسا تھا کہ ملک کے ہر حصہ کے حالات کی ذرہ ذرہ خبر
 اسے برابر پہنچتی رہتی۔ اور گورنروں کے خطوط کے جواب میں ایک لمحہ کا
 کو قف نہ کرتا۔ اسی لیے کاتبان شاہی کو ہر وقت حاضر رہنے کا حکم تھا۔ منصوص
 کا مقولہ تھا کہ اور سب معاملات میں توقف و اہمال ہو سکتا ہے۔ مگر اعمال کے
 خطوط کے جواب میں درنگ خالی از نقصان نہیں۔ وہ وسیع النظر اور وسیع
 المطالع فرمانروا تھا۔ اوس نے ایک بیش قیمت کتب خانہ جمع کیا۔ اور رازدہ نگہا
 تھا کہ شرفاء کی تمام نظموں اور دیوانوں کو جمع کرے۔ اوس نے علم سیاست
 اور ادبیہ مخصوصہ پر خود بھی دو کتابیں تصنیف کیں جو علماء و معرکے پاس
 تبصرہ و تقریظ کے لیے بھیجی گئیں۔ وہ خطاط بھی اعلیٰ پایہ کا تھا۔ اس فن
 میں اس نے ایک قابل قدر ایجاد بھی کی۔ بلاد شرق کی رسم الخط میں خطوط
 لکھتا۔ مشہور لباس مضموریہ کا بھی وہی موجد ہے۔ ممالک غیر سے اوس کے
 تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے۔ سلطنت عثمانیہ سے اس کے تعلقات کی توضیح
 ہو چکی ہے۔ ۱۶۱۱ء میں اوس نے انگلستان کو بھی ایک خاص سفارت
 روانہ کی۔ اور اپنے محل البدیع کی تعمیر کے لیے اوس نے اجنبی صنایع بہ
 تعداد کثیر منگوائے۔

وہ بادجو و اس قبول اور آمدنی کی کثرت کے بہت ہی حریص تھا
 رعایا پر اوس نے پہلے ہی ٹیکس سنگین نہ کر دیئے۔ بلکہ کئی نئے بھی ایذا رکھے
 اور انکی وصولی میں بڑے تشدد و جبر سے کام لیتا۔ جس کی وجہ سے وہ
 رعایا میں فی الحقیقت ہر دلعزیز نہ رہ گیا تھا۔ حرص و طمع کے علاوہ سنگدل
 بھی بڑا تھا۔ ذرا سے قصور پر قوم کی قوم کو سخت سزا میں دیتا۔ اس کا یہ
 عام قول تھا کہ اہل مغرب مجنون ہیں۔ اور زنجیر و سلاسل اون کے شفاغیا
 ہیں۔ مگر اوس کے ساتھ بھی یہ خرمی رکھتا تھا۔ کہ ملے العموم اعمال کے ظلم و
 ستم کو روانہ رکھتا۔

تصور و عملات کے علاوہ اس نے جنگی تعمیرات بھی تیار کرائیں اور فاس کے باہر جو عجیب و غریب قلعے بنام باشندبات اب تک موجود ہیں۔ وہ ہی کے تیار کرائے ہوئے ہیں۔ ان کے استحکام اور مضبوطی کا اندازہ کچھ دیکھنے سے ہی اپنی طرح ہو سکتا ہے۔ انکی عمارت بروز دوشنبہ ۲۲ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ سے شروع ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ بندر العریش اور کئی دوسرے شہر کی حفاظت کے لیے بھی قابل دید قلعے تعمیر کرائے۔

مورکہ داری الخازن کے بعد فوراً ہی ۱۰۰۱ھ ہجری میں عام مخطوطہ کی کیفیت اور اس کی نسبت لوگوں کے عام اعتقاد کی توضیح ہو چکی ہے۔ اسی سال ایک اس مضمون کی ربائی کہانی ملک میں پھیل گئی کہ انسان ذرا کہنا سنا اور دم ہوا ہو گیا۔ بلا طاعون پہلے پہل مسلمان ہجری کو مراکش میں داخل ہوئی۔ کئی اولیاء اللہ اور اعیان دولت بھی اس نامراد کی بہینہ چڑھے مسلمان ہجری میں کثرت باران سے دریا کے بند ٹوٹ جانے سے فاس کے بیشمار مکانات مہدم ہو گئے۔

میں نے منصور کے عہد کے حالات عمداً اکمال شرح و بسط سے اس غرض کے لیے تحریر کئے ہیں کہ ناظرین کو سرزمین مغرب اور عمان کے فرمانرواؤں کے عواید و ضوابط۔ عادات و مراسم وغیرہ و غیرہ جملہ حالات سے جب ایک دفعہ پوری آگاہی ہو گئی۔ تو آئندہ ایسی توضیح و تفصیل کی احتیاج نہ رہ جائے گی۔ چنانچہ اس سے آگے میں پھر نہ یادہ تر میٹر میکس کی کتاب کے ترجمہ پر اکتفا کر کے منصور سے پہلے سلاطین کے حالات کی طرح اختصار سے کام لوں گا۔

سلطان زیدان منصور نے اگرچہ خانہ جنگی کی روک تھام ہی کے لیے مامون اور خانہ حکیمان الشیخ کی دودھ بیعت کرائی تھی۔ اور اس امر کا اسے بڑا خیال تھا۔ مگر منشا رائد دی نہ تھا۔ اس کی آنکھیں موندتے ہی ایسی خانہ جنگی برپا ہوئی۔ جو خاندان کو تباہ کرنے سے پہلے ختم نہ ہوئی۔ فاس میں زیدان

۱۰۰۱ھ تا ۱۰۰۲ھ و انگریزی لفظ با سین بجز حصن و قلعہ کا عربی لفظ زیدان نے فاس بکجا جانے سے پہلے زمانہ گورنری مار بک کے علاقہ میں رہا۔ اگر بیچ پر ایک نیا شہر بنام زیدان تعمیر کرانا شروع

نے اور مراکش میں ابو فارس عبد العزیز نے شاہی لقب اختیار کیا۔ محمد الشیخ کو
 مکنا سا کے گورنر نے ابو فارس کے پاس پہنچا دیا۔ ابو فارس اور محمد گئے بہائی اور
 ایک ہی ماں سمات یزدان دجس کا دوسرا نام جو ہر بھی تھا، کے فرزند تھے۔ ابو العزیز
 نے عبد اللہ الاولیٰ باللہ کا لقب پسند کیا۔ منصور کے اکثر اعیان دولت اور تمام
 باشندگان مراکش نے اس کے ہاتھ پر بخوشی بیعت کی کیونکہ زیدان عموماً باہر اور
 وہ باپ کے پاس رہا کرتا تھا۔ زیدان نے ابی فارس کو اطاعت تسلیم کرنے کیلئے
 کہہ دیا اور انکار سے جواب ملنے پر مراکش چرچہ مائی کر دی۔ ابو فارس نے فوج کی
 کمان اپنے کم سن بیٹے عبد الملک کو سپرد کر کے جو ذریعہ شاہ کو اس کے ساتھ
 کر دیا۔ یہ لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ کہ اسے چند مشیرون نے صلاح دی عبد الملک
 ابھی بچہ اور زیدان ایسے کہن سال بردار زمانہ کے مقابلہ کے ہرگز لائق نہیں
 شیخ محمد کو اگر یہ مہم سپرد کی جائے تو ایک یہ بھی نایدہ ہو گا کہ فارس کے لوگ
 جہان وہ عرصہ تک حکمران رہ چکا ہے۔ اسے دیکھتے ہی زیدان کو چھوڑ کر اس
 کو آملین گئے۔ یہ مشورہ اسے پسند آیا۔ بہائی کو قید خانہ سے بلا کر وفاداری
 و اطاعت کا حلفیہ عہد کیا۔ اور پھر چند سو متفرق قسیم کی سپاہ دیکر جسے منصور نے
 کاغذ مستقر کا دستور ڈان، بھیجنے کے لئے جمع کیا تھا۔ راتوں رات پہلے لشکر
 کی طرف روانہ کر دیا۔ دونوں لشکر دریا ام الربیع کے قریب ہم مقابل ہوئے
 زیدان کے اکثر آدمی جیسی کہ توقع کی گئی تھی۔ شیخ محمد کو آئے۔ اور زیدان
 کو شکست ملی۔ زیدان فارس کو بہاگ گیا۔ مگر جب وہ ان کے باشندوں کا
 رُخ پھرا ہوا دیکھا تو اہل و عیال لیکر تلہسان ترکون کے پاس بہاگ گیا۔
 ابو فارس نے اپنے اعیان کو سکھار کھا تھا کہ جو وقت زیدان کو شکست ملے
 تم نے شیخ محمد کو قابو کر لینا۔ دل را بدل رہیست۔ محمد کے دل میں چلے کر
 ہی یہ بات کہشک گئی تھی۔ اس نے زیدان کے بہاگنے سے پہلے ہی اہل فارس
 کو اپنے گرد و پیش جمع کر لیا تھا۔ جن کی وجہ سے ابو فارس کی فوج اس کے بڑھاپا
 کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔ محمد بڑے ظمطراق سے فارس میں داخل ہوا۔ اور
 مراکشی لشکر کو واپس بھیج دیا۔ پھر نیا لشکر مرتب کر کے اسے اپنے بیٹے عبد الملک

کے ماتحت فتح مراکش کے لیے روانہ کیا شہر سے باہر فریقین میں مقابلہ ہوا
 ابو فارس شکست کھا کر مقام مستیوہ کو بھاگ گیا۔ اور مراکش میں بھی محمد بن شیخ
 کا سکھ و حلیہ بار بھی گیا۔ عبداللہ ۲۰ شعبان ۷۱۵ھ بمطابق ۱۶۰۳ء کو داخل
 ہوا تھا۔ یہ باب سے بھی بڑا ہر ہنبار اور بدکردار ثابت ہوا۔ اس نے
 اپنے لشکریوں کو عام غارتگری اور پردہ دردی کی اجازت دیدی۔ اور
 خود شوق و غور میں یہاں تک بڑھ گیا کہ اپنے دادا منصور کی کینزوں سے
 بھی زنا کرنے سے لگا۔ اور روزہ نہ رکھا۔ رکنار۔ دن کے وقت رمضان
 میں عذیبہ شراب پیئے اور بدکاریوں کے ارتکاب سے بھی نہ بچا۔ یہ حالت
 دیکھ کر اہل مراکش و لغوی میں تلک تلک اٹھ گئے۔ حسن اتفاق سے زیدان بھی
 جلد ملک کو لوٹ آیا تھا۔ تلمسان پہونچکر اس نے الجزائر کے ترکی گورنر سے
 مدد کی درخواست کی۔ جب دہان سے حسب مطلب جواب نہ ملا۔ اور مدد
 کی امید نہ رہی تو تلمسان سے اپنے ملک کو واپس آکر پہلے جبل ماسہ۔ پھر
 ورعہ اور بعد ازاں سوسن میں آ گیا۔ اہل مراکش کا خط اسے وہیں ملا
 جس میں لکھا تھا کہ خواہ وہ بالکل یکدہن ہو کچھ پروا نہ کرے۔ اور جلد آجائے
 اس طلبی پر وہ یحش کو چل دیا۔ جہاں رات کینز پہونچا۔ اس کے پہونچنے کی دیر
 نہ تھی کہ باشندوں نے عبداللہ اور اس کے رفقاء کو تلواروں پر رکھ
 لیا۔ جن میں سے پانچہزار قتل ہوئے۔ اور باقی معہ عبداللہ جمال شباہ
 فاس کو بھاگ گئے۔ یہ واقعہ ۷۱۵ھ بمطابق ۱۶۰۳ء میں گذرا۔

ان لوگوں کے پہونچنے پر اہل فاس میں جویش انتقام بڑی تیزی
 سے مشتعل ہو گیا۔ شیخ محمد نے پہلی ہم کے لیے ہتھیار سے روپیہ قرض لیا تھا۔
 دوسری ہم کے لیے باپ کے اعیان اور سرداروں کو لوٹا۔ اور دوسری
 ہم تیار کر کے عبداللہ کو پھیلے پاؤں مراکش کی طرف بھیج دیا۔ ہزاروں فاسی
 اپنے مقتولین کا عوض لینے کے لیے بلا تخری و معاوضہ بطور خود ساقہ
 غائل ہو گئے۔ زیدان نے اپنے ترک سپہ سالار مصطفیٰ پاشا کو مقابلے کے
 لیے روانہ کیا۔ مگر فاسیوں کے غیظ و غضب کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ مصطفیٰ کو

سخت شکست ملی۔ اور اس کے ۹ ہزار آدمی اس معرکہ میں کام آئے۔ یہ لڑائی
 شعبان ۱۱۶ھ ہجری میں بمقام تافلالت ہوئی۔ مراکش عبداللہ کے ہاتھ
 دیکھ چکے ہوئے تھے۔ ۱۳ ہزار کی جمعیت میں انہوں نے شہر کے متصل دوسرا
 مقابلہ کیا۔ اس میں بھی انہیں زک پہونچی۔ جس پر زیدان کو مہتانی علاقہ کو
 بہاگ گیا۔ اور اکثر باشندگان شہر بھی عبداللہ کے لشکریوں کے خوف سے
 جنہوں نے پہلے سے بڑھ کر طوفان بے تمیزی برپا کیا۔ متصل بہاگ جبل جلیز کو
 چلے گئے۔ وہاں انہوں نے سلطان محمد الشیخ بنہم کے ایک پوتہ محمد بن عبداللہ
 کو جو بڑا نیک نہاد شاہزادہ تھا۔ اپنا خلیفہ بنایا۔ عبداللہ اس نئے رقیب
 کی گرفتاری کے لیے جبل جلیز پر حملہ آور ہوا۔ مگر جب شمال ۱۱۶ھ ہجری کو سخت
 شکست کھا کر فاس کی طرف ہٹ جانے پر مجبور ہو گیا۔ راستہ میں تلبت رسد
 سے اس کی شکست خوردہ سپاہ کو بڑی تکلیف پہونچی۔ ایک ایک روٹی دو دو
 روپیہ بدی۔ آسودگی میں ان کو کبھی رعیت پر رحم نہ آیا تھا۔ اب توفانہ مرض کے
 تھے۔ جو بستی یا خیمہ دکھائی دیا۔ اسے فوراً لوٹ گیا۔ اور کسی عورت یا لڑکی
 کی عصمت سالم نہ رہنے دی۔ ان نامراد ظالموں کی جماعت ۲۴ سوال کو فاس
 پہونچی عبداللہ کی ہزیمت پر محمد بن عبدالمومن مراکش میں داخل ہوا۔ وہاں
 ڈیڑھ ہزار آدمی عبداللہ کے لشکر کو بھیجے رہ گئے تھے۔ محمد نے قصور محاف کے
 اونٹنے لیے روزیہ مقرر کر دیا۔ یہ امر ان کی مراکش کو ناگوار گذرا۔ اور انہوں نے
 جوڑی خط بہجک زیدان کو پھر بلا بھیجا۔ محمد نے شہر سے باہر مقابلہ کر کے شکست کھائی۔
 اور زیدان پھر تیسری دفعہ شہر میں تخت مراکش پر چٹکن ہو گیا۔ عبداللہ کے
 پسماندہ لشکریوں سے اس نے بھی درگزر کی۔ شرح ذہرہ الشمارخ میں جبل جلیز
 کے زیر سلطان ابوالعباس اہرج کی اولاد میں سے ابو حسون نام ایک
 شخص بتایا گیا ہے۔ اور اسی مضمون کی روایت زیدان کے خط میں درج ہے
 مگر اکثر مضمون نے پہلی روایت کو ہی ترجیح دی ہے۔

اندلس کے مروج مسلمان { فتح غرناطہ کے بعد عیسائیوں نے سردین اندلس کے
 مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کئے اولکاحراتا حقرتہ کہ اسی کتاب میں پہلے کسی

دفعہ ہو چکا ہے۔ فتح غزناط یعنی ۸۹۳ ہجری سے سہ وقت دستار تک اگر چہ
 لاکھوں مسلمانوں نے شہر قی اوقات میں وطن کو خیر یاد کیا۔ اور لاکھوں ہاجیر
 عیسائی بنائے گئے۔ پھر ہی جو درخت تقریباً سو برس سے قائم تھا۔ اس کی
 سو سو اسو برس کے عرصہ میں کامل طور پر اکھاڑنا سہل کام نہ تھا۔ اندلسی
 عیسائیوں کے دونوں میں مسلمانوں کی طرف سے کچھ ایسا وہم مرکوز یا ایسا
 سخت متعصب راسخ ہو چکا تھا۔ کہ جنگوا انہوں نے عیسائی بنالیا تھا۔ انکی طرف
 سے ہی انکو اطمینان حاصل نہ ہوتا تھا۔ اور ان کے لیے ہی ویسے ہی ذلت بھری
 تعانین جاری تھے جیسے خالص مسلمانوں کے لیے سہنیا درکنار انکو مٹوئی
 چاقو تک کے ہی پاس رکھنے کا اختیار نہ تھا۔ ان کے مظالم سے تنگ آکر کئی دفعہ
 پیمانہ مسلمانوں نے کرسٹائی علاقوں میں بغاوتیں کیں۔ مگر کوئی اور مسلمان
 طاقت ایک دفعہ ہی فریاد کو نہ پہنچی۔ اور انجام یہ ہوتا کہ انکی حالت پہلے سے
 ہی رومی ہو جاتی۔ مراکو میں جو اندلسی آکر آباد ہوئے۔ ان میں سے اکثر کو
 سعدی سلاطین نے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ قوج میں بھرتی کر لیا تھا۔
 ہمیشہ اندلس انہی سے مرتب تھا۔ اور فتح سودان میں نہ یا وہ ترجیحہ اسی سپاہ
 نے لیا تھا۔ سلاطین مطابق دستار، ہجری میں غلب ثانی شاہی ہسپانیہ سے
 ایک مسلمان یا مسلمان نسل عیسائی کے ملک میں نہ رہنے دیئے جانیکا حکم صادر
 کر کے ملک سے نکل جانے کے لیے صرف تین دن کی قہمت دی۔ جس کے بعد
 پیچھے رہنے والوں کو سزا موت کی مستوجب قرار دیا گیا۔ مال اسباب میں وہاں
 میں سے فقط نقدی سا تہہ بچا لیکی اجازت دی گئی۔ اس حکم سے فقط چار برس
 کے بچے پیچھے رہنا پسند کر بن نیز عیسائیوں کی مسلمان بیویاں۔ اور مسلمانوں کی
 عیسائی عورتوں کے ایسے بچے جو چھ ماہ سے کم عمر کے ہوں۔ مشن کر کے عیسائی
 بیویوں کو ساتھ لے جائیکی اجازت نہ دی گئی۔ نہ ان کے مسلمان خاندانوں کو پیچھے

لہ اللہ اکبر سافقت اور ڈھٹائی ہو تو اسی چار برس کا سب اور اس میں رہنے یا جانے کا
 فیصلہ کر سکنے کی تیز ہوسعات یہ کیوں نہ کہا کہ بچے غلام بنائے گئے۔ یہ رکھ لیو جائینگے۔ مگر

رہنے کی۔ صرف صوبہ ارگان کے ایک سو تیس مقامات سے ۶۴ ہزار مسلمان جو
تیرہ ہزار آٹھ سو ۳۰۰ خاندانوں میں منقسم تھے جلاوطن کئے گئے۔ اور ملک تمام
جہاز اور کوا فریقہ کے سوا محل پر چھوڑ آئے کے لیے بیگاری پکڑے گئے۔ ہزاروں
فاس کو۔ ہزار ہا تلمسان اور دہران کو اور بیشمار تونس کو گئے۔ راستہ میں ان
خاندان بربادوں کے ساتھ خانہ بدوش مسلمان بھائیوں نے عیسائیوں سے
کچھ کم سلوک نہ کیا۔ اور اکثر کے کپڑے تک اوتار کر رہنے کر دیا۔ البتہ جو تونس
کی طرف گئے وہ اس تازہ مصیبت سے بچے رہے۔ اور ترکی گورنر تونس عثمان
دائی نے روپیہ وغلہ سے ہی اوٹلی دستگیری نہ کی۔ بلکہ علاقہ میں جا بجا بیٹھ
ہی ان کے پتے تعمیر کر دیئے۔ اٹالی تونس نے ان لوگوں سے کئی نئی مصحفیں
لیکھیں۔ جن کی طیفی دلوں میں مالامال ہو گئے۔ ان خاندان ویران مہاجرین
کی کچھ تعداد الجزائر، سلا اور تظاوین میں آباد ہوئی۔ سلا کے مہاجرین نے
اعداء سے بدلہ لیتے رہنے کے لیے بحری قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اور اس
میں ایسی مہارت پیدا کی کہ اب تک تجارتی جہازوں کے نام سے ڈرتے ہیں
دوسری طرف اس شہر کو اپنی بنیظیر صناعی سے فونہ فردوس برین بنا دیا۔
جہاں انہوں نے قلعہ کے علاوہ کئی مالیشان محل اور مکانات تھوڑی مدت میں
تیار کر لیے۔ مٹر مکینس کا بیان ہے کہ سلا کے اندلسی کچھ عرصہ بعد ایک طرح سلطان
مراکو سے بھی آزاد ہو گئے تھے۔ اور اسے انکی برخلاف ۱۲۲۵ء میں انگلستان
کے بادشاہ چارلس اول سے مدد مانگنی پڑی تھی۔ ان مہاجرین کا کچھ حصہ
قططیہ عظمیٰ شام اور مصر میں بھی جا کر آباد ہوا۔
فاس کی فتح کے درمیان اٹالی فاس بھی محمد الشیخ کا مال نامہ سے پھر کبیدہ خاطر
ہوئے تھے۔ چنانچہ جب اوس نے اواخر خلافت سلسلہ پھری میں تیسری دفعہ
اپنے بیٹے کو مراکش کی طرف روانہ کیا۔ تو زیدان نے اوس کے لشکر کو با آسانی
سپاہ کر دیا۔ اور فرج کا حصہ کثیر اس کے ساتھ جا ملا۔ اس کے معاونین یبلان
نے اٹالی فاس کی سابقہ سرتابی کو معاف کر دیا۔ اور تنفیذ لشکر لیکر فاس کی طرف
بڑھ آیا۔ محمد الشیخ مقابلہ کی طاقت نہ پا کر العریش کو ہٹا گیا۔ زیدان کے ایک

شکر نے ابو فارس کا بھی قاضیہ تنگ کر رکھا تھا۔ وہ بھی بھاگی کے پاس العریش پہنچ گیا۔ اور وہیں عبداللہ باپ کو جلا۔ مندرکہ صدر معرکہ۔ ^{۱۰} شوال ۱۱۱۱ھ کو تمام رؤس اشعاب میں ہوا تھا۔ فاس میں داخل ہو کر زیدان نے اپنی ترک سپہ سالار مصطفیٰ پاشا کو مغرورین کی گرفتاری کے لئے العریش بھیجا جس پر محمد شیخ مع والدہ شاہ ہسپانیہ سے مدد مانگنے کے لئے جہاز پر سوار ہو گیا۔ اوسا ابو فاس مع عبداللہ بنی یرتاسن کے علاقہ کے ایک یہودی ابن مشعل کے مکان میں چھپ گئے۔ منسلک یہودی کے آواز پر زیدان پیچھے مراکش میں کچھ فساد ہو جانے کی خبر ملنے پر اوہ روانہ ہو گیا۔ اور مصطفیٰ پاشا کو فاس میں نایب چھوڑ گیا۔ اس کی روانگی کی خبر شکر عبداللہ اور ابو فارس کو کچھ رشک لیکر فاس پہنچ گئے مصطفیٰ شہر سے باہر مقابلہ کو آیا۔ مگر لڑائی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ کہ گھوڑے کے ٹھوکر کھانے سے وہ گر پڑا۔ اور گرتے ہی دشمنوں سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس پر زیدان کی فوج کے پاؤں اکٹڑ گئے۔ ہزار ہلاک ہوئے۔ اور مصطفیٰ کے لشکر تمام غیمہ و خمر گاہ فاختین کو غنیمت میں بلا غنیمت کا انداز اسی سے ہو سکتا ہے کہ صرف شیردار گائین، ہزار ملین۔ یہ معرکہ، ۱۱ ربيع الثانی ۱۱۱۱ھ کو ہوا۔

اس فتح سے فاس پر پھر عبداللہ بن محمد کا تصرف ہو گیا۔ ابو فارس کا چچا بھی ساتھ۔ کچھ دین بن بعد عبداللہ کو خبر ملی کہ شکر لشکر کے سردار ابو فادر کو خلیفہ بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ وہ یہ سنتے ہی ایک جرنیل کو ہمراہ لیکر رات کی وقت چچا کے محل میں گیا۔ جسے قالین پر اپنی کینزدن کے وسط میں بیٹھا ہوا پایا۔ اور وہیں اسکا کام تمام کر دیا۔ یہ جافى الاول ۱۱۱۱ھ بھری کا واقعہ ہے۔

زیدان مصطفیٰ کے قتل اور فاس کی تسخیر کی اطلاع ملنے پر کوہستانی علاقہ کے راستہ فاس کو روانہ ہوا۔ اس وقت تنگ العریش پر محمد شیخ کے اذن سے ہسپانوی قابض ہو چکے تھے۔ عبداللہ کو باپ کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری۔ اوسا وس ملے عام جہاد کا اعلان کر دیا۔ لیکن ابھی لشکر العریش

کو روانہ نہ ہوا تھا کہ زیدان سر پہ پہنچا۔ زیدان کو پہلے تو فتح ہوئی۔ اور وہ
شہر پر قابض ہو گیا۔ جہان کے باشندوں کی بد عہدی سے ناراض ہو کر اس نے
وودغہ کچھ کچھ عرصہ کے لیے قتل عام کرایا۔ مگر پھر تھوڑے ہی دنوں بعد اللہ
کے ہاتھ سے شکست اڑھا کر مراکش کو چلا گیا۔ اور اس نے ہر میت کے بعد بھر فاس
کا رخ نہ کیا۔ دادی ام الریح سے برص کے علاقہ پر قناعت کر کے فاس کو عبد اللہ
بن شیخ کے لیے چھوڑ دیا۔ جو مدت العمر اس پر قابض رہا۔ اس کے بعد وڈان بن
مک بد امنی و فساد کا دور دورہ رہا۔ کتابا بہت تاج القلوب میں سو قسٹ
مجدوب شیخ سیدی کدار کا قصہ نقل ہے۔ کہ جب اس سے بادشاہان وقت
متعلق ہو چھا گیا۔ تو جواب ملا کہ سلطان الفتح حبیب العریش عیسائیوں کو دینے
ہے۔ اہل اللہ نے اس کے کہنوں میں ڈھن ڈھنک دیے ہیں۔ موت تک دو روز
سے آٹھے نہیں بڑھ سکے گا۔ باقی رہا زیدان اسے مولا اور پس سے اس
عام کی سزا میں ایسی فائدہ ماری ہے کہ ام الریح کے پار پھینک دیا ہے۔ جس سے
وہ آئندہ کبھی تباہ نہیں کر سکیگا۔

العریش پر محمد بن شیخ دامون، نے العریش پہنچ کر ایک اٹالین تاجر کو
ہسپانوی قبضہ بحیثیت سفیر ہسپانیہ پہنچا۔ اور شاہ اندس کو کہا کہ اگر
وہ روپیہ اور فوج سے مدد دے تو میں العریش سلا اور القصر اس کے
حوالہ کر دوں گا۔ پھر وہ جب خود ہسپانیہ پہنچا تو صرف العریش پر فیصلہ ہوا
اور دامون ہسپانوی ملک لیکر ماہی انجوشاں چری میں جبر بادیں میں
پہنچ گیا۔ اہل فاس نے اس کی آمد کی خبر سنی تو مخالفت و مزاحمت کے
انجام سے خوف کھا کر اپنے اعیان کو پہلے سے قبول اطاعت کے لیے ان
کے پاس بھیج دیا۔ مگر عوام بین مامون کی اس حرکت سے کہ وہ کفار کو اسلامی
ملک پر چڑھا لایا۔ ایسا جو من ناراضگی کا پہل گیا تھا کہ جب یہ اعیان اس کی
ملاقات سے واپس لوٹے تو حیانیہ عربوں نے انکو محض مامون کی مسامتہ
کی سزا میں لوٹ کر بدن کے کپڑے تک اوتار دیے فقط ایک تانسی کو اس کے
عہدہ کی حرمت کر کے بدھ نہ کیا۔ حجر بادیں سے مامون قعر کتامہ کو گیا۔

اوس نے اپنے سابقہ جرنیلوں میں سے ہر ایک سے درخواست کی کہ وہ العرائش کو مسلمان سے خالی کر آکر ہسپانویوں کو ولا دے اور تو سب یکے بعد دیگرے انکار کرتے رہے۔ لیکن ایک کبخت قاید کرنی نے مان لیا۔ اور العرائش پر حملہ کر کے کچھ مسلمانوں کو قتل اور باقی کو خارج کر کے شہر معہ قلعہ بتایہ بم ۴۴ رمضان ۱۱۸۱ ہجری عیسائیوں کو ولا دیا۔ العرائش کی چراگلی اور مسلمانوں کے جبریہ اخراج پر ناراضگی کا کوئی حد و حساب نہ رہ گیا۔ شریف احمد بن ادریس عمرانی نے علم جا دکھڑا کر دیا۔ بے غیرت مجد الفیخ نے اس عام جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کئی جھوٹے بہانے جو بیع ہونے کی صورت میں شرعاً معذرت کا کچھ کام دے سکتے تھے۔ بنائے۔ مگر جمہور کی خفگی میں کچھ کنی ہوئی۔ اور وہ چار برس تک اس حال میں علاقہ میں ہی بھٹکتا پھرا۔ وہاں سے آگے بجا ورنہ کر سکا۔ اور آخر ۱۱۸۳ ہجری ۵ رجب ۱۱۸۴ ہجری، قصبہ فخص کے ایک شیخ کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ بعض کا بیان ہے کہ علاقہ فخص کے باشندے اس کے ظلم سے تنگ آ گئے تھے۔ اور انہوں نے ایک شیخ کو اس کام پر مامور کر دیا۔ دوسری روایت ہے کہ وہ یاغی ابو مملی کے شاہ پر جب کاڈ کر آگے آئے گا قتل ہوگا۔ قتل کے بعد اوس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ جس میں صرف یا قوت ہی ایک مدھتھے۔ سامان شاہی کا ایک بھر پور جہاز وہ طنبوہ چھوڑ آیا تھا۔ اس کے قتل کی خبر سنکر اوپیر تیرنگائی فغصا راتے تصرف کر دیا۔ مقتول ایبر بد جتن کو تنہا ہی۔ مگر ساتھ ہی صاحب علم اور طبابت میں بھی خاصہ ماہر تھا۔

وفی اللہ ابی عبد اللہ یہ وہی اللہ جس نے دیدار کے بعد کفار سے بڑی تابیت سیدی محمد عیاشی کے ساتھ جہاد کیا۔ دیدار کے عہد میں ہی خاصہ نامور ہو گیا تھا۔ وہ مالکی المذہب اور بنی مالک ہلالی کی نسل سے تھا۔ یہ قبیلہ اب تک مغرب میں موجود ہے۔ عیاشی وہی عبد اللہ بن حسن سلاسی وفین سلا کا شاگرد رشید تھا۔ عرضد اس کی خدمت نہ ہو ورنہ اور آقا سے ایسا خوش ہوتا۔ کہ ایک دن اوسے اپنا گھوڑا۔ پیادہ اور ٹوپی دیکر خود رکاب کر نہام کر اوسے گھوڑے پر سوار کرایا۔ اور حکم دیا کہ از مور جا کر اولاد ابی عزیز کے پاس ٹھہرو۔ وہاں اوس

کافرون کے برخلاف جہاد میں ایسی شجاعت و جہاد فری دکھائی۔ کہ سلطان تک بھی اس کی خبر ہوئے تھے۔ اور اس نے خوش ہو کر آرمور کے سابق گورنر کے قتل ہونے پر اسے ہی دہان کا حاکم مقرر کر دیا۔ عامل ہو کر اس نے جدیدہ کے نصاریٰ کا قافیہ ایسا تنگ کر دیا کہ چار دیواری سے باہر اونکو بچنے کا یا رازہ نہ گد۔ اُن کی کھیتی باڑی اور آمد و رفت بالکل بند ہو گئی۔ اس پر وہ چال چلے کہ بدین ہا ہر ایازیدان کو بھیج کر ساتھ ہی یہ بھی اشارہ کر دیا۔ کہ اگر آپ نے جلد عیاشی کو معزول نہ کیا تو خلقت کا اس کی طرف ایسا رجوع ہے کہ وہ جلد خلافت و دعویٰ ہو جائیگا۔ عیاشی مال غنیمت اور قیدی ہمیشہ مراکش بھیج دیا کرتا تھا۔ جس سے خاص پایہ تخت میں بھی اس کا بڑا چرچا ہو گیا تھا۔ اُس کی اس ہر دلفریزی کو دیکھ کر زیدان عیاشیوں کا حکمہ کہا گیا۔ اور قاید محمد سنوسی کو چار سووار دیکر حکم دیا کہ عیاشی کو قتل کر کے اس کا سر بھیج دے۔ مگر محمد عیاشی کی بمقیور سے واقف تھا۔ وایسا ظلم نہ کر سکا۔ اس نے چپکے سے عیاشی کو خبر بھیج دی کہ میرے آنے سے پہلے بہاگ جاؤ۔ چنانچہ وہ چالیس سووار لیکر سلا کو نکل گیا۔ جہاں ۱۲۳ھ ہجری تک مقیم رہا۔ اتنے میں قاید محمد از سور پہنچ گیا اور زیدان کو بدگمانی نہ پیدا ہونے دینے کے لئے دہان کے چند لوگوں کو اس قصور میں کہ انہوں نے عیاشی کو کیوں بہاگنے دیا۔ برائے نام سزا دیکر اس معاملہ کا تصفیہ کر دیا۔

فقہ ابو محلی کا پورا نام جس کا اوپر اشارہ ہو چکا ہے۔ ابی العباس احمد بن عبد اللہ سبیل ماسی تھا۔ وہ کئی کتابوں کا مصنف بھی گذرا ہے۔ ایک اس کی اپنی سوانح عمری ہے اس کا نام اصلیت النجریت ہے۔ اس میں وہ اپنی نسبت لکھتا ہے کہ وہ ۹۶ھ ہجری میں بمقام سبیل ماسہ پیدا ہوا۔ اور کہ اس کے باپ کا بیان ہے کہ اولاد ابی محلی عباس بن عبد المطلب کی نسل سے ہے مگر ابن خلدون اس انتساب کو بدین دلیل غلط بتاتے ہیں کہ جس صورت میں عباسی پہلے دن سے علویوں کے دشمن چلے آتے ہیں۔ تو یہ ہرگز قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ کہ کوئی عباسی اور رسہ اور علید یہ کے شیخان علی خاندان

کی حکومت میں مغرب میں آنے کی جرأت کر سکا ہو۔ پھر وہ اپنی پیدائش اور
 پیدائش سے پہلے اپنی ماں کے ایک خواب کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ کہ منشاء بھری
 میں مجھے تحصیل علم کے لئے فاس بھیجا گیا۔ جہاں میں وادی النازن کی لڑائی
 تک پانچ برس رہا۔ اس کے بعد فاس سے پہلے یگرہ کو اور وہاں سے بادیه کو
 چلا گیا۔ وہاں مجھے ایک ایسا بزرگ درویش ملا کہ عام فقرا کی گرا سی اور
 بدعت پرستی سے جو نفرت اس فرقہ کی طرف سے میرے دل میں بیٹھ گئی ہوئی
 تھی۔ وہی رفع نہ ہو گئی۔ بلکہ خود بخود دل اس کی طرف کھینچا چلا گیا۔ اسکا
 نام شیخ ابی عبداللہ سیدی محمد بن مبارک تھا۔ میں اس کی خدمت میں اٹھارہ
 برس رہا۔ اس کے بعد اس نے مجھے اپنا فرقہ و لڑائی اور تعلیم و عصا برداری
 وادی سہارہ کو بھیجا۔ جہاں تھوڑے تھوڑے دیون میں ہی اس کی ولایت
 و بزرگی کا عام شہرہ ہو گیا اور جو درجہ لوگ اس کے پاس جمع ہونے
 شروع ہو گئے۔ جنکو وہ ہمیشہ اون بدعات و منکرات سے جو کون میں پہل گئی
 تھیں۔ بچنے کی نصیحت کر کے اولاد منصور کے جبر و ظلم اور زور مال اور ملک و حکومت
 کے لئے باہم خانہ جنگیوں سے خلق خدا اور دیا کو تباہ کرنے کا شکوہ کرنا تھا
 جب اس نے مامون کے الحرائش کو کفار کے حوالہ کر دینے کی خبر سنی تو سخت غضب
 میں آ گیا۔ اور ظاہر کیا کہ اس کا یہ قصہ محض خدا کے لئے ہے۔ نہ کسی ذاتی غرض
 کے لئے۔ پھر ہمارا ہیون کو لیکر جنگی اتحاد چار سو سے زیادہ نہ تھی۔ سبیل ماہ
 کو روانہ ہو گیا۔ وہاں زید ان کی طرف سے حاجی میر گورنر تھا۔ وہ چار ہزار
 فوج لیکر اس کے مقابلہ کو نکلا۔ مگر شکست کھا کر ہلاک گیا۔ اس فتح پر شیطان
 نے لوگوں کے کانوں میں بیون بکدیا۔ کہ ابھی مملکت مقتدیہ میں پرگولی اثر نہیں
 کر سکتی۔ اور جب وہ سبیل ماہ میں داخل ہوا۔ تو ایسے عدل و انصاف
 سے کام لیا کہ تمام لوگ اس کے گرد ویدہ ہو گئے۔ اور تلبیان اور راشدیہ
 تک سے لوگ اس کی زیارت کو آنے لگ گئے۔

لیدان بھی عجیب بد نصیب بادشاہ تھا۔ اسے اپنے ہائیون اور
 جیتیہ کو معرکوں سے بھی شکست دی تھی۔ کہ یہ ایک اور بغلی ہونستہ پید ہو گیا

اُس نے اپنے چھوٹے سگے بھائی عبداللہ بن المنصور المعروف بالزبدہ کو فوج دیکر مہلی کی سرکونی کے لیے روانہ کیا۔ مہلی نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ اور یہ مقام دیر عبداللہ کے تین ہزار آدمی قتل کر کے اسے ہنگا دیا۔ اس فتح سے اس کی طاقت اور مضبوط ہو گئی۔ اور درعبہ بھی اس کا قبضہ ہو گیا۔ اتنے میں ایک جرنیل قتایہ یونس المائسی زیدان سے کسی بات پر بگڑ کر ابی مہلی کو آ ملا اور اسے زیدان کی تمام کمزوریان بتا دیں۔ اس سے غرور آتش پر حملہ کر نیکی ہی جرات ہو گئی۔ اور زیدان کے لشکر کو دوبارہ سخت شکست دیکر شہر پر قبضہ کر لیا۔ زیدان بندہ آسفی کو بہاگ گیا۔ اور وہ ان سے جہاز پر سوار ہو کر علاقہ عدوہ کو چلا گیا۔

زیدان کی حجیت دینی کم مومن کے بالمقابل جو اسلامی ملک پر خود جا کر کفار کو چڑھا لایا۔ زیدان نے یہ قابل تعریف اسلامی غیرت دکھائی کہ ابی مہلی کی شوخی کے فرو کرنے میں مدد دینے کے لیے جدیدہ کے قهرانی گورنر نے خود بخود دوسرے سپاہ زیدان کو بھیج دی۔ جب یہ لوگ اس کے پاس پہنچے تو اس نے اوں کو بارگاہ واپس بھیج دیا۔ اور ان کے چند بھائی بندہ اسیر ہوئے اور ان کے ساتھ واپس لوٹا دیا۔ اپنی فوج میں بدین وجہ شامل نہ کیا کہ مسلمانوں کے مقابلہ پر عیسائیوں سے کام لینا جو اپنی حجیت کے نقیض ہے۔ یہ دوسو سپاہی انگریز اور ایک انگریز کپتان جان گیفرڈ کے زیرِ کمان تھے۔ مسٹر میکس کا بیان ہے کہ زیدان نے ان سے کام لیا۔ اور اوں کو خود بلایا۔ لیکن پرتگالی مؤرخ لوزیز بھی مسلمان مورخوں کے بیان کی تائید کرتا ہے۔

ابی مہلی نے مراکش میں داخل ہوتے ہی ولایت وزہد کا تمام چکر لکھا۔ اوتا کر پہنچ گیا۔ اور محل شاہی پر متصرف ہو کر وہ وہ رنگ رلیاں سنائیں کہ الامان۔ زیدان کی مان سے نکاح کر لیا۔ حکومت کا نقشہ سر میں سا گیا۔ اور درویشی و فقیری طاق نسیان پر دہری رہ گئی۔ اس کے بہت سے دولش بھائی اسے مبارک بادیں آئے۔ جب یہ سب اسے بڑے بڑے چپا کے تہلیل و مبارک باد دے رہے تھے۔ ایک چپکا کھڑا تھا۔ مہلی نے اس سے جو سکوت دریافت کی۔ اس نے جواب دیا تو آج بادشاہ ہے۔ اگر آمان دے

لو کہتا ہوں۔ محلی نے کہا تجھے آمان ہے۔ اس پر وہ بولا۔ جس گیند کے ساتھ
لوٹ کے کہتے ہیں۔ اور سینکڑوں اس کے پیچھے دوڑ کر اپنے ہاتھ پاؤں
کوڑھ لیتے ہیں۔ اور یہ شور و غوغا بلند کرتے ہیں۔ جیب اسے کہو لو تو پیٹے ہوئے
جیتھڑے ہی نکلتے ہیں۔ ابی محلی یہ نکتہ سمجھ کر خوب رویا۔ اور کہا۔ ہم نے اسادہ
کہا تھا۔ دین کی جبر تلاقی کا اور کر دیا اسے برباد۔

سلطان زیدان بلاد عہدہ سے طلب مدد کے لیے خرد ایک مشہور مفتیہ
ابی ذکر یاحیٰ حاجی کے پاس جسکا زاد یہ جبل دون میں تھا۔ اور بلاد سوس میں
تھا۔ اور بلاد سوس میں اسے بہت اقتدار حاصل تھا۔ پہونچا۔ اور اس سے کہا
کیا میری بیعت تمہاری گردون میں نہیں ہے۔ اور کیا تم پر میری امداد واجب
نہیں۔ ابی ذکر یانے ان دونوں باتوں کو تسلیم کیا۔ اور شکر جرح کر کے ہر رضا
۲۷۱ ملے۔ بھری کو مراکش کی طرف روانہ ہو پڑا۔ ابی محلی مقابلہ کو باہر نکلا۔ اور
جبل جیلین میں فریقین کی بزدلی آزمائی ہوئی۔ آغاز محاربہ میں ہی ابی محلی کی
گردن میں گولی لگی۔ جس نے اس کا وہن کام تمام کر دیا۔ اس پر اس کا تمام لشکر
پراگندہ ہو گیا اور کل خیمہ و حرگاہ ناخین کو غنیمت میں ملا۔ محلی کا سر کاٹ کر
مراکش کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا۔ جو بارہ برس وہن لٹکا رہا۔ مگر وادی لہاؤر
میں اب تک اس کے بعض محققین کا یہ اعتقاد ہے کہ ابی محلی فوت نہیں ہوا۔
نظرون سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اسے محمدی آخر الزمان ہونیکا بھی دعویٰ
تھا۔ شیخ الیوسی کتاب محاضرات میں لکھتا ہے۔ ایک دفعہ ابو محلی اپنے مرشد ابن
مبارک کے پاس بیٹھا تھا کہ اس پر حالت وارد ہوئی۔ اور پکارنے لگ گیا۔ میں
سلطان ہوں جس پر استاد نے جھڑک کر رکھا۔ اے احمد اگر تو بادشاہ
ہو ہی گیا۔ تو انڈے کن سخر قلا امراض و دن تبلیح الجبال طوگراہ تو زمین کو
نہیں بہاڑ ڈالیکا۔ نہ بلندی میں بہاڑوں کو مل سیکا۔ ایک دفعہ مجلس فقہاء میں
اس کی یہی حالت ہوئی۔ تو ایک اور درویش پکارا وٹھا تو بادشاہ ہوگا
مگر صرف تین برس کے لیے چوتھا برس نصیب نہ ہوگا۔

یہ روایت صحیح ہو یا غلط ابی محلی کی حکمت کا زمانہ اسبقہ ہوا۔

ایک شہر نے ابی محلی کی بناوت اور اس کی وفات کی تاریخیں ان دو حسبِ حال
جلوں در قلم طبعاً، اور مات کبشاً، سے لکائی ہیں۔
ابی محلی کے قتل کے بعد یہی مراکش میں داخل ہوا۔ اور وہاں کچھ
طرح ڈیرے ڈالے۔ جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ اب ٹلنے کا نام نہیں لینا چاہتا
اس پر زیدان نے اسے کہا۔ اگر تو میری مدد اور باغی کی سرکوبی کے لیے آیا
تھا۔ تو میری غرض حاصل ہو چکی ہے۔ اور اگر تو اپنے لیے ملک فتح کرنے کے لیے
آیا تھا۔ تو خدا سبحہ وہ مبارک کو اسے یہی خط بڑھتے ہی اوٹھ کر اٹھا ہوا۔ اور
اپنے علاقہ کو لوٹ گیا۔ اور زیدان مراکش کو واپس آ گیا۔

یہی کاداد اسید صاحبِ علم و فضل تھا۔ اور بلادِ سوس میں مدون کی
خرابی کے بعد اس کے ر عظم و نصیحت سے پھر دین نے تازگی پکڑی تھی۔ وہ
۹۵۳ ہجری میں فوت ہوا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ ہی باپ
کے نقش قدم پر چلا۔ جو اسلئے ہجری میں فوت ہوا۔ یہی نے باپ کے علاوہ فاس
کے اکثر علماء و اولیاء سے بھی اکتسابِ فیض کیا تھا۔ اور باپ دادا کے طریق پر
چلتا رہا۔ مگر جب ایک دفعہ امورِ سلطنت میں داخل ہوا۔ پہلے مشرب میں غل
پڑ گیا۔ بزرگوں کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ جب ایک دفعہ امارت و ریاست
کی بوائیاں کے دماغ میں داخل ہو جائے تو موت سے پہلے نہیں ٹھکتی۔
چنانچہ اس وقت سے یہی کہہ ہی کیا کہ سلطان زیدان کو ہمیشہ و
مراسلات بھیج کر امورِ سلطنت کے متعلق نصیحتیں اور مشورے دیتا رہتا۔ اور
ان میں اکثر سخت باتیں بھی کہ گزرتا۔ چکو زیدان اس کے احسان کے لحاظ
سے گوارا کرتا۔ آخر رفتہ رفتہ ملک گیری کی تمنا اس قدر قوی ہو گئی کہ کلم
کھلا بغاوت کرتے تار و نات کے باغی فقیہ مسی ابوالحسن سلمالی سے جاملے۔
لیکن اس سے زیادہ کامیابی اسے نصیب نہ ہوئی۔ ۹۵۶ ہجری الثانی
۹۵۷ ہجری کو وہیں فوت ہوا۔

معمورہ پرنسار [ولاسی خاندان کے حالات میں بندر معمورہ پر جواب دہ
کا قبضہ] کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ لگائیوں کے کچھ عرصہ کے

یہ قابض ہو جائے گا واقعہ لکھا جا چکا ہے۔ الحرائش پر قابض ہونے کے بعد ہسپانویوں کو اس متصلہ بندر بھی قبضہ کر لینے کی خواہش دامنگیر ہو گئی۔ فلپ تالٹ نے نوے جنگی جہاز بندر قاوس (لیڈو) سے ادھر بھیج دیئے۔ مسلمان خوف سے بلا مقابلہ شہر کو چھوڑ گئے۔ اور عیسائی ۱۵۲۲ء ہجری میں اس پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد نصارا نے دو وزن بنادر کے درمیان علاقہ کو فتح کر لیا۔ لیکن اہل سلا کی غیرت و حمیت اور عیاشی کی شجاعت و بہالت کو سہارا دین کی کچھ پیش نہ گئی۔ عیاشی آزمور سے آکر اپنے مرشد ابی محمد بن حسون کی خانقاہ میں عزت گزین ہو گیا تھا۔ اہل سلا اس کے پاس آئے کہ کفار کی مدافعت میں مدد دے۔ وہ اگرچہ امور ریاست سے الگ رہنے کا عزم کر چکا تھا۔ مگر ایسے موقع پر اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ فوراً چار سو ہاتھی سلا کو لیکر معمورہ کی طرف چل پڑا۔ اسے راستہ میں نصارا کے جہاز قلعہ سے ورے دریا داد الخلق میں مل گئے۔ اونکو حملہ کر کے چہین لیا گیا۔ تین سو مسلمان غلام رہ کر رہ گئے۔ اور تین سو عیسائی گرفتار کر لئے گئے۔ اور ان کے علاوہ چار سو عیسائی قتل ہوئے۔ مسلمان صرف دو سو شہید ہوئے۔ گرفتاروں میں عیاشی جہازوں کا بڑا کپتان بھی شامل تھا۔ اسے ان کی العزرا نے اہل سلا سے خرید لیا۔ اور مدت العمر ایک آہستی قفس میں اسے بند رکھا۔ اس معرکہ میں عیاشی کا نام آنے سے زیدان کو اس کے محل اہمیت کا جب پتہ معلوم ہو گیا تو سلا کے گورنر زعموری کو اس کے قتل کا حکم بھیجا۔ لیکن اس حکم کے پہنچنے سے پہلے زیدان اہل سلا کے تعلقات بگڑ چکے تھے۔ زیدان نے ان کے چار سو آدمی ورمہ منگو کر اتنا عرصہ اونکو وطن سے باہر رکھا کہ اونہیں سے اکثر ہلاک گئے۔ اور سب اس نے اونکو اور مدد دینے کا حکم ارسال کیا۔ اونہوں نے اس کی تعمیل سے پہنچنے کے لئے یہ فریب کیا۔ کہ سلطان کو کہلا بھیجا کہ آپ کا گورنر زعموری بہین منع کرتا ہے۔ یہ فریب چل گیا۔ زیدان اونکو زعموری کے قتل کی اجازت دیدی۔ اور پھر اپنے ایک ملوک سردار عجیب کو گورنر بنا کر بھیج دیا۔ اہل سلا نے اسے بھی قتل کر

دیا۔ اور جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ خود سر ہو کر کھلم کھلا بحری ٹی کا کہ بن گئے۔
 سید میاضی اپنے گوشہ میں چپکا بیٹھا یہ سب تماشا دیکھتا رہا۔ کیسی خرقہ کی طرف
 داری یا مخالفت نہ کی۔ متذکرہ صدر معرکہ مشنہ ہجری ۱۰۲۲ (۱۶۱۳ء) میں ہوا۔
 عبداللہ بن الشیخ جب آخری مرتبہ مشنہ ہجری میں حجاز یدان کو شکست
 دیکر فاس پر حکمران رہا تو اسے وہاں زیادہ عرصہ امن سے رہنا نہ ملا۔
 وہ مشنہ ہجری میں باپ کی اطاعت سے مغرور ہو گیا۔ اور جب شیخ بار
 گیا تو عبداللہ کا رعب اور بھی جاتا رہا۔ جبکہ محمد دم کرتے میں اس کی تیر
 فرج سے بھی کوئی محفوظ تھا رکھا۔ شراقہ شارقد کا مخفف ہے۔ مراکو کے مغربی علاقہ
 کے باشندے مغاربہ اور مشرقی علاقہ قلیسان کے مشارق یا شراقہ لیکار سے
 جاتے ہیں۔ عبداللہ کی سپاہ میں زیادہ تر یہی لوگ تھے۔ جن میں اس نے
 لوگوں کے باغات اور مکانات بانی دیے تھے۔ اور کسی کا خانگ و ناموس
 اون دست تھاول سے محفوظ نہ رہ گیا تھا۔ برداشت کی یہی حد ہوتی ہے۔
 ایک جاگداد واقعہ نے معاملہ کو عہد برداشت سے بڑھا دیا۔ ایک جوان عورت
 اپنے گھر میں کہا نا لپکا رہی تھی۔ اور اوکا شیر خوار بچہ پاس کہیں رہا تھا۔ ایک
 بد ذات شراقہ بنیت بد مکان میں داخل ہوا۔ عورت آبر و بچائے کے لیے دوڑ
 کر کوٹھ پر چلی گئی۔ اور کوٹھ بند کر لیا۔ کوٹھ مضبوط تھا۔ شراقہ اسے توڑ دیا
 اس پر اس نے لڑکے کو اوٹھا کر عورت کو دیکھ دی۔ نیچے آ جاؤ۔ ورنہ لڑکے کو
 دیکھ چھین ڈال دیتا تھا۔ عورت نے نہ مانا۔ تو شقی سے لڑکے کو بیچ بیچ کہہ لیتے
 ہوسے پانی کے دیکھ میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر مان چینی ہوئی نیچے باز اس میں کوٹھ
 پڑی۔ اور گرتے ہی اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔ اس ظلم اعظم نے باشندوں
 کا پیادہ تحمل اچھل پڑا۔ اور وہ ایک سید شریف ابو یحییٰ کو سردار بنا کر شراقہ پر
 بھڑکے ہوئے۔ شردن کی طرح کوڑے سے۔ عبداللہ ان دونوں سلا گیا ہوا تھا۔
 وہ فوراً واپس آ گیا۔ اور فریقین میں مصالحت کرائی کی خوشش کی مگر مدعا یہ تھا
 عبداللہ جب باخندون کو سمہا تا چاہا تو سب نے یکن بان ہو کر جواب دیا۔ لا۔ لا نہیں مہیو
 اس میں اس برس کا نام ہی نہ ملا لایہ لایہ اس بدہنی کے دوران میں ایک سال قحط بھی ایسا
 ہوا کہ اگر صرف فاس میں چار مہینوں کے اندر رہ ہزار جانیں ہو کر سو خالی ہو گئیں۔ اور

عبداللہ بن الشیخ کا یہ واقعہ ہے کہ اس نے ایک سال قحط بھی ایسا
 ہوا کہ اگر صرف فاس میں چار مہینوں کے اندر رہ ہزار جانیں ہو کر سو خالی ہو گئیں۔ اور

کی حد سے تجاوز کر چکا تھا۔ باشندوں نے عبداللہ کو ڈنٹے مار کر شہر سے نکال دیا۔ اور وہ متصلہ قصبہ فاس جدید میں چلا گیا۔ اس کے بعد کئی برس شہر میں عام امن و مسکونی رہی۔ جس کے دوران میں شریفین ابوربیع اور کئی اور سرغنہ ہلاک ہوئے۔ آخر سنہ ہجری میں عبداللہ پھر فاس پر متصرف ہو گیا۔ اور اس ہی دنوں اٹالی سبط نے روز کے فسادوں سے تنگ آ کر شیخ کے دوسرے بیٹے محمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبداللہ اس کی گرفتاری کے لیے خود لشکر لیکر روانہ ہوا۔ دو دنوں فریق دلی الطین میں مقابل ہوئے عبداللہ کو شکست ملی۔ اور محمد شحان سنہ ۲۱۰ ہجری میں فاس پر متصرف ہو گیا۔ مگر اسی مہینہ کے آخر میں عبداللہ نے بمقام مکناسا بھائی کو شکست دیکر بہکا دیا۔ اور رمضان میں فاس پر پھر اس کا قبضہ ہو گیا۔ اور دوسرے برس بماء رجب وادی بہت میں محمد کے لشکر کو پھر ہزیمت دی۔ محمد کو سنہ ہجری کے ماہ شوال میں زیدان کے بیٹے احمد نے فدیہ سے بمقام قصبہ قتل کیا۔ عبداللہ کو اس کے بعد ہی امن سے رہنا نصیب نہ ہوا۔ لوگ جب اس کے مظالم سے تنگ آ جاتے تو بغاوت کر دیتے۔ اور جب بد امنی سے تنگ آ جاتے تو پھر اس کے مطیع ہو جاتے۔ آخر اس کے پس پھر فاس جدید کے سوا کوئی علاقہ نہ رہ گیا۔ اور وہ اس شہر میں کثرت شراب خزاری سے بیمار ہو کر جسے وہ دن رات خفیہ و علانیہ ہر وقت پتیارہتا تھا۔ ۲۱۳ شحان ہجری کو اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور اس کا بھائی عبدالملک اسکا جانشین ہوا۔ جو ذی الحجہ سنہ ۲۱۴ ہجری میں فوت ہوا۔ فاس قدیم کی خانہ جنگی اور بد امنی کا قطعی خاتمہ سلطان رشیدی کی آمد سے پہلے نہ ہو سکا۔

زیدان کے عہد یورپین تعلقات پر نگاہی مؤرخ کو یہ لکھتا ہے کہ پرتگال کے کے باقی حالات آتا ہے زیدان کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے۔ اس نے خود ہمیشہ کوئی لڑائی نہ کی۔ مگر قبائل ہر وقت ہم پر یوریشین اور محلے کرتے رہتے۔ جن میں سب سے اہم سید سعید وکالی کا حملہ تھا۔ اس نے بارہ ہزار مجاہدوں سے جدیدہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اگر وہ تیسرے ہی دن فوت نہ ہو جاتا تو مسلمان ضرور شہر فتح کر لیتے۔ دوسوا انگریزی سپاہیوں تک کا اوپر ذکر

ہو چکا ہے۔ ہالینڈ کی مسیحی ریاست سے بھی اس کا دوستانہ عہد و پیمان ہو گیا تھا۔
 جہاں اس کی طرف سے بھی ایک خاص سفارت گئی تھی۔ ۱۶۷۵ء میں جرمنی کے
 قیصر نے ایک انگریز سرانہوئی شریف کو سفیر بنا کر اس کے دربار میں بھیجا۔ ۱۶۷۲ء
 میں لیڈن دہلیڈ کا شہر کی یونیورسٹی کا پروفیسر النہ شرقیہ جیکب دانل
 مراکو پہنچا۔ یہ پروفیسر مرینی ایسی سلیس لکھتا تھا کہ زیدان اس کی تحریر دیکھ
 کر دنگ رہ گیا۔ مگر مرینی بین تکلم کرنے سے بالکل عاری تھا۔ چنانچہ زیدان
 کے ساتھ ہسپانوی مین گفتگو کرتا رہا۔ زیدان خود بھی ایک اعلیٰ پایہ کا عالم تھا
 اور اسے دینی کتابوں سے بڑی محبت تھی۔ ابو مصلیٰ کی بغاوت کے دوران میں
 وہ مراکش سے اپنی تین ہزار کتابیں ساتھ لیتا گیا۔ اور اپنے خزانہ سے پچھلے
 اونکو جہاز پر جو ایک فرانسیسی تاجر کا تھا۔ پہنچایا۔ وہ اپنی خود جہاز پر سو
 نہ ہوا تھا۔ کہ طوفان نے جہاز کو بندرگاہ سے سمندر میں ہٹا دیا۔ ایسا آسٹی
 کے بندر میں عموماً ہوتا رہتا ہے۔ اس جہاز کو ہسپانوی قزاقوں نے پکڑ لیا۔
 اس کے معاوضہ میں زیدان نے فریجی قزاقوں کو گرفتار کر لیا۔ اور فریجی سفیر
 رآزی کو ہسپانیہ والوں سے کتابیں مانگنے کے لئے واپس لوٹا کر اس کے ہمراہ
 کو قید کر لیا۔ جو نئے سلطان کی تخت نشینی تک برابر قید رہے۔ زیدان کے
 بعد اس کے بیٹے نے ہسپانوی پادریوں کو قید کیا۔ مگر کتابیں کسی تکمیر سے واپس
 نہ ملیں۔ وہ شاہی اقامت گاہ اسکوریل کے شاہی محل میں وجود میں آئے ۲۶
 میل شمال مغرب میں ہے۔ جا کر کہیں گئیں۔ اور اٹیک وطن موجود ہیں۔
 ۱۶۷۵ء میں سلطان سیزویم نے شاہ فلپ کو لکھا کہ اگر اگا ویر پہنچانے کے
 لئے وہ جہاز پر پہنچائی گئی ہیں۔ دیگر فرانسیسی تاجروں نے انکو چھوڑ دیا ہے
 پاس بھیج دیا۔ سینٹ آگسٹائن کے قلمی مسودے یہاں کتابوں میں بتائے جا
 ہیں۔ پرتگالیوں سے زیدان کے تعلقات ایسے عمدہ رہے کہ ۱۶۷۵ء میں جب
 وہ جدیدہ کے پاس سے گذرا۔ تو انہوں نے سلامی کی توہین چلائی۔ اور
 مخالفین لیکر آگے چلے۔ اور جب ۱۶۷۵ء میں اسی موقع کے قریب سلطان کو
 ایک باغی مسی ابراہیم پرتگالی حاصل ہوئی تو انہوں نے پھر شہر کے خاندان

میں کو یون کی سلامی اوتاری۔ اسکی مکافات میں سلطان نے عیسائی کو
کو تیار کر دیا۔ ہر دو سال ہجری خود اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا۔ اور سنا
ہی ایک اسیب شہب بطور انعام ارسال کیا۔

یفرنی کا یہ قول بالکل درست ہے کہ زیدان جیسا بد نصیب
بادشاہ بھی شاید ہی کوئی ہو اچھا۔ مدت العہد میں کوئی برس لڑائی
سے خالی نہ گیا۔ پھر ایک ایک معرکہ ایسا جا نگذا نہ جو قرآنی محاورہ کے مطابق
بچہ کو بوڑھا بنا دینے والا تھا۔ اس کی بد نصیبی اسی تک محدود نہ رہی۔ بلکہ
جس نے اوس کی مدد کو ہاتھ بڑھایا۔ اس کا بھی ہاتھ کٹ گیا۔ ابو مہملی کی مدد
کے دوران میں اس نے سلطان روم سے بھی امداد کی درخواست کے دوران
میں اس نے سلطان روم سے بھی امداد کی درخواست کی۔ اور بطور ہدیہ دس
قطار۔ ایک قطار۔ ایک ہنڈ روٹ۔ ۵۶ سیر انگریزی، سونا بھی سفیر کے
ہاتھ ارسال کیا۔ سلطان نے آیا کی تقاضی تامل بارہ ہزار سپاہ روانہ
کر دی۔ مگر اس نے ابھی نصف رہتے طے کیا تھا کہ طوفان نے بیڑہ کو گھیر لیا
جس سے صرف ایک جہاز مع تھوڑی سی سپاہ کے جانبر ہوا۔ باقی سب غرق
ہو گئے۔

زیدان کا دعویٰ تھا کہ اس نے کسی شخص کو جیت تک اہل علم نے اس کی
موت کا فتویٰ نہ دیدیا ہو مقل نہ کرایا۔ اوسے علوم دینی میں ہی بڑا درک
تھا۔ اور اکثر تحقیقوں سے اس کے معرکے کے مناظر کے کتب تواریخ میں درج
ہیں۔ مؤرخین نے اس کی بد نصیبی کو اس کی جس خطا کی طرف منسوب
کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ جن دنوں میں بچا لم شباب و تادلا کا گورنر
تھا۔ وہ ان کے ایک بزرگ درویش ابی العباس صومعی نے اپنے مرشد شیخ
ابی یغری کے مناقب میں ایک کتاب لکھی۔ اور مرشد کے نام کی مناسبت
سے بقیہ اسم مفعول راہی اس کا نام معزی بضم میم وضع نہ رکھا۔
زیدان نے اوسے مستلک کہا کہ اس مادہ سے میں نے کبھی راہی کا کوئی صیغہ
نہیں سنا۔ عرب۔ غراہ۔ یعنی وہ کو ہمیشہ نکلانی شمار کرتے ہیں۔ شیخ ابوالعباس

نے اپنی راستے پر اصرار کیا۔ اس سے طیش کھا کر زیدان نے اس کے رخسار پر جوتی
اڑھیا ماری۔ ابو العباس نے منصور کے پاس شکایت کی۔ اس نے جواب دیا اگر تم تمنا
پرستہ تھے تو خدا اُسے اس بے ادبی کی سزا دیگا۔ اور اگر وہ راستی پر تھا تو اسی
کے اس فعل سے جو راستی پر ہونے کے جوش میں سرزد ہوئی۔ دیکھ کر دیکھ کر
اس کی بدبختی خواہ اس ناسزا حرکت کی سزا تھی۔ یا کسی اور قصور کی
پاداش۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ غریب و مسکین کی دل آزاری بڑا اثر
پیدا کئے بغیر نہیں رہتی۔

زیدان کو شعر گوئی میں بھی اچھا ملکہ تھا۔ بطور مثال چند شعر
یہاں درج کئے جاتے ہیں :-

فقتنا سوائف و خدود	و عیون مدعجات و قود
و وجہ تبارک اللہ فیہا	و شعور علی المناکب سود
الہلکنا الملاح و ہی طباء	و خضعت لہا و سخم اسود
مررت بقبر ہادی بطریق غنۃ	علیہ من النوار مثل النماق
فقلت لمن ہذا قفا لواندۃ	ترجم علیہ انہ قبر عاتق

وہ بہاء محرم ستمند بھری قوت ہوا۔ اور قبرستان اشرف میں با:
کی قبر کے متصل دفن کیا گیا اس کی قبر کی لوح پر یہ شعار نقش ہیں :-

ہذا صریح من بہ	لفظ المفاخر
زیدان سبط احمد	تبعہ المآثر
حامی حمی الدین	یکل ذابل و باتر
اجل من خاض الوفا	وللا عادی قاہر
لا ذال صوب	رحمۃ اللہ علیہ ماہر
ومن شذاز ضوانہ	نعمۃ کل حاطر
اربح وفاء من خدا	جار الرب غافر
بمقعد الصدق علی	ابو المظاہر الناصر

وہ کمی بیشی جبر و جبران میں سے عبد الملک کو لکھ کر جمع کر دیتا ہے

نشین ہوئے۔ اور احمد وغیرہ چند اور تھے۔ جنکو حکمرانی نصیب نہ ہوئی۔
 زیدان کے جانشین کنزیدان کی وفات پر عبدالملک ثانی ۳۶۳ھ میں صاحب
 تاج و تخت ہوا۔ مگر اس دائم الخمر کو چار برس سے زیادہ حکومت کرنا نصیب
 نہ ہوا۔ اور چند عیسائی نو مسلموں و علویوں اور اس کو زرقار کے ہاتھ سے قتل
 ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بہائی ولید تخت پر بیٹھا۔ وہ بھی شرانگوار تھا۔ اور
 اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس کے بعد زیدان کا تیسرا بیٹا محمد ابی الصغیر حاکم
 ہپانوزی کنیز کے لہن سے تھا۔ قید خانہ سے نکال کر ۳۶۷ھ میں تخت پر بیٹھا
 گیا۔ وہ نہایت روشن خیال و رحمدل و محتاط فرمانروا ثابت ہوا۔ اس نے
 بے شمار قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور ہپانوزی پادریوں کو بھی قید سے چھوڑ کر
 واپس چلے جانے کی اجازت دیدی۔ مغرب کے فرمانروایوں نے اس کے وقت
 سے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ پہلے سب امیر کہلاتے تھے۔ اس کا عہد بنو سعد
 کے آخری زمانہ کا روشن ترین حصہ تھا۔ وہ اٹھارہ سال کی حکومت کے بعد
 قتل ہوا۔ چند برس بعد اس کے اوسے گٹاویں اور القصر کے درمیان گھوڑے
 سے گرا ہوا پایا۔ اور ہلاک کر دیا۔

اہل سلا کی سرکشی اور سید ہی عیاشی کی خاموشی و عزلت گزینی کا اوپر
 ذکر ہو چکا ہے۔ جب ساحل پر عیسائیوں کا غلبہ دن بدن بڑھنا شروع ہو گیا۔ تو
 سب جینور مسلمان عیاشی کے پاس جمع ہوئے۔ کہ وہ انکا سردار بن کر باقاعدہ
 جہاد شروع کر دیے۔ عیاشی نے جواب دیا کہ امیر المومنین کے حکم کے بغیر جہاد جائز

نہیں ہے۔ قتل کا قریبی باعث یہ ہوا کہ عبدالملک کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ ساتویں کے دن آخر
 حکم دیا کہ شہر کی تمام عورتیں محل میں خوشی کے لیے جمع ہوں۔ اور خود اسدن
 ایک منارہ پر سو بیٹھا۔ جب عورتیں محل میں آکر جمع ہو گئیں۔ اور برقعے
 و چادرین اوتا مٹھے بالطبع ہو کر ادھر اودھر پھرنے لگیں۔ تو ان میں
 سے اوسے جو پسند آئی گئی۔ اوسے اپنے پاس بلوایا گیا۔ یہ حرکت لوگوں کو سخت
 ناگوار گزری۔ اور اسی دن اوسے قتل کر دیا۔

نہیں۔ اس پر بیشمار علما نے فتویٰ دیدیا۔ کہ کافر دشمن کے جہاد کے لیے سلطان کے وجود کی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں قوم اس کی قائم مقام ہو سکتی ہے۔ اس پر اسے مجبوراً لوگوں کی بیعت قبول کرنے پر رضا مند ہو جانا پڑا۔ اور اسے تمام اس کے علاقہ کل علاقہ اس کے زیر فرمان ہو گیا۔ اس نے عنان حکومت کو ہاتھ میں لیتے ہی تمام بد امنی اور سینہ زوری کا خاتمہ کر دیا۔ یہ امر عرب قبائل کو جو مدتوں سے غارتگری لوٹ مار اور خستہ ہمارے کے عادی ہو رہے تھے سخت ناگوار گذرا۔ اور اس کی اطاعت سے منحرف ہو گئے۔ مگر عیاشی نے تمام کو ایک ایک کے شکست دینے کے بعد پھر مطیع بنا لیا۔ اور اس طرف سے فارغ ہو کر دلائی سہاجرہ بربرون کی معقول فوج کے ساتھ مزاگان۔ العرائش۔ اور معمورہ پر حملہ کیا۔ بین متواتر حملہ کئے۔ جنگوں اگرچہ وہ فتح ذکر سکا۔ لیکن ان کے متصل متعدد معرکوں میں عیسائیوں کو بارہا سخت نقصان پہونچایا۔ مگر شہداء اعمال مسلمانان۔ اہل سلا جلد بیٹھ گئے۔ اور انہوں نے بتاریخ ۱۹ محرم ۱۱۸۱ ہجری اس ولی عارف مامد اور مجاہدی سبیل اللہ کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا۔ نشر الشافی کا موقوف لکھتا ہے۔ یہ متفق علیہ روایت ہے۔ کہ جب اس مجاہد شہید کا سر سلا لا گیا۔ تو رات کی وقت اسے بجا وہنہ بلند قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہوا پایا گیا۔ اس کی وفات کی خبر سکر عیسائیوں نے تین دن تک خوشی کے جلسے کئے۔ سید عیاشی نے اپنے ہاتھ سے ہزار چھ سو عیسائی قتل کئے تھے۔ ہوس میں جہان فقیہہ سیدی عبداللہ مبارک عرصہ سے معتد خلا آتا تھا۔ علی السلائی نے علیحدہ حکومت قائم کرنی۔ قاسم بن بدامن سے تنگ آچکا تھا۔ اس نے تافیلالت سے ایک اور شریف خاندان کو مدعو کیا۔ جو ۱۱۸۲ء میں ملک پر حکم کر کے دو برس بعد سلطان محمد الشیخ کے عہد میں قاسم پر متصرف ہوا۔

احمد ششم محمد کی وفات پر اس کے رفقاء نے فی الفور اس کے بیٹے احمد ششم

لے محمد بن قسبر یہ آیات نقل ہیں :- لیسر سموات اللہ العالی اقول۔ و فی هذا القصر کے کا منہ نزول محمد بن قسبر بن زیدان قال۔ تمام فخر العالمین طویل۔ امام الامام و ذال الشرف۔ لہ عذہ فی لیسر جمیع۔ چاہا اہل العرش رحمی تخصیص یا ہو فی افراد میں سے کھلیں۔ عبد الملک کی قبر پر یہ آیات نقش ہیں :- لا یفطن فان اسد کان۔ و عندہ لکوی غمہ مغفران۔ ان کان عندک اہمال و مصححہ جمعہ یک

الملقب بـ العباس کو ۶۵۷ھ میں تخت پر بٹھا دیا۔ اس کی والدہ شہابی قبیلہ کی عورت تھی۔ یہ قبیلہ ان عیسائی سیران جنگ کی نسل سے تھا۔ جبکہ یعقوب المنصور نے ہسپانیہ سے لاکر مسلمان بنانے کے بعد مراکو میں آباد کیا تھا۔ ان کی جمہیت اب اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ان کی قایمہ عبداللہ ہسپانوی نے مراکش پر قبضہ کر کے ۶۵۹ھ میں العباس کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ماموں عبدالکریم بن ابوبکر المعروف بہ کردم الساج کو تخت پر بٹھا دیا۔ مگر اصل اختیار اپنے ہی ہاتھ میں رکھا۔ ۶۶۸ھ میں وہ بھی کیفر کردار کو پہونچ گیا۔ نئے خاندان کے فرمانروا الرشید نے مراکش کو فتح کر کے شہابی قبیلہ کے حصہ کثیر کو تہ تیغ کر دیا۔ اور باقی ماندہ کو فوج میں بھرتی کر کے اکل کنبو نکو ہستان اور جوبیلہ کے درمیان مقام السلا دیہ کو جلا وطن کر دیا۔ کرم الساج اس وقت سے پہلے العباس کی بہن کے ہاتھ سے قتل ہو چکا تھا جسے اس نے اپنے حرم میں داخل کرنے پر مجبور کیا تھا۔ الرشید نے اس کی لاش قبر سے نکلوا کر جلوا دی۔ اور اس کے بیٹے ابوبکر مولائی الشیخ کو خچر کی دم سے بند ہوا کر شہر کے بازاروں میں تاوقتیکہ وہ ہلاک نہ ہو گیا۔ پھر وایا۔ الرشید غلالی شرفاء میں سے تھا جو فتح مراکش سے بیس برس پہلے فاس پر قابض ہو چکے تھے۔ اس نئی فتح سے کل سلطنت پران کا مل دخل ہو گیا۔ اور خاندان بنو سعد کا دور دورہ دہرہ سو برس کی حکومت کے بعد ختم ہوا۔

فصل ہشتم

غلالی شرفاء کا پہلا زمانہ ۶۶۹ تا ۱۲۲۹ھ

مظہر سلطنت۔ ایک ظالم بادشاہ

غلالی شرفاء کا خاندان تیرہویں صدی عیسوی کے خاتم تک مغرب کی سرزمین سے لے اسکی عہد میں ۱۲۲۹ھ ہجری میں ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگ انسانوں کی مردہ لاشوں کو بھی کھاتے

اور یسی شرفاء کا جنہوں نے اول اول مراکش سلطنت کو قائم کیا۔ تقریباً کل نام
و نشان میٹ چکا تھا۔ یہ درست ہے کہ اب تک چند منفرد خاندان کہیں کہیں
موجود ہیں۔ جمادریسیوں کی نسل سے ہونے کی مدعی ہیں۔ لیکن اونکی دعویٰ کی
تصدیق بہت مشکل امر ہے۔ اس خاندان کو بربروں نے جو تیرہویں صدی سے
ملک پر حکمران چلے آئے تھے۔ ایسا منتشر و پریشان کر دیا تھا۔ کہ ایک کو دوسرے کے
ساتھ نہ رہنے دیا۔ مگر باقی مغرب کے خوش اعتقاد یہ کہیں گوارا نہ کر سکتی تھی
کہ انکا ملک اولادینیک کی موجودگی کی ضرورت سے کچھ زیادہ عرصہ محروم رہے۔
چنانچہ ادرسیوں کے زوال پر جب ملک پر پے در پے مصائب وارد ہوئیں۔ تو
اوسکا باعث اسی آل سغیہ کی قیادت کو سمجھا گیا۔ نابراین عرصہ میں صدی کے
آخری برس جب علاقہ تافیلالت کے جسے اسوقت سبیل ماسہ پکا۔ اجاتا تھا۔
چند الو العزم حج بیت اللہ کو گئے۔ تو اونہوں نے منبوع الخمل کے ایک شریفین
یعنی مسید کو حید علی ابن ابی طالب کی نسل سے تھا۔ اور اسکا خاندان اس ضلع
پر قدیم زمانہ سے حکمران چلاتا تھا۔ مراکو پہنچنے کی دعوت دی۔ شریفین کا نام حسن
بن قاسم تھا۔ اس نے دعوت قبول کر لی۔ اور حاجیوں کے ساتھ مراکو آکر تافیلالت
میں آباد ہو گیا جس کا فوارد ہونے کی وجہ سے الدخیل خطاب رکھ دیا گیا۔
عوام میں روایت مشہور ہے کہ مراکشوں نے الحسنؑ کے باپ کو اس کے توکل کے
برابر چاندی دیکر اوسے مراکو پہنچنے پر راضا مند کیا تھا۔ مگر یفرنی کا بیان ہے کہ
یہ بھی اپنی بیہودہ داستانوں میں سے ایک ہے۔ جن کا کوئی سرچیر نہیں تھا
واللہ اعلم بالصواب۔

فلانی شرفاء کے اجداد ہی سعدی شرفاء کے ہی اجداد تھے۔ بنو سعد فلانیوں
سے بھیجے آئے۔ اور پہلے بادشاہ ہوئے۔ فلانیوں کو ان کے بعد حکومت نصیب
ہوئی۔ گو اگر وہ چاہتے تو اس سے بہت عرصہ پہلے صاحب تاج و تخت ہو سکتے
فلانی غالباً ملانی کا بگڑا ہوا ہے۔ اون کی وجہ سے مراکو کے اس علاقہ کا بھی جہا

لہ روایت ہے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں دیدیا تھا
لے الحسن کی عمر اسوقت ۶۰ برس کی تھی ۶۰

وہ آباد ہوئے۔ ہلالی نام پڑ گیا۔ احسن کے وارث ہوتے ہی خلستان خوب پھل دینے لگے جس سے اوس کی اور اوس کی اولاد کی قدر و منزلت باشندوں کے دلوں میں یہاں تک بڑھ گئی کہ ایک مرتبہ احسن کے پر پوتہ کو غرناطہ کا تخت نشین کیا گیا۔ مگر اس نے کچھ قناعت کو ایوان شاہی پر ترجیح دی۔ بنو سعد کے اس خطاط پر جب ملک بن ہر طرف بد امنی پہل گئی۔ تو اس وقت فلالی خاندان کے موجود الوقت شریف کو جو احسن سے آٹھ سو اسی برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ مجبوراً درویشی کو امارت و ریاست کے ساتھ بدلنا پڑ گیا۔ اور اس نے ۱۶۳۵ء میں بجل ماسہ پر علیحدہ حکومت قائم کر کے علاؤ کا نام توفیلات رکھ دیا۔

پہلا فلالی امیر ابی حسون سلالی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ وہ پہلے علاؤ مسوس پر قابض ہو کر بعد ازاں ورعہ اور بجل ماسہ کا بھی مالک ہو گیا۔ مولائے الشریف بن علی اس کا بیٹا دوست تھا۔ اور علاؤ بجل ماسہ کے ایک پہاڑی قلعہ تابو عصامت کے لوگوں سے اس کی دیرینہ عداوت چلی آتی تھی۔ اپنے علاؤ کی امارت اختیار کرنے پر مولائی الشریف نے باشندگان تابو عصامت کے برخلاف ابی حسون سے مدد مانگی۔ اور ان لوگوں سے زادۃ الدرامہ کے باشندوں سے جو العیاشی کے مریدوں میں سے تھے۔ یہ دونوں اپنے اپنے دوستوں کی مدد کو بیرون گئے۔ اور ۱۶۳۵ء کا بہت سا حصہ اس خانہ جنگی میں صرف ہوا۔ آخر انکی قلعہ نے یہ دیکھ کر کہ ابی حسون کا مقابلہ مشکل ہے۔ اوس کی مینیت و خوشامد اور خدمت گزاری شروع کر دی۔ اور رفتہ رفتہ اوسے ایسا ظلم کر دیا کہ وہ انکا طرف دار اور الشریف کا دشمن ہو گیا۔ اور اسے قید کر کے اپنے قلعہ لطیف واقعہ موس کو لے گیا۔ باپ کی گرفتاری پر محمد بن الشریف نے کاروبار سنبھال لیا۔ اور سب سے اول اپنے حسن قابلیت سے فیض شاعت سے کسی اور کی امداد کے بغیر صرف اپنی طاقت سے تہیابو عصامت کو فتح کر لیا۔ پھر ۱۶۳۸ء (۱۰۴۷ھ) میں بہت سا درندہ یہ بھیج کر باپ کو چھڑوا لیا۔

۱۷ اوس کا نام بھی شریف بن علی ہی تھا۔

الشریف بیٹے کی کارگزاری سے ایسا خوش ہوا کہ زندگی کے باقی تین برس وہ کل نیک و بد بیٹے کے ہاتھ میں رہنے دیکر آپ ایک طرح سے عزت گردین رہا۔ ایام قید میں ابی حسون نے ایک لوندی الشریف کی خدمت کے لیے بھیجی تھی۔ مولائی رشید احمد انھیں فوراً ندان الشریف اسی کنیز کے بطن سے باہم نظر بندی پیدا ہوئے۔

محم فلالی امیر مولائی الشریف کے ۱۶۴۱ھ مطابق سنہ ۱۲۴۰ھ میں فوت ہوئے۔ تمام باشندگان سلاسلہ بطیب خاطر محمد بن الشریف کے ہاتھ پر بیعت کی البتہ اسکا چھوٹا بھائی الرشید بیعت میں شامل نہ ہوا۔ اور وطن چھوڑ کر شمالی مراکو کو چلا گیا۔

محمد نے باقاعدہ امیر ہونے پر سب سے پہلے ابی حسون بہر حملہ کر کے اس سے علاقہ درعہ سے خارج کیا۔ عیاشی کی شہادت پر اس کے مریدوں نے سید محمد حاج دلائی کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ جو فاس اور مکناسہ اور تمام ملحقہ علاقہ پر حکم ان تھا۔ جب اس سے شریف محمد کی فتوحات کی خبر پہنچی تو وہ اس نئی طاقت کو شکوہ دین ہی دبا دینے کے لیے سبیل ماسہ پر بڑھ آیا۔ محمد مقابلہ کے لیے آگے بڑھا۔ اور فریقین میں بتاریخ ۱۲۴۱ھ میں اول شہر محمدی بمقام قاع سخت لڑائی ہوئی۔ محمد الشریف کو شکست ملی۔ اور دلائی نے سبیل مالک پر طے جانے کے کچھ عرصہ وہاں قتل و غارت کا بازار خوب گرم رکھا۔ آخر فریقین میں اس شرط پر مصاکحت ہو گئی کہ جبل بنی عیاش کا جنوبی علاقہ مولائی محمد کے تصرف میں رہے۔ اور شمالی علاقہ محمد الحاج الدلائی کے پاس۔ اس جنوبی علاقہ میں بھی پانچ دیہات مولائی محمد کی حکومت سے باہر رکھے گئے۔ کچھ عرصہ بعد مولائی محمد نے ان میں سے ایک پر حملہ کر دیا۔ جس فریقین میں معاندانہ نامہ و پیام اور باہمی طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ فاس کے لوگوں نے جو الحاج الدلائی کے جہی برائے نام ہی مایح تھے۔ انکا اصل شعار رہی خانہ جنگی اور خود سری چلا آتا تھا۔ محمد کو فاس کی حکومت قبول کر لینے کی دعوت بھیج دی۔ جو اس سے فوراً قبول کر کے فاس پہنچ گیا۔

اور ۶۲۹ عین امالی فاس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر دی مگر اس سے وہاں اس سے زیادہ دین رہنا نصیب نہ ہوا۔ الحجاج الدلائی خبر لینے پر فوج کثیر لیکر گیا۔ اور بروزہ مشنہ اشعیان مشنہ ہجری کو محمد شریف کو شکست دیکھ گیا دیا۔ فاس پر پھر دلائیون کا تصرف ہو گیا۔ محمد الحجاج اس کے بنادسکا بیٹا احمد مشنہ ہجری تک اور پھر احمد کا بھائی مشنہ ہجری تک حکمران رہا۔ اس کے بعد الرشید کے متصرف ہونے تک ابو عبد اللہ الدریدی کا دور دورہ رہا۔

محمد الشریف کی غارتگری نے فاس و مغرب کی حکومت سے بائوس ہو کر مولائی محمد نے عنان عزیمت صحرار اور شہر تی علاقہ کی طرف ترکوئی نہ نظر فرقت جیسے اسلامی منعطف کی۔ اور خانہ بدوش عرب و بربر قبائل کو متلا کر پیل پر ترکی رعایا قبیلہ بنی کاسن پر۔ پھر مقام وجہہ پر جہان کا ایک فریق ترکوں کا طرفدار اور دوسرا انکا بدخواہ تھا۔ احمد اذان مشنہ ہجری میں ترکوں کے محکوم قبائل اولاد فرستی۔ اولاد علی۔ اور بنی سنوس پراور بالآخر تلمسان کے سرحدی علاقہ پر حملہ آور ہو کر قتل و غنیمت کا بازار گرم کیا۔ اور نقد و جنس اور مویشی کی مقدار عظیم لوٹ کر اپنے وطن سبیل ماسہ کو لوٹ گیا۔ تلمسان کی سرحد پر بمقام قنوطری سی ترکی فوج مقیم تھی۔ اس نے باوجود قلت تعداد و غلظت اسکا بڑی شہادت قدمی سے مقابلہ کیا۔ مگر آخر شش شکست یاب ہوئے۔ اسجنار کے گورنر کو جب خبر پہنچی۔ تو اس نے اپنے علاقہ کی حفاظت کے لیے ایک جہاز لشکر روانہ کیا۔ لیکن محمد اس کے پہنچنے سے پیشتر روانہ ہو چکا تھا۔ علاقہ کے باشندے بغرض بیاہ پہاڑوں کو بھاگ گئے ہوئے تھے۔ اور خود علاقہ اسادیرسان و پرباد ہو گیا ہوا تھا کہ فوج کے لیے تو درکنار مویشی کے لیے بھی ایک تنگ گھاس کا کھین سے نہ مل سکتا تھا۔ جس پر وہ مجبوراً بے نیل مرام البحرانہ واپس چلی گئی۔

ترک اگر سبکدل اور لودشہ حال ہوتے تو وہ بغرض انتقام فوراً مراکش پر فوج کشی کر دیتے۔ لیکن ان کی دینی عیت میں محمد الشیخ اور منصور سعدی

کے زمانہ کی نسبت کچھ کمی نہ واقع ہو سکی تھی۔ انہوں نے ہند فہرست بھی پہلے بلطف و مدارات دوا اسلامی ممالک کو جنگ و جدال کی لازمی بر باد دی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ فوج کی واپسی پر عثمان پاشا گورنر البواری نے مجلس شہور کے ارکان کو جمع کر کے یہ معاملہ اون کے پیش کیا۔ سب کی یہی رائے ہوئی۔ کہ پہلے مولائی محمد کو زبانی فہمائش کی جائے۔ چنانچہ ایک خاص سفارت سبیل اس کی طرف بھیجی گئی۔ جو دو مستند عرب علماء و فقہاء اور دو مقتدر ترک اعیان پر مشتمل تھے۔ ان کے ہاتھ جو خط بھیجا گیا۔ مولا احمد نے کتاب الالہ مستقصا بینا و سببہ بجنبہ درج کیا ہے۔ وہ عربی زبان میں تھا۔ جس میں معہولی القاب و عنوان کے بعد مولائی محمد کو شرم ملا کی گئی۔ کہ کیا بے زبان رعایا کو تاخت و تاراج کرنا اور قزاقانہ غارتگری کو شعار بنانا سادات امجاد کی شان سے بہت بعید نہیں ہے۔ اور اپنے نانا کی امت کو لوٹنا ان کے لیے باعث خرم نہیں ہے۔ پھر اسے عثمانیہ سلطنت کی شوکت و حیرت سے آگاہ کیا گیا۔ کہ بیشک تم اور تمہارے عرب رفقاء بہت بہادر اور بے نظیر سردار ہیں۔ مگر توپ اور بندوق کے سامنے یہ شجاعت کسی کام نہیں آسکتی۔ عساکر قاہرہ کا تو پخانہ تہاری کل جمیعت کو چند لفظوں میں فنا کر سکتا ہے۔ پس آئندہ اسی روش اختیار کرو جس سے تمہارے نانا کی روح کو خوشی پہونچے۔ باہر سلطنت خوریزی برپا کر کے اسے آزادہ کرو۔ یہ خط ارجب سنہ ۸۷۱ ہجری کو لکھا گیا۔

محمد نے جب اس سے بڑھا تو اس کا چہرہ غضب سے سرخ ہو گیا۔ اور قاصد و نیز خوب کڑ کا کر جا۔ مگر جب جواب ملا کہ ہم تو صرف پیامبر ہیں جو کچھ لکھنا ہوا لکھ لیں گے یا شاکیطرت نکھد و ہم اسے بھی پہنچا دیں گے۔ ہم پر لال پیلا ہونا فضول ہے۔ تو طبیعت میں شرافت کا اصل جوہر تو موجود ہی تھا۔ اس نے اس سرزنش کی محققت کو تسلیم کر کے گورنر البواری کی طرف شکستہ کا بھرا ہوا خط لکھ دیا۔ اس خط کے مطالعہ پر بھی عثمان پاشا اور اس کے اعیان و شادریں نے طبیعت کو بے بس نہ ہونے دیا۔ اور دوبار اپنے قاصدوں کو یہ زبانی پیغام پہونچانے کے لیے بھیج دیا۔ کہ مال کا ہر چھی طرح غور کرو۔

ہم تم سے فقط یہ چاہتے ہیں کہ اپنے نانا کی شریعت پر عمل کرو۔ اور اپنی حد سے کتنا وزن کرو۔ تمہارے نانا نے مسلمانوں سے کبھی جنگ نہ کیا۔ نہ عاجز و اور ضعیفوں کا مال و اسباب لوٹنے کا حکم دیا۔ اگر تجھے جہاد کا مشوق ہے تو کھانا پر حملہ کر وہ خود تیرے اپنے ملک کے وسط میں موجود ہیں۔ اور اگر تجھے آل عثمان کی سلطنت پر غلبہ پانے کی تمنا ہے۔ تو مرو میدان جنگ اس کے مقابلہ پر نکل جسے خدا دے۔ سورے۔ ایسا کرنے پر تجھے کوئی مطعون نہیں کر سکتا غریب رعاکو لوٹنا اور خدا کے بکس بندوں میں آتش فتنہ کو مشتعل کرنا اہل بیت کے اخلاق سے جمید ہے۔ تو جانتا ہے کہ تیرا یہ فعل حرام مطلق ہے۔ اور مسلمانوں کے کسی فرقہ کا بھی مذہب اس کی اجادت نہیں دیتا۔ تیری اس غلطی سے ہمارے ملک کی تجارت محفل۔ اور رعایا گھروں سے بے گھر ہو گئی ہے۔ اس کا تو خداوند کریم کو کیا جواب دیکھا۔ ابن رسول اور یہ افعال ابکیا اس سے بڑھ کر کوئی شرم کا موقعہ ہو سکتا ہے۔ ہم تمہارے ملک میں فتنی بہ ترکی ایسا ہی کرنے اور تمہاری رعایا کو بے خانمان بنا دینے سے عاجز نہیں ہیں لیکن حالانکہ تمہارے جود و ظلم کے جواب میں اگر ہم ایسا کریں تو شرعاً جائز ہو لیکن ہمارے سلطان کی دینی حیثیت وغیرہ اسے گوارا نہیں کر سکتی۔ پس سوتج اور اپنے عندیہ سے ہمیں مطلع کرے۔

یہ تقریر مستنکر محمد کا پادشاہ خدا کا خوف بلا و شریعت غرا کا پادشاہ نضاتی اغوا پر غالب آگیا۔ اور اس نے بلائی جواب دیا۔ سجدہ میں اپنی اس حرکت پر سخت نادم ہوں۔ یہ مجھ سے میرے عرب معاویوں کے اغوا سے سرزد ہوئی۔ اور انہوں نے مجھے خدا کی نافرمانی کا مرتکب بنایا۔ میں اللہ کے مقدس نام پر عہد کرتا ہوں کہ آج سے بعد تمہارے ملک اور تمہارے رعیت سے کوئی برائی نہ کروں گا۔ میں خدا اور رسول کو اس عہد کا ضمانت دیتا ہوں۔ اگر ملین وادی دوسیا بے نفا سے گذر کر کبھی ... تمہاری نواح میں گیا۔ تو صرف دوست کی حیثیت میں جاؤں گا۔ پھر اس مضمون کا ایک تحریری عہد ہی گورنر ہجزائے کی طرف لکھ دیا۔ اور سبیل و درعہ اور ان کے علاقہ کی حکومت

پر ہی قناعت کر کے بیٹھ گیا۔
 بندر طنجا اسی شریف کے زمانہ میں اخوان دجان، مشتم شاہ رگلا
 نے اپنی بہن کے چہیزمین اپنے بہنوئی چارلس دوم شاہ انگلستان کو دستہ
 ستمہ سہری کے آغاز میں دیا تھا۔ انگریز اس پر ۱۲ برس متصرف رہے۔ پھر
 اسے مسلمانوں کے حوالہ کر کے خالی کر گئے۔
 مولانا رشید ثانیؒ کا چھوٹا بھائی رشید باپ کی وفات پر شمالی علاقہ کو نکلا گیا
 تھا۔ وہ پہلے کچھ عرصہ دلا میون کے راولپنڈی میں درویشانہ حیثیت سے مقیم رہا۔
 پھر جبل آصر کو چلا گیا۔ اور وہاں سے جا کر کچھ عرصہ فاس جدید میں رہائش گزین
 رہا۔ جہاں کے امیر عبداللہ دریدی نے اس کی بہت خاطر تواضع کی۔ وہاں سے
 وہ پہلے تازاکو اور بعد ازاں اطراف عربوں کے پاس چلا گیا۔ اس سیاحت
 کے دوران میں جب اس سے معلوم ہوا کہ تازاکو کے قریب مقام قصبہ میں ایک
 یہودی ابن مشعل نہایت ہی متمول ہے۔ تو وہ اسی دن سے اس کے زور
 دولت کو قابو کرنے کی فکر میں غرق ہو گیا۔ آخر احرار تازا کی کے ایک ویش
 معلم شیخ ابی عبداللہ اللواتی کی اجازت سے اس کے طلباء کو لیکر ایک دن
 کے مکان پر پہنچ گیا۔ یہودی نے ان سب کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ
 اپنے ہاں اوتار دیا۔ اور ان کی مہمانداری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا
 اسے کیا معلوم تھا کہ وہ اپنے جانی دشمنوں کو پناہ دے رہا ہے۔ جب
 رات ہوئی تو رشید نے طلباء کو لیکر اچانک مکان والوں پر حملہ کر دیا۔
 اور یہودی قتل کر کے ابن مشعل کی بے انتہا ثروت پر قبضہ کر لیا۔ اس دولت
 نے اس کی بادشاہی کی بنا قائم کر دی۔ اس روپیہ سے اس نے مشرقی علاقہ
 کے عربوں سے ایک جرار لشکر دونوں میں تیار کر کے جہانبا کی کاہتہ کر لیا۔

۱۷ جزیرہ مہبی بھی اسی تقریب سے انہی دنوں انگلستان کو ملا تھا۔
 ۱۸ اسو افنسی یا دگار میں اب تک ہر سال فاس میں جشن طلباء کے نام سوا یک مجلس ہوتا ہے۔

اور سب سے پہلے وجہہ پر قبضہ جا کیا۔ محمد کو سبیل ماسہ میں جب یہ اطلاع پہنچی تو اسے اپنی حکومت کی طرف سے اندیشہ پیدا ہو گیا۔ اور لشکر لیکر جہائی کے مقابلہ پر روانہ ہو گیا۔ فریقین میں بروز جمعہ ۹ محرم ۵۷۱ ہجری کو بھگام بسیط آٹکا و مقابلہ ہوا۔ مگر پہلی ہی گولی جو رشید کی فوج سے چلی۔ محمد کی گردن میں بیٹھی اور اسکا کام وہیں تمام ہو گیا۔ رشید کو جہائی کی وفات کا سخت تعلق ہوا۔ وہ خود تجہیز و تکفین میں شامل ہوا۔ اور اسے بنی یر تاسن میں لیا کر اور زمین کی آغوش میں رکھ دیا۔

محمد نہایت شجاع اور بلند ہمت تھا۔ کسی انسان کا تو اسے کبھی خوف محسوس ہوا ہی نہ تھا۔ وہ قوی البیان اور دراز قامت اور جفا کشی میں بھی بیحد میل تھا۔ اس کے ساتھ ہی سخاوت و فیاضی اور علم کی قدر و منزلت میں کسی محصور کے کم نہ تھا۔ ایک دفعہ اس نے ابا عثمان سحیہ لیسانی کو مدحیہ قصیدہ کے صلہ میں بیس رطل و فالص سونا عطا کر دیا تھا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا محمد الصغیر سبیل ماسہ میں باپ کی مسند پر بیٹھا۔ مگر اسے جلد یہ جگہ خالی کر دینی پڑی۔

اس شخص سے رشید کا غلغلہ اور بڑھ گیا۔ اور ملات و بندہ یر تاسن وغیرہ کئی اور قبیلے بھی اس کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ رشید ابن سبیل کو قتل کر کے اس کے ایک خرہ و سال لڑکے کو زندہ اپنے ساتھ اوٹھ لایا تھا۔ اس سحر کے کچھ عرصہ بعد لڑکے کی مان رشید کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ کہ نہ دفعہ یہ لیکر کچھ کو چھوڑ دیا جائے۔ اس سے تیز بین رشید تاڑ گیا۔ کہ یہودن کے پاس ابھی ضرور کوئی بڑا خزانہ موجود ہے۔ اس کا یہ قیاس صحیح ثابت ہوا۔ کیونکہ جب یہودن کو دیکھی دی گئی کہ اپنے خاوند کا مدفونہ نہ بتائے یہ لڑکے کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو محبت مادری نے بیٹے کے مقابلہ پر دولت کو بیچ سمجھا۔ وہ اسی وقت رشید کو ہمراہ لے گئی۔ اور کل و فایں بتا دیئے۔ اس مزید موہبت آہی اور خزانہ عینیب سے رشید کو اپنی فوجی طاقت بڑھانے کا ایک اور زبردست وسیلہ مل گیا۔ فوج کو از سر نو تہجرت کر کے اس نے پہلے تازاکو اور پھر

اپنے بھتیجے سے سب مل ماسہ کو نواہ کے محاصرہ کے بعد فتح کیا اس کے امانی فاس سے اس کے تین چار معرکے ہوئے۔ اور دو تین دفعہ شہر کا اس نے عامہ کیا۔ آخر بروز شنبہ شروع داسی جنگ ہوئی مطابق ۱۶۹۳ء عین مولائی رشید نے اس ہلہ کر کے بڑے ورثہ شیر فتح کر لیا۔ اور کئی دن تک شہر میں قتل عام جاری رکھا۔ جہاں محلہ محلہ کا سردار اپنی ڈیرہ ڈبڑہ اینٹ کی مسجد جدا جدا قائم کیے ہوئے تھا۔ دو برس بعد رشید نے فاس سے لکل کر زاویہ ولائی پر فوج کشی کی اور اعیانہ کی اس کے اس سکن کو بتایا ۸ محرم ۱۶۹۹ء ہجری میں فتح کر کے تمام دلائیوں کو کسی طرح کی بھرتی یا بے عزتی کرنے کے بغیر فاس اور تلمسان وغیرہ کی طرف جلا وطن کر دیا۔

ولائیوں سے فارغ ہو کر مولانا رشید نے اسی سال کی ۲۲ صفر کو چڑھائی کر کے مراکش کو فتح کر لیا۔ اور وہاں کے شبانی امیر ابو بکر بن عبد اللہ کیم اور اس کے دیگر لواحقین کو قتل کروا دیا۔ مراکش سے وہ بھر فاس کو لوٹ گیا۔ اور کچھ عرصہ وہاں آرام کر کے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے سوس ودار دانت پر فوج کشی کرنے کا ہتہ شروع کیا اس کے اخراجات کے واسطے اس نے فاس کے تجارت سے ۵۲ ہزار شقال سونا قرض لیا۔ جو دوسرے برس انکو ادا کر دیا۔ اسی سال ۱۶۹۹ء ہجری میں اس نے رشید یہ اشرفیان ضرب کرایہ۔ اور اسی سال پرنگال نے برائے معاہدہ لزبن مراکش بندر سبط ہسپانیہ کے حوالہ کر دیا۔ جو آج تک اس پر قابض ہے۔ سن مذکور کی ۱۲۔ ذیقعد کو رشید نے فاس کے باہر دریا سیوا پر چار محرابوں کا پختہ بنانیکا حکم دیا۔ اس پر تعمیر کا کام ۵ جمادی الثانی ۱۰۰۰ء ہجری کو شروع ہوا۔ اور وہ دنوں میں با حسن وجہ مکمل ہو گیا۔ رشید نے اسی برس اپنے چھوٹے بھائی سہیل کی شادی ایک سیدیہ شہزادی سے کی۔ اور اس کو عتوب پیر ایسی دھوم دھام سے جشن مرتب کیا کہ لوگ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ماہ شوال میں اس نے فاس کے محل رصیف کی مرمت کرائی۔ رشید فاس واپس آ کر غاموش نہ بیٹھا رہا تھا۔ اس نے ارد گرد کے کئی ہرکش قبائل کو درندہ لا اپنا مطیع فرمان بنایا۔ اور جب تیاریاں مکمل ہو

گئیں تو مشائخہ ہجری کے شروع میں سوس پر حملہ کر دیا۔ ابی حوٰنہ سلمانی
میں فوت ہو چکا تھا۔ اور اب وہاں اس کا بیٹا ابو عبد اللہ محمد حکمران تھا۔
رشید نے سن مذکور کے ابتدائی چند مہینوں میں ہی تار و انت اور ایلیغ
کو فتح کر کے سوس کے علاقہ کو اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

مراکو میں تانبے کا سکہ اب تک مربع شکل کا رائج تھا۔ اس نے اسے دوزخ
میں نصیب کر اگر جمادی الثانی ۱۱۸۷ھ ہجری سے گول شکل کا ضرب کرانا شروع
کیا۔ وہ اس مہم سے سن مذکور کے ماہ رجب میں فاس واپس گیا۔ اور وہاں
جا کر غزوہ پاشاکے مکان میں شراطین کا نا ایشان مدرسہ قائم کیا۔ اور وہیں
ایک بڑا مدرسہ مراکش میں مسجد شیخ عبد اللہ کے سامنے کیا۔

ان فترحات سے مولائی رشید کی شہرت۔ و ناموری چار اکناف
عالم میں پھیل گئی۔ حتیٰ کہ طنجہ کے انگریز متعرقین نے اس کا نام نافیلٹ اعظم
رکھ دیا۔ اس نے آٹھ برس کی حکومت میں مراکش کی سلطنت کے پر اگندہ اثر
کو پھر مجتمع و یک جا کر دیا۔ اس کے اخلاق و اوصاف میں میکنس اور شیخ احمد
کے بیانات میں زمین و آسمان کا اختلاف ہے۔ میٹر میکنس عیسائی مورخ شی
نسکی سند پر اسے مجسم ظلم و ستم اور حرص و طمع کا بے بس غلام بنا کر رکھتے ہیں
کہ اس کا پہلا فعل آزادی حاصل ہونے پر یہ تھا کہ جس غلام کی مدد سے وہ
اپنے بہائی کی قید سے آزاد ہوا تھا۔ اسے اپنے ہاتھ سے ہلا کیا۔ اور اس
کے عہد کا آخری واقعہ جو بد عہدی اور عقوبت کا غیر منقطع سلسلہ تھا۔ یہ تھا
کہ اس نے روسیہ اور دینیہ تباہی کے لیے چند بیکیں عورتوں کو اپنے ساتھ
لے لیا۔ پھر ان کی بیاتیوں کو صدق و قون کے نیچے دبا کر خود انکے دنگونہ
اچھٹا کر دیا۔ ان مظالم کی یاد اس میں خداوند کریم اسے ہی ایک عبرت بخش
موت سے مارا۔ مراکش کے باغ اگو وال میں وہ گھوڑے پر سوار جا رہا تھا
کہ سیالت غمار اس نے گھوڑے کو اندھا دھندھا ڈنگا دی۔ جب وہ اسے
ایک درخت کی طرف لے جا گا۔ اس درخت کے دو شاخہ میں رشید کا
گلا پھنس گیا۔ اور وہیں اس کا دم ٹیکل گیا۔ یہ واقعہ ۱۱۸۷ھ کا ہے۔

مولانا احمد اس کے برعکس رشید کو نہایت نیک مزاج - رعیت پرور اور فاضل
 دینی اور اس کا عہدہ رعایا کے لئے نہایت سعید و مبارک بتاتے ہیں۔ اس کی
 تصدیق یمن وہ کئی روایتیں لکھتے ہیں۔ از انجملہ جدا گ یہ ہیں :- جہدن
 ابالی فاس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس روز صبح کیونکہ وقت گندم کا زرخ
 پانچ اونہ بد قحط شام کو نصف اوقیہ فی مد ہو گیا جس اور زانی کو رعایا نے
 کمال مبارک ملکوں سمجھا۔ ایک دفعہ رشید نے بقول مؤلف صاحب الجیش اپنے
 پاپہ تخت کے ایک عالم کو کہلا بھیجا۔ کہ علم نہیں کہی کے پاس جانا۔ بلکہ اس کے
 پاس آیا کرتے ہیں۔ رشید نے بالکل بُرا نہ مانا۔ اور مہینوں تک خود اس عام
 کے مکان پر جاتا رہا۔ اسی طرح عرصہ تک وہ جامع قرونیس کے امام شیخ
 یوسی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ ایک طالب علم تنگی
 فیاضی کا چرچا کرنا لگا۔ اس سے اس کے پاس پہونچا۔ اور یہ دو مدحیت
 بیعت پیش کئے :-

فان بھر الفرائی فی کل قطر من ندی و احتیک غدا فاما
 غرق الناس فیہ الشمس الفقیر خلاصا فلم یجدہ نفسا

رشید نے اوسے فوراً اٹھائی بیزار اور فیان عطار کو کہیں۔ اس کے
 عہد میں رعیت بڑھتی امن میں رہی۔ اور کوئی مصیبت ارضی یا سماوی
 اس پر وارد نہ ہوئی۔ اس کی موت کا قصہ شیخ موصوف اس طرح لکھتے
 ہیں رشید مرگش میں تھا۔ کہ مسئلہ ہجری کی عید الفصحی کے دوسرے دن
 وہ گھوڑے پر باغ مسرت کی سیر کو گیا۔ وہاں لگام اس کے ہاتھ سے چھوٹ
 گئی۔ اور گھوڑا بے قابو ہو کر ادھڑے دوڑا۔ اس حالت میں ایک درخت
 مار کھ کھ شاخ اس کے سر میں اور بقول بعض اس کے کان میں گھس گئی
 اور وہ ۴۲ برس کی جوان عمر میں اس دارنا پائدار سے رخصت ہو گیا
 مولائی اسماعیل کہ الرشید کی وفات پر اس کا بہائی اسماعیل جو ۲۶ سالہ لڑکا
 تھا۔ امیر المومنین المظفر بالله ابی النصر کے خطاب و انقباب کے ساتھ ملک
 تاج و تخت پہنچا۔ یہ حیرت انگیز لیاقت و قابلیت کا شخص ۵۵ سال کے

زمانہ دراز تک فرمانروا رہا۔ جس کے دوران میں سلطنت مرکو کو بے انتہا دولت و ثروت حاصل ہو گئی۔ لیکن وہ عہد صرف اسی کے لئے خاص غور کے قابل نہیں۔ بلکہ بالخصوص ان خارجیہ تعلقات کے لحاظ سے جو اس بے انتہا متول کا باعث ہوئے۔ اس کے عہد میں اٹالی تو رپ کو مراکشی دربار کے حالات و مراسم کے بالمشاقہ معاینہ و تجربہ کا ایسا عمدہ موقع ملا کہ ایسا کسی پہلے عہد میں انکو حاصل ہوا۔ اور نہ کسی سلطان بالحد کے عہد میں اسی لئے مشرٹیکس نے اس کے عہد کو مشرقی فرمانرواؤں کی طرز جہان بینی اور اصول سیاست کا ایک معقول نمونہ و مظہر قرار دیکر اس کے حالات نسبتاً زیادہ شرح و بسط سے تحریر کئے ہیں۔

سلطان شہنشاہ کے حالات مسلمان مورخین کے علاوہ کسی عیسائی مؤرخ نے یہ تحریر کئے ہیں۔ ان دونوں اقسام کے مورخوں کی تالیفات میں اتفاقاً اگرچہ تقریباً یکساں ہی بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن ان سے نتائج نکلنے اور رائے قائم کرنے وقت ہر ایک فریق نے ایک دوسرے سے ایسا مفضل انداز اختیار کیا ہے جسے دیکھ کر تعجب آتا ہے۔ اور یہی ختم یہ محسوس ہو جاتا ہے کہ حضرت انسان کا دماغ بھی خداوند کبیر نے کسی نہایت ہی عجیب و غریب مصالح سے تیار کیا ہے۔ کہ ایک ہی شخص کو اس کے بعض ہم جنس شیطان جسم اور دیگر بعض ہم جنس انبی و اوقات اور حالات کی بناء پر اسکو قرینہ منافی بتا رہے ہیں۔ بہر کیف اس میں کلام نہیں کہ اگر مسلمان مورخین نے اسمعیل کی تعریف میں سیقدر مبالغہ کر کے اس کی بعض کمزوریوں کو نظر انداز کر دیے ہیں اس کی کچھ طرفداری کی ہے۔ تو عیسائی مورخوں نے مذہبی و قومی تعصب سے انداز ہو کر اس کی کلی خوبیوں کو پس پشت ڈال دیا اور اس کی کمزوریوں ہی کو ہر روز پیش نظر رکھنے سے اپنے مسلمان معاصرین کی جنبہ داری کا نہایت نامعقول حد تک بدلہ لینے کی کوشش کی ہے۔ ان عیسائی مورخوں نے اسمعیل کے حالات قلم بند کرتے ہوئے اس امر کو تو کبیر بھلا دیا ہے کہ کسی فرمانروا کے اعمال و افعال کو اس زمانہ کے تمدن کے معیار

سے جانچنا اور پرکھنا۔ اور یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا دیگر سلاطین کا عام برتاؤ۔ اور دستور العمل کیا تھا۔ اور زمانہ کارنگ کو متنگ کیا تھا۔ روسکیس نے اس معاملہ میں زیادہ تر ایک۔ مولف فرائض کو مد نظر رکھ کر دو لون فرائض کے بیانات پیش کر دیئے ہیں تاہم انصافاً یہ کہدنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کہیں اس نے اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ وہ بالکل متعصبانہ ہی نہیں۔ نہ اس نے مندرجہ بالا اصول کو اسمعیل کے متعلق قطعاً نظر انداز ہونے دیا ہے۔ بنا برین میں ایسی کی تحریر کو پیش نظر رکھ کر مولانا احمد کی کتاب سے صرف حسب ضرورت کہیں کہیں مزید توضیح و تشریح یا ان واقعات کو قلم بند کرنے کے لئے جنہوں میں مسکینسی چھوڑ گئے ہیں۔ امداد لینے پر کفایت کرونگ۔

مولائی اسمعیل اگرچہ جو تھا فلائی حکمران تھا۔ مگر جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے۔ تھا پہلے فلائی شریف امیر مولائی اشرف کا بیٹا۔ اسے چند برس اپنے بہائی محرم کے بیٹے احمد سے جو مراکش میں باغی ہو گیا تھا۔ مشغول پیکار رہنا پڑا۔ اس سے فارغ ہو کر اس نے مکناس کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ جہاں بڑے بہائی رشید کے عہد میں وہ بحیثیت گورنر مقیم تھا۔ اور اگر اس مقام سے ایک خاص الش ہو گیا تھا۔

اس امر کے اعلان کے ساتھ اس نے اپنے رقیبے لشکر کے مقتولین کے دس ہزار سر مراکش اور فاس کے دروازوں پر چنے جانے کے لئے روانہ کیے اور اسے ان جنگ کو گھاس کے رسوں سے باہم بند ہوا کر پل کا کام دینے کے لئے ایک دریاء پر لٹا دیا اور پھر اپنے لشکر کو اس پل کے زائے سے گذرنا مکناس کو بربروں نے ظہور اسلام سے پہلے ۲ بار کیا تھا۔ چہٹی صدی ہجری میں موحدین نے سات برس کے محاصرے کے بعد فتح کر کے پڑاٹنے شہر کو ویران کر دیا اور اس کے متصل جدید مکناس بنام تاکروات تعمیر کیا۔ پھر بنی مرین نے اس شہر کی زریب و زینت بڑھانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ عالیشان محل۔ مدارس۔ حمام۔ مساجد اور خانقاہیں تعمیر کیں۔ اور اسے مملکت کا خوبتر ترین شہر بنا دیا۔ یہ شہر آب و ہوا کی عمدگی کے لئے قدیم الایام سے مشہور

جیلا آتا ہے۔ چنانچہ وہ ان کا ایک شاعر ابن عبدون اپنے شہر کی آب و ہوا کی تر
و لطافت کی تعریف میں کہتا ہے۔

ان تفتخر فاس بانی طیبا۔ و بانہانی زیرہا حنا۔

یکفک من کناسا ارجا ونا۔ والا طیبان ہوا ونا ونا ونا۔

اسمعیل نے گورنری کے زمانہ میں ہی وہ ان کی نئے محل تعمیر کرائے تھے۔ اب
کل مملکت کا دارا خلافت بنانے پر جدید عالیشان عمارت و مساجد سے اس
کی شکل ہی بدل دی۔

انسانی جسموں سے بل کا کام لینے اور مقتولین کے سروں کو دو لون قدیم
دارا انخلا فون میں بھر پونے کی واقعہ کا ذکر کر کے مٹر میکسن کہتا ہے۔ اس طرح
اس میں مہیب عہد کے مظالم و مہایب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر ایک عیسائی
مٹر پیلو کی کتاب سے اخذ کر کے اسمعیل کا کیریکٹر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔
اس شہوت پرست۔ عیش پسند۔ طامح و حرصیں غفہ وار غنا باز۔ اور ظالم سے بڑھ کر
ستم شنار نے اپنی رعایا کی طبعی وحشت اور فطری شہوہ پشتی کو یہ ثابت کر دینے
سے کہ وہ ان سے بھی زیادہ خوشخوار اور درندہ صفت ہے۔ مغلوب اور رام
کر لیا۔ یہ راستے ظاہر کر نیوالا نکو ام تیس برس تک اسمعیل کا بیٹے غلام اور
پھر ملازم رہا تھا۔ مولائی اسمعیل کے بعد اب تک آٹھ سلطان مراٹھوں پر حکمران
ہو چکے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کو اپنی قوم کے دلوں میں اپنی یادگار برائی یا
بھلائی سے چھوڑ جاتے کی عزت حاصل نہیں ہوئی۔ اسمعیل ہی ایسا اب تک
آخری مغربی فرماندار ہے۔ جو اپنی حکومت کا امٹ نشان سرزمین مغرب
میں چھوڑ گیا۔ اس معاندانہ ریارک کے بعد مٹر میکسن کی رائے بریکنگ
جس انصاف غالب آ جاتی ہے۔ اور وہ فوراً ایذا دکتا ہے۔ تاہم اسمعیل نے
کیرکٹر میں ایک مجز ایسی موجود ہے۔ جو مبیا ختہ تعریف کرائے بغیر نہیں جاتی
اس کی خوشخواری و سفاکی طبعی نہ تھی۔ بلکہ اس زمانہ کے حالات کا نتیجہ تھی جس
میں وہ گذرا۔ وہ اپنے معاہدوں سے بدتر نہ تھا۔ بلکہ صرف زیادہ قوی اور
زبردست اپنے ظالمانہ رویہ اور قتل ہائے عامہ کے باوصف اس نے اپنی

اقتدار کی تمام ملک میں ایسی دھماکہ بٹھادی تھی کہ جان و مال جیسے اس کے
 عہد میں محفوظ تھا وہ پہلے یا بعد کبھی نہیں رہے۔ مشر جارجین ایک انگریز
 سیاح نے لکھا کہ میں اس کے عہد میں محفوظ اس قزاق صفت و بے رحم سفاک
 کے عہد میں ملک ایسا سرسبز ہوا کہ رحم دل اور تاجر منٹس گر حریص محمد کے عہد
 میں اس کا عشر عشر ہی اس سے سحر خیزی نصیب ہوئی تھی۔ یفرانی کا بیان
 ہے: تمام ملک میں اس کے عہد میں جو وفرت و ارزانی اور امن و سکون
 پایا جاتا تھا۔ انسان اسے باسانی قیاس نہیں کر سکتا۔ الزیانی اس کی عقلندی
 اور مال اندیشی کے ثبوت میں اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے کہ بنی اور اسیدج کے
 سرکش قبیلہ کو مغلوب کرنے کے بعد اس نے معدوم یا منتشر نہ کیا بلکہ صرف کچھ
 اور گھوڑے لے لینے پر کفایت کر کے اونکو امن پسند رہا یا بننے کے لئے اس
 شرط پر ساڑھ ہزار بیڑ میں خرید دین کے دو اور بیچے انکے۔ اور ان سلطان
 کی ہوئی۔ نوئی چہار دہم دلیے فرانس کی طرف خطوط وہ بھیجا کرتا۔ اس میں
 اپنے نین گیارہ بادشاہوں کا فاج لکھا کرتا تھا کہ نسل مکاٹ ۱۳۷۲ء میں بنی
 کتاب میں اس فرمان و اس کے تعلق باشندگان ملک کی روایت و سند پر لکھتا ہے
 کہ امپریل کامرکشی سلاطین اور بادشاہوں کی نسبت نہایت روشن خیال
 اور بیدار مغز سلطان گذرا ہے۔ جس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ میں نے ملک یز
 جب قدر تعمیرات رفاه عام کی قسم کی دیکھیں۔ وہ سب کی سب اسی کے عہد کی
 تیار شدہ بتائی گئیں۔ الغرض بقول میر میکسن خواہ وہ خود کیسا ہی سنگدل
 اور سفاک تھا۔ لیکن یہ بڑا وصف رکھتا تھا۔ کہ اپنی قلم و کے اندر کسی اور
 ظالم کی موجودگی کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔ ظلم و ستم کا وہ تنہا اجارہ دار
 رہنے کا عزم بالجزم کر چکا تھا۔ اس کے عہد میں بقول مولف تڑپت الہادی
 رباط و مکنا سا اور مرکش و فاس کی سرکین و زرات مسافروں سے منمو
 رہتی تھیں۔ اور اکیلی عورتیں سرحد ملیان سے وادئزل تک سوتا اچھالتی
 چلی جاتی تھی۔ کسی کو معترض ہونے کا یا راند پڑھنا تھا۔
 اس ہیبت و رعب خدا داد کے باوجود کہ تمام مملکت میں ایک شخص

ہی ایسا نہ تھا۔ جواسکا نام سُندرکانپ نہ جاسا ہو۔ خود ملک میں اس کے عہد
 میں یا اس کے بعد ایک ہی ایسا شخص ہمیں پایا گیا۔ جس نے اس سے سفاک یا ظالم
 سمجھا ہو۔ بلکہ ہر ایک مراکشی کی اس کی نسبت یہی رائے ہے۔ کہ وہ بڑا دیندار
 اور متقی سلطان تھا۔ اس کے حوالی موالی تو اسے فی الحقیقت کمال حشر و سلطان
 سمجھنے لگ گئے تھے۔ اور سلطانی منصب کے علاوہ اس کے زہد و اتقا اور تشریع
 کی وجہ سے ہی اس کا دل سے ادب کرتے تھے۔ وہ پنجوقتہ نماز یا جماعت ادا کرتا
 چنانچہ جہان ہمیں اسکا چند وزن کے لیے بھی قیام ہوتا۔ وہاں فوراً ایک
 جامع مسجد تیار کرادیتا۔ اور ہر غماد وہاں جا کر پڑھتا۔ بطور قاعدہ کلیۃ قرآن
 کریم کا ایک نسخہ ہر وقت سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتا۔ جن شیخوں کو اس نے
 قتل کرایا۔ اُن میں سے اکثر حجہ کے دن قتل کرائے گئے۔ یہ اس امر کے اظہار میں
 کیا جاتا کہ اسماعیل اپنے منشاء سے ان لوگوں کو قتل نہیں کرارہا۔ بلکہ کسی
 برتر و فائق طاقت کے حکم دایا ہے اور احکام شریعت کی پابندی میں چنانچہ خود مقتول
 میں سے اکثر کو ریختہ اقلقا دہوتا تھا کہ سلطان کے حکم سے قتل ہونا دخولِ حبت
 اور مغفرت کا یقینی ذریعہ ہے۔ بعض کی نسبت وہ خود ہی ان کی ہلاکت کے بعد
 یہ کہہ دیا کرتا کہ وہ بخشنے گئے ہیں۔ اسے اسماعیل کا تصحیح سمجھو۔ یا فی الحقیقت کسی
 قدر محذوب ہونے کی شہادت۔ بعض اوقات وہ ایسے شخص کی نسبت جسے
 اس نے قتل کرادیا ہوتا۔ درباریوں سے دریافت کرتا کہ وہ کہاں ہے
 یہ لوگ اپنے ہم مشرعوں کے مسئلہ آداب و رسم کے مطابق دروغ تو رہتی پر
 ترجیح دیکر جواب دیتے۔ وہ مریا۔ اور پھر جب وہ بوجہ کس طرح فوت
 ہوا۔ تو اسماعیل کی طرح خود بھی باعثِ موت سے کامل لاعلمی ظاہر کرتے۔ اسماعیل
 کی فراموشی و لاعلمی کو اکثر کے خیال میں بناوٹی ہو۔ لیکن سب ظاہر ہی کرتے
 تھے۔ کہ اسے فی الحقیقت قتل کا واقعہ فراموش ہو گیا ہے۔ کیونکہ جب اس نے
 قتل کا حکم دیا تھا۔ اس وقت اس پر ایک خاص وجدانی حالت طاری تھی۔ اور
 اس حالت میں اس نے احکامِ الہی کی تعمیل کی تھی۔ اس کے حکم سے ہلاک کئے
 گئے۔ اشخاص کی لاشیں اس کی اجازت کے بغیر نہ اٹھائی جاسکتیں۔ چنانچہ بعض

اوقات وہ بوجھڑ دینے کے وقت تک محل کے قریب بڑی رہتین۔ لیکن سن ۱۸۰۰ء
 اگر کسی یورپین نے اسماعیل کو مطعون کرنے کی جرات کی تو اسے سخت ختمندہ
 ہونا پڑے گا۔ کیونکہ یورپ کے معذب ترین ملک انگلستان میں ہی اندون
 یہی دستور مروج تھا۔ اور سرکاری حکم سے قتل کئے گئے۔ انتقام کی لاشیں لندن
 کے عدلیہ گیت کے جلیخانہ کے احاطہ سے بلا اجازت نہیں اڈھائی جاسکتی تھیں
 مسٹر ایڈورڈ جیل خانہ نیو گیت کے اس زمانہ اور خاصکر ۱۸۶۷ء کے حالات
 نہایت شرح و بسط سے تحریر کئے ہیں۔ جو معترضین کی کشفی کرنے کے لیے کافی
 سے بڑھ کر ہیں۔

بقول یورپین مؤرخ بسناٹ اسماعیل خود اپنے ہاتھ خون کرنے کا ہی
 ایسا شائق تھا کہ وہ نئی تلوار یا تیرکی دھار کو آزمانے کے لیے قریب ترین کھڑو
 ہوئے غلام کارار لوہنا معمولی بات سمجھتا تھا۔ ایک دوسرے یورپین مصنف
 تو ماسی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک فرنیچ سفیر کے سامنے اس نے کئی غلاموں
 کو محض تفویضاً قتل کر دیا۔ اور جب سفیر نے اس حرکت پر اعتراض کیا۔ تو جواب
 دیا۔ تمہارا بادشاہ لوہی آدمیوں پر حکومت کرتا ہے۔ اور میں وحشیوہ کر رہا
 ہوں۔ اس کے بازو قتل کرنے کی تکان سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک جلاہر
 وقت اس کے پہلو پر کھڑا رہتا۔ جسکو حکم تھا کہ جو بھی سلطان کسی شخص کی طرف
 اپنی ٹھوڑی کو سگڑائے۔ اس کا سر فوراً آٹک کر دے۔ کہہ ہی کی گزشتہ سے یہ مراد
 ہوتی کہ مقتوب کو گلا گھونٹ کر مارا جائے۔ مرحوم شاہی کی جو عورتیں زیر عتاب
 ہو جاتیں انکو بھی گلا گھونٹ کر ہلاک کرایا جاتا۔ بعض اوقات ایک ایک دن میں
 تیس تیس بیگیاں کو زندگی کے بارگراں سے مخلصی دلائی جاتی۔ عیسائی مؤرخ
 سنٹ اڈولون اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۱ میں کہتا ہے کہ عام روایت کے مطابق
 اسماعیل نے اپنے عہد کے فقط پہلے بیس برسوں میں بیس ہزار سے زیادہ
 آدمی خود اپنے ہاتھ سے دوسرے جہان کو پہنچائے۔ اس کی ایک بڑی مرغ
 کفریج رہا یا اور ملازمن کو خیزہ سے چھیدنا ہی تھا۔ دوسرے ہر وقت
 اس کے درون طرف موجود رہتے۔ بندوق کا جو اس زمانہ تو ہے

دارد ہوتی تھی۔ ابھی اس قدر رواج نہ ہوا تھا کہ قدیم اسلمہ بالکل
 متروک الاستعمال ہو جاتے۔ فلپس کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اس نے ہیمیل
 کو ایک وقت یکے بعد دیگرے ۲ حبشی غلاموں کو نیز سے چھیدتے دیکھا
 انھیں کو اکثر ایسے مخالفوں سے معرکہ ارا ہونا پڑا۔ جن کے پاس آفتاب
 سلو بالکل نہ تھے۔ صرف نیزہ و تلوار اور تیرکان یا گوبہن رکھتے تھے۔ قتل
 و ہلاکت کی چند شبنا نرم صورتیں ہی مشعل تھیں۔ مگر یہ صرف بظاہر نرم تھیں
 معتبوب کو درحقیقت ان سے سخت عقوبت و ایذا پہنچا کرتی تھی۔ ان صورتوں
 میں سے ایک اچھالنے اور لمبے کی تھی۔ اس سزا کی میٹر وڈ میں جلاگریزی
 سفیر بحری کیتان سٹوارٹ کے ہمراہ سلاطین میں مرا کو گیا تھا۔ اپنے سفر نامہ
 میں اس طرح کو قبیح کی ہے۔ جس شخص کو یہ سزا دیے جانیکا حکم ملتا۔ اس کو تین یا
 چار قوی ہیکل حبشی اثیریوں سے پکڑ کر پوری طاقت سے اوپر کو اچھالتے
 اور پھر ساتھ ہی چکر دیکھا دے سر کے بل زمین پر ٹپچ دیتے۔ اس کام میں
 یہ حبشی ایسے ماہر ہوتے تھے کہ اچھالتے وقت معتبوب کی گردن کو توڑ دیتا
 یا کسی گندے بے گرجہ کا دیتا۔ یا صرف خفیف ماصدمہ پہنچا کر زمین پر پٹینا
 ان کے اختیار میں ہوتا تھا۔ چنانچہ بعض وقت معتبوب کو فقط چند روز میں
 آتین۔ اور سب طرح سے وہ مہج سالم رہتا۔ ایسی حالت میں اس پر واجب
 ہوتا کہ جب تک سلطان موجود ہے۔ بے حس و حرکت پڑا رہے۔ اگر وہ خدا
 سا بھی کسی عضو کو ہلا دیتا۔ تو دوبار اٹھنے جا ملکا فوراً حکم صادر ہو جاتا۔
 انھیں کے بیٹے زیدان کی عمر ابھی سات برس کی تھی جبکہ اس سے اولاد
 اپنے ہاتھ سے غلام کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی۔ دوسری قسم کی عمام
 مشعل عقوبتیں سولی دیا جاتا۔ یا آ رہ سے چراتا تھیں۔ آخرالاکر سزا ایک
 شخص کو انگوٹھی سفیر سٹوارٹ کے روبرو محض اس تصور پر دی گئی۔
 کہ جبل طارق میں ایک شخص کے قرضہ کا غامن ہو چکی وجہ سے روک
 لینے جیل کے دوران میں وہ یورپ میں مردن اور عورتوں کا بڑا شاعر
 اور مزاح ہو گیا تھا۔ اس الزام کی کوئی تحقیقات نہ کی گئی۔ اور بلا لغتیش و

غور اس کے جسم کو دو تختوں میں رکھو اگر سر سے پاؤں تک چروا کر دو ٹکڑے
 کر دیا گیا۔ بعض بد نصیب زندہ جلاد دیئے جاتے۔ یا حجر کی دم سے بندھ کر
 سنا و قتیقہ ہلاک نہ ہو جائیں شہر کے بازاروں میں گھیسے جاتے۔ ایک مرتبہ
 منرا ایک سلطانی بیوی کو دی گئی۔ اسمعیل کے پاس چالیس بلیان تھیں۔ جن میں
 سے ہر ایک کے جدا جدا نام تھے۔ اور بکری کے گوشت پر برز و رش پائی تھیں
 ایک شامت کی باری نے ایک دفعہ ایک پالتو خرگوشت کو بکڑ دیا۔ اس جرم
 میں پہلے اسے بخور کی دم سے بندھ کر شہر میں پھرایا گیا۔ اور پھر سر قلم زن
 کر دیا گیا۔ ایک مرتبہ ایک زندہ عورت کے جسم سے گوشت اتروا کر سلطانی کتور
 کو پہلایا گیا۔ ایک دفعہ ایک وزیر پر الزام عائد ہوا کہ اس نے کسی پر ظلم کیا ہے
 اسمعیل نے پہلے پتول چلا کر اس کے بازو کو توڑا۔ پھر ہیل کے کچے چمڑے میں
 سلا کر تمام ہڈیوں بطریق مندرجہ بالا پھرایا۔ اسمعیل کے شاہی رمنے کے چڑیا
 خانہ میں بر شیر چیتے۔ ریچھ۔ بہر شیتے اور شتر مرغ رکھے ہوئے تھے۔
 ان بر شیروں کو کئی دفعہ غلام کھلائے گئے۔ عیسائی مورخ سیران ڈی
 لائور کھتا ہے۔ ایک دن پورے ساٹھ غلاموں کو شیروں سے بلا کر مارا
 کر دیا حکم دیا گیا۔ انکا ر کرنے والوں کے لیے زندہ جلاد دیئے جانے کی سزا
 مقرر کی گئی۔ اور اس طرح ساٹھوں کے ساتھ ایک ایک بلا کے شکار ہو کر
 کھانسی جدیدہ پنجہ چار دیواری پر کام کرنے والے مزدوروں میں اگر
 کوئی سست یا نااہل پایا جاتا۔ تو اسے فوراً کنگرہ فصیل سے تعز خندق
 میں گرا دیا جاتا۔ یا دیوار کے خلا میں بھر کر ملبہ کے ساتھ کوٹ دیا جاتا۔
 اسمعیل کے ایک بیٹے سیدی محمد کو بغاوت کے منرا میں اپنے ہونے کی خبر
 کے آہ میں چٹکے سے مارا گیا تھا۔ مگر جب وہ پہنچا جاتے تھے۔ تو الفت پوری
 غالب آگئی۔ اور پہلی سزا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے کاٹ دیئے جاتے تھے
 بدل دی گئی۔ ایک اور بیٹے زیدیان کو اسی جرم کا دواش میں اس طرح سے
 مروایا کہ چند عورتیں جب تک اس کا دم نہ ٹکل گیا۔ اس کی چھاتی پر چڑھیں
 مگر حاشیہ ہے کہ اس سفاک باپ نے بعد ازاں دونوں بیٹوں کے مالیشان

مقبورے بنائے۔ جرات تک کہتا سامین موجود ہیں اسماعیل کا ایک اور بیٹا
 یا یوحنا بھی ہو جائے پر شکست کھانے کے بعد پہلے ہسپانیہ کو اور پھر فرانس
 پہنچ گیا۔ جہاں ۱۶۹۹ء کو وہ فوتی گئے۔ رائے حاضر ہوا۔ اور پیری
 ڈی جنس کا نام اختیار کر کے عیسائی ہو گیا۔ اس کے مختلف حالات پتہ نہ ہو سکتے
 فصل میں درج ہیں۔ ایک بیگم پر شبہ ہو جانے پر اسماعیل نے اس کے جسم میں
 ... بحالت زندگی بارود بھر دیا اور اسے آگ لگا دی۔ اسی طرح ایک یورپین
 غلام کے گھر میں بارود بھر دیا اور آگ لگا دی۔
 ان واقعات کو مسلمان مورخوں نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔
 لیکن اس سے آگے بالکل غلط ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسماعیل کے
 یورپین اسیران جنگ موٹی۔ فلیس۔ بروکس وغیرہ کے علاوہ یورپین سفراء
 سینٹ امانٹ۔ ڈی لاکرکس اور سینٹ اولان۔ اور پادریان ڈی امری۔
 جو یو ڈی لائف سان جواں۔ ڈی ال یو ارٹو۔ بناٹ اور ڈی سے لے کر
 کی پوسٹ کنندہ کشریج کی ہے۔ اسے دشمنوں کی ہشتم وید شہادت ان واقعات
 کی درستگی کی کافی سند ہے۔ اسماعیل کی حکمت میں نہ یہ بھی پیش کیا جاسکتا
 ہے کہ اس زمانہ کا رنگ ڈھنگ ہی یہ تھا۔ وہ اسلحہ کا کار نہ تھا۔ مہذب
 یورپ کے بادشاہوں۔ یورپوں اور امرا کا بھی یہی بلکہ اس سے بدتر و طیرہ
 تھا۔ جن میں سے اکثر خری ایک ہی نہ رکھتے تھے۔ مگر برعکس انہیں اسماعیل اگر
 ظالم تھا تو اس ایک نرائی کے بالقابل اس میں خرمیاں ہی بہت سی تھیں۔
 اسماعیل کی خرمیاں کچھ انچاسی مسٹر مینکس کو جس نے اسماعیل کو مجسم ظلم و ستم ثابت
 کرنے کے لیے کسی یورپین معاند مورخ کی تحریک کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔
 اس تمام کو منہج کشریج کے بتلیم کرنا بڑا سہ ہے کہ اسماعیل کی بیعت کا انکار
 ہمیشہ اسی ڈھنگ پر نہ رہتا تھا۔ بعض اوقات یہی نہیں کہہ سکتے کہ اس کی
 پر غالب آ جاتی۔ بلکہ وہ اپنی حرکات پر نادم اور شرمناک بھی ہو سکتا۔ بلکہ
 ہسپانوی نے ایک دفعہ بہ نیت قتل اور سپر حکم کیا۔ ایسے شخصی شہزادہ اسٹیفن بوری
 طاقت تھی لیکن اسماعیل نے اس کا گناہ معاف کر دیا۔ اور پھر اس کے مسلمان ہونے

جاسنے پر اسکو فرج میں قاید مقرر کر دیا۔ اور باہمی حوالہ سمجھنے سے یہ ایک
بہائی سے کیا۔ جو باہمی ہو گیا تھا۔ نام روایت سے کہ اسماعیل کی مہربانی سے
کر دیا یقینی ذریعہ اس کے نام سے کوٹا کھانا اور بارہ رات باغیچہ اور تین سو لوگ
محتوی ہو کر ہلاکت سے بچ رہے تھے۔ اور کچھ عورتیں پہلے سے نہ رہا وہ کچھ
حال اور مقتدر بنادیا تھا۔ ایک دفعہ شہ کی اسی طرف سے اس نے ہاتھ سے
اسکا ایک منظور نظر درباری ہلاک ہو گیا۔ اسماعیل نے بارہ رات سے ان کے رونا
کہ میرے ہاتھ سے تم کو کبھی گزند نہ پہونچے گا۔ اس زمانہ کے اسماعیل کو بارہ
اپنے باغات میں تنہا چلنے وقت اس درباری کو نام بیٹہ اور اسے دلبر
بلاتے ہوئے گیا۔ روایت ہے کہ جس شخص کو اس نے پر دیا تھا۔ وہ اسی
رات اسے خواب میں خدا سے دونوں میں انصاف کی تھی البتہ اگر اس کو نظر
آئے۔ اس سے اسماعیل ایسا متاثر ہوا کہ اس نے علی امیر کو خاک جیسی تعظیم
کا خون گرا تھا۔ منگو کر بطور شہزاد اپنے تمام جسم پر ملی۔ اور اس حرکت پر
نہایت نادم اور شامف ہوا۔

اسمعیل خادامی اور جان نثاری سے خدمت کرنے والوں کی دل
تدیر کرتا تھا۔ اور یہ اس امر کی کافی شہادت ہے۔ وہ باطن ظالم نہ تھا۔
جو بالعموم ناسخ شناس اور ناقصہ دان ہوتے ہیں۔ اسماعیل پر یہ پانچ
صوبہ کشا لوں کے رہنے والے ایک عیسائی غلام ماسٹر جہان کو باہمی
صداقت اور تسلیم الطبعی کی طبیعت تھی۔ اور اس نے اس کو باہمی
رہا۔ اسماعیل کو باہمی اوصاف کی وجہ سے اس نے اس کو بہت ہی تھنی
کہ اس نے حلف اوٹھالی ہوئی تھی کہ جب کبھی جوآن سامنے آئے اسے کوئی
بے کوئی انعام عطا کرے بغیر واپس نہیں جانے دیگا۔ اس عہد کو اسماعیل نے
علی وجہ الکمال پورا کیا۔ اور یہاں تک بنایا کہ اگر جوآن نے کسی عیسائی کی
جس کے لیے حکم موت صادر ہو چکا ہو۔ جان بخشی کے واسطے ہی التجا کی۔ تو
اس سے دست و دیکھا مورخین کا بیان ہے کہ جس امیر کو سلطان زندہ نہ چھوڑے
کا جسم لدا وہ کربکا ہوتا۔ تو اس کے حاضر ہونے کے وقت محل کے چھانک کر

ہند کر دیئے جائیگا حکم دیدیتا۔ کہ کہیں جو ان ۲۱ سالہ مالک کی خبر سنکر نہ آپہنچے
اور اس کی جان بخشی کی ہستہ عازہ کرے۔ عیسائی مورخ ڈی ال پورٹو جو ان
کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اسمعیل نے اسکو شاہی کارخانہ
پارچہ بافی کا مشتم کر دیا ہوا تھا۔ مگر موت کے قریب وہ اسلام سے مرتد ہو گیا
اور اسی مرتضیٰ حالت میں گھر سے باہر نکل کر اپنی عساکرت کا اظہار کرتا ہوا
بازاروں میں دوڑتا پھرا۔ ایسے شگین صورت سے اسمعیل چشم پوشی کر سکتا
تھا۔ حکم دیا گیا کہ اگر وہ تین دن کے اندر تائب نہ ہو۔ تو جلادیا جائے لیکن
وہ اس میعاد سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔

حلیہ آخر العمر کے قریب اسمعیل کا حلیہ اس طرح لکھتا ہے ”قد درمیانہ
رنگ خرمشمار خط وخال متناسب مگر اس کی دالکھ جھٹن تھی۔ لیکن جھٹن سفل
کوئی نشان اس کے چہرہ پر نہ پایا جاتا۔ ناک بلند و بالا۔ لبی اور تپتی۔ ذانت
تمام گرے ہیں۔ اور تنفس مڑک مڑک کرتا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس کے
پچیس پڑون میں کچھ خرابی آگئی ہے۔ اکثر کھانسا اور تھوکتا رہتا ہے۔ بلغم
یا خورک زمین پر بہین گرنے پاتی۔ خدام رومال لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ جو فوراً
اوسے رومال پر سے لیتے ہیں۔ دائرہ ہی سفید اور تپتی ہے۔ آنکھیں کسی وقت
نہایت روشن ہونگی۔ گلاب پیرا نہ سانی کیوجہ سے ابھی چمک بہت کچھ جاتی
رہی ہے۔ اور رخسارے بھی بہت مرجھا گئے ہیں“ بسناٹ لکھتا ہے: ”اس کا
رنگ سیاہی مائل۔ آنکھیں مشتعل و چمکدار اور آواز بلند ہے۔ اچھلنے کوئے
کا بڑا شائق اور مادی۔ اور پیری میں بھی ایسا مستعد اور پھر تپتا ہے۔ کہ

اسمعیل در شہد کی ان کا قصد ہی درج ہو چکا ہے۔ مولانا احمد اس ایک مورخ اور مقلد
کی موت بتاتے ہیں کہ موٹر مکین بسناٹ۔ یزاقی اور اولی کی مسند پر اس جھٹن بنا کر یہ فساد
نار و کرت ایزاد کرتے ہیں۔ کہ جب ابو حنون مولائی شریف کو مدح مرقم قید کر کے قلعہ ایلے کر
لیگیا۔ تو شریف نے کچھ عرصہ بعد اسے کہلا مہیا کر میری بیویوں میں سے ایک کو بھی منگوا
کے یو بھیید و ابو حنون نے اس کے جراب میں ایک بڑا سیا جھٹن بھیج دی۔ اور اسی کے
بطون پر رشید اور اسمعیل پیدا ہوئے۔ مولائی شریف کے ۸۲ برس کے اور ایک شہیدیں لیان

ایک ہی وقت گھوڑے پر سوار ہونے، نیام سے تلواریں نکال لینے اور جو غلام کا تہاڑے ہو اٹھو قتل کر دینے پر تیار رہتے۔ دن میں کئی دفعہ پوشاک بدلتا ہے۔ طبیعت کی مختلف کیفیتوں کے لیے مختلف رنگوں کی پوشاک مختص کر رکھی ہے۔ ہر رنگ سبز رنگ کو پسند کرتا ہے۔ جب بہت خوش ہو تو سفید رنگ پہنتا ہے۔ زرد رنگ کا لباس تہ و جلالت کی علامت تھا۔

کثیر العیالی کا ایسے سندرست اور طویل العمر سلطان کے ہاں پھر جس کے حرم میں و ہزار عورتیں ہوں۔ سینکڑوں بیٹوں بیٹیوں کا پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بیٹیوں کے علاوہ صرف ایسے لڑکے جو شہسوار ہونکی عمر تک زندہ رہے تعداد میں سات سو سے اوپر تھے۔ بیگمات شاہی میں ایک انگریز عورت بھی شامل تھی۔ وہ پندرہ برس کی عمر میں بکری لگی تھی۔ اور بقول شرمیکس ابلت ہوئے تیل میں پاؤں ڈالکر اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ ایک ہسپانوی عیسائی لڑکی کما چانام بھی لوٹ میں بکری آئی تھی۔ جب اسے سلطان کے پیش کیا گیا۔ تو وہ اسپر فریفتہ ہو گیا۔ اور اسے حرم میں داخل کرنے کے لیے شاہی کمین بھیج دیا۔ مگر اس لڑکی نے خود اپنے ہاتھ سے جتنا ہوا تیل چھاتیوں پر ڈال دیا۔ تاکہ سلطان کی نظروں سے گزر جائے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور سلطان نے اسے ایک عیسائی سے نکاح پر ڈالنے کی اجازت دیدی +

اسمعیل تمام لڑکوں کو اپنے پاس نہ رکھتا تھا۔ صرف وہی جن کی ماؤں کو بادشاہ کی طبیعت پر کچھ قابو تھا۔ دربار میں رہتے۔ باقی طاہلات فلانی خاندان کے محل سکون کو عام لوگوں کی طرح کشمکاری و مددہائی کرنے کیلئے بھیج دیے جاتے۔ امتیاز کے لیے ہر لڑکا ایک وزیر دار فلانی انگشتری جس میں ایک بڑا موتی جڑا ہوتا پہنتا تھا۔ یہ یہودی صرافوں کے ذمہ تھا۔ کہ وہ سلطان کے حرم میں ہر پیدا کیش کے موقع پر لڑکے کے لیے طلائی انگشتری لڑکی کے لیے ایک نفیسی زیور۔ اور زچہ کے لیے بیش قیمت استر اندر گندارین۔ الزبانی اسمعیل کے لڑکوں کی تعداد ۵۲۸ بتا کر روکیوں کی تعداد بھی اس قدر

نہ تھا ہے مولائی محمد بن عبداللہ کے عہد میں اسماعیل کی اولاد پان سو گھروں میں آباد تھی۔ اور ان سکون خزانہ شاہی سے وظیفہ ملتا تھا جسے تقسیم کرنے پر کچھ عرصہ مورخ الزیاتی ہی مامور رہا تھا۔ ڈی ال پور کو لکھا ہے "میں نے سٹنڈرڈ میں اسماعیل کے ایک بیٹے سے پوچھا تھا کہ کتنے جہانی ہیں۔ تیس سو دن اوس نے مجھے ایک فہرست دی۔ جس میں پان سو اٹھائیس لڑکے اور تین سو بیالیس لڑکیوں کے نام درج تھے۔ الغرض اسماعیل کی کل اولاد کی تعداد ایک ہزار سے کچھ اوپر ہی تھی۔ اسی مورخ کا بیان ہے کہ اسماعیل کے جانشین کے پاس ایک دن کے بیٹے ایک بیوی کے حساب سے کل تین سو سو بیویاں تھیں۔ میراث اسماعیل کی بیگیاں کی تعداد بارہ سو بتاتا ہے۔ ایک فریغ سیاح ایران ڈی ال کو لکھتا ہے۔ کہ میری سہ ماہ اقامت کے دوران میں اسماعیل کے مان چالیس بچے پیدا ہوئے۔ پیلو کا بیان ہے کہ اسماعیل کے محل میں ایک وقت بارہ سو یا دو ہزار عورتیں کبھی نہیں ہوئیں۔ ہر وقت چھٹائیس سو کی اوسط رہتی تھی۔ جن سے نو سو لڑکے اور دو سو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

..... پیلو سلطان لالہ
 زید اللہ کے عہد میں عہدہ دراز تک غلام کی حیثیت میں رہا تھا۔ لالہ زید اللہ چارہ منکرہ بیویوں میں سے تھی۔ وہ دو عملی نسل کی تھی۔ اور ولیعہد نہ بیان کی جان ہوئے کے علاوہ اس وجہ سے ہی اسے کہنے کا موقع ملا۔ اقتدار حاصل نہ کہ وہ اسے ہمیشہ خوبصورت کنیزوں پیش کرتی رہتی تھی۔ زید اللہ کی ملاکت کے واقعہ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اسے بحالت نشہ اس کی بیویوں نے اسماعیل کے ایما میں دم گھونٹ دینے سے ہلاک کیا۔ اور پھر ان میں سے سات عورتوں کو اسماعیل نے قتل کی یا دہشت میں سزا دی کہ ان کی چہاتیاں کھٹاکر یہ گوشت کھانے پر اوکو مجبور کیا گیا۔ چہاتیاں یکہ مرتبہ دکائی گئیں۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا ٹکڑا ٹکڑا کر عورتوں کے منہ میں دیا جاتا رہا۔ سلطان ام الملوک بیگیاں کے سوا دوسری دفعہ بہت حکم شاہی کنیزوں کو ملتا۔ لیکن جس سے وہ ایک

دفعہ ہم بستر ہو چکا ہوتا۔ وہ دوسروں کے لیے حرام سمجھی جاتی۔
ایک داءِ عمدت [اسمعیل کے عہد کے عجیب ترین واقعات میں ایک واقعہ یہ
ہو چکا ہے۔ صحابی علاقہ سے ایک مقتدر قانون جسے ملکہ بلقیس ثانی کہنا چاہیے
اسمعیل سے طاقت آزمائی کے لئے مراکو کی طرف بڑھی۔ اسمعیل نے لیکر اس کے
مقابلہ کو غیبا۔ قانون نے پہلا پہنچا کہ اگر اسمعیل مبارزت میں اس پر غالب آجائے
تو وہ مسند تہیہ س کے تابع و محکوم ہو جائیگی۔ اسمعیل نے اس شرط کو مان
لیا۔ اور دونوں مین پیو سے مبارزت ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ
سلطانی حرم میں داخل ہو گئی۔ اتوار اس کی فتح اپنے ملک کو واپس چلی
گئی۔ ایک اور ایسی رستم کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ مولائی اسمعیل کا بیٹا زید ان
باعتی ہونے کے بعد روپوش ہو گیا۔ اسمعیل نے اسے اپنے مامن سے باہر
نکل آنے کی ترغیب دلائے کہ لڑائی کی موت کی خبر مشہور کر دی۔ اور لالہ
زید ان کو فوج کی کمان پر مامور کر دیا۔ مگر مولائی مراکو نے ایک عورت کی سپہ
سالاری کو ایسا بیٹھا منایا کہ عام بغاوت برپا ہو جانے کے خوف سے اسمعیل
کو جلد اپنے تئیں ظاہر کر دینا پڑا۔

ایک دفعہ شہزادی [بیشک مشرسلکین کا یہ خیال درست ہے کہ فی زمانہ
کے لئے سوال] لوگوں کو ان چیزوں میں جو تاریخ مراکو میں ممکن ہو
ہو سکتی تھیں اس سے زیادہ کوئی غیر اغلب نہ معلوم ہو گی کہ مراکو کا کوئی
سلطان کسی یورپین شہزادی کے ازدواج کا متمنی ہو۔ مشرسلکین سے خواہ
کسی وجہ سے یہ کلمہ نکلا ہو۔ ہم اس کے ساتھ بدرجہہ اتفاق کرتے ہیں۔ کہ بلاد
مشرق کے مسلمان سلاطین عیسائی شہزادیوں کے خود بہت کم ملتی ہوتے رہے
ہیں۔ جب قدر عیسائی شہزادیاں مسلمان فرمانروائیوں کے ازدواج میں
آئی ہیں۔ ان میں سے نوے فی صدی کو خود ان کے باپ ان سلاطین کو خوش
کرانے کے لئے خود بخود ان کے نکاح میں دیدیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ صلاح الدین
اور چرڈکی بیوہ بہن ملیانکی شادی کر دینے کی تجویز کے متعلق صلاح الدین
کی طرف سے کوئی ایسا نہ ہوا تھا۔ رچرڈ نے خود ہی یہ تجویز

پیش کی تھی۔ زمانہ حال کے کئی واقعات بھی اس متکبرانہ رویہ کارک کی تردید و تکذیب کر رہی ہیں مسلمان تو پھر بھی اہل کتاب اور زمانہ اخطاط و زوال میں بھی ایک تہائی دنیا کے مالک ہیں۔ افریقہ کے وحشی و کمنہ نارتاش ٹرانس اور امیرون کے ساتھ ہم اس اندھون صدی سچی کے اغتنام اور بیسویں صدی کے آغا بن کئی یورپین عالی جاہ محذرات کو بڑے اصرار و قضا سے ان سرداروں کو مجبور کر کے نکاح کرتا دیکھ رہے ہیں مسٹر میکنس کو یہ رویہ کارک لکھتے وقت فرانس کے ایک شاہزادہ کی امریکن بیوی پر سنس ڈی شامین اور جنوبی افریقہ کے حبشی بادشاہ لوہنگولا کے بھائی کی انگریز بیوی کا قصہ غالباً یاد نہ ہو گا۔ اس بحث کو چھوڑ کر پھر سلسلہ سخن شروع کیا جاتا ہے۔

مسٹر محمد روح لکھتا ہے گو یہ امر کیسا غیر اغلب معلوم ہوتا ہے مولا لی اسماعیل کی ذات میں ایسا سلطان پایا جاتا ہے۔ سید عبداللہ بن عیسیٰ مراکش امیر البحر پر جو لوی چہار دم کے دربار میں بحیثیت سفیر مامور تھا۔ بادشاہ مذکور کی ناجائز بیٹی مس ڈی بلائے کے حسن جہان تاب کا جرمس ڈی لاواری کے بطن سے تھی۔ اور بعد میں شہزادہ ڈی کونٹی کی بیوی ہوئی۔ ایسا جادو چل گیا کہ سفیر مذکور نے فوراً اپنے آقا و نعمت کے اس لڑکی کے حسن و جمال کی مقررہ کیفیت لکھ دی۔ مولا لی اسماعیل اس خط کو پڑھ کر اس دو شیرہ کے ناؤ پر عاشق ہو گئے۔ اور بلا توقف اپنے سفیر کو اسماعیل کے دوست پونچار ٹرین کی طرح یہ پیغام لکھنے کا حکم بھیج دیا کہ وہ اس لڑکی کے بیٹے بادشاہ سے سوال کرے اور دوسری طرف خود بھی ایک خط نہایت دوستانہ پیرایہ میں لونی کی طرف لکھ دیا جس میں اس معاملہ کا کوئی ذکر نہ کیا۔ اس میں معمولی مشرقی طرز کے لہجے چڑھے انتاب اور تعریفی جملے اور فقرات لکھنے کے بعد لونی سے صرف یہ استدعا کی گئی تھی کہ کچھ ہمارا اور چند زرہ بکتر بھیج دے۔ پونچار ٹرین نے اپنے دوست کا پیغام اور سیو قتل لونی کو بھونچا دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھا کہ اسماعیل اسے ہر طرح کی آسائش و آرام سے رکھنے کے ساتھ یہ بھی عہد کرتا ہے کہ وہ اسے تبدیل مذہب پر کبھی مجبور نہ کرے گا۔ مگر لونی نے اختلاف مذہب

کے عذر پر سمجھل کو داما دبانے کی عزت حاصل کرنے سے معذوری ظاہر کی۔
 حیدر عبداللہ وہی شخص ہے جس نے جیمز خانی شاہ انگلستان کے ساتھ اس کی
 جلا وطنی کے دنوں میں فرانس میں ملاقات کر کے اس امر کا شکریہ ادا کیا
 کہ جب وہ بحیثیت ایک تفریق کے بکڑا گیا تھا تو شاہ موصوف نے اسے بلا
 زور فدیہ رہا کر دیا تھا۔ سید عبداللہ نے میڈم سائل بولائے کو شاہی محل میں
 ایک ملاج کی مجلس میں پہلے پہل دیکھا تھا۔ اور اس پہلی ملاقات میں ہی اس
 کے حسن و جمال کا گردیدہ چوم گیا تھا۔ اس واقعہ سے شاعر و ناولیست
 کو اپنی اپنی نازک خیالی اور بلند پروازی دکھلانی کا خوب موقع مل گیا۔
 بین بقیام کو لون ایک چوٹی کی کتاب و تقریب صورت میں بنام دکنش سے
 شہنشاہ مراکو کے عشق کی تاریخی داستان "شائع ہو گئی۔ جس میں متتبع خط
 چھاپہ دیئے گئے۔ اس کتاب کے مضمون کا ماحصل یہ تھا کہ سنجیل کو خاتون موصوف
 کے حسن و جمال کی کیفیت ایک فریج ایسیر کی زبانی معلوم ہو گئی۔ جسے سنتے ہی وہ
 ایسا ہی از خود رفتہ ہو گیا۔ کہ خود ہمیں بدل کا اپنے سفر کے ساتھ فرانس بھیج
 یہ داستان غائباروس کے زار پٹر عظم کے ہمیں بدل کر نورب کی سیاحت
 کرنے کے واقعہ سے اخذ کی گئی۔ اس زمانہ کے مشہور فریج شاعرین بیٹس
 نے بھی جو اسی نام کے مشہور فریج فلاسفر اور ناولیست جیمز جیکس
 اور میدان چوکاسلم الثبوت استاد یعنی سودا شانی تہلہ دیگر شاعروں کے زمرہ
 میں شاہزادی کی شان میں جو قصیدہ کہا۔ اس میں اس واقعہ کا اس واقعہ
 کا اس طرح ذکر کیا کہ تیرے ناز و کرشمہ اور حسن و شائلی کے شکر جہاں سے آبلے
 ہر قلب کو عبور کر کے افریقہ کی سرزمین کو بھی فتح کر لیا ہے۔ دوسرے شعراء
 میں پرینی کی نظم مقبول عام ہوئی۔ سیدی عبداللہ نے پونجا رٹین کو جو
 خط لکھا تھا اس نے ٹوماس نے اپنی کتاب سکہ شرق کے صفحہ ۱۶ پر جینسہ
 درج کر دیا ہے۔

۱۷۰۰ء میں بقیام پیرس پیدا۔ اور ۱۷۸۱ء میں بقیام بیلز فوت ہوا۔
 ۱۷۸۱ء میں بقیام جنواں سوئزر لینڈ پیدا اور ۱۷۸۱ء میں پیرس کو فوت ہوا۔

یہ سب تعلقات یورپین فرماؤ واکون سے مولائے اٹلی کے دوستانہ تعلقات کے بہت سے واقعات میں سے مندرجہ بالا معاملہ صرف ایک واقعہ ہے۔ وہ ایسا مدبر بادشاہ تھا کہ ایسے تمام تعلقات سے بھی خواہ وہ معاندانہ ہوں یا دوستانہ اپنی رعایا کو یہ ذہن نشین کرانیکا کام لے لیتا کہ دیگر ممالک غیر میں بھی میرا کیسا رعب پہلایا ہوا ہے۔ اس کی رعایا جب ہزاروں عیسائیوں کو اس کی تہذیب میں دیکھتی تھی جن کی حکومتیں اور حکومتیں سے عاجز یا لاپرواہ ہوتی تھیں تو یہ اعتقاد ان کے دلوں میں اور بھی بڑھتا ہوا جا رہا تھا۔ فرانس کا مشہور مورخ والیئر اپنی کتاب تاریخ لونی چار دہم کے باب اٹھارہ میں جو کتاب تاریخ میں شائع ہوئی تھی لکھتا ہے کہ شاہ پرتگال۔ وائے ڈارمٹاٹ۔ آئوے کا وزیر۔ اور کیش کا امیر البحر یہ سب یہاں تک اس کے سامنے ذیل ہوئے۔ کہ اس سے امداد کی التجا کرنے سے بھی دریغ نہ کیا انہوں نے اس وحشی سے گھوڑے اور گندم حاصل کیے مکے لیے ہی معاہدے نہ کئے۔ بلکہ فوجی مدد کی بھی ہمت نہ کی۔ لیکن مولائی اٹلی خاندانہ مراکو نے جو اس زمانہ کی مسلمان اقوام میں نہایت ہی جنگ جوا اور کمال مدبر عالم تھا ایسی شرطوں پر نہ دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ جو سبقت کے لیے خطرناک اور شاہ پرتگال کے لیے باعث شرم تھیں۔ اس نے بادشاہ مذکورہ اس کا بیٹا اور چند قلعے بطور کفالت مانگے۔ تاہم میں معاہدہ کی تکمیل نہ ہوئی۔ اور عیسائی مصلحتوں میں مسلمانوں کو داخل کئے بغیر اپنے ہی ہاتھوں سے ایک دوسرے کو قتل و برباد کرتے رہتے تھے۔

کفار کا اخراج جب مولائی اٹلیں بہائی کا جانشین ہوا۔ اس وقت ہسپانیہ اور اٹلیں۔ سمورہ۔ سبط۔ اور سپان ڈی ولیر بادشاہیں اور انگریز ملکہ پورٹوگال ہونہ فراغان پرتگال پر تھیں۔ بین ملکہ کے انگریز گورنر لارڈ ڈی ساندے لارڈ ہورڈ کو سفیر بنا کر مکتا سامراج۔ لیکن اٹلیں نے اس سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ تین برس بعد سلطان پہلے تو انگریز سلطان کے تمام درخو استوں کو منظور کر دیا۔ مگر بعد میں اسے اس عذر پر منسوخ کر دیا

کہ ایک ولی اللہ نے اعتراف کیا ہے۔
 اسماعیل کے عہد حکومت کے نوین برس اٹالی مراکش نے انگریزوں
 سے طوطی کا بیرونی قلعہ موسومہ فورٹ چارلس جو مرشان پر واقع تھا۔
 اور گڑھیان فتح کر لیں۔ دوسوے برس ۱۶۶۱ء میں سپاہ انڈون سے محمود
 کو فتح کر لیا اور تین برس بعد انگلستان نے خود اپنے ہی اٹکاروں کی بد روشی
 و ستابی و خیانت و عین اور نینا اٹالی مراکش کی روز افزون مستندی سے مجبور
 ہو کر ۱۶۶۷ء میں طوطی کو خالی کر دیا۔ انگریز خالی کرنے سے پہلے اس کے قلعوں اور
 نگر گاہ کو گر گئے۔ یہاں کے انگریز اٹکاروں اور فوجی افسروں کے متعلق جو
 خاندان سٹوارٹ کے دربار کے بدترین مصاحبین میں سے تھے۔ اور رعایا
 المعاصر و غیر مامور کئے گئے تھے۔ مارٹن اسکالے نے رسالہ انڈیناریو جولائی
 ۱۸۶۷ء میں جو جف ایڈمسن کی سوانح عمری پر مضمون لکھے ہوئے جس کا
 باپ طوطی میں یادری تھا۔ اور اس نے مراکو پر دو مکتا میں بھی لکھی تھیں
 بالکل سچا اور صحیح رائے بالفاظ ذیل ظاہر کی تھی: اس سے بڑی حالت
 قیاس میں نہیں آسکتی تھی۔ اور اس امر میں تیز کرنا بہت مشکل کام تھا کہ جو
 بد نصیب انگریز تاج طوطی میں مقیم ہو گئے تھے۔ انکو وہاں کی گرمی اور بارش
 سے زیادہ ایسا پہنچتی تھی۔ یا کہ خود اپنے ہی ملک کے ان سپاہیوں سے جو
 کی حفاظت پر مقرر اس کے اندر رہتے تھے۔ یا اٹالی مراکش سے جو شہر پر
 باہر سے حملے کرتے رہتے تھے۔ "مشر میکس لکھتو ہیں" پر لیکل لحاظ سے انگلستان
 کے لیے یہ خلیہ بہت نامناسب موقع پر مل میں۔ تمام اٹالی مراکش کو بھی
 یقین تھا کہ انگریز محض ان کے خوف سے یہاں گئے ہیں۔ چنانچہ اسے مولائی
 اسماعیل کی نہایت شاندار فتوحات میں شمار کیا گیا۔ اس سے اس کی طاقت
 و قوت میں بے اندازہ اضافہ ہو گیا۔ اور ایک طرح سے تمام دنیا میں اسکی
 دھمک بڑھ گئی۔ اس طرح چورون کی طرح شہر کو خالی کر کے یہاں جانے کی
 بجائے انگلستان اگر کوشش کرتا۔ تو طوطی کے عرصہ اسماعیل سے گئی گا۔ بدعاش
 حاصل کر سکتا۔ اور اس صورت میں خلیہ کا نتیجہ بالکل ہی اٹھ برآبر ہوتا۔

اسٹیل کو جس وقت اس تخلیق کی خبر پہنچی تو اس نے :۔۔۔۔۔
 بھرے دربار میں سرسجود ہو کر خداوند کریم کا شکر ادا کیا۔ اس کا ایسا کرنا
 کوئی تعجب خیز امر نہ تھا۔ کیونکہ انگریزوں کا ملکہ کو خود بخود چھوڑ کر بھاگ جانا
 کوئی جھوٹی سی بات دی اس دن سے اسٹیل کی نگاہ میں یوروپین بادشاہوں
 کی وقعت بہت گر گئی۔ ہسپانیہ کی نسبت وہ کہا کرتا تھا کہ اس پر مرد و عورت
 عورتیں حکومت کر رہی ہیں۔ اور شاہ انگلستان کو وہ عموماً پیرزال یا اپنی پادشہ
 کا غلام کہا کرتا تھا۔ اس کی نگاہ میں صرف لوئی چہارم شاہ فرانس یا شاہی
 کے لقب سے پکارے جانے کے قابل تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اس کا خاندان اس وقت
 سے بادشاہ چلا آتا ہے۔ جبکہ ہرقل و ایسے قسطنطین نے فرنگیوں سے مسلمانوں
 کے برخلاف مدد مانگی تھی۔ اور جو امر دایسا ہے کہ تنہا کل یورپ کا مقابلہ کر رہا
 ہے۔ تاہم اس نے لوئی کے سفیر کی درخواستوں کو بھی دیگر سفراء کی درخواستوں
 کوئی ترجیح نہ دی تھی اور انکو بھی ستر دکر دیا تھا۔ اس سفیر کا نام سنٹ امان
 تھا۔ جو شلہء مین کن ساپو بچا تھا۔

ناظرین کو یاد ہو گا کہ حضرت سرور کائنات نے جو خط دیگر بادشاہوں
 کی طرح ہرقل کو بھیجا تھا۔ وہ شلہء مین ہسپانیہ کے علاقہ با یون کے عیسائی
 بادشاہ نے سلطان محمد انار کے پیش کش کیا تھا۔ یہ خط ناصر کی شکست عظیم کے
 موقع پر پھر عیسائیوں کے تصرف میں چلا گیا تھا۔ مولائی اسٹیل نے لوئی کو اسکی کاپی
 کرنے کے لیے نہ کہا۔ اور اس نے تلاش بھی کرائی۔ مگر خط کا کہیں سے سراغ
 نہ ملا۔ ۱۶۸۹ء میں ہسپانیوں سے العریش فتح کیا گیا۔ جس میں پانچ فرجنج
 جنگی جہازوں نے بھی اسٹیل کی فوج کو مدد دی۔ اس سے فارغ ہو کر سبط
 کی فوج کی تیاریاں بڑے پیمانے پر شروع کی گئی۔ اور ۱۶۹۳ء میں اسکا محاصرہ
 شروع کر دیا گیا۔ جو برابر ۲۶ برس شلہء تک قائم رہا۔ اسٹیل نے اس کے
 محاذ شروع شروع میں چالیس ہزار سپاہ کا کتیب قائم کیا۔ اور پھر سکان اور

۱۷ لے لوئی چہارم کے حالات کافی تفصیل کیساتھ تاریخ خاندان عثمانیہ میں درج ہیں۔

چھوٹے پیمانے پر دس ہزار سپاہ مستقل طور پر اس کام پر لگا دی جس نے فلیپ
پہجم والے سپاہیانہ نے آخر الذکر سن میں ایک شدید حملہ کر کے محمولہ بالا کتب
سے نکال دیا۔ مگر اسماعیل اس ہزیمت کے بعد بھی ضبط کی فتح کے عزم سے بالکل سست
بردار نہ ہوا۔ کچھ نہ کچھ چہرے چھاڑ برابر قائم رکھی۔ اور جب وہ فوت ہو گیا۔
تو مراکش فوجی فرو دگاہ کو عیسائیوں کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال کرنے
رہنے کے لئے نگرانی کی جو کی بنا دیا گیا۔ یفرانی کہتے ہیں کہ اسماعیل کے عہد کے شاندا
اور با جبر موت ہونے کے موجبات میں سے ایک بڑا باعث یہ ہے کہ اس میں
سرزمین مغرب کفار کی آلودگی سے پاک ہو گئی۔ اور ان کے اغتصاب چہرہ
دستی کا خاتمہ ہو گیا۔

سپاہ غلامان { یورپین مقبوضات کو فتح کرنے پر جو لشکر مامور کیا جاتا رہا تھا۔
الموسوم بہ } اسے خود اسماعیل نے ملک سے غلام جمع اور خرید کر کے مرتب کیا تھا
جیش عبد النجاری { اس لشکر کی بنا کا آغاز اس طرح ہوا کہ جب اسماعیل ابن محمد بن محمد بن
دیکر مراکش میں داخل ہوا۔ تو وہاں بھی اس نے حسب معمول صرف آزاد باشندوں
سے لشکر مرتب کیے جانیکا حکم دیا۔ یہ لشکر کاتب ابو حفص نے جس کا باپ منصور
سعدی کا میرمنشی تھا۔ اور اس کا خاندان قدیم سے معزز چلا آتا تھا۔ اسماعیل
کی خدمت میں حاضر ہو کر منصور کے لشکر غلامان کا رجسٹر جو خاندان سعدی کے
انقرض پر منتشر و پریشان ہو گیا تھا۔ پیش کر دیا۔ اسماعیل نے دریافت کیا۔
کیا یہ لوگ اب بھی موجود ہیں۔ ابو حفص نے جواب دیا۔ ہاں ان میں سے
اکثر نواح مراکش میں پیچھے ہوئے ہیں۔ اگر آپ حکم دین تو میں انکو جمع کر سکتا
ہوں۔ سلطان نے اجازت دیدی۔ جس پر ابو حفص نے ایک سال میں تین ہزار
سابقہ غلام۔ جن میں سے کئی بدستور غلام چلے آئے تھے۔ اور کئی آزاد
ہو گئے تھے۔ جمع کر کے مکتا سا جہیز لے لیا۔ ان میں کئی متاع اور کئی کنوارے
تھے۔ سلطان نے کنواروں کو کنیزین خرید کر ان سے بیا دیا۔ اور انکو سلو و سلوان
عطاکر کے فوجی قواعد سکھانا شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اس لشکر
کی جان نشاری اور وفاداری سے جس کا بادشاہ کی ذات کے سوا کوئی اور

والی وارث نہ تھا۔ ایسا خوش ہوا کہ اس نے ملک کے تمام حصّوں کو غلاموں
یا آزاد شدہ سابق غلاموں کی جمع کرنے کا حکم دیدیا۔ جو کل ۱۱ ہزار کی تعداد
میں جمع کئے گئے۔ پھر وہ ہزار میں بھی جس قدر کنوارے تھے سلطان
موزنریان خرید کر اولٹا بیاہ کر دیا۔ اور اسکو اپنا خاص مستفل شکر قرار دیا۔
یہ سیاح سلطان کی وفات تک نئی نسلوں کے اضافہ سے ڈیڑھ لاکھ کی جمعیت
ملک پر جمع ہو چکی تھی۔ یہ عبید البخاری کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اس کی
وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب انھیں کو اس لشکر کی مدد سے متعدد فتوحات حاصل
ہوئیں۔ تو اس نے عام دربار کے اس کے اعیان اور سرداروں کو چم
کیا۔ اور صحیح بخاری کا ایک نسخہ منگو کر انکو دکھایا۔ اور تم سب سنت رسول
اللہ کے غلام ہیں۔ اور چونکہ رسول مقبول کی تمام شریعت اس کتاب میں
موجوہ ہے۔ پس ہم پر لازم ہے کہ جس چیز کا وہ حکم کرتی ہے۔ اور سپر عمل کرے
اور جس سے وہ منع کرتی ہے اس سے محترز رہیں۔ اور اس کے احکام کے
مطابق جدال و قتال کریں۔ اعیان لشکر نے ایسا ہی کرنے کا عہد کیا۔ جس
پس اس نے انکو اس نسخہ کو اپنے پاس محفوظ اور سفر و کوچ کی وقت بنی ہر اس
کے تابوت سکینہ کی طرح کے آگے آگے رکھنے کا حکم دیا۔ جس کی آجنگ تعمیل ہو
رہی ہے۔ اس سے اس لشکر کا نام عبید البخاری یعنی بخاری شریف کے غلاموں
کا لشکر پڑ گیا۔

انجام کار اس لشکر کی خود کشی کی بھی کیفیت ہو گئی۔ جو خلفاء عباسیہ
کے ترک غلاموں کے لشکر کی یا خلفاء عثمانیہ کی سپاہ بیگمیری کی نہ ہو گئی تھی۔ سرکشی
سلاطین ان کے غلام اور وہ ان کے آثار ہو گئے تھے۔ بادشاہوں کا عزل
و نصب اور حیات و ممات ان کی مرضی پر منحصر ہو گئی۔ اس لشکر کا جو بقیہ اس
وقت بھی موجود ہے۔ اس کی بھی ابھی تک تقریباً یہی کیفیت ہے۔ وہ بادشاہ
کے لئے نہ سہی ملک کے لئے اب بھی تھر سے کم نہیں۔ کیونکہ وہ کسب حلال سے
روزی کما بیکا ڈھب کبھی سیکھے ہی نہیں۔ اور حجام ہونے پر وزارت سے
لیکھ پولیس کی کنشلی تک کسی نہ کسی عہدہ کا اونکو ملنا ضروری امر ہے۔ اور یہ

ظاہر ہے کہ سرکاری ملازمت میں اگر میلان طبع اسطرح ہو تو کسی نہ کسی کو ٹیٹو کا موقع ضرور ملتا ہے۔ ان غلاموں نے اس پڑائے منظور کی صداقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ جیسے بحیثیت خادم ان سے بہتر کوئی نوکر نہیں ہو سکتا۔ ویسے ہی بحیثیت آقا و مختار ان سے بدتر کوئی مالک نہیں ہو سکتا۔ لکھن پڑھتے اور علم و ہنر سے تو وہ گوسوں بہا گئے ہیں۔ لیکن آجکل کی تربیت کا قصور نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلکہ کچھ ان کی فطرت کا اور کچھ فن سیمہ گری کا۔ جس میں انسان کو عموماً بیکار رہنا پڑتا ہے۔ یا پڑتا تھا۔

ان مشرہ ہزار غلاموں میں سے ۴۴ ہزار کو اس نے کتنا سا کے قریب بمقام مشرع الرملہ اور باقی کو سرحد سوڈان کے قریب جبر الکیپ بنوا کر رکھا۔ آجکل کو اس شکر کی تربیت کا ایسا خیال تھا کہ مشرع الرملہ کے کپ کو وہ ہر سال ایک دفعہ خود جا کر ضرور معائنہ کرتا۔ اور جب اس کپ کو قائم ہوئے گیارہ برس ہو گئے۔ اور ان غلاموں کی پہلے سال کی اولاد عمر میں دس برس کی ہو گئی۔ تو اس نے مشالہ ہجری میں اُن کے تمام دس سالہ لڑکوں اور لڑکیوں کو کتنا سا بل کر لڑکیوں کو اپنے محل کی باسیلفہ خادما ت کی نگرانی میں دیدیا کہ ان کو سینا پر دنا کیڑے دھونا۔ کھانا پکانا۔ اور دیگر لوازمات خانہ داری سکھائیں۔ اور لڑکوں کو بخارون۔ معمارون۔ اور دیگر اہل حرفہ و پیشہ داروں میں بانٹ دیا۔ کہ انکو ہر ایک اپنا کسب سکھلائے۔ جب انکو ایک سال اسطرح گذر گیا۔ تو خیر بانی کا کام سپرد کیا۔ کہ اینٹ پیچھے۔ گاڑی ڈھو یا کرین سال بھر یہ کام کرنے کے بعد انکو چونہ پیشے اور کنگر کوٹنے کے کام پر لگایا۔ چوتھے سال فرج کی پہلی جماعت یعنی پیدلون میں داخل کر کے اسکو اُن کے ہاتھ میں دیدیئے۔ ایک سال یہ تربیت پانے کے بعد پانچویں سال انکو گھوڑے دیدیئے۔ جن پر بلازمین سواری کر کے نیزہ بازی و در و غیرہ تعلیم کرن سکھائے گئے۔ چھٹے برس زمین ہی دیدی گئی۔ اور وہ نظام فوج میں شامل کر لیے گئے۔ سو لہوین برس کے ختم ہونے پر سلطان ان میں سے ہر ایک کے ساتھ سندرجہ بالا لڑکیوں میں سے ایک ایک لڑکی کو بیاہ دیا۔ اور نکاح کر

موت بعد پر دہاکو زو جہ کے مہر کے لئے دس منقار سونا۔ اور دہین کو پانچ منقار
عطا کر کے ان سب پر ان کے کسی بزرگ کو سردار مقرر کر دیا۔ اور اس سردار
کو تعمیر مکان کے لئے ایک خاص رقم عطا کر دی۔ پھر ان کے نام دفتر عسکر یہ میں
درج کر کے انکو مشرع الرملہ کو بھیج دیا۔ اسی طرح ہر سال نئی دہ سالہ اولاد آتی رہتی
تے کہ پہلے چھ برس فوج ہونے پر یہ سلیک قائم ہو گیا۔ کہ پہلے سال کی جماعت پانچ
سال کی جماعت کی جگہ لیتی۔ پہلی کی جگہ نئی جماعت داخل ہوتی۔ اور سلیک دار پانچ
جماعت چھٹی جماعت کی جگہ چلی جاتی۔ جو تعلیم کی تکمیل پر سابل اور شکرین
داخل ہو جاتی۔

بقول صاحب بتان یہ عجیب اتفاق ہے کہ عباسی خلیفہ مستعصم بن رشید
نے جب ترک غلاموں کا لشکر قائم کیا تھا۔ تو اس کی جمعیت ہی پہلے ٹھیک سترہ
ہزار ہی کی تھی۔

مولائی اسماعیل کو اس قدر مدت دراز تک کامل اقتدار و غلبہ اسی لشکر کی
تھیں حاصل رہا تھا جسکو کسی خاص قبیلہ یا مقام سے کوئی تعلق یا لگاؤ نہ تھا۔ جو
تعلق تھا صرف اپنے بادشاہ سے۔ مگر اس فوجکو قابو میں رکھنے کے لئے ایک اور
بالمقابل لشکر کے موجود ہونے کی ہی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس امر کی ہی نہی
کہ بادشاہ وقت الوالعزم اور مستقل مزاج ہو۔ چنانچہ اسماعیل کے عہد میں
وہ ایسے خود سر ہو گئے کہ اگر انکو اپنی جماعت میں سے کوئی شخص اس قابل
پاتا۔ تو وہ باغی و جہاد اسکو بادشاہ بنا کر حکمران خاندان کو بالکل بر طرف
رکھ دیتے۔ مولائی محمد فہم آخر کار ان کی سرکشی کا بہت کچھ تدارک کرنے
میں کامیاب ہوا۔ جس نے ان کے حقہ کشیہ کو ملک کے مختلف اقطاع کی طرف جلا
وطن کر دیا۔

ان غلاموں میں سے دو ہزار غلام سمیع کو بلا دسوڈان کے سرحدی
اور سوڈان و مراکو کے درمیانی علاقہ سے لے گئے۔ مہراے سوڈان کی جس
خاتون کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس نکاح ہی اسی سال ہوا تھا۔ جس سال یہ
غلام اسماعیل کو لے۔ مولانا احمد اس ازدواج کے واقعہ کو مٹر میکس سے مختلف

پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ ۱۰۹۹ء ہجری میں
 جس سال دیگر حصص ملک میں غلام لشکر کے لیے جمع کئے جادے تھے۔ اسماعیل نے
 سوس ہزار فوج کشی کر کے آقا، طاہ، تیغیست، شکیطہ اور سرحد سوڈان تک
 بڑھا گیا۔ اس مہم کے دوران میں اٹالی ساحل قبیلہ اور ویمبر پر پوش و خفا
 و دی۔ و دی۔ مٹاع۔ اور جرار وغیرہ عرب قبائل معقل کی طرف سے ہتھیار
 و فدا ظہار اطاعت و متابعت کے لیے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھیں
 سے ہی ایک وفد کے ساتھ سلطانہ خناتی کے والد شیخ بکار المغزی جی مہ
 سنا جنزادی کے آئے تھے۔ شیخ مذکور نے یہ لڑکی جو نہایت حسین اور عالمہ
 و فاضلہ تھی۔ سلطان اسماعیل کے ساتھ بیا دی۔ اور اسماعیل پر بلوچی اور دو
 ہزار غلام بیکر اس مہم سے واپس لوٹا۔ مولانا عبد اللہ بن اسماعیل اس سحر اسے
 خاتون کے بطن سے پیدا ہوا۔

انگریزی رشوخ انگلستان کی فوجی نصیبی مسئلہ سے تعلق طنجہ سے اس کے اقتدار
 کی تجدید رشوخ میں جو ضعف پہونچا تھا۔ چند برس بعد جبل طارق
 کے لیے سامان رسد کے معاوضہ میں اسماعیل کو سب کے معاہدہ کے لیے اٹھادو
 سامان جنگ ہم پہونچا تا شروع کر دیا۔ تو یہ رشوخ اور بھی بڑھ گیا۔ یورپین
 مورخین نے مولائی اسماعیل کی مذمت و برائی میں اگرچہ کوئی دقیقہ باقی نہیں
 رہنا دیا۔ مگر یہ اسی ظالم کی طغیانی ہے کہ یورپ کے تاجر بلا تکلف و تردد جبل
 طارق کے ساتھ تجارت کر رہے ہیں۔ انگلستان نے اسے تجارت کے لیے سسٹ
 نہیں کیا۔ یہ اس طرح ظہور میں آیا۔ کہ جب انگلستان نے مولائی اسماعیل سے
 جبل طارق کے لیے عمارتی مصالح مانگا۔ تو اس نے سوائے اس شرط کے کہ
 مراکشی رعایا کو وہاں تجارت کرنے کی کامل آزادی عطا کی جائے۔ مطلوبہ مصالح
 کے ہم پہونچانے سے صاف انکار کر دیا۔ انگلستان کو مجبوراً یہ شرط ماننی پڑی
 اور جب ایک کے ساتھ رعایت کی گئی۔ تو دوسروں کے لیے بھی اسے تسلیم کرنا
 لازمی تھا۔ یہ رعایت جبل طارق کے حق میں بھی اسی شہادت ہوئی۔ کیونکہ
 وہاں اگرچہ دولت و ثروت پائی جاتی ہے۔ تو محض اس کے تجارتی بند

رہنے کی طغیل اگر اسے بالکل جنگی بندر بنا دیا جاتا۔ تو وطن ملازموں کے
سوا کسی اور کا ٹھکانا ہی نہ رہتا۔

ان عہد ناموں اور باہمی داور دستہ سے انگریزوں کے تعلقات
مولائی اسمیل سے اس قدر بڑھ گئے کہ ۱۷۹۱ء میں انگریزی سفیر مراکشیں
اور خاص طور پر بنائی گئی توڑے دار بند و قون۔ گندم۔ بارود۔ اور
پارچہ کی معقول مقدار کے بدل میں تین سو ایک انگریز اسیر چھوڑانے پر قائل
ہو گیا۔ جن میں ۲۵ جہازوں کے کپتان تھے۔

اجنبیوں کے حقوق کے اسی سال اب پہلی مرتبہ بروکے معاہدہ یہ شرط منوالی
گئی۔ کہ اجنبی حکومتوں کو اپنی رعایا کے جان و مال اور حقوق کی حفاظت
کا اتفاق حاصل ہو گا۔ بادی النظر میں ملکی حکومت اور اس کے عامل کی بے
قانونی کارروائیوں کے لحاظ سے تجارت کے قیام و رواج کے لیے یہ شرط بلا
شبہ نہایت ضروری تھی۔ لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ طاقتور طاقتیں اس
حقوق سے عموماً ناجائز فائدہ اٹھاتے بلکہ اس سے ان حقوق کو عطا کرنے کی
سلطنت کی نیکی کا کام لینے سے ہی دریغ نہیں کرتیں۔ تو مجبوراً کہنا پڑتا ہے
کہ کاش ان بادشاہوں نے ملک کی تجارت کے فروغ و رواج کے مقصد سے
کو بالکل نظر انداز کر دیا ہوتا۔ اور کسی اجنبی کو ایسے حقوق کا عشر عشر بھی
نہ کیا ہوتا۔ مگر اسی دربار دلی کی طغیل صدیوں سے جن مشکلات میں مبتلا
ہے۔ وہ باخبر اشخاص سے مخفی نہیں۔ یہی گت بند رج مراکو کی بنا جی کو شش
دو تون سے جاری ہے۔ اس میں اگر چند ان کامیابی نہیں ہوئی۔ تو اس
کی بڑی وجہ یہ نہیں کہ اجنبی پوری ہمتی سے سامی نہیں۔ یا سعی کرنا
نہیں چاہتے۔ بلکہ صرف اس وجہ سے کہ ریل و تار وغیرہ لوازمات کی عدم
موجودگی اور دستوں کی دشوار گذاری اور غیر محفوظیت کی وجہ سے
بہت کم پور و پین ساحلی علاقہ سے اندرونی علاقوں کی طرف جائی جرات
کر سکتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب قدر ان پہلے مضمون کی تعداد قلیل ہو
اسی قدر قیمت بڑھانے کے امکان ضعیف ہونگے۔

اس رعایت کے متعلق انیسویں فصل میں بالتفصیل لکھا گیا ہے۔ مگر یہاں
استقرار و وضع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حصول میں انگریزی
سفیر کو اولاً دو یہودیوں کی ہرمانی سے اور پھر ایک سلطان کی سفارش سے
جسے بیش قیمت تحائف بہیم کر سفیر نے اپنا طرندار بنا لیا تھا۔ کامیابی ہوئی تھی
مشر میکس لکھتے ہیں کہ آجکل کی ڈپلومیسی کے مطابق یہ کارروائی نہایت عجیب
معلوم ہوگی۔ لیکن مترجم کے خیال میں یہ ایریا کرک مشر مروج کی وسیع معلومات
کے لیے بڑا دہشتہ ہے۔ یورپین سفراء غیر یورپین ممالک میں ہی میں ایک
بھی ایسی تدابیر سے کام نہیں لے رہے۔ بلکہ خاص یورپ و امریکہ میں ہی اس وقت
مک عورتوں اور منظور ان نظری کی وساطت سے بہت سے کام ہر روز نکالے
جاتے ہیں۔ اور ایسے معاہدے یا رعایتیں حاصل نہ کی جاتی ہوں۔ بڑی بڑی
اہم معلومات تو ضرور حاصل کی جاتی ہیں۔

ان یہودیوں کا نام معمران احمد ابن عطار تھا۔ انکو مولائی اسماعیل پر
شروع شروع میں اس طرح اقتدار حاصل ہو گیا تھا کہ اس نے اس سے کسی
دفعہ روپیہ قرض لیا۔ اور ان قرضوں سے اسے حصول سخت میں بہت
مدد ملی۔ معمران کے باپ یوسف نے ہی سب سے پہلے اسماعیل کو اس کے بہائی
رشتہ کی وفات کی خبر پہنچائی تھی۔ اور مزید برآں فوج کے لیے جس قدر
روپیہ درکار تھا۔ دیا۔ مگر جب بعد میں اس نے روپیہ کے لیے نفاذ کیا۔
تو ایک غلام کو اسے قتل کر دینے کا اہیا کر دیا گیا۔ غلام نے ایک شریر گھوڑا
اس پر چھوڑ دیا۔ جس نے اسے ٹاپوں سے کچل دیا۔ اس سزا سے اسماعیل
کا غصہ فرو ہو گیا۔ چنانچہ جب معمران نے اس سلوک کی شکایت کی تو اسماعیل
نے اسے یہودیوں کے ٹیکس کی محصلی پر جو بڑی فائدہ والی اسامی تھی
اور ساتھ ہی محل شاہی کی دیوانگری کے ممتاز عہدہ پر مقرر کر دیا۔ اس
ٹیکس کا محصل گویا یہودیوں کا گورنر ہوتا ہے۔ دوسرا نظام ہر شہر مگر دراصل
وزیر خارجہ کے اختیارات رکھتا تھا۔ صلح کے معاہدوں پر وہی دستخط
کیا کرتا تھا۔ اور زندگی و موت کے اختیارات بھی اسے حاصل تھے۔ مگر ایسی

وسیع و اہم اختیارات کے باوجود یہ دونوں ہی دیگر یہودیوں کی طرح پست تر سن پر سوار ہونے کے مجاز نہ تھے۔ اور دیگر اس قسم کی پابندیوں سے بھی آزاد نہ تھے۔ ان دونوں میں باہم سخت رقابت تھی۔ ایک قادر ملازم کی کل سلطنت میں صرف ایک شخص ایسا تھا۔ جو کچھ حد تک اسماعیل کو قابو میں رکھ سکتا تھا۔ اس کا پرانا اور ہر طرح سے آزمایا ہوا کامل و فاداد وزیر قائد علی بن عبد اللہ تھا۔ فقط وہی ایک شخص تھا۔ جو اسماعیل کو روک و مرو و صاف صاف سچ بات کہہ دیتا تھا۔ اور اس کے سامنے دوزخ و ناریاں بھجوتے نہ ہوتا تھا۔ لیکن وہ بھی اپنی منزلت کو قائم رکھنے کے لیے ہر سال گران بہا تحائف بھیجتے رہتا تھا۔ یہ سالانہ تحائف چالیس تھنہ دھند و ریٹ، چاندی اور بیں یا چالیس خچر جن پر نفیس و بیش قیمت پارچات لپے ہوتے تھے۔ اور اسی قدر اونٹوں و فیلز پر مشتمل ہوتے تھے۔ قائد مذکور کا بھی ایک زبردست رقیب تھا۔ جس کا نام قائد محمد لدی عطار تھا۔ وہ ایک دفعہ سفیر بنا کر انگلستان بھیجا گیا تھا۔

اجنبی سپاہیوں کا دستہ جس زمانہ میں اجنبیوں کو مندرجہ بالا آتھاق عطاء کیا گیا۔ ان دنوں مکنا ساکے یہودیوں کا قائد ایک انگریز نو مسلم تھا۔ جبکی اصلی نام کار تھا۔ اسماعیل نے یورپین نو مسلم کے بھی کئی فوجی دستے تیار کئے تھے۔ جو حبش عبید البخاری سے بھی بڑھ کر اس کے احکام و منشور کی دلی شنوق اور کامل ہوشیاری و مستعدی سے تعمیل کیا کرتے تھے۔ پہلو جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ کئی برس تک ان میں سے ایک دستہ کا کمانڈر رہا تھا۔ اس دستہ میں چھ سو اجنبی تھے۔ اور اس کا ہیڈ کوارٹر علاقہ شاویہ کے مقامات زانات اور زامستان میں تھا۔ اسماعیل کے پاس یورپین غلاموں یعنی اسیروں کی کسی وقت کمی نہ رہتی تھی۔ مراٹھ کے بحری لوٹیرے ان امیروں کی جمعیت کو بڑھاتے رہتے تھے۔ یہ لوگ صرف و طرح رہائی پا سکتے تھے۔ قبول اسلام سے۔ یا جب کے ان کے مالک کے سفراء یا پادری زرقہ یہ ادا کر دین۔ یا پوپ کے مالک میں اپنے ہم قوموں کو رہائی دلانے کی نیک غرض کے لیے متقدم

خیراتی انجمنیں قائم ہو گئی تھیں۔ جو زرفدیہ کے لئے مناسب زمینیں چندوں سے جمع کر کے یادریوں اور راہبوں کے ہاتھ مراکو کو بھیجی رہتی تھیں۔ زرفدیہ کی مقدار یکسان نہ تھی۔ بلکہ معاوضہ کسی کو نہ چھوڑا جاتا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ جن اسیروں کی ملکی حکومت طاقتور ہو۔ اونکو تھوڑے سے فدیہ پر بھی چھوڑ دیا جاتا۔ اور جن کی حکومتیں کمزور ہوں۔ ان کے لئے بہاری قیدی مانگی اور لیجا کی تھیں۔ اس زمانہ کے اٹالی مراکش اور مغربی حکومت آج کی نسبت یورپ کی جملہ اقوام کے حالات سے بدرجہا زیادہ واقف اور ہر ایک کی نسبتی طاقت سے خوب آگاہ تھے۔

بقول بعض نوئی چہاروم کی تقلید میں اور بقول دیگر خود اپنی تجویز سے سملیل نے حبشی غلاموں کی طرح سفید رنگ غلاموں اور اسیروں کو بھی شاہی خدمت کے لئے ان کے گرفتار کر خوالوں اور مالکوں سے خرید لیا۔ چنانچہ پلو اور اس کے رفقا کو اس نے انکو گرفتار کنندگان سے فی کس دس پونڈ کے حساب سے ۱۵۰۰ مین خرید کیا تھا۔ بعد میں اس نے خریداری کا دستور موقوف کر کے تمام اسیروں کو سلطانی حق قرار دیدیا۔ یہ غلام یا اسیر مسلمان ہونے پر جب آزاد ہو جاتے۔ تو ان میں سے کئی سالہا سال کے بعد بھی وطن کی کنش سے مجبور ہو کر پہاگنے کی کوشش سے دریغ نہ کرتے۔ اور وقتاً فوقتاً ان میں سے بعض اس کوشش میں کامیاب بھی ہو جاتے۔ بیلبو بھی ان فرادیوں میں شامل ہے۔ ان لوگوں میں سے اکثر نے وطن واپس جا کر مراکو پر کتابین لکھیں۔ اس زمانہ کے متعلق مراکو کے حالات نسبتاً بہت زیادہ وضاحت سے یورپ میں معلوم ہوئیکا باعث یہی کتابیں ہیں۔ اور چونکہ ان کے لکھنے والوں سے گرفتاری کے ابتدائی زمانہ یعنی قبل اسلام سے ماقبل کے زمانہ میں معمولی غلاموں کی طرح سخت محنت و مشقت لی جاتی تھی۔ اس کا عوض انہوں نے ان تالیفات میں سلطان اور مسلمانوں کو خوب دل کھول کر تہتہ سنائے اور جہان کی تمام برائیاں ان کے سر تھوپنے سے لینے میں کوئی دقیقہ فرو گناست نہیں کیا۔

لیکن ان فراریوں کی تعداد نسبتاً بہت کم ہے۔ اکثر وہیں جگہ آباد ہو گئے۔ اور بہاگنے کی کوشش کا نام نہ لیا۔ عیسائی مورخ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں۔ کہ مثلاً اترنا کامیون سے اونگو آخر تن بہ تقدیر سوئیے بنا پڑا۔ انکا یہ خیال غلط ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ سلطان مراحت۔ نئے تعلقات اور اولاد و عیال کچھ مدت بعد ان کو اس ملک سے دیتے ہی وابستہ کر دیتے تھے۔ جیسے کوئی شخص اپنے اصل وطن سے ہوتا ہے۔ مسلمان ہو جانے کے بعد۔ اونپر بھی نہیں۔ کہ کسی طرح کی پھر کوئی سختی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ان کی بڑی عزت و خاطر کی جاتی تھی۔ ان میں سے اگر کوئی بہاگتا تھا۔ تو کسی تکلیف کیوجہ سے نہیں۔ بلکہ جب وطن کی کشش سے مجبور ہو کر اور یہ بھی عموماً نئے تعلقات کے زمانہ آغاز میں ہوتا تھا۔ بیگانہ ملک میں جب عیال و اولاد ہو جانے پر گو کچھ تعلقات بالکل فراموش نہیں ہو جاتے۔ اور یاد وطن قطعاً نہیں چھوڑ جاتی۔ لیکن یہ کشش اب ایسی مضبوط نہیں رہ جاتی۔ کہ نئے تعلقات پر غالب آ سکے۔ اسلام قبول کر لیتے کے بعد یہ لوگ پھر مرتد ہو جانے کے مجاز نہ رہ جاتے تھے۔ اہلی مراکش ایسے غیور مسلمان جو کسی زمانہ میں کل عیسائی یورپ کو مسلمان بنانے یا اس سے جزیرہ لینے کا ارادہ و حوصلہ رکھتے تھے۔ شریعت محمدیہ کی ایسی نیکو کبھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آزاد خیال اور صلح کل بھی جیتے تھے۔ کہ ناجو عیسائی ہو یا یہودی۔ ہاروک ٹوک ان کے ملک میں آسکتا تھا۔ مذہب کیوجہ سے اس کے راستہ میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ڈالی گئی۔ مسلا اور قطاوین میں کنگز پور پورین ماجرہ سے مقیم چلے آتے ہیں۔ اختلاف مذہب کی بناء پر کبھی ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ آخر الذکر مقام میں فرانس کا نو فصل ان دنوں میں مقیم رہتا تھا۔ عیسائی غلاموں سے جس قسم کی شفقت یہاں جاتی تھی۔ اسکی مفصل کیفیت جو دہوین فصل میں درج کی جائے گی۔ یہاں اسے یہ قدر انشاء رکرو۔ بنا کا فی ہے۔ کہ ان سے بالعموم مکنا سا اور اس کے قرب و جوار میں شاہی عمارات پر کالم لیا جاتا تھا۔

تعمیرات سلطانی کے اسماعیل کو عمارت کا گر یا ضبط تھا۔ اس کے عہد میں تعمیر کا سلسلہ
 کبھی ختم نہ ہوا۔ ملک کا کوئی حصہ یا گوشہ اس لیے انتہا شوق کی شہادت سے
 خالی نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جب کوئی نئی دہن آجاتی تو وہ بنی بنائی عمارت
 کو فوراً گر دیتے۔ میں بھی کچھ کہتے تھے۔ بے کام نہ لیتا تھا۔ منصوبہ کا نقشہ بھیج
 اسی دوسرے خط کے دوران میں گروایا گیا تھا۔ مصاحبہ و مزدوری پر وہ
 کچھ خرچ نہ کرتا تھا۔ اول الذکر بطور ٹیکس رعایا پر باجھ دیا جاتا۔ اور مزدوری
 کی بجائے بگاڑے کام لیا جاتا۔ الزانی کا بیان ہے کہ ایک وقت اس نے
 بیس ہزار ملکی قیدیوں یا بیگاریوں کے علاوہ پورے اطالوی ہزاروں
 امیر سلطانی عمارت پر کام کرتے دیکھے۔ اسی مورخ کے قول کے مطابق اسماعیل
 نے ۱۰۰۰ قصبے یا قلعے تعمیر کرائے۔ اور ایک مرتب اس کا مکنا ساسے لیکر تارلا
 تک پختہ فرما کر بیچوا دینے کا ارادہ ہو گیا۔ مکنا ساکی عالی شان جامع الخ
 کا وہی بانی ہے۔ جس کا ایک بڑا دروازہ قصبہ یعنی شاہی قلعہ کی طرف اور
 دوسرا شہر کی آبادی کی طرف ہے۔ قصبہ کے بیس بڑے دروازے
 بنوائے۔ اور ہر پچاسک کے دو طرفہ برجوں پر گران وزن تانبے کی
 توپیں نصب کرائیں۔ قصبہ کے میدان میں ایک نہایت وسیع تالاب
 تیار کر لیا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے جہاز چلائے جاتے۔ اور اس کے متصل
 ایک بہت بڑا خانہ غلام جمع رکھنے کے لیے بنوایا۔ مگر سب سے زیادہ شہرت
 جس عمارت کی ہوئی وہ اسماعیل کا صیقل تھا۔ اس کی عمارت تین میل لمبی
 تھی۔ اور اس میں بارہ ہزار گھوڑوں کے لیے جگہ تھی۔ جن کے تھانوں
 میں بیس بیس بالشت کا فاصلہ تھا۔ سٹرکس لگتے ہیں کہ ہر دسلس
 گھوڑوں پر ایک حبشی غلام مامور تھا۔ اور مولانا احمد کا بیان ہے۔ کہ ہر
 گھوڑے کے لیے ایک سلمان ساتیس اور ایک عیسائی اسیر گراس کٹاؤ
 اور ایک خادم مقرر تھا۔

اسماعیل کے زمانہ کی عمارتوں میں سے اگرچہ کئی اس کے جانشینوں
 کے عہد میں دوسری عمارات کا مصاحبہ بن چکی ہیں۔ لیکن جو ابھی تک متروک

کھڑی ہیں۔ انکی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ اور انکی عمارت کی بختگی اور مصالحت کی عمدگی کو دیکھ کر عقل زدگ رہ جائی ہے۔ دیوار میں کاہیکو ہیں۔ سرنگھک پہاڑ ہیں صاحب
البتان کہتے ہیں کہ اگر تمام سلمان بادشاہوں کے آثار جمع کیے جائیں تو انمیں
کی عمارتیں اس عجیب پر ہی فوق سے جائیں گی۔ ترکی اور روم پر سکے جس سفیر سے
او کو دیکھا خشمہ درگیا اور بمیاختہ پکارا تھا کہ یہ بنی انسان کا کام نہیں
نہ دنیا کا کوئی جزا نہ ان کے لئے ممکن ہو سکتا تھا۔ منطیل کے متصل اتنا ہی بلتا
ایک دلاڑیہ بباغ بنایا گیا تھا۔ غلہ کے ذخیرہ کے اوپر اتنا بڑا گنبد بنوایا گیا
کہ اس کا ارتفاع سطح زمین سے ایک سو گز تھا۔ پچاس گز دیواروں کی اونچائی
تھی۔ چب گنبد قائم تھا۔ اور پچاس گز خاص گنبد کی بلندی تھی۔
اسمیں ہر روز صبح کے بعد تمام زیر تعمیر عمارتوں کا معائنہ کرنے
جایا کرتا تھا۔ اور مزدوروں کو تناسل کے لئے عموماً خود درمٹ پکڑ کر نکل کر
سوٹنا شروع کر دیتا۔ ایسے موقع پر تمام حاضرین کہہ سکتے ہو کہ اس کی طرف
دیکھ لگ جاتے کہ اسے مہارت کا غضب کا شوق ہے۔ اس معائنہ کے وقت
وہ کبھی کبھی دوسروں کی تنبیہ و عبرت کے لئے کسی نامراد مزدور کو قتل بھی
کر دیا کرتا تھا۔ اس کا مقولہ تھا کہ یہ کاری گروگ ایسے جو ہے ہیں جو تھیلے
میں بند ہوں ساگر وہ تھیلے کو برابر ہلاتا نہ رہے۔ تو وہ اسے کٹر کر بھاگ جائیں
بعض اوقات وہ نیم تیار دیوار پر ہی بیٹھ جاتا۔ سفراء ممالک غیر کو بار
یابی کی اجازت دے دیتا۔ اور وہیں ان سے معاملات ملکی پر گفتگو کرتا۔
وہ ایسی فنون اور مختلف الاقسام قابلیت و ذہانت کا آدمی تھا۔ کہ بادشاہ
کے علاوہ وہ اپنی افواج کا ہی سپہ سالار نہ تھا۔ بلکہ محل شاہی کے ہی ذرہ
ذرہ سے معاملات پر خود نظر رکھتا۔ اور ان کا تصفیہ کیا کرتا تھا۔ مکتا سا کے
قصر شاہی پر جو اس وقت اس کی غیظ ترمین یادگار ہے۔ ایک وقت میں آ
آدمی اور بارہ ہزار خیر کام کرتے تھے۔ وہ اپنا مقبرہ بھی خود ہی قصر شاہی
کے قریب تیار کرایا گیا تھا۔ جسکی عمارت بختگی و استحکام میں
نظر نہیں رکھتی۔

وفات { اسماعیل ۸۱ برس کی پختہ عمر میں ۱۶۹۰ء کو طبعی موت سے مراٹھوں کی وفات سے چند دن پہلے ہی قصر شاہی کے آخری نقش و نگار سے انقراض فارغ ہو چکے تھے۔ مگر اس نئے عمارت کا سلسلہ ختم نہ ہو گیا تھا۔ ایک عمارت کے ختم ہوتے ہی وہ دوسری عمارت شروع کر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت ہی مہاراجا غلام دولہو بلیس (قصر فرعون) کے رومن کھنڈرات سے بھرجون کی بڑی بڑی سیلین کھنا سا لاسٹریکس ہوسے تھے۔ جب انکو اس کے مرنے کی خبر پہنچی تو جہاں جہاں کوئی کھڑا تھا۔ اس نے وہیں پتھروں کو سامستہ میں پہنچا دیا۔ اور اس شہقت غیر منقطع سے نجات ملنے پر خدا کا شکر یہ ادا کر دیا۔ مگر یہ بیان ہے کہ انہوں نے کھنا سا اور قصر فرعون کے درمیانی ہیڈلنڈ ان سٹون کی مسلسل قطار سو سو پچاس پچاس گھنٹے کے فاصلہ پر ہر پچاس خود مختار کی۔ انامری کا بیان ہے کہ عربوں نے اول اول موت کی خبر پر یقین نہ کیا۔ انکو اس کی طویل عمری سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ انھیں کوحیات جاوید ملے گی۔ یہ عظیم دستیاب ہو گئی ہے۔

آٹھادار ارج عیسائی مورخ شی نیر اسمیل کی نسبت یہ رائے لکھتا ہے: یہ اچھا طور مستعدہ اور اعزہ اور بد جہ کمال مدبر و معاملہ فہم تھا۔ مگر اس نے اپنے عہد کی شان و شوکت اور دنیا و درخشاں کو حرم و طبع دور قابین غلام۔ یہ انصاف اور مسلسل غلام سے جنگی شہر کی قلم تابا نہیں رکھتا۔ اور انکی یاد کو صرف زمانہ ہی معذم کر سکتا ہے۔ مگر کر دیا۔ اور اپنے تخت و تاج لکایا۔ نیز وہ لکایا۔ ہیلیوٹکا بولاش سخت نفرت انگیز ظالم اور بد معاش تھے۔ لیکن یہ ہیں وہی سلطان کے مقابلہ میں جس کے اعمال کی میں لفظ جزوی کیفیت لکھتا ہوں۔ بالکل صحیح

لے یہ تیز و من قیصر گذرے ہیں نیز وہ چٹا قیصر تھا۔ اوائل عمر میں وہ بڑا خوش اخلاق عظیم دوست اور فیاض منش تھا۔ مگر بادشاہ ہوتے ہی انکی کارا پست ہو گئی۔ سفاکی کی ادنیٰ مثال ہے کہ بعض تاشا دیکھنے کے لیے شہر میں آئے۔ انکو انہوں نے ہزاروں عورتوں اور خرواہتہ استاد حکیم کے قتل کر دیا۔ جس سے عین یہ

تھے۔ پیلو یا اس کی کتاب کا ترتیب کنندہ یہ رائے رکھتا ہے جسبے اندازہ سفاکی و
نگہداری امتیازات سے وقابلیت اور اپنی رعایا کی مزاج و خاصیت کے کامل علم
کی لطیف اس امیر المومنین نے ۵۵ برس کے طویل زمانہ تک اپنے تاج و تخت کو محفوظ
رکھا۔ اور صرف موت انکو اس کے تصرف سے نکال سکی۔

ابن کے برعکس سلمان مورخ بلا استثنا اس کی مدح و ثنا میں ترغیب
ہیں۔ اور یغنی اپنے ایک فاضل دوست کے ایک مدحیہ قصیدہ کو جو اس نے مولائی
اعطیل کی شان میں لکھا تھا۔ کامل پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ کر اور اس سے
بالکل اتفاق رائے ظاہر کر کے اپنی تاریخ میں درج کرتا ہے۔ اس قصیدہ کے
تین پہلے شعر یہ ہیں۔

مولاء اعطیل یا نفس لوری یا من جمیع الکائنات نعری لہ

ما انت الا سیف حق منتقزی اللہ من دون البریۃ سلمہ

من لای ریلک طاعۃ فاشدد اعماہ عن طرقت البیدی فہملہ

مہر و مضریات اعطیل کی ہر انگریزی روپیہ کے برابر تھی۔ اس کی اندوینی وانی

سلحہ فقیہ الادیب ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ ابن جزونی سے مراد ہے۔

دقیقہ حاشیہ صفحہ ۳۶۳) اور ۶۵۰ء میں قتل ہوا۔ دوسرا ظلم و ستم میں لگا بھی باو اتھا۔
دریا پر پل تیار ہونے کی خوشی میں اس نے سینکڑوں کو غرق کر دیا تھا۔ علانیہ فاحشہ
عورتوں کو لے کر ہر ہفتہ بازار وین میں بھرتا۔ اور اپنے خدائی کا دعویٰ کرتا۔
شامی محل کے چڑیا خانہ کے درندہ جانور و لکی خوراک ہی اس نے انسان کا گوشت
مقرر کر رکھی تھی۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کاش۔ وہ من قوم کا ایک سر ہوتا۔ کہ وہ بیک
ضرب شمشیر او سے قتل کر دیتا۔ چار برس کی حکومت کے بعد ۷۲۹ھ میں
کی عمر میں قتل ہوا۔ تیسرا و ونون کاگز کا گھنٹال بکلا چودہ برس کی عمر میں قصر
ہوا کا جس چھوٹی عمر میں ہی آپ ایسے حسن پسند و کفر و کج کامیوں جو ان عمر توں کا
بار لکھتے بنایا۔ اور ایسے کھوٹے موزارت کا رتبہ عطا کر کے اپنی پرستش شروع کرادی
آخر میں ہی برس بعد ۷۳۵ھ میں قتل ہو گیا۔

میں جڑھیک ایک انگریزی پیسے کے برابر محوطہ رکھتا تھا۔ امیصل بن الشریف بن علیؑ اور اس کے حاشیہ پر یہ آیت ریاقی درج تھی۔ انما یدلہ اللہ لیلہ ہبہ عنکم الذہب بل اللبیت ویطہرکم تطہیرا سورہ احزابہ کوع ۳۔ اس کی تلاوت اشرفی کی ایک طرف متن میں درالہ۔ لکلا مولا للہ اور حاشیہ پر ضرب بمقرئاسر حاطھا اللہ فی المنۃ الثالث وتستعین والفتؑ اور دوسری طرف متن میں اللہ حق۔ ناصر الحق المبین اور حاشیہ پر لبس اللہ الرحمن الرحیم۔ ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب نقش تھا۔

مشریکین فریقین کی رائے درج کر کے اپنی طرف سے کچھ رائے ایزاد کرنے کی بجائے مسلمان مؤرخین کے اس قول سے اتفاق کرتے ہیں۔ کہ اس امر کو خدا بہتر سمجھتا ہے۔ کہ وہ کسے اپنے کام سپرد کرتا ہے اور بالآخر اس فقرہ پر اس کے عہد حکومت کے حالات کو ختم کرتے ہیں۔ کہ ”امیصل کے زمانہ میں ملوک کی جو کیفیت تھی اسے سمجھنے کو بغیر موجودہ ملاکو کی حالت کو سمجھ سکتا ناممکن ہے“ امیصل کے عہد کے حالات کا ذکر ختم کرنے سے پہلے جن پر میں اس کتاب کے پہلے حصہ کو ختم کرونگا۔ میں چند مزید واقعات جن کا مشرکین نے تذکرہ نہیں کیا۔ مولانا احمد کی کتاب سے درج کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

امیصل نے لشکر غلامان کے علاوہ مزاح صحراء و سوس کے خانہ بدوش عرب قبائل سے بھی بنام حبیش الودایا ایک لشکر تیار کیا تھا۔ جنکو وہ اپنی مان کی توفیق کی وجہ سے مامون پکارا کرتا تھا۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ حبش نہیں بلکہ عرب تھی اس قبیلہ کا ایک شخص اسے نیکار کے وقت مراکش سے باہر کیریان چلا تا مل گیا تھا۔ اس کی سادی و صنع اور طرز معاشرت اس سے بہت نیکو ملتی اور جب اس کا حسب نسب دریافت کیا۔ اور اسے اپنی مان کے قبیلہ ودایا کا آدمی پایا۔ خود دل کی شش اور ہی بڑھ گئی۔ اور اسے حکم دیا کہ تو کل قوم بین منادی کر۔ کہ جو میرے پاس آئیگا۔ میں اسے عمدہ سے عمدہ کپڑا پہناؤنگا۔ اور اپنی فوج میں بھرتی کرونگا۔ اس صلائے عام پر ہزار عرب قبیلہ ودایا قبیلہ

مخافہ کے حج ہو گئے۔

ترکی علاقہ صحرائے سوس کی چھ سے واپس آ کر اسی سال ۱۱۵۵ھ ہجری میں مولاً
 بدر یورش اسماعیل نے تلمسان کو ایک طرف چھوڑ کر ترکی مقبوضہ الجزائر کے جنوبی
 علاقہ پر جو صحرائے متصل ہے، حملہ کیا۔ اس نے بین کمی عرب قبائل اس کے مطیع آدم
 ہر اہی ہو گئے۔ ترکی پاشا نے خبر سنا ایک جہاز لشکر کو بچانہ مقابلہ کے لیے بھیج دیا
 مگر چونکہ مسلمانوں کی خور مزہ کی کمی تھی اس لیے ان کو سب چھینا جاتے تھے۔ جب یہ لشکر اسماعیل
 کی فرود گاہ کے قریب پہنچا تو خیمہ زن ہوا۔ تو ترک سپہ سالار نے متوقعہ غزویہ
 کو ٹالنے کے لیے عجیب حکمت اختیار کی۔ وہ جانتا تھا کہ اسماعیل کے پاس زیادہ
 ترابہ عرب قبائل کے آدمی ہیں۔ جو اس نواح سے اس کے ساتھ مل گئے
 ہیں۔ ذاتی فوج چندان بڑی نہیں۔ اور یہ صحرائی توپ کے نام سے جاتی ہیں
 چنانچہ ان کو ڈرانے کے لیے اس نے رات کی وقت آسمان کی طرف منہ کر کے
 توپوں کے چلانے کا حکم دیدیا۔ یہ تمہرہ پوری کاکھ ہوئی عرب توپوں کی
 آواز سننے ہی ایسے ڈرے کہ اسماعیل کے لشکر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے
 پاس صرف اپنی اصلی فوج ہی رہ گئی جسے ترک اگر چاہتے تو باساقی فنا کر دیتے
 لیکن ان کی شہامت نے گوارا نہ کیا۔ اور حملہ کرنے کی بجائے یہ پیغام دیکر
 قاصد بھیج دیا کہ بنو سعد نے کبھی ترکی قلعہ و مین قدم نہ رکھا تھا۔ اور قہار
 بہائی محمد ہی یہ عہد کر چکا تھا۔ اس کے خط کو پڑھ کر وہ تمہرے ہی ان کی ایمن سے
 حجاز و نہ کرو۔ اسماعیل کی پہلے نیت خواہ کچھ تھی۔ اس وقت اس نے ترکوں
 کے اس شریفانہ پیغام کو بڑی تعظیم سمجھا۔ اور مدامی صلح کا عہد کر کے بدستور
 سابق دریا فنا کو حد فاصل قرار دیکر مشر و جدہ کے راستہ واپس لوٹ
 گیا۔ اس سال کے ماہ رمضان میں اسے اپنے تین بھائیوں۔ حران۔ ہاشم
 اور احمد کی سرکوبی کے لیے جو سبجل اس نے مین باغی ہو گئے تھے۔ سوس جلاوطن
 انکو شکست دیکر صحرائی طرف بھاگ دینے کے بعد حیب وہ کلنا سا کو واپس لوٹا
 تو راستہ میں جبل درن کے کوہستانی علاقہ میں اس کی فوج کو برف باری
 سے بہت نقصان پہنچا اور بہت سا سامان ضائع کیا۔ اور ہر گل علاقہ میں قتل

مستولی ہو رہا تھا۔ فاقہ سے تنگ اگر لشکریوں نے رعایا کو ٹھنا شروع کر دیا مگر شکایت پہونچنے پر اسمعیل نے ایسا انتظام کر دیا کہ پھر کسی کو جرات نہ ہوئی جب وہ بتان یہ شکایت لیکر حاضر ہوئے۔ تو اس نے حکم دیا کہ جو لشکری فرد گاہ کی حد سے باہر ہے۔ اسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں اسدن تین سو سیپاہی قتل ہوئے۔ اور وزیر عبد الرحمن کے لئے اس بد نسقی کی یاد اس میں یہ حکم دیا کہ اسے خجری و مہ سے باندھ دیا جائے۔ اور اسی طرح بندھا ہوا مکتا تک لے جایا جائے۔ جہاں پہونچنے تک اس کے پر خجے اڑ گئے ہوتے تھے۔ صرف چند اعضاء دم کے ساتھ باقی رہ گئے وہاں کا خوف کشتہ ہجری میں فاس میں و بار طاعون کے نمودار ہونے پر اسمعیل نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس طرف کے کسی آدمی کو مکتا میں داخل نہ ہونے دیں۔ چنانچہ جا بجا تمام سڑکوں پر اون کے پہوے بیٹھ گئے۔ جو شخص قصر یا فاس کے گرد فواج کا ہوتا۔ اسے وہیں قتل کر دیتے۔ اور دیگر اطراف کے باشندوں کو بھی آگے نہ جانے دیتے۔ الغرض جب تک طاعون دفع نہ ہوئی مکتا ساکے راستے بالکل بند رہے قلعہ فورٹ چارلس اور چارٹسویل گڑھیں اسی سال کے ماہ محرم کے اواخر میں کمان لشکر نے طنجہ کے انگریز لشکر سے فتح کی تھیں۔ اس معرکہ میں انگریز تین سو بیس اور مسلمان بیس قتل ہوئے تھے۔ اسمعیل نے اسی سال عرب قبیلہ زرارہ اور قبیلہ شبنات یعنی حاج کر و م کی قوم کو صلی مساکن سے منتقل کر کے وجہہ میں بھیجا۔

تشلہ ہجری کے شروع میں جب اسمعیل کو خبر پہونچی کہ ابن محرز نے ترکوں سے امداد کی درخواست کی ہے۔ اور انہوں نے اس کی امانت کے لئے فوج روانہ ہی کر دی ہے۔ جو بنی برتاسن اور ابن یضعل یہودی کے موضع پر قابض ہو چکی ہے۔ تو ایک طرف اس نے مراکش کے گورنر کو ابن محرز کو روکے رکھنے کی تاکید لکھ کر دوسری طرف مکسان کی طرف فوج کش کر دی۔ مگر ترک اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے علاقہ کو واپس گئے ہوئے تھے۔

جس پر اسماعیل اور ہرے مطمئن ہو کر مراکش کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں کسی سوسن
 جا کر ربیع الثانی ۹۵۸ھ ہجری میں ۲۵ دن کے سخت و مسلسل لڑائی کے
 بعد ابن محرز کو شکست دی۔ وہ اس کے بعد تارودانت کے قلعہ میں چلا گیا۔
 اسماعیل ہی تعاقب کرتا ہوا وہاں جا پہنچا۔ اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر وہ فتح
 ہونے میں نہ آتا۔ اور ہر روز ایسی سخت لڑائی ہوتی کہ اوہر خود اسماعیل اور
 دوسرے بیطرف اس کا ہتھیار احمد بن محرز ہی زخمی ہونے سے نہ بچے۔ انہی دنوں
 اسماعیل نے خواب دیکھا کہ وہ اور اسکا وزیر ابی العباس محمدی دوفون کیلے
 رہ گئے تھیں۔ باقی اس کا تمام لشکر غاروں میں چھپ گیا ہے۔ بادشاہ کو اس خواب
 سے بہت فکر لاحق ہو گیا۔ مگر صبح جب وزیر بند کوئے ذکر کیا تو اس نے حضرت
 سرور کا نیات و صدیق کے غار میں چھپنے کے واقعہ اور اس ربانی تسلی و تسخیر
 ثانی انہیں اذیھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تخن

ان الله معنا

پر خیال ڈال کر اسے بشارت آمیز بتایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور فریقین میں
 مصالحت ہو گئی۔

قاضیون یعنی ججوں کا کٹناہ واپس آ کر اسماعیل نے اسی سال ۹۵۷ھ میں تمام
 اور منصفو کا امتحان قاضیوں کو بلا کر انکا امتحان لینے جانے کا حکم دیا۔ جو لائق
 ثابت ہوئے۔ انکو اپنے عہد و نیز بحال رکھا گیا۔ اور جو جاہل ٹکے اور کم فاسر
 عہدید کے قید خانہ میں بھیجا۔ اور معلم مقرر کر دیئے کہ انکو احکام شریعت
 اور منصب قضا کے لوازمات سے آگاہ کریں۔ اس کے بعد انکو کٹناہ سا منگو اور بھر
 کو قتل کر دیا۔ چند کو پھر جلیانہ میں لٹا دیا۔ اور باقی ماندہ کو معزول کر کے
 رہا کر دیا۔ اس واقعہ کی نسبت مورخ ابو عبیدہ اللہ اکتسوس لکھتا ہے کہ قضا
 سے غالباً جنگی علاقہ و اقوام کے قاضی مراد ہیں کیونکہ عقل اور سے باور نہیں
 کر سکتی کہ شہروں کے قاضی کبھی ایسے لائق ہوں۔ ایک دفعہ پھر ہی تمام
 قاضیوں کا ہی طرح امتحان لیا گیا تھا۔

قلعہ مسٹر میکسنس آرمیل کے تعمیر کردہ قلعوں کی تعداد ۶۶ لکھی ہے۔ مگر مولانا
احمد اکوشارین ۶۶، ۷۰ بتا کر لکھتے ہیں کہ یہ ہوقت ہی سب کے سب ملک کے
مختلف حصوں میں پتھر موجود ہیں۔

تقدیر کا صاحب البستان ان قلعوں کی تعمیر اور لشکر غلامان کی کثرت اور سبیل قرار
دانی نظام کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ کاس سلجیل ان قلعوں کی
بجائے جنگی جہاز بنواتا اور ان جہازوں پر اس خوش نظام و آدمودہ کا
لشکر کو لیکر سپاہیہ پر حملہ کرتا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو بالکلیہ وجہ خدا کے فضل
و کرم سے اس سرزمین پر پھر اسلامی جہت اڑانے میں کامیاب ہو جاتا۔ مولانا
احمد تقریر کو درمیان میں لاکر اس پر ریمارک کرتے ہیں: بخدا یہ کلام نہایت
ہی مقبول اور پسندیدہ ہے۔ لیکن انسان غبار کے قالب میں دراصل جبر
ہے۔ امر و جبار یہ کا ان نظام و تصرف در حقیقت خدائے قدیر کے ہاتھ میں ہے۔
نہ کہ اس کے سوا اور کسی اور کے ہاتھ میں۔ مگر میرا یہ قول محض بالنظر الی حقیقت
ہے۔ شریعت کی طرف دیکھو تو خداوند کریم فرماتا ہے: واعدوا لہم ما
استعظم من قوتہ ومن باب الخیل الخیم علی کل کمال انسان
کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اس تیاری و مستعدا کی طرف سے
غافل رہے۔ جس کے لیے شریعت اسے حکم دیکھی ہے۔ اور کل کام تقدیر
پر موقوف کر بیٹھ رہے۔ ایسی صورت میں وہ خطا کار اور شریعت اور طبیعت
دو یعنی فطرت انسانی کی مخالفت کرنے والا ہو گا۔ حضرت سرور کائنات ایک
اعرابی کو جس نے بر توکل اونٹنی کو کھلا چھوڑ دیا مانتا۔ عقلیہا و توکل ابرو کو
خواف کے اشتربہ میں کافران دینے سے اس مسئلہ کی کافی توضیح فرما چکے
ہیں۔ اس مضمون پر ایک شاعر نے بہت درست لکھا ہے۔

علی اللہ ان یسعی لہ فیہ نفعہ۔ و لیس علیہ ان یسأ عدلہا
پس اگر اس خیل تیاری لشکر و تہذیب و ہاتھ تر بیسے غفلت کرتا تو
یہ اس کا قصور ہوتا۔ اور اگر کچھ جو دگی ان تمام سامانوں کے او سے سپاہیہ
پر حملہ کرنے کا خیال نہ آیا۔ تو اسے نشانہ تقدیر سمجھنا پڑے گا۔

فتح العراق ایش کا اس فتح کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو اس کا پانچ مہینہ تک محاصرہ کر کے پڑا جس کے دوران میں انہوں نے کئی سرنگین اڑائیں۔ ایک سرنگ کے قبل از وقت پہنچنے سے ان کا اپنا ہی سخت نقصان ہوا تھا۔ بیرونی قلعوں اور شہر کے فتح ہونے پر عیسائی فوج اندرونی قلعہ میں پناہ گزین ہو گئی تھی۔ مگر چند دن بعد تیار تیج ۱۸ موم ملکہ سہری بروز چار شنبہ وہ بھی فتح ہو گیا۔ لڑائی سے پہلے یہاں ۳۲ سو نصرانی فوج تھی۔ ۱۲ سو قتل اور دو ہزار گرفتار ہو گئے۔ اور بارہ واد اور سامان جنگ کی کثیر مقدار کے علاوہ ۸۶ لوہین فاختین کو ملین۔ جن میں ۲۲ تانبے کی تھیں۔ اور باقی لوہے کی ایک توپ سیمی نصاب ۲۰ قدم لمبی تھی۔ اور اس میں ۳۰ رطل وزن کا گولہ پڑتا تھا۔ طنجہ سے بھی مسلمانوں کو بہت سی توپیں ملی تھیں۔ جنگو اسلحہ نے مکنا سا منگوا لیا تھا۔ انکو فاس اور قبائل غمارہ کے بیگاری چالیس دن میں وہاں سے کہنچ کر مکنا سالائے تھے۔

طنجہ و مہدیہ کے بعد اس تیسرے اہم بندر گاہ کے عیسائیوں کے ہاتھ سے چھ مہینے لیے جاتے پر مسلمانوں کی مسرت و انبساط کا کوئی پایاں نہ رہ گیا اور یہ زیادہ تر انہی فتوحات کی وجہ سے ہے کہ اب تک انالی مراکش اسلحہ کو عظیم الشان سلطان مجاہد سمجھتے ہیں۔ اور اس کے مظالم اور دیگر کمزوریوں کو بالکل نظر انداز کر دیا ہوا ہے۔ نامی گرامی شعرا نے اس موقع پر بڑے معرکہ کے قصیدے لکھے۔ اور جا بجا خوشی کے جیسے مرتب کئے گئے۔ ادیب محمد عبدالسلام بن قسب تھا درمی کے قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

علی عرش دین اللہ کل العراق ایش و ہذا نبھ اللہ قصر العراق ایش
فاس کے مفتی ابو محمد عبدالواحد بن محمد الشریف بو عنانی اور
قصبنا مدار ابو محمد عبدالسلام بن حمدون حوس کے قصائد نمونہ ذیل
میں درج کئے جاتے ہیں۔

الا بشر فمذا الفتح تورہ قد تھطت بعزکم الامور
وطیر السعدادی حیث غنی و قد اشرحت بفتحکم الصدور

وضوء النصر ساعده التهنائی
وقدوافنکم الحیارات طرا
حیم بیغته الاسلام لما
وجاهدکم وقاملتم فاقم
واطلعتهم صوارکم بنجوما
فانت البیدر لول السلم حنا
وفی شعر العراکیش قد تبی
لقد کان الملوک فساد مود
فلما جبتها انقاوت وقالت
ملکت تیا وعزتها بذل
قهرتهم بالطل ضحام
نکم راس من الکفار می
وکم انحر قلاویه رساح
وکم سری وکم مقلی بارض
حربها الطیور فتنتقیها
وأمی الناس کلم نشادی
قبشراکم بهذا الفیج نور
به زادت تاخرکم علوا
الا یا معشر الکفار هذا
الا یا اهل سبته قد اتاکم
اذا ما جاربسته فی عشی
وومر ان تناوی کل یوم
متنی یا فی ویضتها سریریا
فی هنرم ویقتلکم ویسبی
ایامولا فی تم وذهبن وشم

ونور الفخر نخو کم یدور
وطاب العیش والتصل لیه
بعین الحق قد حرس تغور
لدرین الله اتمار حنیر
لدری هیجا و صاجها کفود
وفی یوم الوغا الاسد المصود
لقد رکم علی الشعمی المهور
ورامو ما دیان لها نفور
الیک بحق مولانا المصیر
مما آتینی الحصار ولا العید
علی لیسما کلهم جهور
قطیع الرأس مجرور ایخو
ومن الرمح مرکز الخو
وکم جرحی وما و هم تغور
وبات الذئب وهو لها شکور
علی طرب وما شربت خمور
وبشراکم بما من الغفور
وقد عظمت بهکم الاجور
یبتد وکم ولیس لکفور
بسیف الله سلطان وقور
تناویه اذا کان البکور
متنی یا فی الامام متنی یزید
ویلیق اهلها منه ثبور
وسیف الحق فی یدیه نور
لانلس فانت لها الامیر

و جاهد هم و جاهد هم و فرق ولا تمنع بفضل الله منها لسان الحال يشهد كل يوم بقسطه تنال المعبد طرأ وذاكم يعون الله سهل ايا مولا في السهل هذا يناديكم بنا ديكيم ويدعو فيا رب البرية يا آلهي اشب هذا الامير بكل خير وآبق الملك فيه وفي بنيه ونحن رعيته نرجوا هتاهنا عليكم من عبيدكم سلام ييم جنبكم ما قال صب	تجمعهم فربكم النصير كما قيل براد بحور ومعنى الحال تفهمه المندبر ويا آتى العز والملك الكبير ومن بركا منكم امر يسير عبيدكم الضعيف المستجير دعاه لا تقيمه الدهر دور ويا رحمن يا نعم المجير ولا تتجمل سخارته بتور ولو كرهت زيوأ و عمرور وبا سلطان تشظم الامور مدى الدنيا نصير العبير الا ابشر بهذا الفتح نور
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

دوسرا قصیدہ

رفعت منازل سبقة اقرا لها مع بادس ویر بجنه فمقطعوا يا ابن النبی لها منی محمد فلقه قضیت لاه ایش حاجته عار علیکم ان تكون اسیرة ان لم تکر نوا اخذین ثبارا لا تمعن من جامل ونبسط ان الذین تقدروا جاهدوا فتمکروا املاکها و دیارها فاجث لها اهل الشجاعة عاجلا	تشکروا انیکم بالذی قد انا وتنبهوا کی تسعدا تساءلها قل یا امیر المؤمنین انا لها مع طغیة فاقضوا الذی انا لها بحوارکم و جنودکم تغزی لها من ذایفک من الوثاق جبالها ومصعب من جهل احوالها بنفسهم و بما لهم امثالها و تقسموا اموالها و در جبالها حتى تراهم نارین جبالها
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

واند مصمم بمنہ ومعونہ کینفا تقطع بالعدا او صالہا
وارفع ہند الغرب را ساند فی نصف ما دام العداۃ
ایقاہ ربی اخلافہ عدۃ تفقوا الشریعۃ موثرا افہا
واقبل ہدیۃ من انی نصیحتہ ینبغی الثواب ولا تقل مرقا

سیاہ رنگ جوتی کہ اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں اٹھیل نے کل ملک میں سیاہ
چمڑے کی جوتی پہننے کی ممانعت کر کے زرد رنگ چمڑے کی جوتیاں پہننے کا حکم
ضام کر دیا۔ سیاہ رنگ کی جوتیاں پہننے کا رواج ملک میں اس وقت سے شروع
ہوا تھا۔ جبکہ مامون نے العرائش کو ہسپانیوں کے حوالہ کیا تھا غریبون کی دیکھا
واکھا سیاہ رنگ بوٹوں کا رواج اٹالی مراکش میں بھی ہو گیا۔

بیتہ کی ایک بہا ملک میں بقول غزال اب تک ایک بڑا رخنہ موجود ہے
جو اٹھیل کی محاصرہ فوج کے توپخانہ کے ایک گولہ سے پڑا تھا۔ مسیاح مذکور اپنے
سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ ہسپانوی نصاریٰ نے اپنی قوم کی عبرت اور اسکو
ہر وقت تیار و ہوشیار رکھنے کوئے اس رخنہ کو بدستور رکھنے دیا ہے۔
تاکہ اس کے مشاہدہ سے وہ اٹالی مراکش کی طرف سے کبھی غافل نہ لاپرواہ
نہ ہو جائیں۔ اور حرم و احتیاط کو رد چھوڑ بیٹھیں۔

سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں اٹھیل کا دکون سے پھر لگا ڈھو گیا۔ لیکن جلد
مصاحبت ہو گئی۔ لڑائی ملکیت پہونچی۔ اس نے اپنے بیٹے عبد الملک ابو عبد
ودیر اور فقیہہ ابا عبد اللہ محمد الطیف الفاسی کے ہمراہ الجزائر پہونچا۔ جو
عہد نامہ صلح کو طے کر چند ماہ بعد واپس آ گئے۔

قبائل سے متحارب بربر قبائل شورہ پشتی میں قدیم سے مشہور چلے آتے
لے لے گئے ہیں۔ مولا اٹھیل نے ان کی بار بار کی شرارت سے تنگ
آ کر ان کی بجلی کے لئے بڑے زور شور سے تیاریاں کیں۔ جب یہاں
مکمل ہو گیا۔ تو سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں ان کے علاقہ تا زاد پر چڑھائی کر دی۔ اس
نے فوج کو متعدد دستوں میں تقسیم کر کے حکم دیا کہ سب دستے ایک ہی وقت
چاروں طرف سے حملہ کریں۔ اس حملہ میں توپخانہ کی بھی بڑی تعداد ہمراہ لی گئی

شده چری بین مولای نیدان فرزند سلطان ۲ تلمسان کیطون ترکی

و بقیه حاشیه صفحہ ۳۳۳ و تحفظ فلیعلم سیدنا ان الارض و ما فیها ملک الله تعالی لا
 شریک له و الناس عبید الله سبحانه و اکا و سیدنا و احد من العبد و قد کلمه الله عبید
 ابتلاء و امتحاناً فان قام علیهم بالعدل و الرحمة و الانصاف و الاصلاح فهو خلیفہ الله
 فی ارضه و ظلهم علی عبیده و لا الدرجه العالیة عند الله تعالی و ان قام بالحمد و البغی
 و الکبر و الطغیان و الافساد فهو متجاوز علی مولاه فی مملکتہ و منسلط و متکبر فی
 الارض بغیر الحق و متعرض لعقوبت مولاه الشدیدة و مخط و الخفی علی سیدنا حال
 من تسلط علی رعیتہ و دم ملکهم بغیر اذنہ کیف یفعل به یوم یفکون منه ثم نقول ان
 علی سلطان حق و اکثر ما کفی بها البطاقت و لم تقصر منها علی ثلاثه شیء ای امهاتہا
 الاول حیح المال من حق و تفریقہ فی حق اثاثی اقامتہ الجهاد علماء کلمه الله و فی
 معناه تعین الشوریة بما تحتاج الیه من عدد و عدة الثالث الانتصاف من الظالم
 للظالم و فی معناه کف اسید العادیة علیهم منهم و من غیرهم و ذکر الثلاثه کلها قد
 اخذت فی دولت سیدنا فوجب علینا بتعہید لکلا لیتذرع لبعدهم الاطلاع و نفقت
 خان تنبہ و فعل فقد فاز و ذلک صلاح الوقت و صلاح الہد و سبوح النعمۃ شمول
 الرحمة و الا فعدا دنیا الی علینا اما الامر الاول فلیعلم سیدنا ان المال الذی
 یسجد من الرعیۃ قداً عند المصالح الیہ یشتمل بہا الدین و تقبل الدینا من الیہ
 و العلماء و القضاة و المائتہ و المجاہدین و الاجناد و المساجد و القناطر و غیر ذلک
 من المصالح و شال ہوا الکما یتام لہم دیون قد عجز و اعن قبضہا الی الوکیل و شال
 المدیان و السلطان ہوا الوکیل فان استوفی الوکیل الدین بلا زیادۃ و لا نقصان
 و اذہ الی الیتامی عجیب لکجب کل فقد یری من اللوم و لم یتبق علیہ تبعات
 المدیان و لا یتیم و حصل لہ اجران اجر القبض و اجر الدفع و ان ہوا دعی علیہ
 الواجب بغیر رضی المدیان فهو ظالم لہ و نقص الیتیم من حقہ الواجب لہ فهو ظالم
 لہ و کذا ان ستمتی الدین و اسکبہا و لم یدفعہا لاربابہا فهو ظالم فایہ ظلم سیدنا
 فان جباۃ مملکتہ قد جرد و قول ظلم علی الرعیۃ فاکمل الامر و ذکر ہذا بانی مغیرہ ۳۳۳

پراخت و تاراج کی نیت سے یورش کی اور لوٹ کھسوٹ کروا پس آگیا۔ ترکی

و بقیہ ماضیہ صفحہ ۳۳۶، الدم و امشوار العظم و مقصود الخ و لم یترکوا الناس دنیا لادنی
ام الدنیا فقد اخذوا مال الدین فقد فتقوا عنده و نهضوا فلقننا و ختم ان ارباب
الحقوق قد مضوا و لم یصل الیهم حقوقهم علی سلطان ان یتفقد الحجاۃ و یکفد الیهم
عن الظلم و لا یخیر کل من یرین له الوقت فان کثیرا من الدسین بہ طلب الدنیا
لا یتقون اللہ تعالیٰ و لا یتحفظون من المداہنۃ و انفاق و الکذب و فی فضل
منہم قال جبرہ امیر المؤمنین مولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ المخرور من
غمر کموہ او وان یتفقد المصالح و یدب ید الفضل علی خواص الناس من اهل
لفضل الدین و الخیر لیکتب مجتہد شہداء ہم و نصرہم کما قبل۔

افادہ تمک النہاء منی ثلاثہ یدری و السانی و الضمیر المحجا
و قد جبلت القلوب علی حب من احسن الیہا و للہ ہلم فیتخذوا غیرہ و یطلبوا
دولت اخری کما قبل

اذا لم یکن للرد فی دولت امری نصیب و لا حظ منی نہ و الہا
و ما ذاک من نبض لہا غیراً نہ یرید سواہم فہو ہم ہی انتقل لہا
و لیعلم یدنا ان السلطان اذا اخذ اموال العامۃ و نشرہ فی الخاصۃ و
شید بہا المصالح فالعامۃ یدعون و یعلون انہ سلطان و یطیب قلوبہم بمایرون
من انفاق اموالہم فی مصالحتہم و الا فالعکس و ایضاً السلطان یعرض لسیہام الرا
شقتہ من دنوت المظلومین من الرعیۃ فاذا احان الی الخاصۃ و عوامہ بالخیر و
السلامۃ و البقاء فیتقابل دعا و بدعا و اللہ الموفق و اما الامر الثانی فقد مضى ایضاً
و ذالک انہ لم یتأی فی الوقت الاعمارت النخور و سیدنا قد غفل عنہا فقد ضففت الیہم
غایت و حضرت بدینہ تطاوین ایام مولانا الرشید رحمہ اللہ۔ فلما لئذا آسحوا
الصریح تہتہ الارض خیار و ما و قد یلغی الیوم انہم سمعوا صر سحان جانب البحر
ذات یوم فخرج المسلمون علی ارجلہم بایدہم العسی و المطالیح و نہضوا فی الدین
و غر علی المسلمین و انما جاءہم الضعف من المغارم الثقیلۃ و تکلیفہم باقی صفحہ

عمال سے اس کی تمکات پر قسطنطنیہ کی جہان شہہ بحری میں دس دسویں کی سفار

و فیہ عایشہ صفحہ ۳۳۳) الحركات واعطاء اعادة كسائر الناس على سيدنا فينفذ السواحل
كلها من قلينة الى انا و يوحى عليهم على الجهاد والجهاد بعد ان يحسن اليهم ويعفيهم مما
يكلف به غيرهم ويترك لهم خيلهم و معدتهم من غيرهم ما يحتاجون اليه فهم حصة
به خيصة الاسلام و يتخفى بين يديه ملك النواحي ان يكون احد الناس غلبت في
الجهاد و رغبة في الفضل و غيره على الاسلام فلا يوفيهما من بهمة بل ربطة والا
نمكها على اركنة و الله الموفق و اما الامم الثالث فقد اختلف ايضا لان المشجعين للامم
تنتصاف بين الناس في البلدان و هم العمال و هذا هم هم المستعملون بظلم
الناس فكيف في ذل فظلم من يفعله و من ذهب يشككي سيفه الى الباب فزاد
عليه فلما يقدر احد ان يشككي فليق الله سيدنا وليتق و سوة المظلوم فليس بينها
و بين الله حجاب و يجهد في العدل فانه قوام الملك و صلاح الدين و الدنيا -
عالم تعالى ان الله يا مراد العدل و الاحسان و ايتاي ذ القرفي و ينهي عن القحشا
و المنكر و البغي الآية - و قال الله تعالى و ليس من الله من ينصره ان الله تعالى
عز و جبر ثم ذكر تعالى المتصدين و شروط النصر فقال الذين ان كناهم في الارض
اقاموا الصلوة و آتوا الزكاة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنكر فمضى تعالى للملوك
النصر و شرط عليهم هذه الامور الاربعة فمتى اختلف عليهم امر الرعية و تسلط عليهم من
يقصد عليهم الدولة فليعلموا ان ذالك من اخطائهم بهذا الامر فكان عليهم الرجوع
الله تعالى و تفقد ما اكرمهم به و رعيت ما سترعاهم اليه و قد اتفقت حكما و الرب
و العزم على ان الجوار لا يثبت مع الملك و لا يستقيمهم وان العدل يستقيم مع الملك
و لو مع الكفر و قد عاش الملوك من الكفرة المؤمنين من النين في الملك المتظلم و
لكلية المسبوبة و الراحة من كل شخص لما كانا عليه من العدل في الرعية استصلاء
عالمنا هم فكيف بمن يرجو اصلاح الدنيا و الدين و قال بعض الحكماء الملك
جنار و المجد اساسه و اذا ضعفت الاساس سقط البناء فلا سلطان الا بجنه و لا
جنه الا مال و لا مال الا ببجابت الابعارة و الاعارة الا بالعدل و باقي صفحہ آئیدہ

سلطان مصطفیٰ ابن محمد ہندشاہ روم کا خط لیکر اسماعیل کے پاس پہنچی۔ اس میں مولائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۸) فالعدل ساس البجح وقد منع ارسطو طالیس الحكيم الملك الاسكندر
اشكل السند منه وكتب عليه العالم بستان ساجہ الدولت الدولت سلطان بعضہ لست
السنہ سیاست سیدوسھا الملك الملك أع بعضہ البجیش البجیش اعوان یفقدہم
المال ردق یجحد الرعیت الرعیت جمید یقودہم العدل العدل مالوف ویصلح
العالم۔ العالم بستان الی آخرہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم، کلکم مسئول عن رعیتہ
وقال صلی اللہ علیہ وسلم، ان رجلا یخرف فحول فی مال اللہ فیرحق بہم النار یوم القیامۃ
او کہا قال واذ قال صلی اللہ علیہ وسلم، ما من وال یلی ولایۃ الا جاء یوم النشائم
ویدہم مغلولتان فاما عدل فیکفہ واما جور یوبقہ۔ وعن مولانا علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ قال رایۃ عمر علی قتب یعدو بہ بعیر بالایطع فقلت یا امیر المؤمنین
یستقر قال بعید من اہل البعدۃ شر واکطبہ فقلت اذ لکنا شغفنا من بعدک فقال
لا تلحق فی الذی بحث محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالحق لو ان عننا فاضلت بشاطی الفرات
الاخذ بہا عمر یوم القیامۃ انہ لا حرمت نوال شیخ المسلمین ولا فاسق روع فکثر
وقدرای رضی اللہ عنہ شیخا یہودیا یسأل علی الابواب فقال ما اقصفاک اخنا
منک الجزیۃ ماومت متنا باثم ضیعناک الیوم وامران یجری علیہ توتمہ من بیتنا
ولیعلم سیدنا ان اول العدل ان یرجل فی نفسه فلا یخذل نفسه من المال الا بخو
ولیسأل العلماء عما یأخذ وما یعطی وما یأتی فی ما یدر وقد کان بنو اسرائیل یحسون فیہم
الامیر علی یدینی فابنی امر والامیر ینقذہ لا غیرہ وانما کانت ہذا لست المرجوۃ تقطعت
منہا النبوة ببہا فاحزم البیتین صلی اللہ علیہ وسلم فلم یبق الا العلماء یقتدی بہم وقال
صلی اللہ علیہ وسلم، علماء امتی کما نبیسا ربی اسرائیل مکان حتی علی ہذہ الامت ان
یتبعوا العلماء ویشرقوا علی ایدیہم اخذوا عطاء وقد تو فی صلی اللہ علیہ وسلم خلاف
ابو بکر رضی اللہ عنہ وکان قبیل ذالکہ ینصح ویشری فی اسوق علی عیالہ فلما یرجم اخذ
باللذی للتجارۃ وذہب الی اسوق علی عاتہ حتی رده علماء الصحابۃ وقالوا انک فی
شغل امر الخلفۃ عن السوق وفرضوا الہ بالکفۃ مع عیالہ وجار المال علی ید امین فکان

کو ہمیشہ اہل جزائر سے برسرِ صلح رہنے کی تاکید و نصیحت کی گئی تھی جسے اس نے بسر و چشم قبول کیا۔ اللہ بجزیریہ میں اسلحیل نے ملک کے مختلف حصہ بہرہ چند بیٹھان کو مامور کیا۔ مولانا احمد کو تاو لاکا گورنر مقرر کیا۔ اور تین ہزار غلام سپاہی اس کے ہمراہ کئے۔ مولائی عبدالملک کو ایک ہزار سوار دیکر درہ پر مامور کیا۔ مولائی محمد عالم کو تین ہزار سواروں کے ساتھ سو سبھیہ مولائے مامون کو مراکش سے سبھیہ تبدیل کیا۔ اور بائیس سو سوار ساتھ دیتے۔ یہ دو برس بعد فوت ہو گیا۔ تو اس کی جگہ مولائی یوسف کو مامور کیا۔ مولائے زیدان کو مشرقی علاقہ پر مقرر کیا۔ سبھیہ کی طرح ترقی علاقہ پر تاخت و تاراج کرتے رہنے کو اپنا شعار بنایا۔ اور ایک دفعہ یہ خبر پڑی کہ تلمسان کا ترکی گورنر عثمان پاشا کے مکان کو بھی لوٹ لیا۔ اسلحیل کو جو سلطان مصطفیٰ سے مدامی مصالحت کا عہد کر چکا تھا۔ یہ امر سخت ناگوار گذرا۔ اور اس کی سزا میں اس نے زیدان کو گورنری سے معزول کر کے ایک دوسرے بیٹے مولائی فقیہہ کو یہاں مقرر کر دیا۔ مگر اس سے ترکوں کا رنج دور نہ ہوا۔ اور انہوں نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ جس پر اسلحیل جبراً لشکر لیکر الجزائر کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن راستہ میں بیاس سے اس کے اسقدر سپاہی ضائع ہو گئے کہ اُسے دستِ بھری (فریقِ ثانی) سے صلح کر کے واپس آ جانا پڑا۔ مگر اس واپس آ کر اس نے قائد عبدالغنی بن عبداللہ الروسی کو اس جرم کی سزا میں قتل کر دیا کہ اس نے سلطان کے ایک غلام کو ہلاک کر دیا۔

دقیقہ حاشیہ صفحہ ۳۴۰، ہو وغیرہ فیہ سوار یا خدمتہ یا اقتضاتہ الشرعیۃ لظہرہ وغیرہ و کذا سیرۃ الخلفاء الراشدین من بعدہ فعلی سیدنا ان یقتدی بہم ولا الفضلاء ولا یقتدی بابل الا ہوا و لیسال من معہ من الفقہاء الثقات کسیدی محمد بن الحسن و سیدی احمد بن سعید وغیرہا من العلماء العالین الذین یتقون اللہ ولا یخافون فی اللہ لہ لا یم فاما وہ بہ ما ذکرناہ و ما ذکرناہ فعلہ و ما نہوہ عن انتہی ہذہ طریقۃ لغاۃ الفقہاء اللہ تعالیٰ ان یرزق سیدنا توفیقاً و التقصید و ارشاداً و تائیداً و ان یرزق سیدنا السلام و العباد و ان یرزق سیدنا علی الزینج و العباد و امین و احمد للہ رب العالمین +

اپنے مکان میں داخل ہو جاتے سے مشتعل ہو کر قتل کر دیا تھا۔
 انیسویں کے ایک بیٹے کے ہاتھ پاؤں کاٹے جانیکا واقعہ بالا جمال
 اور بیان ہو چکا ہے۔ یہ بیٹا محمد المعروف بر عالم تھا۔ جو سوئس کا گورنر
 مقرر کر کے بھیجا گیا تھا۔ وہ ۱۲۰۰ھ ہجری میں باپ کے باغی ہو گیا۔ تین برس
 لڑائی جاری رہی۔ جس میں فریقین سے ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں۔
 آخر مولائی میدان نے سرکش بہائی کو گرفتار کر کے باپ کے پاس بھیج دیا۔
 جو اس وقت دار الخلافہ سے باہر وادی بہت میں مقیم تھا۔ اور یہ سزا اسے
 وہیں ۴۰۰ ریح الاول ۱۲۰۰ھ ہجری کو دی گئی تھی۔ اس کے بعد اوسے
 مکنا سا بھیج دیا۔ جہاں وہ گیا رہوین دن پہنچا۔ اور پہنچنے کے ساتھ
 ہی اوس کی جان نکل گئی۔ بادشاہ کا بیٹا سمجھ کر خود قاضی شہرے جنازہ
 کی نماز پڑھا۔ اسے اس کے حاسدوں نے اس کی بریادی کا ذریعہ
 بنانے کی کوشش کر کے سلطان کو بھڑکایا کہ قاضی نے میرے دشمن کا
 جنازہ پڑھا۔ سلطان نے اس کا سختی سے جواب طلب کیا۔ قاضی نے کئی
 وجوہ لکھیں۔ جن میں سے ایک یہ تھی کہ گو وہ بُرا تھا۔ لیکن آخر سلطان
 کا بیٹا تھا۔ اور اس کی تدبیر میں سلطان کی ذلت تھی۔ دوسرے
 حجب امام حسن بصری حجاج بن یوسف ایسے ظالم جنازہ میں شریک ہو
 گئے۔ اور فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ حجاج کے کناہوں کو غفور الرحیم
 کے عفو و کرم سے بڑا سمجھوں؟ تو مجھے کب لایق تھا کہ سلطان کے
 باغی بیٹے کو حجاج سے بھی بدتر سمجھتا +

۱۲۰۰ھ ہجری میں انگریزوں نے بحروبر سے حملہ کر کے تین دن
 کے محاصرہ کے بعد میل طارق کو ہسپانیوں سے فتح کر لیا۔ ہسپانیہ
 کی حکومت اندرونی فساد کے انطفا میں مشغول تھی۔ اور جبل طارق
 میں بہت تھوڑی فوج مقیم تھی۔ بنا بریں انگریزوں کو باسانی یہ فتح
 حاصل ہو گئی۔ اس سے بعد ہسپانیہ و فرانس نے بار بار اسے چھیننے کی
 پے زور لگایا۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ اہل ہسپانیہ کو جبل طارق پر انگریزوں

کا تصرف اب تک ایسا ناگوار ہے۔ کہ گوسٹ ۱۸۹۷ء کے محاربہ امریکہ سے
 انکی رہی سہی شکست جاتی رہی ہے۔ اور امریکہ و بحر الکاہل کے
 آخری مقبوضات کیوبا۔ پورٹو ریکو اور جزائر فلپائن بھی ان کے ہاتھ جو
 کسی وقت کل برعظم امریکہ کے مالک تھے۔ نکل گئے ہیں۔ لیکن جبل طارق
 کو بجا سخت یا زور و زنجیر حاصل کرنے کی امنگ اس وقت تکسان کے دلون
 میں باقی ہے۔ اور خود کئی انگریز بھی اس قبضہ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء
 کے وسط میں یہ بحث مکرر شروع ہو گئی ہے۔ کہ محاربہ ٹرانسوال
 میں جو اکتوبر ۱۸۹۹ء سے انگلستان اور جنوبی افریقہ کی دو حقیر بہتوں
 ٹرانسوال وادریچے پرور کا لونی میں ہنوز دجلائی ۱۸۹۸ء جاری ہے
 بومیرجین سرعت و تعمیل سے نہایت وزنی توپیں بھی باسانی تمام
 ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے رہے ہیں۔ باقی سلطنتیں بھی اب
 یورپ کے طریقہ پر چل کر ایسا کر سکیں گی۔ اور اس صورت میں
 ہسپانوی چپ چاپ ایسی توپیں جبل طارق کی متصل ہسپانوی بلدیوں
 پر لا کر ان انگریزی جہازات کو جو بندرگاہ میں موجود ہوں۔ چشمزدن
 میں فنا کر سکیں گی۔ اور جبل طارق پر اس غرض سے زیادہ تر قبضہ
 رکھا گیا تھا۔ کہ وہ جہازوں کو محفوظ مامن کا کام دے سکتا ہے۔
 پس ایسی صورت میں جبل طارق کو ہسپانیہ کے حوالہ کر کے اس
 سے کوئی جزیرہ اس کے بدل میں لے لیا جائے۔ اس مسئلہ کے متعلق
 مترجم مولف کتاب ترکون کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا
 کا قوت و میں مفصل بحث کر چکا ہے۔ شائقین اس کتاب کو
 مطالعہ کریں۔

۱۱۰۰ھ ہجری میں مولائی زیدان تارود و دانت میں جان
 اس نے مولائی محمد کو گرفتار کیا تھا۔ فوت ہوا۔ اور مکتا سا
 لا کر وطن کیا گیا۔

۱۱۲۰ھ ہجری میں ترکون نے ساحلی قصبہ و ہران ہسپانویوں

سے فتح کیا۔ ۲۳ھ ہجری میں سلطان کے ایک اور بیٹے ابو نصر
 نے سوس میں بغاوت کی اور ہلاک ہوا۔ ۲۴ھ ہجری میں حرہ
 (دخا تون) نائبہ مبارکہ زوجہ سلطان اور ام مولائی الحسن بن
 اسماعیل فوت ہوئی۔ ۲۹ھ ہجری میں سلطان کا بیٹا ابو مروان
 بقصد حج حجاز کو گیا۔ ۳۰ھ ہجری میں سلطان نے تمام بیٹوں کو
 گورنریوں سے واپس بلا کر صرف مولائی احمد و لیہد کو متا دلا
 میں رہنے دیا۔ اس وقت سے تمام ملک میں ایسا امن و آمان ہو
 گیا۔ کہ سونا اچھاتے چلے جاؤ۔ کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ کل قلمرو
 میں ایک چور سوار ہزن باقی نہ رہ گیا۔ اس کے عہد میں عموماً بائین
 بر وقت ہوئی رہی۔ اور تجارت کی بھی خوب گرم بازاری رہی
 صرف ۱۰۹ھ عیسوی میں ایک دفعہ سخت فحط برپا۔ ورنہ ہمیشہ خوشحالی
 رہی۔ اس کے عہد میں گندم کا نرخ چھ اوقیہ فی مد۔ جو کاتین اوقیہ
 فی مد۔ پیٹر کی قیمت تین اوقیہ۔ بیل کی ایک سے لیکر دو مثقال
 شہد و کھی کا نرخ موز و نہ دور طل۔ اور زیتون کا چارہ رطل فی
 موز و نہ رہا۔ ۳۲ھ ہجری میں سلطان نے مولائے ادریس اکبر
 کا جو ز رہون میں دفن ہے۔ پُرانا مقبرہ گرہا کر نیا نہایت عالی
 شان مقبرہ بنوایا۔ جو دو سال میں ختم ہوا۔ اور اسی برس مولانا
 ادریس اصغر بانی فاس و مدفون فاس کا بھی نیا مقبرہ ایسا بنیظیر
 بنیا کرایا۔ کہ کل شہر میں اس کے بلہ کی عمارت خدیں ہے۔ ۳۳ھ
 میں سبتہ کے عیسائیوں نے مسلمان محاصرین کو غافل پا کر ایسی سختی
 سے حملہ کیا کہ ایک ہزار سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔ مگر جلدی
 مسلمانوں کو ایک اور معرکہ میں ایسی فتح حاصل ہوئی کہ تین ہزار
 عیسائی صرف گرفتار کئے گئے۔ ۳۴ھ ہجری میں اسماعیل کا معتبر و
 معتد ترک جبریل غازی پاشا بن مشغرا گورنر مراکش و قیدہ
 میں فوت ہوا۔

اسمعیل قمری حساب سے ۵ برس حکومت کر کے بروز سہ شنبہ ۲۸۔ رجب ۳۹۰ ہجری کو فوت ہوا۔ مولانا احمد لکھتے ہیں۔ کہ فاطمی خلیفہ مصر المستنصر العبدی کے سوا جو ساٹھ برس حکمران رہا۔ اور کسی مسلمان بادشاہ یا خلیفہ کو اتنا عرصہ حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ اور جوانی سے پہلے بھی گورنر تھا۔ بالفاظ دیگر اس نے حکومت سے تمتع بھی پورا پورا اٹھایا۔ اس کے برعکس المستنصر تخت نشینی کے وقت ستر برس کا بوڑھا تھا۔ مزید برآں اسمعیل کو ابن محرز اور مولائی محمد کے معاونوں کے سوا کسی رنجیدہ واقعہ سے سابقہ نہ ملا۔ اور سب طرح سے اسے خوشی و شادمانی حاصل رہی۔ اس کے برخلاف المستنصر کے عہد میں سات برس تک مصر میں ایسا خوفناک فحط مستوی رہا۔ کہ یوسف علیہ السلام کے بعد ویسا فحط کبھی نہ پڑا تھا۔ ایک روٹی پچاس درہم کو بھی نہ ملتی تھی۔ انسان انسان کو کھا گئے۔ غلو چارہ کے فقدان کے باعث خلیفہ کے سوا وزرا و ملک کے پاس سواری نہ رہ گئی۔ اور بھوک سے انکا بھی یہ عالم تھا کہ بادشاہ کے ساتھ شہر کا دورہ کرتے ہوئے کئی مصائب و ضعف سے غش کھا کر گر پڑے۔ اسمعیل کی حکومت منصور مہدی کی وقت سے ہی زیادہ علاقہ پر پھیلی ہوئی تھی۔ مغرب کی طرف دریا نائیکر اس کی قلمرو کی حد تھا۔ جب طرح اس کے عمارتوں کے مقابل سابق سلاطین کی نماز تہین کچھ حیثیت نہ رکھتی تھیں۔ اسی طرح اس کے باغوں کے سامنے باغ مسرت وغیرہ کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ اس کے باغ حمیرہ میں صرف زیتون کے درخت ایک لاکھ تھے۔ جن کی آمدنی حریم شریفین کے لئے وقف تھی۔ بعد میں یہ باغ اجڑ گیا۔ لیکن سلطان مولا محمد بن علی نے اسے پھر آباد کرنے کا عزم کر کے باقیماندہ درختوں کا شمار کر لیا۔ تو زیتون کے ساٹھ ہزار درخت ابھی باقی تھے۔ سلطان محمد نے نہروں کو صاف کر کے باغ کی رونق دوبارہ تازہ کر دی۔ اور اسمعیل کی طرح اس کی آمدنی کو حریم کے لئے وقف رکھا۔

بعض کا بیان ہے کہ اسمعیل مولائے احمد کو ولیمہ مقرر کر گیا۔ چنانچہ مرض الموت کے نمودار
ہونے پر اُسے تاو لائے بلالید اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرائی۔ دیگر مورخ لکھتے ہیں کہ وہ
ہانشینی کا کوئی تعصیف نہ کر گیا، اُس نے ابا العباس کا تب شاہی سے مشورہ کیا کہ اُس کی
راہ میں کون مناسب ہوگا۔ اُس نے جواب دیا۔ اب کوئی لائق نہیں رہ گیا۔ صرف محرز بلالید
اور محمد بن یحییٰ لائق تھے۔ جو مرچکے ہیں۔ اسمعیل نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور کسی کو جانشین
نہ مقرر کیا۔ لشکر فلان جس کو چاہتا بادشاہ بناتا اور جسکو چاہتا ہٹاتا رہا۔

کتاب الاستقصا کے مؤلف مولانا احمد کے جد امجد سید ابو عبد اللہ جو دلی کامل تھے۔ اسی کے
عہد میں ۸۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ سنہ ہجری میں اساک باران سے ایسی گرانی ہوئی کہ
گندم کا بجاؤ فی مُد (مد۔ ڈیڑھ صاع) ساٹھ اوقیہ تک پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے استسقا کی نماز پیش
کیں۔ نویں نماز پڑھے جانے پر خاطر خواہ بارش ہو گئی۔ جس سے دونوں میں ہی نرخ ۳۵۔ اوقیہ پر اتر آیا۔

حصہ اول ختم شد

حصہ دوم میں بہ تفصیل ذیل مضمون ہونگے

فصل نہم۔ بنی غلامی کا زمانہ مابعد ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۸ء تک حکمران سلاطین۔ **فصل دہم** طرز حکومت و طریق گورنمنٹ۔ **فصل یازدہم** موجودہ نظم و نسق اور وزارت۔ **فصل دوازدہم** یورپ میں ملازمان سلطنت مراکش۔ **فصل سیزدہم** سلاطین کے بحری قزاق۔ **فصل چارویں** عیسائی غلاموں اور اسیروں کے حالات۔ **فصل پانزدہم** مراکو و مسیت۔ **فصل شانزدہم** خارجیہ سفارتانہ تعلقات۔

فہرست حصہ سوم۔ تاریخ مراکو ❖❖❖

فصل سترہم۔ دربار مراکو اور سفراء وغیرہ **فصل مشدہم۔** اجنبی ممالک کی رہنمائی و حقوق اور مراعات **فصل نوزدہم۔** تجارتی تعلقات اور اجنبی قونصلوں کے اختیارات **فصل سترہم** سلطنت کی قسمت کیا معلوم ہوتی ہے۔ سلاطین کی مراکشی سفارتیں۔ انگلستان۔ فرانس و جرمنی کو۔ سلطان عبدالعزیز حکمران سلطان **فصل ہست و ستم** مراکو کا علم ادب۔ تہذیب و تالیفات اور مولفوں کی فہرست مع مختصر تبصرہ **فصل ہست و دوم** مسائل میں مراکش کا ذکر **فصل ہست و سوم**۔ مراکش کے مطابع و اخبارات۔ **فصل ہست و چارم**۔ قابل سند تالیفات۔ **فصل و ستم**۔ مراکش کے متعلق قدما کی تالیفات۔

تاریخ خاندان عثمانیہ۔ اس کتاب میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی کفایت نہیں کی گئی۔ بلکہ منمنائیں دیگر اسلامی سلطنتوں کے شہر و بربادی کے حالات و واقعات اور اسباب اور نتائج ایسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی مفصل بحث کرنے کے ساتھ ہی ان ضروری اوصاف اور خوبیاں کی توضیح کی گئی ہے جنکے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ یقین ہے کہ تاریخ یا مخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے اور دولی یورپ اور اسلامی طاقتوں کی موجودہ و سابقہ تعلقات کے اسرار کو معلوم کرنے کے شائقین اس سبب کتاب کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں پائینگے۔ آج تک اردو میں کوئی ایسی

کتاب شائع نہیں ہوئی تھی جس میں مسلمانوں کی اس واحد معتد سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولیٹیکل طاقت کو قائم رکھنے کا کام دے رہی ہے۔ ایسی شرح و بسط سے جدید تاریخی اصول پر لکھے گئے ہیں۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں قیمت ۴۰ روپے اور دوسری میں سلطان سلیمان ثانی ۱۶۶۷ء سے لے کر جلال آباد سلطان عبدالحمید خان ثانی شہنشاہِ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ جسکی قیمت ۲ روپے ۶ دانوں جلدوں کی قیمت ۱۱ روپے ہے۔

سبت سالہ عہدِ حکومت۔ سلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی مع نقاد ویر طبع چھاردم۔ یوگیا کل دنیا کی سبت سالہ تاریخ ہے ضخامت سات سو صفحات کے قریب ہے۔ منصب خلافت اور تمام سائل متعلقہ اسلامی دنیا پر وضاحت مدلل بحث کی گئی ہے اصل کتاب ایک انگلستان کی شاہزادی کو سکستان نے لکھی تھی۔ اڈیٹر وطن کے حواشی کی داد و ستد بروم ایسا جلیل القدر شخص بھی دیکھتے بغیر نہ رہ سکا۔ صرف چند نسخے باقی ہیں۔ اور ایسی ضخیم کتاب کا جلد طبع ہونا مشکل ہے۔ قیمت ۱۱ روپے

محاربات پلیونا۔ غازی عمان پاشا کا نام کون مسلمان نہیں جانتا۔ اور ہی کے کارناموں کی یہ مفصل تاریخ ہے۔ جس میں ضمناً ۱۸۷۷ء کے جنگ روم دروس کے حالات بھی پلیونا کے قیامت تک یاد رہنے والے معرکوں کے ہمراہ بیان کئے گئے ہیں۔ طبع جدید میں بہت ایزادی کی گئی ہے۔ ہر سہ حصہ طبع سوم۔ ۱۱ روپے

محاربات تفصیلی۔ یعنی محاربہ روم دیوان اور مارشل ادھم پاشا کے کارنامے سے حالات جنگ سوڈان و محاربہ تیرہ دہند و تاریخ تحریک و تجویز بغداد و مجازیلو سے تین حصوں میں مع نقاد ویر ضخامت ہزار صفحہ کے قریب ہے۔ طبع دوم ۱۱ روپے

دختر و زہیرہ۔ اور دوستان جنگ ہزارہ۔ مولفہ مس مہلثی ریڈی ڈاکٹر و دربار کابل امیر عبدالرحمن مرحوم کے دربار و طریق انتظام اور جنگ ہزارہ۔ اور میر منشی سلطان محمد خان صاحب کے دربار کابل سے قطع تعلق ہونے کے مفصل حالات ناول کے پیرایہ میں۔ قیمت ۱۱ روپے

نور کا پیر ایک آنکا کھٹ آنے پر بھی لکھا

مشہور سا خبر
وطن
بر وطن من الایم

نور کا پیر ایک آنکا کھٹ آنے پر بھی لکھا

عام اخباری اغراض و مقاصد کے علاوہ اسلامی - ملکی - قومی - فوجی - زراعتی - تعلیمی - طبی - اور اخلاقی و تمدنی معاملات و مضامین پر بحث کرنے والا ہندوستان کا واحد اردو اخبار جس نے چند مہینوں میں ملک کے ہر طبقہ و جماعت کے باجمہ حصہ کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ اور ان سے تسلیم کرا لیا ہے۔ کہ وہ فی الواقع اسم با سنے اور ملک و وطن کا سچا خادم ہے۔ یہ اخبار ہر جمعہ کی شام کو حمیدیہ سٹیٹ پریس لاہور میں طبع ہو کر دفتر حمیدیہ ایجنسی سے شائع ہوتا ہے۔

رؤسہ سے لے کر روپیہ سالانہ - لکھ روپیہ ششماہی

شرح قیمت { دیگر شائقین سے لکھ روپیہ سالانہ - دو روپیہ آٹھ آنہ ششماہی
کم استطاعت طلباء سے لکھ روپیہ سالانہ - دو روپیہ ششماہی

پیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر کسی صاحب کے نام اخبار جاری نہیں ہو سکتا۔

المشاہد

مولوی محمد انشا اللہ سابق ایڈیٹر اخبار روکیل، مالک ایڈیٹر اخبار وطن - دفتر

حمیدیہ ایجنسی و حمیدیہ سٹیٹ پریس

